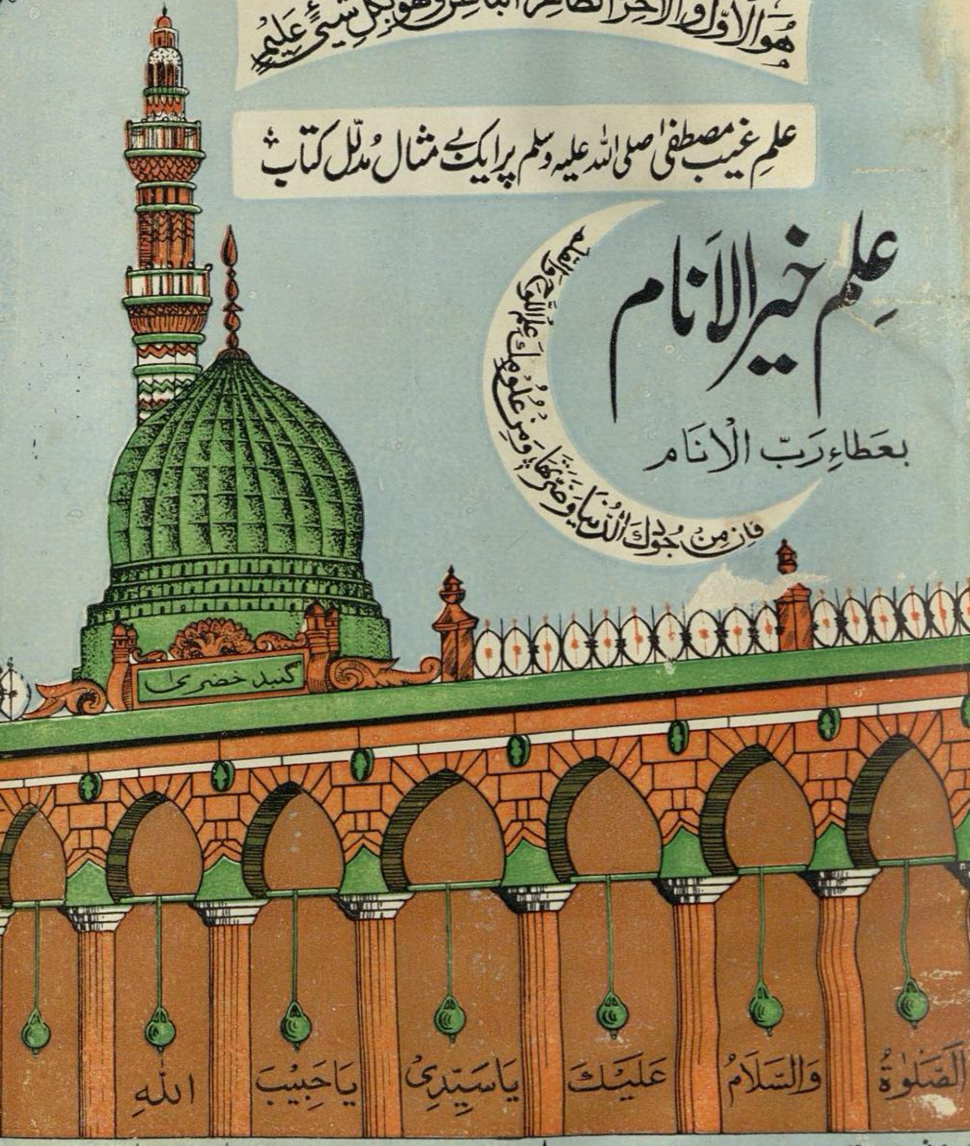
هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ

علمِ غیبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بے مثال مدلّل کتاب

عِلمِ خیر الانام

بعطاءِ ربّ الانام

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ



نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

مؤلفہ

حضرت مولانا ابوالباسط محمد عبدالسلام رضوی نقشبندی سیالکو

ناشر: خادمِ اہلِ سنت محمد نذ

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

الحمد للہ علیٰ احسانہٖ و نوالہٖ کتاب مستطاب لاجواب

علم خیر الانام

بعطاء

رب الانام

جس میں علمِ غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علومِ غیبیہ پر قرآنی آیات، احادیث صحیحہ اور اقوالِ ائمہ مفسرین و محدثین اور علمائے محققین سے روشن دلائل تحریر کئے گئے ہیں۔ نیز مخالفین کے نئے اور پرانے تمام اعتراضات کے جوابات درج ہیں

مؤلفہ

حضرت مولانا محمد عبدالسلام رضوی نقشبندی متوطن کوٹلی لوہاراں غربی
حال مقیم کوٹلی بہرام سیالکوٹ

الناشر
خادم اہلِ سنت محمد نذیر حسین عرف محمد بوٹا پکا گڑھ

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ

نام	علم خیر الانام (صلی اللہ علیہ وسلم)
تالیف	مولانا محمد عبد السلام رضوی نقشبندی
ناشر	محمد نذیر حسین عرف محمد بوٹا پکا گڑھا سیالکوٹ
صفحات	۴۰۰ (چار سو)
تعداد	ایک ہزار
کتابت	حافظ محمد اشرف و عبد الغنی صاحبان
مطبع	اشرف پریس ایبک روڈ لاہور
تاریخ طباعت	ستمبر ۱۹۶۷ء
قیمت	چھ روپے قسم اول پانچ روپے قسم دوم

MASOOD FAISAL JHANDIR LIBRARY
ACC No 049287
MAILSI

TECHNICAL SUPPORT BY
CHUGHTAI
PUBLIC LIBRARY

اس کتاب میں علمِ غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کے علاوہ

زمانہ حاضرہ اور گذشتہ کے حالات

مسلمانوں کی غیر مسلم اقوام سے جنگ

مسلمانوں کے ہاتھوں یہودیوں کی تباہی

پاکستان کی جنگ ستمبر ۶۵ء کی شاندار فتح کا سبب

عرب اور یہود کی جنگ کا تجزیہ

قرب قیامت کے عجیب و غریب حالات

قیامت کی علامات صغریٰ اور کبریٰ

حضرت خلیفہ امام مہدی رضی، فتنہ دجال، نزول حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ السلام، فتنہ یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض وغیرہ کے مفصل حالات قرآن و سنت کی روشنی میں بیان کئے گئے ہیں ضرور پڑھئے اور ایمان تازہ کیجیے۔

○

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ قف فَمَنْ شَاءَ

فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ ج (کہف)

(اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنے رب کی طرف سے حق فرما

دیجیے۔ جس کا دل چاہے ایمان لائے جس کا دل چاہے انکار کرے

○

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا

اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ

وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ

لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ

لَا تَشْعُرُوْنَ (حجرات)

اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو، اس غیب کی خبریں بتانے والے نبی سے۔ اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کرو۔ جیسے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ چلاتے ہو۔ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں۔

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا

کیا لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے۔ اگر یہ خدا کے سوا کہیں اور سے آیا ہوتا۔ تو اس میں بہت سا اختلاف پاتے۔ (نساء)

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا (احزاب)

بے شک جو لوگ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں۔ ان پر اللہ کی لعنت ہے۔ دنیا و آخرت میں۔ اور اللہ نے ان کے لئے ذلّت کا عذاب تیار کر رکھا ہے

دعوتِ عام

تمام وہابی اور دیوبندی چھوٹے بڑے سب اکھٹے ہو کر قرآن کریم کی ایک آیت قطعی الدلالۃ یا ایک حدیث یقینی الافادہ چھانٹ لائیں، جس سے صاف صریح طور پر ثابت ہو کہ حضور آقاء دوجہاں سرکار سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فلاں چیز کا علم حضرت حق سبحانہ تعالیٰ نے مرحمت نہیں فرمایا۔

وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ

إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا

وَلَن تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا

النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۝

٥

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

مَا بَالُ اَقْوَامٍ طَعَنُوْا فِیْ عِلْمِیْ

لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْئٍ فِیْمَا بَیْنَکُمْ

وَبَیْنَ السَّاعَۃِ اِلَّا اَنْبَأْتُکُمْ بِہٖ۔

(معالم التنزیل۔ جز اول ص۴۵۶ مطبوعہ مصر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان قوموں کا کیا حال ہے جو میرے علم میں طعنے کرتے ہیں۔ آج سے قیامت تک جو ہونے والا ہے اس میں کوئی چیز ایسی نہیں جس کا تم مجھ سے سوال کرو اور میں خبر نہ دوں۔ یعنی جو بھی تم مجھ سے پوچھو اس کا جواب دوں گا۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَاھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ۔

(مَوَاھب اللدنیہ صہ ۱۹۲ مطبوعہ مصر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا کو سامنے کیا۔ اور میں دیکھ رہا ہوں اس میں جو کچھ ہے اور جو کچھ قیامت تک اس میں ہونیوالا ہے۔ جس طرح میں اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔

فہرست مضامین

اَعُوذ باللہ من الشیطان الرجیم ۝ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

الحمد للہ الذی واھب العطیات الذی علم حبیبہ المصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علوم الاولین والاٰخرین من فوق العرش الی ما تحت الثریٰ صغیرًا او کبیرًا ماکان وما یکون فعلوم اٰدم و علوم العالم وعلوم اللوح وعلوم القلم کلھا قطرۃ من بحار علوم حبیبنا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات

اما بعد

بندہ محمد عبدالسلام غفراللہ لذنوبہ وستر عیوبہ بجاہ حبیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برادرانِ اسلام کی خدمت عالی میں عرض کرتا ہے کہ آج مسلمانوں کی جو دردناک حالت ہے اس نے دردمندانِ اسلام کو بے چین کر رکھا ہے کہ مسلمانوں کی آنکھوں سے آنسو بہنے شروع ہو جاتے ہیں۔

دشمنانِ اسلام کی دریدہ دہنی اور بدزبانی انتہا کو پہنچ گئی ہے کہ وہ بے خوف وخطر خداوند کریم کے برگزیدہ انبیائے کرام علیہم السلام و اولیائے عظام علیہم الرحمہ کی ذات مقدسہ پر سخت ناپاک حملے کر رہے ہیں اور افترا و بہتان کے عادی و خوگر ہو گئے ہیں۔ خصوصًا سید الکائنات محبوب رب العالمین سرکار سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بے ادبی و گستاخی اور علم غیب شریف پر طعن و تشنیع کرنا ان کا شغل ہو چکا ہے۔

اس روش کو دیکھ کر نیازمندانِ بارگاہِ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کا کلیجہ چھلنی ہو رہا ہے اور ان کی روح تڑپ رہی ہے۔ آج اس کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جاں نثاروں پر یہ وقت کتنا کٹھن اور ان کی عقیدت و محبت کا کیسا سنگین امتحان ہے کہ

محبوبِ خدا علیہ التحیۃ والثناء کا علم غیب شریف ماننے پر ان کو مشرک کافر کہا جا رہا ہے۔
ہم یہ جانتے ہیں کہ ہم پر یہ جو آفت برپا ہے زر و زمین کی بنیاد پر نہیں۔
جائیداد و دولت کی وجہ سے نہیں۔ عزت و آبرو کیلئے نہیں۔ ہمارا قصور یہ ہے کہ ہم اس بارگاہِ مقدسہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے نیاز مند ہیں اور بے ادب و گستاخ نہیں ہیں
گذشتہ دنوں شہر سیالکوٹ میں مخالفینِ اہل سنت کے ایجنٹ، تارکِ سنّت اور گستاخِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مختلف مقامات میں اسٹیج لگا کر بر سر منبر اہلِ سنت کی دل آزاری شروع کر دی تو بندہ کو مجبوراً اپنی تقریروں میں اس کے جوابات دینے پڑے۔
اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کا بہت اچھا اثر ہوا۔ اور جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ (حق آیا اور باطل بھاگ گیا) کی شان ظاہر ہوئی۔ پھر میرے احباب نے اس بات پر اصرار فرمایا کہ ان تقاریر کو مدلل اور مفصل طور پر قلمبند کر کے شائع کیا جائے۔ تاکہ عوام شکوک و شبہات سے محفوظ رہیں۔

بندہ اس قابل نہ تھا اور نہ ہے کہ حبیب کبریا سید الانبیاء محبوبِ خدا احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کے مقامِ علمِ غیب پر کچھ لکھ سکے۔
لیکن یہ جو کچھ ہے رب العالمین عز اسمہٗ کے فضل و کرم اور اس کے محبوب رحمۃ للعلمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہِ فیض رساں سے ہے۔ اور اس کے ساتھ میرے ولی نعمت مرشدی و سندی حضرت قبلہ پیر حسن محمد صاحب سجادہ نشین صاحب دامت برکاتھم العالیہ آستانہ عالیہ نقشبندیہ گوجرانوالہ کی دعائیں شامل حال ہیں۔

میں اس کتاب کا نام "علم خیر الانام بعطاء رب الانام" تجویز کرتا ہوں۔
اللہ کریم مجھے اس کے لکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور یہ نذرانہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم قبول فرمائیں۔
ناظرین کی خدمت میں التماس ہے کہ مجھ بندہ حقیر کے لئے عافیت دارین کی دعا فرمائیں۔

اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلَى الْاِيْمَانِ وَتَوَفَّنَا عَلَى الْاِسْلَامِ وَارْزُقْنَا

شَفَاعَةَ خَيْرِ الْاَنَامِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَاَدْخِلْنَا بِجَاهِهٖ عِنْدَكَ دَارَ السَّلَامِ۔ اٰمِيْنَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ

عبدہ المذنب

محمّد عبد السّلام

مقدّمہ

اس کتاب میں جو آیات پیش ہوں گی۔ ان کی تفسیر بڑے بڑے مفسروں اور اماموں کے حوالجات سے درج کی جائیں گی۔ کیونکہ اپنی مرضی سے تفسیر کرنیوالے کیلئے عذابِ جہنم کی خبر دی گئی ہے جیساکہ حدیث شریف میں آتا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ فِی الْقُرْاٰنِ بِرَاْئِہٖ فَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ مَنْ قَالَ فِی الْقُرْاٰنِ بِغَیْرِ عِلْمٍ فَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ۔

(رواہ الترمذی۔ مشکوٰۃ کتاب العلم ص ۳۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص قرآن پاک میں اپنی رائے سے معنی بیان کرے اسے چاہیئے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔ اور ایک روایت میں آتا ہے کہ جس نے قرآن کے معنی بغیر علم کے بیان کئے اسے چاہیئے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جو شخص قرآن کا مطلب اپنی رائے سے بیان کرے وہ دوزخی ہے۔ اس لئے آیاتِ قرآنی کا ترجمہ و تفسیر غلط کرنا یا اپنی مرضی کا مطلب حاصل کرنا حرام ہے۔

ہاں جو معنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ثابت ہوں یا اماموں نے جو معانی شرعی اصولوں کے مطابق بیان فرمائے ہوں وہی درست ہیں۔ اس میں اپنی عقل و خیال سے دخل اندازی کرنا جائز نہیں۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقات میں اس مسئلہ کو بڑی وضاحت سے درج کیا ہے۔

زیر نظر کتاب میں معتبر احادیث پیش کی جائیں گی۔ اور ان احادیث کی شرح محدثین اور ائمہ کرام کی زبانی بیان کی جائے گی۔ کیونکہ حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف غلط بات

منسوب کرنے یا حدیث کا مطلب غلط بیان کرنے والے کے لئے دوزخ کی بشارت دی گئی ہے ۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے ۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ اٰيَةً وَحَدِّثُوْا عَنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ وَلَا حَرَجَ وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ ۔ رواہ البخاری ۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم ص۳۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے کہ پہنچاؤ لوگوں کو میری طرف سے اگرچہ ایک ہی بات ہو ۔ اور بنی اسرائیل سے جو قصے سنو ان کو لوگوں کے سامنے بیان کرنے میں کوئی گناہ نہیں ۔ اور جو شخص جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات منسوب کرے گا ۔ وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں تلاش کرے ۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جو حدیث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے نہ ہو ۔ اور اپنے مطلب کو پورا کرنے کیلئے جھوٹ بول کر یہ کہے کہ یہ بات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ہے ۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ۔ وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں کرلے ۔

جو حوالہ اس کتاب میں پیش ہوگا ۔ اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر پوری تحقیق سے درج کیا جائے گا ۔

علم غیب کے متعلق جو شبہات ہیں ان کے جوابات قوی دلائل اور نہایت احسن طریق سے دیئے جائیں گے ۔ اگر ان کا مطالعہ تعصب و عناد کے بغیر کیا جائے گا ۔ تو ان شاء اللہ العزیز راہِ ہدایت نصیب ہو جائے گا ۔

اب میں اپنے صحیح مدعا کی طرف آتا ہوں ۔ بارگاہِ خداوندی میں دعا فرمائیں کہ اللہ کریم بطفیل نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حق پیش کرنے اور اس پر مجھے اور قارئین کو عمل کرنے کی توفیق اور مسلک حق پر ہی خاتمہ بالخیر عطا فرمائے اور اپنے محبوب کی بارگاہ کا نیاز مند رکھے ۔ آمین

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب ۔

علمِ غیب کے متعلق

عقیدہ اہلسنت

علمِ غیب کی قسمیں

۱- علمِ غیب ذاتی، قدیم بالذات ازلی جو تمام کلیات و جزئیات ممکن الوجود اور غیر ممکن الوجود کو حاوی ہو۔ صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم ذاتی کو غیر خدا کا علم حاوی نہیں ہو سکتا۔

تمام اوّلین و آخرین، انبیاء، مرسلین اور ملائکہ مقربین سب کے علوم مل کر بھی علوم الٰہیہ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو کروڑ ہا کروڑ سمندروں سے ایک ذرہ بھی بوند کے کروڑویں حصہ کو ہے۔ کیونکہ وہ تمام سمندر اور اس بوند کا کروڑواں حصہ دونوں متناہی ہیں۔ علوم الٰہیہ غیر متناہی ہیں (یعنی خدا کے علم کی کوئی انتہا نہیں) مخلوق کے علم اگرچہ عرش و فرش، شرق و غرب جملہ کائنات از روزِ اول تا روزِ آخر کو محیط ہو جائیں آخر متناہی ہیں۔ جملہ علومِ خلق کو علمِ الٰہی سے کوئی نسبت نہیں۔

۲- علمِ غیب عطائی، جو اللہ تعالیٰ کے اِعلام اور سکھانے سے حاصل ہو۔ یہی علم انبیاءِ کرام علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ہے اور بعض خواص اولیاء کرام کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیض و عطا سے حاصل ہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام کو کثیر غیبوں کا علم ہے۔ مگر اس فضل جلیل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حصہ تمام انبیاء کرام و تمام جہاں سے اتم و اعظم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع اشیاء جملہ کائنات یعنی تمام ممکنات حاضرہ و غائبہ کا علم مرحمت فرمایا ہے۔

تمام کائنات انبیاء، مرسلین اور تمام ملائکہ مقربین کے علم کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وہی نسبت ہے جو ایک قطرہ کے کروڑویں حصہ کو کروڑ ہا سمندروں سے ہے۔ یعنی آپ اپنی صفتِ علم میں لامثال ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو علمِ الٰہی سے کوئی نسبت نہیں۔ نہ ہم مماثلت و مساوات کے قائل اور نہ عطائے خداوندی کے منکر۔ اللہ و نبی کی مماثلت کسی صورت میں نہیں ہو سکتی۔

مساوات تو جب لازم آئے کہ اللہ کے لئے بھی اتنا علم ثابت کیا جائے۔ ذراتِ عالم متناہی ہیں۔ اور اس کا علم غیر متناہی ورنہ جہل لازم آئے گا۔ اور یہ محال ہے کہ خدا جہل سے پاک ہے۔ نیز ذاتی و عطائی کا فرق بیان کرنے پر بھی مساوات کا الزام دینا صراحۃً ایمان و اسلام کے خلاف ہے۔

اس فرق کے ہوتے ہوئے مساوات ہو جایا کرے تو لازم آتا ہے کہ ممکن اور واجب وجود میں معاذ اللہ مساوی ہو جائیں کہ ممکن بھی موجود ہے اور واجب بھی موجود ہے۔ اور وجود میں مساوی کہنا صریح کفر و کھلا شرک ہے۔

مناسب سمجھتا ہوں کہ اس صدی کے مجدد برحق اعلیٰ حضرت عظیم البرکت حضرت علامہ الحاج الشاہ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور عبارت پیش کر دوں۔

"بصیرت کے اندھوں کو اتنا نہیں سوجھتا کہ علم الٰہی ذاتی، علم خلق عطائی، وہ واجب یہ ممکن، وہ قدیم یہ حادث، وہ نامخلوق یہ مخلوق، وہ نامقدور یہ مقدور، وہ ضروری البقاء یہ جائز الفنا، وہ ممتنع التغیُّر یہ ممکن التبدُّل، ان عظیم تفرقوں کے بعد احتمال شرک نہ ہوگا مگر کسی مجنون بے عقل کو۔" (خالص الاعتقاد، الکلمۃ العلیا، بہار شریعت، الدولۃ المکیہ)

ناظرینِ انصاف کی نظر سے توجہ فرمائیں کہ یہ عقیدہ علم غیب کے متعلق اہل سنت (بریلوی) کا ہے۔ جس کو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے واضح فرمایا۔

افسوس ہے کہ اس قدر صحیح عقیدہ رکھنے والوں پہ شرک و بدعت کا فتویٰ لگانا جھوٹ اور ظلم ہے۔ اب بھی مخالفین اپنی ضد سے باز نہ آئیں تو اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ

خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ وَ عَلٰی سَمْعِہِمْ وَ عَلٰی اَبْصَارِہِمْ غِشَاوَۃٌ وَّ لَہُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۔ (پ البقرہ ع ۱)

ترجمہ: مہر لگادی اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔ اور ان کے لئے عذاب بہت بڑا ہے۔

اب وہ قرآنی آیات معہ تفسیر پیش کی جاتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہر شے کا علم عطا فرمایا گیا ہے۔

عَالِمِ مَاکَانَ وَ مَایَکُوْن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ وَّھُدًی وَّ رَحْمَۃً وَّ بُشْرٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ ۔ (پ ۱۴ ع ۱۸ سورہ نحل)

ترجمہ: اے محبوب ہم نے جو کتاب آپ پر نازل فرمائی ہے۔ اس میں ہر چیز کا بیان ہے اور یہ ہدایت اور رحمت اور بشارت ایمان والوں کے لئے ہے۔

اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم میں کل شی یعنی ہر چیز کا بیان موجود ہے۔ چنانچہ اسی آیت کے تحت صاحب تفسیر اتقان فرماتے ہیں:۔

حَکَی ابْنُ سراقۃ فی کتاب الاعجاز عن ابی بکر بن مجاھد انہ قال یوما من شیءٍ فی العالم الا ھو فی کتاب اللہ فقیل لہ فَاَیْنَ ذکر الخانات فقال فی قولہ لیس علیکم جناح ان تدخلوا بیوتا غیر مسکونۃ فیھا متاع لکم فھی الخانات۔ (تفسیر اتقان)

ترجمہ: ابن سراقہ نے کتاب الاعجاز میں ابو بکر بن مجاہد سے حکایت کی کہ انہوں نے ایک روز کہا کہ کوئی چیز جہاں میں ایسی نہیں جسکا ذکر کلام اللہ شریف میں نہ ہو۔ کسی نے کہا سراؤں کا ذکر کہاں ہے؟ فرمایا کہ اس آیت میں

لیس علیکم جناح ان تدخلوا بیوتا غیر مسکونۃ

ثابت ہوا کہ تمام اشیاء کا ذکر قرآن پاک ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسکے عالم ہوئے تو تمام اشیاء کے عالم ہوئے۔ چنانچہ قرآن کریم نے اسکی بھی وضاحت فرما دی ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ○

(پ ۲۷ ع ۱۰ سورہ الرحمن)

ترجمہ: رحمان نے سکھایا قرآن پیدا کیا انسان کو سکھایا اس کو بیان۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قرآن کی تعلیم فرمائی۔ اور قرآن میں ہر شے کا بیان ہے تو حضور سید الانس والجان صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر شے کا علم ہے۔

شبہ:۔ جو لوگ حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب شریف کے منکر ہیں وہ یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماکان وما یکون کا علم ہونا کسی مفسر نے نہیں لکھا۔ یہ مذہب اہل سنت بریلوی نے اپنی طرف سے من گھڑت بنایا ہے لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ماکان وما یکون جو ہو چکا ہے اور جو ہونیوالا ہے۔ اس کا علم ماننا غلط ہے۔

جواب:۔ کاش اگر مخالفین اس شبہے کو دور کرنے کے لئے مفسرین کرام کی تفاسیر کا مطالعہ کر لیتے کہ آیا مفسرین نے سرورِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ماکان وما یکون کا علم ہونا لکھا ہے یا کہ نہیں تو ہرگز علم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ پر طعن نہ کرتے۔ چنانچہ شیخ المفسرین صاحب معالم خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ کے تحت فرماتے ہیں:۔

قال ابن کیسان خلق الانسان یعنی محمدا صلی اللہ علیہ وسلم علمہ البیان یعنی بیان ماکان وما یکون لانہ صلی اللہ علیہ وسلم ینبئ عن خبر الاولین والاخرین وعن یوم الدین (تفسیر معالم التنزیل جز سابع مطبوعہ مصر)

ترجمہ: ابن کیسان نے کہا کہ انسان سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں

علمہ البیان یعنی بیان ماکان ومایکون جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونیوالا ہے سب کا علم آپ کو عطا فرما دیا گیا۔ اس لیئے کہ آپ اولین وآخرین اور قیامت کے دن کی بھی خبر رکھتے ہیں۔

صاحب تفسیر معالم التنزیل کی مندرجہ بالا عبارت سے صاف واضح ہو گیا کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کو ماکان ومایکون کا علم ہے۔ لیجئے ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

سند المفسرین علامہ علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر خازن میں زیر آیت خلق الانسان علمہ البیان فرماتے ہیں:۔

قیل اراد بالانسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم علمہ البیان یعنی بیان ماکان ومایکون لانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی عن خبر الاولین والاٰخرین وعن یوم الدین۔

(تفسیر خازن جز سابع۔ مطبوعہ مصر)

کیا گیا ہے کہ انسان سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کو ماکان ومایکون جو ہو چکا ہے اور جو ہونیوالا اس کو علم دیا گیا اولین وآخرین قیامت کی بھی خبریں آپ کو دی گئی ہیں۔

صاحب خازن کی عبارت سے آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ماکان ومایکون اولین وآخرین قیامت تک کا بھی علم ہے۔

جو لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ کسی مفسر نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیئے علم ماکان ومایکون نہیں لکھا۔ انہیں مفسرین کرام علیہم الرحمہ کی ان عبارتوں سے پسینہ تو آہی گیا ہوگا۔ کیونکہ تفاسیر سے تو صاف ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم ماکان ومایکون ہے۔ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ مخالفین لوگ اہل سنت حضرات پر یہ الزام کس قدر جھوٹ چسپاں کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی طرف سے ماکان ومایکون ہونا بنا لیا ہے۔ اگر ان دلائل کے باوجود بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیئے علم ماکان ومایکون ماننے سے ہم پر الزام دیتے ہیں تو یہ آیت سن لیں کہ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔ جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ

کی لعنت ہے۔

اب ایک حدیث بھی ملاحظہ فرمائیے:۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَاءَ ذِئْبٌ اِلٰی رَاعِیْ غَنَمٍ فَاَخَذَ مِنْهَا شَاةً فَطَلَبَهٗ رَاعِیْ حَتّٰی انْتَزَعَهَا فَصَعِدَ الذِّئْبُ عَلٰی تَلٍّ فَاَقْعٰی وَاسْتَثْفَرَ وَقَالَ قَدْ عَمَدْتُ اِلٰی رِزْقٍ رَّزَقَنِیْهِ اللّٰهُ اَخَذْتُهٗ ثُمَّ انْتَزَعْتَهٗ مِنِّیْ فَقَالَ الرَّجُلُ تَاللّٰهِ اِنْ رَاَیْتُ کَالْیَوْمِ ذِئْبٌ یَتَکَلَّمُ فَقَالَ الذِّئْبُ اَعْجَبُ مِنْ هٰذَا رَجُلٌ فِی النَّخَلَاتِ بَیْنَ الْحَرَّتَیْنِ **یُخْبِرُکُمْ بِمَا مَضٰی وَمَا هُوَ کَائِنٌ بَعْدَکُمْ** قَالَ وَکَانَ الرَّجُلُ یَهُوْدِیًّا فَجَاءَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ وَاَسْلَمَ فَصَدَّقَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ (مشکوٰۃ باب المعجزات ص ۵۴۱)

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بھیڑیا ایک بکریوں کے چرواہے کی طرف آیا۔ اس نے بکریوں کے ریوڑ میں سے ایک بکری پکڑی۔ چرواہے نے اس بھیڑیئے ڈھونڈا یہاں تک کہ اس بکری کو اس سے چھڑا لیا۔ کہا ابو ہریرہ نے کہ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ اور اپنی دم اپنے دونوں پاؤں کے درمیان کی اور کہا کہ میں نے اس رزق کا ارادہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا تھا اور میں نے اس کو لے لیا۔ پھر تو نے مجھ سے چھڑا لیا۔ چرواہے نے تعجب سے کہا خدا کی قسم میں نے آج کی طرح کبھی بھیڑیا کلام کرتے نہیں دیکھا بھیڑیئے نے کہا کہ اس سے زیادہ تعجب انگیز ایک شخص کا حال ہے جو دو سنگستانوں کے درمیان کھجور کے درختوں یعنی مدینہ میں ہے وہ شخص گذشتہ اور آئندہ یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو آئندہ تمہارے

بعد ہوگا۔ (دنیا و عقبیٰ میں) سب کی خبریں دیتے ہیں۔ ابوہریرہ نے کہا کہ وہ چرواہا یہودی تھا۔ یہ واقعہ دیکھ کر خدمت بارگاہ رسالت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ واقعہ سنایا اور اسلام لے آیا۔ حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خبر کی تصدیق فرمائی۔

علامہ ملاّ علی قاری رحمہ الباری اس حدیث کی شرح یوں فرماتے ہیں:۔

یخبرکم بما مضی ای بما سبق من خبر الاولین من قبلکم وما ھو کائن بعدکم ای من نبأ الاٰخرین فی الدنیا ومن احوال الاجمعین فی العقبیٰ۔

(مرقاۃ المصابیح جزء الخامس)

حاصل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گذشتہ اور آئندہ تم سے پہلوں اور تمہارے بعد والوں کی دنیا اور عقبیٰ کے جمیع احوال کی خبر دیتے ہیں۔

اس حدیث شریفہ سے صاف واضح ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام گذشتہ و آئندہ یعنی ماکان ومایکون کا علم ہے اور لطف یہ کہ جانور اور جانوروں میں درندہ تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم ماکان وما ھو کائن جانیں اور بیان کریں ــــــ مگر افسوس کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول ماننے والا انسان ابھی علم ماکان ومایکون میں جھگڑا کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان کیا خوب ہے اُولٰئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ اُولٰئِكَ ھُمُ الْغٰفِلُوْنَ۔

ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے:۔

حدثنی ابو زید...... قال صلیٰ بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر وصعد...... المنبر فخطبنا حتی حضرت الظھر فنزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت العصر ثم نزل فصلی ثم صعد المنبر حتی

غربت الشمس فاخبرنا بما کان وبما ھو کائن فاعلمنا

احفظنا۔ (مسلم شریف جلد ۲۔ کتاب الفتن واشراط الساعۃ)

ترجمہ:۔ ابوزید (عمر بن اخطب) فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہمیں خطبہ ارشاد فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت ہو گیا حضور منبر سے اترے، نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف فرما ہو کر خطبہ شروع کیا یہاں تک کہ عصر کی نماز کا وقت ہو گیا حضور نیچے تشریف لائے اور عصر کی نماز پڑھائی۔ پھر منبر پر جلوہ افروز ہو کر اپنا خطبہ جاری فرمایا اور یہ خطبہ غروب آفتاب تک جاری رہا۔ اس طویل خطبہ میں (جو صبح سے شام تک جاری رہا) حضور نے ہمیں (ما کان) جو کچھ پہلے گزر چکا تھا کی خبر دی اور (ما ھو کائن) جو کچھ ہونیوالا تھا اس کی بھی خبر دی ہم میں سے بڑا عالم وہ ہے جسے یہ خطبہ زیادہ یاد ہے

اس حدیث مبارکہ سے بھی صاف واضح ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ما کان و مایکون (یعنی جو کچھ ہو چکا ہے اور جو آئندہ قیامت تک ہونے والا ہے) سب کا علم ہے اگر مخالفین ان احادیث کے باوجود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم ما کان و مایکون کا انکار ہی کرتے رہیں تو ان کی اپنی بدنصیبی ہے۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

آپ نے چند آیات واحادیث پڑھ لی ہیں اب ایک اور ارشادِ باری ملاحظہ فرمایئے:۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا۔

(پ۵ رکوع ۱۳ سورہ نساء)

ترجمہ:۔ (اے محبوب) تمہیں سکھا دیا اللہ نے جو کچھ آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا ...... بڑا فضل ہے۔

اس آیت شریفہ سے صاف واضح ہو گیا کہ آپ کو تمام امور کا علم عطا فرمایا جو بھی

آپ نہ جانتے تھے ــــــ آیت کے اس حصہ کی جو تفسیر امام المفسرین ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے ہدیۂ ناظر کرتا ہوں۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ مِنْ خَبَرِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَمَا كَانَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ قَبْلَ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ مُذْ خَلَقَكَ ۔ (تفسیر ابن جریر)

اور سکھا دیا اللہ نے جو آپ نہ جانتے تھے تمام اولین و آخرین کی خبریں اور جو ہو چکا ہے اور جو ہونیوالا ہے پہلے اس سے آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے ۔اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے۔

تفسیر ابن جریر کی عبارت سے ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدائش سے پہلے ہی اولین و آخرین، گذشتہ اور آئندہ تمام امور کا علم اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔

صاحب تفسیر عرائس البیان اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ اَیْ عُلُوْمُ عَوَاقِبِ الْخَلْقِ عِلْمُ مَا كَانَ وَمَا سَيَكُوْنُ ۔ (عرائس البیان)

ترجمہ:۔ سکھا دیا اللہ نے جو آپ نہ جانتے تھے یعنی تمام خلقت کے عواقب اور جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے سب کا علم مرحمت فرما دیا۔

تفسیر عرائس البیان سے بھی واضح ہو گیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری کائنات کے عواقب اور ماکان و مایکون کا علم ہے

تیسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیے:۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ انچہ نبودی کہ خود بدانی از خفیات امور و مکنونات ضمائر و جمہور گفتہ اند کہ آں علم است بربوبیت حق سبحانہ و جلال او و شناختن عبودیت و قدر حال او و در بحر الحقائق میفرماید کہ آں علم مَا كَانَ وَمَا سَيَكُوْنُ است کہ حق سبحانہ تعالیٰ در شب اسرا

بداں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام عطا فرمودہ چنانچہ در احادیث معراجیہ آمدہ است
کہ در زیر عرش قطرہ در حلق من ریختند فَعَلِمْتُ مَا کَانَ وَ مَا
سیکون پس دانستم انچہ بود وانچہ خواہد بود۔ (تفسیر حسینی)
مندرجہ فارسی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ:۔
اے محبوب عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ خفیات اور مکنونات ضمائر
جو آپ نہ جانتے تھے ہم نے تعلیم فرمائے۔ اور جمہور مفسرین نے کہا
ہے کہ وہ ربوبیت وجلال حق کا جاننا اور اپنے نفس کی عبودیت اور
اسکی قدر حال کا پہچاننا ہے! اور بحر الحقائق میں فرماتے ہیں کہ وہ علم
ما کان اور سیکون کا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے شب معراج میں حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمایا چنانچہ احادیث معراجیہ میں آیا ہے کہ
عرش کے ایک قطرہ میرے حلق میں ٹپکایا گیا کہ اس کے وفور فیضان
سے ما کان اور سیکون یعنی گذشتہ اور آئندہ کے سب امور کا علم ہو گیا۔
ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ما کان و ما یکون یعنی جو ہو چکا اور جو ہونیوالا
ہے ہر شے کا علم ہے۔
تین معتبر تفسیروں کے حوالے آپ دیکھ چکے ہیں۔ اب اس تفسیر کا بیان سنئے
جس کو تمام سُنی، دیوبندی اور غیر مقلدین اپنے مدرسوں میں پڑھاتے ہیں۔ گویا کہ اس کے
معتبر اور صحیح ہونے پر سب کی مہر ہے۔ مذکورہ آیت کے ماتحت اس میں درج ہے۔
عَلَّمَكَ مالم تكن تعلم من الاحكام والغيب (جلالین)
سکھادیا آپکو جو آپ نہ جانتے تھے یعنی احکام اور غیب۔
تفسیر جلالین کی عبارت سے واضح ہو گیا کہ تمام احکام اور علم غیب عطا
فرمادیا گیا۔ پانچواں حوالہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ صاحب تفسیر خازن جز اول صـ ۵۹۶ مطبوعہ
مصر اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں:۔
وعلمك مالم تكن تعلم يعنى من احكام الشرع وامور

الدین وقیل علمك من علم الغیب مالم تکن تعلم وقیل معناہ وعلّمك من خفیات الامور واطلعك علی ضمائر القلوب من احوال المنافقین وکید ھم مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیك عظیما یعنی ولم یزل فضل اللہ علیك یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم عظیما ۔ (تفسیر خازن)

مذکورہ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے احکام شریعت اور دین کے کام سکھا دیئے۔ ایک قول یہ ہے کہ علم غیب میں سے وہ جو آپ نہ جانتے تھے وہ سکھا دیں۔ ایک قول کے مطابق یہ معنی ہیں کہ آپ کو چھپی ہوئی چیزیں سکھائیں اور دلوں کے رازوں کا علم عطا فرمایا اور منافقین کے مکرو فریب کا علم دیا گیا۔

ناظرین انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں کہ ایسے روشن دلائل کے ہوتے ہوئے جو لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم ماکان ومایکون کا انکار کرتے ہیں۔ وہ حقیقۃً اللہ تعالیٰ میں عیب اور نقص ثابت کرتے ہیں کیونکہ اللہ سکھلانے والا ہے اور حضور سیکھنے والے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرمائے سب کچھ سکھا دیا اور یہ رٹ لگائیں کہ کچھ نہیں! اس طرح تو معاذ اللہ خداوند تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ثابت ہو جاتا ہے۔

شبہ: بعض لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ علمك مالم تکن تعلم سے صرف احکامِ شرعی مراد ہیں۔ اگر احکامِ شرعی مراد نہ لیں تو اللہ تعالیٰ کے فرمان علم الانسان مالم یعلم (سکھا دیا انسان کو جو وہ نہ جانتا تھا) سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ ہر شخص کو علم غیب ہے۔ لہٰذا علمك مالم تکن تعلم سے آپ کا بیان کردہ معنی مراد لینا غلط ہے

جواب: بڑے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ علمك مالم تکن تعلم کے مقابل مذکورہ آیت سے ہر شخص کے لئے علم ماکان ومایکون یا علمِ غیب ثابت کرنا بڑی

جہالت ہے۔ انہیں اتنا معلوم نہیں کہ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ۔ میں الانسان معرف باللام ہے اور اس میں الف لام عہدیہ ہے جس سے فردِ کامل شخص معین مراد ہے عام انسان نہیں۔ چنانچہ صاحب تفسیر معالم اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں :۔

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ وَقِیْلَ الْاِنْسَانُ هٰهُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبَیَانُہٗ عَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ (معالم التنزیل)

ترجمہ کہا گیا ہے کہ یہاں انسان سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس کا بیان آیت عَلَّمَکَ ما لم تکن تعلم میں ہے۔

ثابت ہو گیا کہ مخالفین کا یہ اعتراض بھی باطل ہے۔ علاوہ ازیں یہاں ایک سوال یہ ہے کہ یہاں الانسان سے عام انسان مراد لیکر اس کے لئے علمِ ماکان و مایکون ثابت کرنا آسان کام نہیں۔ اس کے لئے دلیل اور ثبوت کی ضرورت ہے۔ جیسے ہم نے بطورِ اختصار چند حوالے پیش کئے ہیں۔ آپ لوگ اپنے دعوٰی کے ثبوت میں کوئی حوالہ پیش کر دیں کہ یہاں عام انسان ہی مراد ہے اور اسے علمِ ماکان و مایکون دیا گیا ہے۔

اطلاق علمِ غیب بر وحی

شُبہ :۔ مخالفین کہا کرتے ہیں کہ جو چیز بتا دی جائے اس پر لفظ غیب نہیں بولا جاسکتا۔ چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم بذریعہ وحی دیا جاتا ہے۔ لہٰذا آپ کو غیب نہ تھا۔

جواب :۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ منکرین دعوٰی تو یہ کرتے ہیں کہ علم ہے تو ہمارے پاس ہے۔ لیکن حالت یہ ہے کہ ابھی تک وحی اقسام، غیب کے معنی اور تعریف سے ہی ناواقف ہیں۔ اب آپ غیب کے معنی اور اسکی تعریف ملاحظہ فرمائیے

هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ۔ (پ۱ ع ۱ سورہ بقرہ)

(یہ کتاب) ہدایت ہے واسطے پرہیزگاروں کے اور وہ جو ایمان لائے بن دیکھے

صاحب تفسیر بیضاوی غیب کی تعریف فرماتے ہیں :-

وَالْمُرَادُ بِہٖ الْخَفِیُّ الَّذِیْ لَا یُدْرِکُہُ الْحِسُّ وَلَا تَقْتَضِیْہِ بَدَاھَۃُ الْعَقْلِ ہ

ترجمہ ۔ یعنی غیب اُس پوشیدہ چیز کا نام ہے جس کو حس ادراک نہیں کرتی ۔ اور عقل پا نہیں لیتی ۔

دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیے ۔

صاحب تفسیر کبیر اسی آیت شریفہ کے ماتحت فرماتے ہیں ۔

قَوْلُ جُمْھُوْرِ الْمُفَسِّرِیْنَ اَنَّ الْغَیْبَ ھُوَ الَّذِیْ یَکُوْنُ غَائِبًا عَنِ الْحَاسَّۃِ

ھٰذَا الْغَیْبُ یَنْقَسِمُ اِلٰی مَا عَلَیْہِ دَلِیْلٌ وَاِلٰی مَالَا دَلِیْلَ عَلَیْہِ

ترجمہ ۔ جمہور مفسّرین کا قول ہے ۔ کہ غیب وُہ ہے جو حواس سے غائب ہو ۔ پھر اُس غیب کی دو قسمیں ہیں ۔ ایک وہ جس پر دلیل نہ ہو ۔ اور ایک وُہ جس پر دلیل ہو ۔

ثابت ہو گیا کہ غیب وہ چھپی ہوئی چیز ہے جس کو انسان آنکھ ۔ ناک ۔ کان وغیرہ حواس سے محسوس نہ کر سکے اور بلا دلیل بداہۃً عقل میں نہ آ سکے ۔ حواس خمسہ سے جو چیز اوجھل ہے ۔ اُسے غیب کہا جاتا ہے ۔ اور جو چیز حواس خمسہ یا بذریعہ آلات و ذرائع کے معلوم ہو اُسے غیب نہیں کہا جاتا ۔ اب قرآن کریم ہی کی زبانی سُنئے ۔ کہ نبی اللہ کی وحی کا تعلق مذکورہ حواس سے ہے یا کسی اور چیز سے ۔

چنانچہ ارشاد ہے (۱) وَاِنَّہٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ہ نَزَلَ بِہِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ ہ عَلٰی قَلْبِکَ لِتَکُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ہ پ ۱۹ ع ۱۴ سورۃ الشعراء

ترجمہ ۔ اور بے شک یہ قرآن رب العالمین کا اُتارا ہؤا ہے ۔ اُسے روح الامین لے کر اُترا ۔ آپ کے قلب مبارک یعنی دل پر کہ آپ ڈر سناؤ ۔ بلکہ دل کے ساتھ تھا ۔

(۲) قُلْ مَنْ کَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِیْلَ فَاِنَّہٗ نَزَّلَہٗ عَلٰی قَلْبِکَ بِاِذْنِ اللّٰہِ ۔

ترجمہ ۔ فرما دیجئے ۔ جو کوئی جبریل کا دشمن ہو ۔ تو اُس نے تو آپ کے قلب (مبارک) پر اللہ کے اذن سے یہ اُتارا ۔

اس آیت مبارکہ سے بھی واضح ہو گیا ۔ کہ وحی کا تعلق حواس خمسہ کے ساتھ نہیں بلکہ نبی اللہ

کے قلب اقدس کے ساتھ تعلق ہے ۔ یہ عقل انسانی سے بالاتر ہے۔ اور نبوت کا اوّلین خاصہ بھی یہ ہُوا کرتا ہے ۔ کہ ان کے قلب پر خداوند کریم وحی نازل فرماتا ہے ۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر عام انسانوں اور مقام نبوّت میں کچھ فرق نہ ہُوا ۔ اور قلب ہی ایک ایسا مقام ہے جو کہ تمام جزوں کے مقام کا منبر ہے۔ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کی عظمت جو تفاسیر و احادیث و علمائے اُمت نے بیان کی ہے ۔ اگر اُسکا ذکر کیا جاوے تو اس کے لئے کئی دفتر بھی کم ہیں ۔

تیسری آیت ملاحظہ فرمایئے ۔

وَمَاكَانَ اللهُ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْمِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْيُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَايَشَآءُ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝

(پ ۲۵ ع سورہ شوریٰ)

ترجمہ ۔ اور نہیں ہے کسی بشر کی طاقت کہ اُس کو اللہ کلام کرے ۔ مگر القاء سے یا پردے کے پیچھے یا جبرائیل بھیج کر وحی کرتا ہے ۔ وہ اللہ کے اذن کے ساتھ جو چاہتا ہے ۔ بے شک وہ اللہ بڑا جانتے والا بڑا دانا ہے ۔

اس آیت سے صاف واضح ہو گیا ۔ کہ وحی القاء یا بذریعہ رسول یا پردے کے پیچھے سے ہو یہ عام انسانوں کی برداشت سے باہر ہے ۔ کیونکہ یہ خاصہ انبیائے کرام علیہم السّلام کا ہے ۔ اِن کا تعلق انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ و السّلام کے دل کے ساتھ ہُوا کرتا ہے ۔ تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا ۔ جو چیز اللہ تعالیٰ نے نبی اللہ پر ظاہر فرمادی ۔ اُس پر غیب کا اطلاق ضرور ہو گا ۔ کیوں کہ علم والے سے تو غیب کا پردہ ہی اُٹھ گیا ہے ۔ جب کہ دوسروں سے پوشیدہ ہے تو غیب ہی ہو گا ۔

چنانچہ مذکورہ آیت یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کے تحت تمام مفسرین کرام فرماتے ہیں ۔

اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ بِمَا غَابَ عَنْهُمْ مِنَ الْبَعْثِ وَالْجَنَّةِ وَالنَّارِ ۝ (التفسیر جلالین) وَهٰذَا فِيْ كُلِّ تفاسیر

ترجمہ ۔ جو لوگ ایمان لائے ساتھ غیب کے وہ جو غیب ہے ۔ اُن سے قیامت

اور جنت و دوزخ۔

اس آیت وتفسیر سے یہ ثابت ہو گیا۔کہ سب جانتے ہیں۔ قیامت برحق ہے جنت و دوزخ برحق ہے۔ اِن چیزوں کا علم تمام کو ہونے کے باوجود بھی غیب ہیں۔

اب بقول مخالفین کے جو چیز بتادی جائے وہ غیب نہیں ہو سکتا۔ تو پھر عقل کے پردے کھول کر غور کریں۔ جب کہ ہم کو جنت و دوزخ وقیامت کا علم ہے تو قرآن نے پھر غیب کیوں کہا ہے۔

اس لیئے نبی اللہ پر جو وحی کی گئی ہے۔ اس کو غیب کہا جاتا ہے۔ کیوں کہ نہ ہم حواس سے نہ بلا ہتہٰ عقل سے اس کو پا سکتے ہیں۔ لہٰذا نبی اللہ کو جو چیز وحی کی گئی۔ اُسے غیب ہی کہا جائے گا۔ ورنہ یومنون بالغیب کا انکار لازم آئے گا۔

چنانچہ جو وحی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کی گئی ہے۔ اُس کو قرآن کریم نے بھی غیب کہا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ؕ پ۳ ع (سورہ آل عمران)

ترجمہ۔ (اے محبوب) یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں۔

اس آیت شریفہ سے آفتاب کی طرح روشن ہو گیا۔ کہ حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو جو وحی بھی کی گئی ہے۔ وُہ غیب ہی ہے۔ اگر ان تمام دلائل کے باوجود بھی مخالفین کی تسلی نہ ہوئی ہو تو وُہ اِسی آیت کے مصداق ٹھہرے۔ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰۤى اَبْصَارَهُمْ

علم غیب اور مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

تنبیہ۔ منکرین علم نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر علم غیب کا لفظ نہیں استعمال کرنا چاہیئے۔ آج تک کسی عالم یا مفسر نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب کا استعمال نہیں کیا۔ اس لیئے کہ عالم الغیب اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ لہٰذا یہ صفت مخلوق پر استعمال کرنے سے شرک فی الاسماء ہو گا۔ اس واسطے حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اطلاع علی الغیب کہہ سکتے ہیں۔ علم غیب نہیں کہہ سکتے۔

جواب:۔ مخالفین کا یہ اعتراض کرنا اُن کی ہٹ دھرمی کی بنا پر ہے۔ پھر ہٹ دھرمی کی بناء پر انکار بھی کرتے ہیں۔ عجیب اُلٹی منطق ہے کہ نبی اللہ کے لئے اطلاع علی الغیب ہونا کہہ سکتے ہیں۔ علمِ غیب نہیں کہہ سکتے۔

آئیے سب سے پہلے مفسرین کرام علیہم الرحمۃ کی تفاسیر سے مخلوق پر علمِ غیب کا استعمال کرنا ملاحظہ فرمائیے۔ سیّدُ المفسّرین صاحب تفسیر ابن جریرؒ اس آیت قال انک لن تستطیع معی صبراً کے ماتحت فرماتے ہیں۔

رُوِیَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا وَکَانَ رَجُلٌ یَعْلَمُ عِلْمَ الْغَیْبِ قَدْ عَلِمَ ذٰالِکَ ٥ (التفسیر ابن جریر)

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔ آمیرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے حضرت خضر علیہ السّلام علمِ غیب جانتے تھے۔ اُنہیں علم غیب دیا گیا۔

لیجئے آنکھیں کھول کر دیکھئے۔ کہ علامہ ابن جریرؒ نے سیّدنا حضرت خضر علیہ السّلام کی ذات کے لئے کَانَ رَجُلٌ یَعْلَمُ عِلْمُ الْغَیْبِ کہ وہ علمِ غیب جانتے تھے۔ یہ الفاظ استعمال فرمائے ہیں اور لطف یہ کہ حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ رضی اللہ عنہما سے روایت پیش کی۔ کہ حضرت خضر علیہ السّلام علمِ غیب جانتے تھے۔

دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمایئے۔

صاحب علامہ تفسیر بیضاوی اِس آیت وَعَلَّمْنٰہُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا کے ماتحت فرماتے ہیں۔ اِیْ مِمَّا یَخْتَصُّ بنا ولا یعلم الا بتوفیقاً وھو علم الْغَیْبِ (بیضاوی)

ترجمہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ علم کہ ہمارے ساتھ خاص ہے .... اور بے ہمارے بتائے نہیں معلوم ہوتا۔ وہ علمِ غیب ہم نے حضرت خضر علیہ السلام کو عطا فرمایا۔

عقل کو ٹھکانے لگا کر غور کیجیے کہ صاحب بیضاویؒ نے بھی مخلوق پر لفظ علمِ غیب

استعمال فرمایا ہے۔ وَھُوَ عِلْمُ الْغَیْبِ حضرت خضر علیہ السلام کو علم غیب عطا فرمایا گیا۔

تیسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔

صاحب تفسیر خازن اس آیت وَمَا ھُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ کے ماتحت فرماتے ہیں۔

یقول انہ صلی اللہ علیہ وسلم یاتیہ علم الغیب فلا یبخل بہ علیکم بل یعلمکمہ (التفسیر الخازن)

ترجمہ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم آتا ہے۔ وہ تمہیں بتاتے ہیں بخل نہیں فرماتے۔ بلکہ تم کو اسکا علم دیتے ہیں۔

علامہ خازن ؒ نے بھی حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب ہونا استعمال فرمایا ہے یہ نہیں کہ غیب آتا ہے اور علم نہیں یا علم آتا ہے، تو غیب نہیں۔ بلکہ یَاتِیْہِ عِلْمُ الْغَیْبِ علم غیب آتا ہے۔

چوتھا حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔

علامہ مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

لتعقدان العبد ینتقل فی الاحوال حتی یصیر الی نعت الروحانیہ فَیَعْلَمُ الْغَیْبَ ہ (المرقات)

ترجمہ ۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ بندہ ترقی مقامات پاکر صفت روحانی تک پہنچتا ہے۔ اسوقت اُسے علم غیب حاصل ہوتا ہے۔

مولانا علامہ علی قاری ؒ نے مخلوق کے لئے علم غیب ہونا استعمال فرمایا ہے۔ کہ جب بندہ مقرب بارگاہ ربی ہو جاتا ہے۔ تو اُسے فَیَعْلَمُ الْغَیْبَ یعنی علم غیب حاصل ہو جاتا ہے۔

ناظرین انصاف کی نظر سے توجہ فرمائیں کہ اتنے عظیم مفسرین کرام کی تفاسیر سے مخلوق پر علم غیب استعمال کرنا ثابت ہے۔ اب اگر مخالفین کو یہ معلوم ہو جائے کہ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ابن عباس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہما اور علامہ جریر و علامہ بیضاوی و علامہ خازن و علامہ معالم التنزیل و مُلّا علی قاری رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے مخلوق پر علم غیب ہونا استعمال فرمایا ہے۔ تو معلوم نہیں کہ وہ خدا کے برگزیدہ نبی اور ان پاک بزرگ ہستیوں پر کیا کیا شرک و کفر کے

فتوے جڑیں۔ جبکہ مخالفین نے اہل سنّت وجماعت بریلوی حضرات کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے لئے علم غیب ماننے پر مشرک وکافر بنانے سے خالی نہیں رکھا۔ تو کیا وہ ایسا عقیدہ رکھنے والی عظیم شخصیتوں کا کچھ لحاظ کر سکیں گے۔ ہرگز نہیں۔

خود ہی فیصلہ کرلیں۔ کہ ان خارجیوں کے نزدیک نبی کلیم اللہ وجلیل القدر صحابہ وعظیم المرتبت مفسرین وائمہ محدثین کی کیا قدر رہو گی۔ نیز اگر علم غیب کی نسبت مخلوق پر کرنا شرک فی الاسماء ہو تو قرآن میں کئی اسماء اللہ تعالےٰ کے مخلوق پر بولنے ثابت ہیں۔

پہلی آیت ملاحظہ فرمایئے۔

وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا ۝ (پ۵ ع ۱۵ سورۃ النساء)

ترجمہ۔ اور اللہ تعالیٰ سمیع وبصیر ہے۔

دوسری آیت ملاحظہ فرمایئے۔

فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ الرَّحِيْمٌ ۝ (پ۱۴ ع ۱۱ سورۃ النحل)

ترجمہ۔ بے شک تمہارا رب رؤف اور رحیم ہے۔

ان آیات طیبات سے واضح ہو گیا۔ کہ سمیع اور بصیر اور رؤف اور رحیم اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ ہیں۔ اب یہی اسماء مخلوق کے لئے ہونا ملاحظہ فرمایئے۔

پہلی آیت

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا ۝ (پ۲۹ ع ۱۸ سورۃ الدھر)

ترجمہ۔ بے شک ہم نے کیا انسان کو ملی ہوئی مٹی سے۔ کہ اسے جانچیں پس کیا اسکو سمیع اور بصیر۔

دوسری آیت

حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ الرَّحِيْمٌ ۝ (پ۱۱ ع ۱ سورۃ التوبہ)

ترجمہ۔ تمہاری بھلائی کے چاہنے والے ہیں۔ اور مسلمانوں پر رؤف اور رحیم ہیں۔

غور فرمایئے۔ کہ ان آیات میں جو اسماء اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ وہ مخلوق پر وارد ہیں۔ کہ مخلوق بھی

سمیع اور بصیر اور رؤف اور رحیم ہے۔ کیا یہاں بھی قرآن پر شرک فی الاسماء کا فتویٰ لگائیں گے۔ ہرگز نہیں۔

اب اگر مخالفین یہ کہیں کہ اس کے لئے تو دلیل ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کیلئے کوئی دلیل نہیں۔

جواب سنیئے پہلی بات یہ کہ دلیل موجود ہے۔ پھر بھی انکار کر کے غلط بیانی کرتے ہیں۔ اگر بالفرض مان لیا جائے کہ دلیل نہیں تو پھر ان کے قاعدے کے مطابق ثابت ہوا کہ دلیل موجود ہو تو شرک جائز ہے۔ دیکھیئے کیسے توحید پرست ہیں۔ کہ شرک دلیل سے ثابت کر رہے ہیں۔ بہرحال ان تمام دلائل سے ثابت ہوا۔ کہ علمِ غیب جاننے کی نسبت انبیاء و اولیاء کی طرف کرنا جائز ہے اور بزرگ ایسے الفاظ استعمال کر رہے ہیں۔ اس لئے شرک ہرگز نہیں ہو سکتا۔ مگر منکر بے ادب کا کیا علاج۔ جو کہے کہ علمِ غیب نہیں۔ بلکہ اطلاع علی الغیب کہنا چاہیے۔ غالباً ان علمِ غیب کا انکار کرنے والوں کو کتابوں پر اطلاع ہوتی ہے۔ علم نہیں ہوتا۔ یعنی مطلع تو ہوتے ہیں۔ لیکن ہوتے بے علم ہیں۔

ولکن نجدیۃ قوم یجہلون

مُعَلِّم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ۔ مخالفین یہ بھی کہا کرتے ہیں۔ کہ اگر عَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم ما کان و ما یکون ہونا مراد لیا جائے۔ تو قرآن میں آتا ہے۔ وَ عُلِّمْتُمْ مَّالَمْ تَعْلَمُوْا سکھا دیا گیا۔ تم کو جو نہ جانتے تھے۔ اور دوسرے مقام پر فرمایا۔ وَ یُعَلِّمُکُمْ مَّالَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ سکھا دیا گیا تم کو جو نہ جانتے تھے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ پھر تمام عوام بھی عالم ما کان و ما یکون گے۔

جواب۔ منکرین کا یہ اعتراض بھی بے فائدہ ہے۔ کیونکہ مذکورہ آیات سے جو مطلب وہ نکالتے ہیں۔ وہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی کسی مفسر نے بیان فرمایا ہے۔ ان ارشادات سے تو ہمارا مدعا ثابت ہوتا ہے۔

چنانچہ پہلی آیت ملاحظہ فرمایئے۔

عَلِمْتُم مَّا لَمْ تَعْلَمُوْا (پ ۷ ع ۱۲ سورۃ الانعام)
سکھائے گئے ہو تم جو نہ جانتے تھے۔
صاحب تفسیر خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

اکثر المفسرین علی ان ھٰذا خطاب للیھود ومعناہ انکم علمتم علی لسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم مالم تعلموا انتم ولا اٰباؤکم

(تفسیر الخازن جز الثانی)

ترجمہ۔ اکثر مفسرین نے یہی کہا ہے کہ یہ خطاب یہود کو ہے۔ اور معنے اس کے یہ ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی زبان (مبارک) نے سکھایا۔ جو وہ اُن کے باپ دادا نہ جانتے تھے۔

دوسری آیت جو پیش کی جاتی ہے۔ وہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔
وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۝ (پ ۲ ع ۱ سورۃ البقرہ)

ترجمہ۔ اور سکھاتے ہیں۔ تم کو جو نہیں جانتے ہو۔
چنانچہ اس آیت کے تحت صاحب تفسیر خازن فرماتے ہیں۔

یعنی یعلمکم من اخبار الامم الماضیہ والقرون الخالیۃ وقصص الانبیاء والخبر عن الحوادث المستقبلہ مالم تکونوا تعلمون وذالک قبل بعثۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۝ (التفسیر الخازن جز الاول)

ترجمہ۔ یعنی بتاتے ہیں تم کو پہلی امتوں اور گزرے ہوئے زمانوں کے حالات اور انبیاء کرام کے قصّے اور خبر دیتے ہیں۔ مستقبل حوادث کی جو تم نہیں جانتے ہو جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل ہیں۔

مذکورہ بالا ارشادات سے معلوم ہو گیا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عام مسلمانوں کو جو وہ نہ جانتے تھے۔ اُن کو بتانے اور سکھانے والے حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور سیکھنے والے عام مسلمان ہیں۔

اب ذرا غور فرمائیے۔ کہ آیت میں عَلَّمَكَ فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ جو مبداء فیاض ہے۔ اس کا فیض عام ہے۔ کسی قسم کی پابندی مقرر نہیں کی گئی۔ کاف خطاب کا مصداق حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

جو متعلم صاحب استعداد کامل ہیں۔ لفظ ما عام ہے جبکی تخصیص حدیث صحیح بھی نہیں کر سکتی۔ سوا متواتر اور مشہور کے (کما تقرر فی الاصول)

کیونکہ تخصیص نسخ ہوتی ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ خود معلّم ہوں جن کی صفت اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہے۔ اور سرکار سیدنا محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متعلم ہوں۔ جن کی صفت اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ہے۔ اور لفظ ما عام ہے۔ عند الخواص والعوام پھر علم دون علم کی تخصیص اور حد بندی جہالت وسفاہت کا منظاہرہ نہیں تو کیا ہے۔ اب ہمارا مدعا یہ ثابت ہوگیا۔ کہ نقض اجمالی وارد کرنے کے لئے شرط ہے۔ کہ بعینہٖ وہ دلیل مادہ نقض میں موجود ہو۔ اور یہ تین اجزاء کا مجموعہ ہے۔

۱۔ فاعل معلّم صاحب فیض عام ہے ۲۔ مخاطب متعلم صاحب استعداد تام ہے ۳۔ اور لفظ ما عام عند الانام ہے۔ کیا یہ تین اجزاء مخالفین کی پیش کردہ دلیل میں ہیں۔ ہرگز نہیں۔ فاندفع النقض بحذافیرہٖ اور اگر جمع کا لفظ جمع کے مقابل ہو جائے۔ تو تقسیم افراد کی افراد ہوتی ہے یہ مسئلہ علم اصول اور صدر شرح وقایہ میں مبرہن ہے۔

اس قاعدہ علمیہ کی رُو سے دونوں آیتوں میں خطاب یُعَلِّمُکُمْ بھی جمع کو ہے۔ اور آگے مقابل میں بھی مَالَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ جمع کا صیغہ ہے۔ لہٰذا ایک علم ایک مخاطب کا ثابت ہوگا نہ کہ تمام مخاطبین کے لئے علم ما کان وما یکون ہو جائے گا۔ جو کہ ان حضرات کے خیال میں محال ہے نیز پہلی آیت میں خطاب یہود کو ہے۔ اور دوسری آیت میں خطاب عوام مسلمانوں کو ہے۔ تو گویا مخالفین علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی کی بناء پر جو بالاجماع اعلم الخلق ہیں۔ یہود اور عوام مسلمانوں پر قیاس کیا۔ اور یہ بہت بڑی بے ادبی وگستاخی بلکہ سفاہت کبریٰ ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ مخالفین کا یہ شبہہ بھی باطل ہے۔ اگر ان تمام دلائل کے باوجود بھی مخالفین کی تسلی نہ ہوئی ہو تو وہ اس آیت کے مصداق ٹھہرے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰہِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّیَتَّبِعُ کُلَّ شَیْطٰنٍ مَّرِیْدٍ ۝

ذاتی علم غیب کی نفی اور عطائی کا ثبوت

شُبہ ۔ منکرین علم نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ بھی کہا کرتے ہیں۔ کہ قرآن میں آتا ہے۔

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ۔

ترجمہ ۔ فرما دیجئے آپ نہیں جانتا جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے غیب مگر اللہ تعالیٰ معلوم ہُوا۔ کہ اللہ کے سوا کسی کو علم غیب نہیں۔

جواب ۔ حیران ہوں کہ مخالفین حضرات کلام اللہ شریف کی آیات مبارکہ سے اسقدر غلط استدلال کیوں کرتے ہیں۔ اس آیت شریفہ میں یہ کہاں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کو علم غیب نہیں عطا فرمایا۔ یا آپ کو باعلام خداوندی بھی علم غیب حاصل نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ اس آیت شریفہ میں ذاتی علم غیب مراد ہے۔ کہ خدا کے سواء ذاتی علم غیب کوئی نہیں جانتا اور عطائی علم غیب ہونے کا واضح ثبوت ہے۔ کہ خود بخود کوئی غیب نہیں جانتا۔ اسکی نفی ہے۔ اور جو تعلیم خداوندی سے ہے۔ اس کی نفی نہیں ہے۔

چنانچہ علامہ علاؤالدین رح اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

نَزَلَتْ فِی الْمُشْرِکِیْنَ حِیْنَ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ وَقْتِ السَّاعَۃِ ۞ (تفسیر الخازن جز الخامس صہ ۱۵۴ مطبوعہ مصر)

ترجمہ ۔ یہ آیت نازل ہوئی۔ اُس وقت جب کہ مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وقت قیامت دریافت کیا۔

قیامت ایک غیبی خبر ہے۔ جس کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خبر دی تھی۔ کہ تم پر قیامت آئے گی۔ تو مشرکین نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کا وقت دریافت کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت شریفہ کو نازل فرما کر ان مشرکین کا رد فرمایا۔

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ ط وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ۞ بَلِ ادّٰرَکَ عِلْمُھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ بَلْ

هُمْ فِیْ شَکٍّ مِّنْهَا بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ۝ (پ ۲۰ ع ۱ سورۃ النمل)

ترجمہ۔ آپ فرما دیجئے اِن کو کہ خود کوئی غیب نہیں جانتے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ اور انہیں خبر نہیں۔ کب اٹھائے جائیں گے۔ کیا اِن کے علم کا سلسلہ آخرت تک پہنچ گیا ہے۔ کوئی نہیں وہ اس کی طرف سے شک میں ہیں۔ بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں۔

اِس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جن مشرکین نے وقتِ قیامت دریافت کیا تھا۔ اُن کا رد فرما دیا گیا۔ کیونکہ اگر وقتِ قیامت بتا دیا جائے تو مقصدِ قیامت ہی نہ رہے۔

صاحب تفسیر نیشاپوری اسی آیت قل لایعلم کے ماتحت فرماتے ہیں۔

لا علم الغیب تکون فیہ دلالۃ علی ان الغیب بالاستقلال لا یعلمہ الا اللہ ۝ (التفسیر نیشاپوری)

ترجمہ۔ آیت کے معنے یہ ہیں کہ علم غیب جو بذات خود ہو وہ خدا کے ساتھ خاص ہے۔

دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمایئے۔

امام ابن حجر مکیؒ فتاوٰی حدیثیہ میں اسی آیت قل لایعلم کے متعلق فرماتے ہیں۔

وَمَا ذکرناہ فِی الآیۃ صرح بہ النووی رحمۃ اللہ تعالٰی فِی فتاواہ فقال معناھا لا یعلم ذالک استقلالا و علم احاطۃ بکل المعلومات اللہ تعالٰی ۝

ترجمہ۔ یعنی ہم نے جو آیات کی تفسیر کی امام نوویؒ نے اپنے فتاوٰی میں اسکی تصریح کی۔ فرماتے ہیں آیت کے معنے یہ ہیں کہ غیب کا ایسا علم صرف خدا کو ہے۔ جو بذاتِ خود ہو اور جمیع معلومات الٰہیہ کو محیط ہو۔

تیسرا حوالہ ملاحظہ فرمایئے۔

علامہ خفاجی شرح شفا میں اسی آیت کے متعلق فرماتے ہیں۔

ھٰذَا لا ینافِی الآیات الدالۃ علی انہ لا یعلم الغیب اِلَّا اللہ تعالٰی فالمنفی علمہ من غیر واسطۃ وَاما اطلاعہ علیہ باعلام اللہ تعالٰی فامر متحقق بقولہ فلا یظھر علی غیبہ احدا

ترجمہ۔ جن آیات میں یہ ہے۔ کہ خدا کے سواء کوئی غیب نہیں جانتا۔ مگر اللہ تعالٰی۔ یہ نفی ہے

بے واسطہ علم کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے جاننا ثابت ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

فلا یظھر علی غیبہ احدًا ۥ الا من ارتضیٰ من رسول ۥ

ترجمہ۔ (اپنے غیب پر کسی کو مسلّط نہیں کرتا۔ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے)

مندرجہ بالا عبارات سے آفتاب کی طرح روشن ہے کہ اس آیت شریفہ میں علم بذاتہٖ و من ذاتہٖ کی نفی کی گئی ہے۔ اور جو تعلیم الٰہی سے ہو اس کی نفی نہیں۔ یہ حق تو بحمد اللہ تعالیٰ واضح ہے۔ مگر منکر متعصّب کی چشم بصیرت وا نہیں۔ نیز بقول مخالفین اس آیت قل لا یعلم من فی السمٰوات والارض الغیب الا اللہ کے وہی معنی لئے جائیں کہ کوئی غیب نہیں جانتا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں۔ تو میرے خیال میں وہ اگر ایک اور قرآن کریم کی آیت ملاحظہ کرلیں۔ تو وہ بے دھڑک یہ بھی کہدیں گے۔ کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کو بھی علم غیب نہیں۔

آیت شریفہ ملاحظہ فرمایئے۔

قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ سُبْحَانَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۥ (پ۱۱ ع ۶ سورہ یونس)

ترجمہ۔ فرما دیجئے۔ کیا خبر دیتے ہو اللہ کو جو اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین میں نہیں جانتا پاک ہے۔ وہ اور بلند ہے۔ اس چیز سے جو تم شرک کرتے ہو۔

اس آیت شریفہ سے اگر مخالفین کے کہنے کے مطابق لَا یَعْلَمُ سے وہی معنی لئے جاویں۔ تو معاذ اللہ وہ خدا تعالیٰ کو بھی علم غیب ہونا تسلیم نہیں کرتے ہوں گے۔ کیونکہ لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کی نفی ہونا مراد لیتے ہیں وہ بِمَا لَا یَعْلَمُ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ سے بھی

بہرکیف ثابت ہوگیا کہ قل لا یعلم من فی السمٰوات والارض الغیب الا اللہ سے ذاتی علم غیب کسی غیر کو ہونے کی نفی کی جا رہی ہے۔ اور عطائی علم غیب کا ثبوت ہے۔

دعویٰ علم غیب کی نفی اور ثبوت علمِ غیب

شبہ ۔ مخالفین یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ قرآن میں ہے۔

قُل لَّآ اَقُولُ لَکُم عِندِی خَزَآئِنُ اللّٰہِ وَلَآ اَعلَمُ الغَیبَ ٥

ترجمہ ۔ آپ فرما دیجئے کہ میں تمہیں کب کہتا ہوں۔ کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جان لیتا ہوں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس نہ خزانے ہیں نہ اُن کو علمِ غیب ہے۔

جواب ۔ اِس آیت شریفہ سے خزانوں کے مالک ہونے کی نفی اور عدم علمِ نبی صلی اللہ علیہ و سلم کی دلیل بنانا۔ کم علمی ہے۔ اِس آیت میں خزائن اور علمِ غیب کی نفی کب ہے۔ نفی ہے تو قول و دعویٰ کی۔ دعویٰ کی نفی علم کی نفی کو کب متلزم ہے۔

نیز اِس آیت میں مشرکین کے سوالوں کا جواب دیا جا رہا ہے۔ جو انہوں نے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے تھے۔

چنانچہ صاحب تفسیر خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

یقولون للنّبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کنت رسولاً من اللہ فاطلب منہ أن یوسع علینا عیشا و یغنی فقرنا۔

ترجمہ ۔ مشرکین مکہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو آپ ہمیں خزانے تقسیم کریں۔ دولت دیکر مالدار کر دیں۔ تاکہ ہم محتاج نہ رہیں اور اپنی زندگی عیش و عشرت سے گزار سکیں۔

مشرکین کا دوسرا سوال ۔ قالوا لہ اخبرنا بمصالحنا و مضارنا فی المستقبل حتّٰی نستعد لتحصیل المصالح و دفع مضار۔

ترجمہ ۔ اگر آپ اللہ کے رسول ہیں۔ تو ہمارے مستقبل کی خبر دیجئے کہ ہمارے ساتھ کیا ہوگا ہمارے آئندہ کام میں نقصان ہوگا یا کہ نفع تاکہ ہم پہلے ہی اپنا انتظام کر لیں۔

مشرکین کا تیسرا سوال۔

قَالُوا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِىْ فِى الْاَسْوَاقِ وَ يَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ ۝

ترجمہ۔ اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو کھاتے پیتے کیوں ہیں۔ اور بازاروں میں کیوں چلتے ہیں۔ نکاح عورتوں سے کیوں کرتے ہیں۔ یہ تو سب بشر کے کام ہیں۔

چنانچہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے ان تینوں سوالوں کا جواب پیارے انداز سے یوں فرمایا۔ آیت شریفہ ملاحظہ فرمایئے۔

قُلْ لَّا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّىْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَیَّ ط قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ط اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۝ پ ۷ ع ۱۰ سورۃ الانعام

ترجمہ۔ اے پیارے حبیب مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کو فرما دیجئے۔ کہ میں تم سے نہیں کہتا۔ کہ میرے پاس خزائن الٰہیہ ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جانتا ہوں۔ اور میں تم سے کب کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی آتی ہے۔ اے پیارے رسول ان کو فرما دیجئے۔ کیا اندھے اور آنکھ والے برابر ہو جائیں گے۔ کیا تم غور نہیں کرتے۔

چنانچہ صاحب تفسیر خازن میں لفظ قل کے بعد فرماتے ہیں۔

قُلْ يَا مُحَمَّدُ لِهٰؤُلَاءِ الْمُشْرِكِيْنَ لَا اَقُوْلُ لَكُمْ ۔

ترجمہ۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان مشرکین کو فرما دو کہ میں نہیں کہتا تم کو۔

ثابت ہوا۔ کہ لکم یہ خطاب ان مشرکین کو ہے۔ کہ میں تم سے یہ دعویٰ نہیں کرتا۔ کہ میرے پاس خزائن الٰہیہ ہیں۔ اور نہ یہ کہ میں غیب جانتا ہوں۔ اور فی الواقع نا اہل کب اس قابل ہیں۔ کہ ان کے سامنے ایسے دعوے کئے جائیں کیا مخالفین بھی اپنے آپ کو ان ہی نا اہلوں میں سے سمجھتے ہیں؟

مخالفین حضرات لفظ لکم کا مخاطب امت کو ٹھہراتے ہوئے معنے کرتے ہیں کہ ”اے نبی امت کو سنا دے“ حالانکہ کسی مفسر نے اس کے یہ معنے نہیں کئے اور نہ ہی یہ لوگ اس بات کو ثابت کرسکتے

ہیں۔ پھر معلوم نہیں کہ دیدہ و دانستہ قرآنی آیات کی تفسیر میں کیوں خیانت کی جاتی ہے ۔

ایسی ضد کا کیا ٹھکانا دین حق کو پہچان کر! ہم ہوئے مسلم تو وہ مسلم ہی کافر ہو گیا

چنانچہ امام نظامؒ صاحب تفسیر نیشاپوری مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وَهٰهُنَا قُلْ لَا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَمْ يَقُلْ لَيْسَ عِنْدِيْ خَزَائِنُ اللّٰهِ لِيُعْلَمَ اَنَّ خَزَائِنَ اللّٰهِ وَهِيَ الْعِلْمُ بِحَقَائِقِ الْاَشْيَاءِ وَمَاهِيَاتِهَا بِاِرَاءَتِهِمْ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْ اَنْفُسِهِمْ وَبِاسْتِجَابَةِ دُعَائِهِمْ فِيْ قَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَرِنَا الْاَشْيَاءَ كَمَا هِيَ وَلٰكِنَّهٗ يُكَلِّمُ النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ اَيْ لَا اَقُوْلُ لَكُمْ هٰذَا مَعَ اَنَّهٗ يُخْبِرُهُمْ عَمَّا مَضٰى وَعَمَّا سَيَكُوْنُ بِاِعْلَامِ الْحَقِّ وَقَدْ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قِصَّةِ لَيْلَةِ الْمِعْرَاجِ قَطْرَةً عَلِمْتُ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ ۝ (تفسیر نیشاپوری)

ترجمہ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قُلْ لَا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَائِنُ اللّٰهِ فرمایا ہے لَيْسَ عِنْدِيْ خَزَائِنُ اللّٰهِ نہیں فرمایا۔ یعنی کسی چیز کے ہونے کا انکار علیحدہ چیز ہے اور اسکا دعویٰ نہ کرنا دوسری چیز ہے۔ اور خزائن اللہ سے یہاں مراد اشیاء کی حقیقتوں کا علم ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی وعدہ فرمایا تھا۔ کہ ہم عنقریب انہیں اپنی تمام آیات قدرت کا معائنہ کرائیں گے۔ خواہ وہ نفوس کے اندر ہوں یا آفاق کے اندر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دعا مانگی تھی۔ جو قبول ہوئی کہ خداوندا ہمیں تمام اشیاء کی حقیقتوں پر اطلاع بخشدے۔ جس طرح کہ وہ فی الواقع ہیں۔ لیکن یہ اسرار اوروں کو نہیں بتلائے۔ بلکہ ہر شخص کے ساتھ اس کی عقل و سمجھ کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کلام فرمایا کرتے تھے۔ اس لئے فرمایا میں نے کبھی دعویٰ نہیں کیا۔ کہ میں غیب نہیں جانتا۔ حالانکہ آپ گذشتہ واقعات ابتدائی آفرینش سے لیکر اپنے ظہور تک اور آئندہ ہونے والے واقعات قیامت تک کی خبر باعلام خداوندی انہیں بتایا کرتے تھے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ معراج کی رات میرے حلق میں ایک قطرہ ٹپکایا گیا۔ اور میں عالم ماکان و مایکون ہو گیا۔

دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔

صاحب تفسیر خازن اسی آیت (قل لا اقول لکم) کے تحت فرماتے ہیں۔

اِنَّمَا نفی عن نفسہ الشریفۃ ھٰذہ الاشیاء تواضعا

للّٰہ تعالٰی اعترافا لہ بالعبودیہ فَلَسْتُ اَقُول شَیئًا مِن

ذالِکَ وَلَا ادعیہ ٥ (تفسیر خازن)

ترجمہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات شریفہ سے ان اشیاء کی نفی اپنے رب کے حضور بطور انکساری فرمائی۔ یعنی اس سے میں کچھ نہیں کہتا کسی چیز کا دعویٰ نہیں کرتا۔

مفسرین کرام کی عبارتوں سے آفتاب کی طرح روشن ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعویٰ کی نفی فرمائی۔ دعویٰ کی نفی علم کی نفی کو کب مستلزم ہے جیسے میں دعویٰ نہیں کرتا کہ میں عالم ہوں۔ اسکے یہ معنی کس طرح ہو سکتے ہیں۔ کہ مجھے علم ہی نہیں۔

جس کی طرف لکم مشیر ہے خطاب کفار نابکار مشرکین سے ہے۔ اور فی الواقع ایسے نااہل کب اس قابل ہیں کہ اُن کے سامنے ایسے دعوے کئے جائیں۔ جیساکہ علامہ نیشاپوری نے لکھا ہے۔ اسی لئے ان کفار کو فرمایا گیا۔ قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْر اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ٥ اے پیارے حبیب آپ ان کو فرما دیجئے کہ کیا اندھے اور آنکھ والے برابر ہو سکتے ہیں۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے۔ مطلب یہ ہوا۔ کہ اگر تم کو عقل ہوگی۔ تو آئندہ کبھی ایسی باتیں نہ کروگے۔ نیز تواضع کو عدم علم کی دلیل بنانا اور عدم دعویٰ سے عدم علم پہ استدلال کرنا انتہا درجہ کی جہالت ہے بحمدہٖ تعالیٰ ان دلائل سے ثابت ہوا کہ سرکار سیدنا آقا دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم خزانوں کے امین بھی ہیں۔ اور عالم ماکان و مایکون بھی ہیں۔

لیجئے اس آیت شریفہ سے متعلق مخالفین علم غیب مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ردّ و بدل کا ایک نمونہ دیکھتے جائیے۔

مخالفین کی
قرآن میں تحریف

مخالفین کے پیشوا معتبر حکیم محمد صادق سیالکوٹی نے حضور پرنور آقا ریوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا انکار کرنے کے لئے سخت بد دیانتی کا مظاہرہ کیا ہے۔

چنانچہ وہ اپنی کتاب اعجاز حدیث صفحہ ۱۵۲ میں تحریر کرتے ہیں۔

قُلْ لَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ (پ ع ۱۱)

ترجمہ: اے پیغمبر (اپنی اُمت کو) سُنا دے میں غیب نہیں جانتا۔

مندرجہ بالا عربی عبارت لبطور آیت قُل لا اعلم الغیب پارہ ساتواں گیارھواں رکوع کا حوالہ دیتے ہوئے درج کی گئی۔ جو پورے قرآن کریم میں موجود نہیں ہے۔ محض اس بناء پر کہ قرآن سے علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفی ہو۔ ناظرین کے سامنے میں یہ بھی پیش کئے دیتا ہوں کہ پارہ ساتواں رکوع گیارھواں کی وُہ کونسی اصل آیت شریفہ ہے جس سے سخت خیانت کی گئی ہے۔

قُلْ لَّا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ ۚ (پ ع ۱۴)

ترجمہ: قرآن کریم کی اس اصل آیت کے ابتدائی لفظ قُل لَا کو چُن کر اگلی آیت اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَا سب ہضم کرنے کے بعد اس کے آگے لفظ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لگا کر نئی آیت گھڑ دی۔

قُلْ لَّاۤ اَعْلَمُ الْغَیْبَ جس کا ترجمہ یہ بنتا ہے۔ اے پیغمبر کہدے میں غیب نہیں جانتا۔
آپ انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں۔ کہ قرآن کریم کی آیت شریفہ میں کسقدر بد دیانتی کی گئی ہے۔ صرف آیت میں ہی نہیں بلکہ ترجمہ بھی جان بوجھ کر ویسا ہی کر دیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ حکیم صادق صاحب یہ خوب جانتے تھے۔ کہ پورے قرآن کریم میں ایک آیت بھی ایسی موجود نہیں کہ جس میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہ دینے کا ثبوت ہو تبھی تو من گھڑت آیت لکھدی۔ اعاذنا اللہ من ھذا الشر اور یہ واقعہ ہی حقیقت ہے کہ مخالفین آجتک

پورے قرآن عظیم سے ایک آیت بھی پیش نہیں کر سکتے اور نہ قیامت تک پیش کر سکیں گے۔ کہ فلاں چیز کا علم اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مرحمت نہیں فرمایا۔

جس طرح حکیم صاحب نے جڑی بوٹیوں سے نسخہ تیار کرنا آسان سمجھا ہے۔ غالباً ایسے ہی قرآن حکیم سے بھی نفی علم غیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک آسان نسخہ تیار کر دیا کہ اس طرح بے چارے ان پڑھ لوگ خوب گمراہ ہوں گے۔ اب رہا حکیم صاحب کا قُل لَّا اَعْلَمُ الْغَیْبَ لکھ کر یہ ترجمہ کرنا کہ اے پیغمبر (اپنی اُمت کو) سنا دیجیے میں غیب نہیں جانتا۔

اس ترجمہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ آنجناب یہ بھی جانتے تھے۔ کہ آیت میں جو خطاب ہے۔ وہ اُمت کو نہیں ہے۔ بلکہ مشرکین کو ہے۔ اس لئے (اپنی اُمت کو) لکھ کر اِردگرد بریکٹ کر دیا۔ کس قدر ظلم اور ستم ہے۔ کہ دشمنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے قرآن میں بھی بددیانتی شروع کر دی گئی ہے۔ جیسا کہ علمائے یہود یعنی کیا کرتے تھے۔

یوں ترچھی نگاہوں سے مجھے قتل بھی کرتا
پھر صاف مکرتا ہوں اس سے بری ہوں

شاید حکیم صاحب اور ان کے حواری یہ کہہ بیٹھیں۔ کہ یہ آیت دیدہ دانستہ غلط نہیں لکھی گئی۔ اکثر تحریر میں غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ لہٰذا یہ آیت غلط لکھی جانی کوئی جرم نہیں۔

جواب۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔ کہ مصنف کتاب اعجاز حدیث اتنے ہی غیر ذمہ دار شخص ہیں۔ کہ قرآن پاک میں جو آیت موجود نہ ہو۔ وہ اپنی طرف سے ایجاد کر کے لکھ دیں تو یہ کوئی جرم نہیں۔ طریقہ یہ ہے۔ کہ اگر کتاب میں غلطی ہو جائے تو اس کی تصحیح کا اعلان بذریعہ اشاعت بناوٹی ہونا چاہئے۔ لیکن یہاں کئی سال گزر چکے ہیں۔ اب تک اس کی درستی نہیں کی گئی۔ اور نہ ہی اغلاط نامہ شائع کیا گیا ہے۔ پھر لطف کی بات ہے کہ یہ بناوٹی آیت قُل لَّا اَعْلَمُ الْغَیْبَ ص ۱۵۲ میں لکھی ہے دوسری دفعہ ص ۱۵۴ پر تیسری دفعہ ص ۱۵۵ پر بھی ایسے ہی درج کی ہے۔ آیت کو تین مرتبہ پیش کرنے کے بعد بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ غلطی ہو گئی ہے۔ ہرگز نہیں۔ یہ دیدہ دانستہ علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی کے لئے بار بار اس بنائی ہوئی آیت کو لکھا گیا ہے۔ تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی قرآن سے ثابت ہو۔ حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم

کی شان و عظمت میں بے ادبی و گستاخی جب کہ اُن کے نزدیک کچھ جرم نہیں ہے۔ تو آیت شریفہ میں رد و بدل کرنا اُن کے نزدیک کیا جرم ہو سکتا ہے۔ یہ تو تھا مخالفین کے قُل لا اقولُ لکُم عِندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب۔ کا جواب اب مناسب سمجھتا ہوں کہ مختصر طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خزانوں کے عطا ہونے کے دلائل پیش کر دوں۔

عطائے مفاتیح عالم صلی اللہ علیہ وسلم

وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا اِنَّ اللہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝ (پ ۲۸ ع ۳ سورۃ الحشر)

ترجمہ۔ اور تمہیں جو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اللہ کا عذاب سخت ہے۔

دوسری آیت ملاحظہ فرمائیے۔

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ ۝ (پ ۲۲ ع ۱ سورۃ الاحزاب)

ترجمہ۔ (اے محبوب) یاد کرو جب آپ فرماتے۔ اس سے جسے اللہ تعالیٰ نے نعمت دی اور اے رسول اللہ آپ نے نعمت دی۔

تیسری آیت ملاحظہ فرمائیے۔

وَلَوْ اَنَّھُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰھُمُ اللہُ وَرَسُوْلُہٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللہُ سَیُؤْتِیْنَا اللہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَرَسُوْلُہٗٓ اِنَّآ اِلَی اللہِ رٰغِبُوْنَ ۝

(پ ۱۰ ع ۱۲ سورۃ التوبہ)

ترجمہ۔ اور کیا ہی اچھا ہوتا کہ اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ تعالیٰ و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُن کو دیا۔ اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے۔ کہ دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ہمیں اللہ ہی کی

طرف رغبت ہے۔

چوتھی آیت ملاحظہ فرمایئے۔

وَمَا نَقَمُوا اِلَّا اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنْ یَّتُوْبُوْا یَكُ خَیْرًا لَّهُمْ وَاِنْ یَّتَوَلَّوْا یُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِیْمًا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ فِی الْاَرْضِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ (پ ۱۰ ع ۱۵ سورہ توبہ)

ترجمہ۔ اور انہیں کیا بُرا لگا۔ یہی نا کہ اللہ و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔ تو اگر وہ توبہ کریں تو اُن کا بھلا ہے اور اگر مُنہ پھیریں تو اللہ اُنہیں سخت عذاب دیگا دُنیا و آخرت میں اور زمین میں کوئی اِن کا حمایتی و مددگار نہ ہوگا۔

اِن آیاتِ طیبات سے آفتاب کی طرح روشن ہوگیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خزانوں اور عنایت اور نعمتوں کے عطا فرمانے والے ہیں۔ عطا وہی کر سکتا جو مالک و مختار ہو۔ یہ ثابت ہُوا کہ حضور الصلوٰۃ والسلام مالک و مختار ہیں۔

قرآن کریم کی آیات اس مضمون پر تو بیشمار ہیں۔ لیکن مختصر طور پر یہ چند احادیث بھی ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ یَوْمًا فَصَلّٰی عَلٰی اَهْلِ اُحُدٍ صَلَاتَهٗ عَلَی الْمَیِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَی الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنِّیْ فَرَطُكُمْ وَاَنَا شَهِیْدٌ عَلَیْكُمْ وَاللّٰهِ لَاَنْظُرُ اِلٰی حَوْضِیَ الْاٰنَ وَاِنِّیْ قَدْ اُعْطِیْتُ خَزَائِنَ مَفَاتِیْحِ الْاَرْضِ وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ مَا اَخَافُ بَعْدِیْ اَنْ تُشْرِكُوْا وَلٰكِنْ اَخَافُ اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْهَا ۔ (البخاری جزء الثانی علامات نبوت باب ص ۱۸۵ مطبوعہ مصر)

ترجمہ۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر تشریف لائے اور آپ نے شہداءِ اُحد پر اسطرح نماز پڑھی جسطرح میت پر نماز پڑھی جاتی ہے۔ اس کے بعد منبر پر تشریف لاکر فرمایا۔ کہ میں تمہارا

نگہبان اور گواہ ہوں۔ خدا کی قسم میں اسوقت اپنے حوض کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ اور بیشک مجھے تمام روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں۔ خدا کی قسم میں اپنے بعد تمہارے مشرک ہو جانے کا کوئی خوف نہیں کرتا۔ بلکہ اس بات سے ڈر رہا ہوں۔ کہ تم صرف دنیا میں لگ جاؤ گے۔

مندرجہ بالا حدیث شریفہ سے تین باتیں واضح ہوگئیں۔

اوّل۔ حضور نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم اٹھا کر فرماتے ہیں کہ میں فرش پر رہ کر حوضِ کوثر کو دیکھ رہا ہوں۔ حوضِ کوثر بھی غیب کی چیزوں میں سے ایک ہے۔

اُن لوگوں پر افسوس آتا ہے۔ جو بے دھڑک آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ اُن کو تو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں ہے۔ نبی اللہ کے ارشاد پر یقین کرنا تو درکنار اِن کو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کا بھی اعتبار نہیں۔ کیا ایسے لوگ اُمّتِ نبی کہلانے کے کسقدر حقدار ہو سکتے ہیں۔ خود ہی اندازہ فرمالیں۔

دوم۔ حضور مالک الامم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم اٹھا کر فرماتے ہیں۔ کہ مجھے روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں۔ بتایئے وہ لوگ حضور کو کیا منہ دکھائیں گے۔ جو یہ کہیں کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کے مختار نہیں۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو حضور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی خاص دشمنی ہے۔

سوم۔ حضور نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصّلوٰۃ والتّسلیم خدا کی قسم اٹھا کر فرماتے ہیں۔ کہ میں اپنے بعد تمہارے مشرک ہونے کا کوئی خوف نہیں کرتا۔ بلکہ صرف دُنیا میں محو ہو جانے کا خوف ہے۔

حضور سرورِ دو جہاں تو اپنی اُمّت کو مشرک نہ فرمادیں اور نہ اُن کے شرک کرنے کا خطرہ سمجھیں۔ پھر مذہب حق اہلِ سنّت (بریلوی) پر شرک و کفر کے فتوے لگاتے ہیں۔ اُن کو ابھی تک اتنی سمجھ نہیں آئی۔ کہ جب اُمت کے شرک نہ کرنے کا بیان سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں۔ ہم اُن کو بے دھڑک مشرک اور کافر بنا رہے ہیں۔ حالانکہ حدیث پاک میں موجود ہے کہ جو کسی مسلمان کو مشرک و کافر کہے اور وہ اس بات سے بری ہو تو کفر و شرک کہنے والے پر لوٹتا ہے۔

؎ سنبھل کر پاؤں رکھنا میکدے میں شیخ جی
یہاں پگڑی اچھلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں

دوسری حدیث ملاحظہ فرمایئے۔

أُعْطِيتُ الْكَنْزَيْنِ الْاَحْمَرِ وَالْاَبْيَضِ ٥ الحدیث المشکوٰۃ باب فضائل سَيِّدُ المُرسلین صلا ۵۱۲)

ترجمہ۔ (حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مجھے دونوں خزانے سرخ اور سفید عطا فرما دیئے گئے۔

اس حدیث شریفہ سے معلوم ہوا۔ کہ حضور مالک و مختار صلی اللہ علیہ وسلم کو خزانوں کی کنجیاں عطا فرمادی گئی ہیں۔ اور مخالفین یہ کہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کے مالک و مختار نہیں۔

چنانچہ امام المخالفین مولوی اسمٰعیل دہلوی اپنی کتاب تقویت الایمان ص۴۸ سطر آخر میں رقمطراز ہے۔ **بلفظہ** ۔ اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔

ناظرین اندازہ فرمائیں کہ آیات و احادیث کو تو ان حضرات نے پس پشت ڈال کر رسالت مآب سے کیسی دشمنی کی ہے۔ اور دعوٰی یہ ہے کہ ہم سب سے پکے مسلمان ہیں۔

تیسری حدیث ملاحظہ فرمایئے۔

قَالَ بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَبَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي أُتِيتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ فِي يَدِيْ ٥ (المشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین صلا ۵۱۲)

ترجمہ۔ حضور مالک خزائن صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں جوامع الکلم کیساتھ مبعوث فرمایا گیا۔ اور رعب سے میری نصرت فرمائی گئی۔ اور میں نے بحالت خواب دیکھا۔ کہ میرے پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں لائی گئیں۔ اور میرے ہاتھ میں رکھدی گئیں۔

اس حدیث شریفہ سے یہ بھی ثابت ہوگیا۔ کہ حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام خزانوں کے مالک ہیں اور آپ کے دست مبارک میں کنجیاں ہیں۔

چنانچہ مولوی اسمٰعیل دہلوی اپنی کتاب تقویت الایمان ص۲۰ میں رقمطراز ہے۔

بلفظہٖ۔ جس کے ہاتھ میں کنجی ہوتی ہے۔ قفل اسی کے اختیار میں ہوتا ہے۔ جب چاہے کھولے۔ جب چاہے نہ کھولے۔

تبصرہ صاحب یہ وہی اسمٰعیل دہلوی ہیں۔ جو اپنی قلم سے تو پہلے یہ لکھ چکے ہیں۔ کہ جس کا نام محمد یا علی ہے۔ وہ کسی چیز کا مختار نہیں ہے۔ اب تو مخالفین کو یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں خزانوں کی کنجیاں قفل آپ کے اختیار میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کُل اختیار اس سے ظاہر ہے۔

شُبہ۔ ہو سکتا ہے۔ کہ مندرجہ بالا حدیث پر یہ کہہ بیٹھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حالت خواب میں تھے۔ لہٰذا یہ کوئی زیادہ قابلِ اعتماد نہیں۔

جواب۔ یہ بات خوب سمجھ لینی چاہیئے۔ کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کے خواب بھی حقیقت ہوتے ہیں۔ کیونکہ دل ہمیشہ بیدار رہتا ہے۔

(۱) كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنُهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ
رَوَاهُ سَعِيدُ بنُ مِينَا عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه و سلم ٥ (البخاری تنام عینی ولا ینام قلبی باب ص۱۸۲ جز الثانی مطبوعہ مصر)

ترجمہ۔ سعید بن مینا نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند کی حالت میں آنکھیں سو جاتی اور دل بیدار رہتا۔

(۲) فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ تَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوتِرَ قَالَ تَنَامُ عَيْنِي وَلَا يَنَامُ قَلْبِي ٥ (البخاری باب تنام عینی ولا ینام قلبی ص۱۸۲)

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ وتر پڑھنے سے پہلے آرام فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میری آنکھ سو جاتی ہے۔ لیکن میرا دل بیدار رہتا ہے۔

ثابت ہو گیا۔ کہ حضور سرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آرام فرمانا بھی بحالت جاگنے کے ہے۔ کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کا ہر امر دل کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے

کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی خواب ناقض وضوء نہیں۔ یہاں انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنے جیسا بشر قیاس کرنے والوں کے لئے بھی قابل غور مسئلہ ہے۔ چنانچہ قرآن میں بھی اسکی تائید موجود ہے۔

قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اِنِّیْٓ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی قَالَ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۵ (پ ۲۳ ع ۶ سورۃ الصّٰفّٰت)

ترجمہ۔ اور کہا حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اے پیارے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ تیری کیا مرضی ہے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے فرمایا اے پیارے ابا جان جو آپ کو حکم ہوا ہے۔ اُسی طرح کرو۔

قرآن کریم کی اس آیت شریفہ سے واضح ہو گیا۔ کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے خواب بھی حکم الٰہی ہوا ہوا کرتے ہیں۔ انبیاء کرام کے دل جاگتے ہیں آنکھیں سوتی ہیں۔ الحمد للہ اس شبہ کا بھی ازالہ ہو گیا۔ اور قرآن و حدیث سے واضح ہو گیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ہر شے کی کنجیاں ہیں اب ایک اور حدیث ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ رَبِیْعَۃَ بْنِ کَعْبٍ قَالَ کُنْتُ اَبِیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَتَیْتُہٗ بِوَضُوْئِہٖ وَحَاجَتِہٖ فَقَالَ لِیْ سَلْ فَقُلْتُ اَسْئَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّۃِ قَالَ اَوْغَیْرَ ذٰالِکَ قُلْتُ ھُوَ ذَالِکَ قَالَ فَاَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِکَ بِکَثْرَۃِ السُّجُوْدِ رواہ المسلم

(از مشکوٰۃ باب سجود و فضلہ صد ۸۴)

ترجمہ۔ حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رات کو حاضر رہتا۔ اور آپ کو وضوء کا پانی اور جس چیز کی ضرورت ہوتی۔ لایا کرتا تھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ جنّت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ اس کے سوا کچھ اور بھی چاہتا ہے۔ میں نے عرض کی بس یہی۔ آپ نے فرمایا۔ تو میری اعانت کر اپنے پر کثرت سجود سے۔

یہ حدیث صحیح مسلم و سنن ابو داؤد و سنن ابن ماجہ و معجم کبیر طبرانی میں بھی موجود ہے۔ اس حدیث شریفہ سے کتنا واضح ہو رہا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلقاً بلا قید و بلا تخصیص ارشاد

فرمایا۔ اے ربیعہ سَل مانگ جو چاہتا ہے۔ ہم تجھے عطا فرمائیں گے۔ اور پھر لطف یہ کہ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہٗ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ جنت میں رفاقت والا عطا ہو۔ کہ یارسول اللہ آپ سے جنت مانگتا ہوں۔

چنانچہ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں شیخ الشیوخ علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں۔

از اطلاق سوال کہ فرمودہ سَل بخواہ و تخصیص نکرد بمطلوبے خاص معلوم میشود کہ کار ہمہ بدست ہمت و کرامت اوست صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہرچہ خواہد وہرا خواہد باذن پروردگار خود بدہد (اشعۃ اللمعات جز الاوّل ص ۳۹۶

ترجمہ:۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خاص چیز کے مانگنے کو نہ فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ کارخانہ الٰہیہ کی باگ ڈور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست تقدس میں ہے۔ آپ جسے چاہیں جو چاہیں باذن اللہ عطا فرماتے ہیں۔

اسی حدیث کے تحت مُلّا علی قاری رحمہ اللہ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

يُؤْخَذُ مِنْ اِطْلَاقِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَمْرَ بِالسُّؤَالِ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى مَكَّنَهٗ مِنْ اِعْطَاءِ كُلِّ مَا اَرَادَ مِنْ خَزَائِنِ الْحَقِّ ۝ (المرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

ترجمہ:۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگنے کا حکم مطلق دیا۔ اس سے مستفاد ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عام قدرت بخشی ہے۔ کہ خدا کے خزانوں سے جو کچھ چاہیں عطا فرماویں۔

ان تمام قرآنی آیات و احادیث صحیحہ و علماء شارحین کی عبارات سے خوب واضح ہو گیا کہ اس مالک الملک شہنشاہ قدیر جل و علا نے اپنے جلیل الاقتدار عظیم الاختیار حبیب کردگار آقائے نامدار سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے خزانوں کی کنجیاں۔ زمین کی کنجیاں۔ دنیا کی کنجیاں۔ نصرت کی کنجیاں۔ نفع کی کنجیاں۔ جنت کی کنجیاں ہر شے کی کنجیاں عطا فرما دی ہیں۔ دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے طفیل ہم سب کو ایسا ہی ایمان نصیب فرمائے۔

غیب کی کنجیاں

شبہ۔ مخالفین یہ بھی کہا کرتے ہیں، کہ قرآن میں ہے۔ وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ ط اور اسی کے پاس ہیں۔ کنجیاں غیب کی نہیں جانتا کوئی اسکو مگر وہی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ غیب اسی کے پاس ہے اور کسی کو علم غیب نہیں اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ہے۔

جواب۔ معلوم نہیں منکرین قرآن عظیم کی آیات طیبات سے غلط استدلال کیوں کرتے ہیں۔ اس آیت شریفہ میں کوئی ایک ایسا لفظ نہیں جسکے یہ معنی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبولوں کو غیب کا علم نہیں عطا فرمایا۔ پھر قرآن کریم کی آیات مبارکہ کا مذاق کیوں اڑاتے ہیں۔ اب وہی آیت ملاحظہ فرمایئے۔ جو وہ پیش کرتے ہیں۔

وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ ط ٥ (پ ۷ ع ۱۳ سورۃ الانعام)

ترجمہ۔ اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی نہیں جانتا۔ کوئی اس کو مگر وہی۔

اس آیت شریفہ سے تو عطائی علم غیب کی نفی ہی نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب ذاتی کا ثبوت ہے۔ اب مفسرین کرام علیہم الرحمہ کی عبارتیں مفاتح الغیب کے تحت ملاحظہ فرمایئے۔

چنانچہ امام فخر الدین رازیؒ صاحب تفسیر کبیر اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں۔

فَکَذٰلِکَ ھٰھُنَا لَمَّا کَانَ عَالِمًا بِجَمِیْعِ المعلومات عبر ھٰذا المعنیٰ بالعبارۃ المذکورۃ وعلی التفسیر الثانی المراد منہ القدرۃ علی کل الممکنات ٥ (التفسیر کبیر)

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ تمام معلومات کو تو اس معانی کو اس عبارت سے بیان کیا۔ اور دوسری صورت پر مراد اس سے سارے ممکنات پر قادر ہونا ہے۔

دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمایئے۔

صاحب تفسیر خازن اس آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

لِاَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَمَّا کَانَ عَالِمًا بِجَمِیْعِ المعلومات ما غاب منھا وما لم یغب

عَنْ هٰذَا المَعْنٰی بِھٰذِہ العِبَارَۃِ وعلی التفسیر الثانی یکون المعنی وَ
عِنْدَہٗ خزائن الغیب والمراد منہ القدرۃ الکاملۃ علی کل
الممکنات (التفسیر الخازن)

ترجمہ۔ چیکہ اللہ تعالیٰ تمام معلومات کا جاننے والا ہے۔ تو اس معنی کو اس عبارت
سے بیان کیا۔ اور دوسری تفسیر میں اس کے معنے یہ ہوں گے۔ کہ اللہ کے پاس غیب
کے خزانے ہیں۔ اور اس سے مراد ہے۔ ہر ممکن چیز پہ قدرت کاملہ۔

اب آپ بتایئے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو غیب کی کُنجیاں دینے کی طاقت رکھتا ہے یا نہیں۔ اگر یہ قدرت
ہے اور یقیناً ہے۔ تو ہمارا دعویٰ ثابت۔ اور اگر آپ یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ کو یہ اختیار اور قدرت نہیں
تو پھر خُدا کو آپ نے مجبور مانا۔ اور دائرہ اسلام سے خارج ہوئے۔

ملاحظہ فرمایئے۔ تفسیر عرائس البیان میں اسی آیت کے تحت درج ہے۔

قال الجریدی لا یعلمھا الا ھو ومن یطلعہ عَلَیْھَا من صفی
وخلیل وحبیب وولی ای لا یعلمھا الا ھو ای الاولون والآخرون
قبل اظھارہٖ تعالیٰ ذالک لھم ٥ (التفسیر عرائس البیان)

ترجمہ۔ یعنی جریدی نے کہا کہ مفاتیح غیب کو کوئی نہیں جانتا۔ مگر اللہ اور وہ شخص
جس کو اللہ تعالیٰ ان پہ اطلاع دے۔ خواہ وہ صفی ہو یا خلیل ہو یا حبیب یا ولی
ہو۔ یعنی اس آیت کا مطلب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ظاہر کرنے سے پہلے کوئی نہیں
جان سکتا۔

ان تفاسیر سے آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ باعلام خداوندی حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ
والسلام اور خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اصفیاء واولیاء کو مفاتیح غیب کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔
اب پھر اس آیت شریفہ سے علم انبیاء کے انکار کی سند بنانا دیدہ دانستہ قرآن کریم کی مخالفت ہے۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں رقمطراز ہیں۔

غیب کے خزانہ کی کُنجی اللہ ہی کے پاس ہے۔ اُس نے کسی کے ہاتھ میں نہیں دی۔
اور کوئی اُسکا خزانچی نہیں۔ مگر اپنے ہی ہاتھ سے قفل کھول کر اس میں سے جتنا چاہے

جس کو بخشدے اُس کا ہاتھ کوئی نہیں پکڑ سکتا۔ (تقویۃ الایمان ص۲۸)

اُمید ہے کہ مخالفین کو اپنے پیشوا کی عبارت سے تو کافی تسلّا ہوئی ہوگی۔ قرآنی آیات و تفاسیر واحادیث سے تو تسلّی ان حضرات کی کبھی ہوئی نہیں۔ ہاں اپنے دہلوی کی عبارت تو کافی تسلّی بخش ہوگی۔

جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیب کے دروازے کھولدیئے۔ تو کون ہے جو اُسکا ہاتھ پکڑ سکتا ہے۔

ثابت ہوگیا کہ وعندہٗ مفاتح الغیب لا یعلمھا الاھو سے ذاتی عِلم غیب مراد ہے اور عطائی عِلم غیب کا ثبوت ہے۔ اِس آیت شریفہ سے عدم علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم مراد لینا قرآن کریم پر بہت بڑا ظلم ہے۔

اگر اب بھی مخالفین کی تسلی نہ ہوئی ہو تو وہ اسی آیت کے مصداق ٹھہرے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ۝

ذاتی قدرت کی نفی اور علم غیب کا ثبوت

شُبہ۔ مخالفین یہ بھی کہا کرتے ہیں۔ کہ قرآن میں آتا ہے۔ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۝ کہ اگر میں غیب جانتا ہوتا۔ تو بہت جمع کر لیتا۔ بھلائی اور نہ چھوتی مجھے کوئی بُرائی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب نہ تھا۔

جواب۔ منکرین کی حق پوشی اور باطل کوشی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ اس آیت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عِلم عطائی کی نفی کے لئے سند بنانا بالکل باطل ہے۔ کیونکہ اِس میں نفی ہے۔ تو علم ذاتی کی نہ کہ عطائی کی۔ آیت میں لفظ لَوْ کی شرط اور جزاء وما عطف فیھا اگر مثبت ہوں۔ تو منفی ہو جاتے ہیں اور اگر منفی ہوں تو مثبت ہو جاتے ہیں۔

بِنَاءً عَلَيْهِ مخالفین۔ کے نزدیک اِس آیت کا معنہ اس طرح ہو جائیگا۔ کہ میں غیب بالکل نہیں جانتا۔ اور بھلائی قطعاً مجھ میں کوئی نہیں۔ اور بُرائی موجود ہے۔

اب بتایئے یاایھاالظالمون کہ حضور رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے حق میں اس سے بڑھکر اور کونسی سبّ وشتم ہوسکتی ہے، کہ انبیاء عظام علیہم السّلام جو تمام اوصاف کمال کا مجموعہ ہوتے ہیں اُن میں بھلائی بالکل نہ ہو۔ اور بُرائی موجود ہو۔ جس شخص میں بُرائی موجود ہو تو لازماً بُرا ہوتا ہے۔ ورنہ لازم آئیگا، کہ علم ہو اور عالم نہ ہو۔ سیاہی ہو اور سیاہ نہ ہو۔

اب وہی آیت ملاحظہ فرمایئے۔

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ٥ (پ۹ ع ۱۲ سورۃ الاعراف)

ترجمہ۔ اور اگر میں غیب جانتا ہوتا۔ تو بہت جمع کرلیتا۔ بھلائی اور نہ پہنچتی مجھے کوئی بُرائی میں تو ڈرانیوالا ہوں۔ اور خوشخبری سنانیوالا ہوں ایماندار قوم کے لئے۔

اس آیت میں توجّہ فرمایئے۔ کہ الخیر۔ اسم جنس معرّف باللّام ہے، اور لام عہد خارجی کا ہے۔ ہوالاصل جس سے اشارہ ہوگا، نبوّت کی طرف۔ جو خیر کا فرد کامل۔ اور السُّوْءُ سے جنون کی طرف اشارہ ہوگا جو سُوءٌ کا فرد کامل ہے۔ اور یہ امر اُمور معلومہ ثابتہ میں ہے، کہ کفّار اور منافقین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی تسلیم نہیں کرتے تھے۔

جیسا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت سہیل جو اُسوقت کُفّار کی طرف سے نمائندہ تھے۔ انہوں نے قرطاس صلح سے رَسُوْلُ اللہ کا لفظ محو کردینے پر زور دیا۔ اور کہا کہ اگر ہم آپکو پیغمبر سمجھتے تو پھر جھگڑا کاہے کا تھا، کعبۃ اللہ سے کیوں روکتے۔ قرآن کریم میں کفّار کا مقولہ صراحۃً موجود ہے۔ ملاحظہ کیجیئے۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ (پ۱۳ ع ۱۱ سورۃ الرعد)

ترجمہ۔ اور کہتے تھے۔ وہ لوگ جو کافر تھے۔ کہ آپ رسول نہیں۔

اسی طرح آپکو مجنون بھی خیال کرتے تھے۔

قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ٥ (پ۱۴ ع ۱ سورۃ الحجر)

ترجمہ۔ کہتے تھے کافر اے وُہ جس پر نازل ہوتا ہے، قرآن بیشک تو مجنون ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کفّار کی اِن باتوں کا جواب فرمایا ملاحظہ فرمایئے۔

یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ (پ ۲۲ ع ۱۷ سورۃ یٰسین)

ترجمہ۔ اے سید۔ حکمت والے قرآن کی قسم بیشک آپ رسول ہیں۔

دوسری آیت۔ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝ (پ ۲۹ ع ۲ سورۃ القلم)

ترجمہ۔ (اے محبوب)، آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں۔

شاید آپ سوال کردیں۔ کہ السُّوْٓءُ کے معنی جنون کس مفسر نے لکھے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى مَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ يَعْنِي الْمَجْنُوْنُ ۝ (التفسیر الخازن جزء الثانی وکذا التفسیر جمل)

ترجمہ۔ نہ پہنچتی مجھے برائی یعنی جنون۔

اب قانون نحویہ مذکورہ کو مدنظر رکھیئے۔ اور قیاس استثنائی منطقی بنائیے۔ کفار سائلین کے قول کے مطابق کلام جاری کیجئے۔ اور "رفع تالی" سے رفع مقدم کا نتیجہ اخذ کیجئے۔ کیسے عمدہ معنی ہونگے جو اوصاف کمال پر دال ہوگا۔ اگر میں غیب جانتا۔ تمہارے نزدیک اے کفار اور منافقو تو البتہ میں جمع کرلیتا۔ نبوت کو اور مجھے جنون ہرگز نہ چھوتا تمہارے نزدیک لیکن لازم باطل ہے تو صاف معنی یہ ہوئے کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ اور مجھے جنون نہیں۔ لہٰذا میں غیب کا علم باعلام خداوندی جانتا ہوں میں تو ایمان والوں کے لئے ڈرانیوالا اور خوشی سنانے والا ہوں۔

یہاں تک تو تھا۔ اس سوال کا پہلا جواب جس سے یہ ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں۔ اور آپ کو جنون نہیں ہے۔ جبکہ آپ نبی و رسول ہیں اور جنون نہیں تو معنے یہ ہوں گے کہ میں غیب جانتا ہوں۔

اب اس سوال کا دوسرا جواب بھی ملاحظہ فرمائیے۔

مذکورہ آیت میں لفظ لَوْ آیا ہے۔ اور لَوْ تین امور پر دلالت کرتا ہے۔ اَوَّلُ شرط کو سبب بناتا ہے۔ دوم۔ دونوں کا تحقق زمانہ ماضی میں ہوتا ہے۔ سوم۔ سبب ممتنع ہوتا ہے اس لئے آیت وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ میں آنکھیں کھول کر غور کیجئے۔

کہ اگر یہاں علم غیب سے مراد علم ذاتی جو قدرت کو متلزم ہے نہ لیا جائے۔ تو یہ سبب نہیں بن سکتا۔ کیونکہ صرف علم سے خیر کثیر جمع کر لینے اور ضرر کو دور کرنے کا سبب نہیں ہوا کرتا کیونکہ

کسی تکلیف کہ وقوع کا علم قبل از وقت ہو جاتا ہے۔ لیکن انسان اس سے بچ نہیں سکتا۔
مثلاً اگر کسی شخص کو عدالت عالیہ سے اگر پھانسی کا حکم ہو جائے۔ تو وہ یہ جانتے ہوئے کہ مجھے پھانسی دے دی جائے گی۔ اپنے آپ کو نہیں بچا سکتا۔ اس لئے حصول خیر اور دفع ضرر کا سبب علم ذاتی ہی ہو سکتا ہے۔ جو قدرت ذاتی کو متلزم ہے۔ تب ہی کو شرط اور جزا میں سببیت کا علاقہ پیدا کر سکتا ہے۔ یہ اس کا پہلا خاصہ ہے۔

دوسرا خاصہ۔ کلام کو زمانہ ماضی کے ساتھ مخصوص کرتا ہے۔ اور زمانہ ماضی میں کسی چیز کی نفی اس امر کو متلزم نہیں کہ آئندہ بھی نہ پایا جائے۔

تیسرا خاصہ:۔ یہ ہے کہ وہ سبب کے ممتنع ہونے پر دلالت کرتا ہے اور علم غیب جس کا حصول ممتنع ہے۔ وہ علم ذاتی ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے کسی غیب کو جان لینا کسی کے نزدیک بھی ممتنع نہیں۔ بلکہ سب اس کے قائل ہیں، کہ اللہ تعالیٰ کے سکھلا دینے سے علم غیب حاصل ہو جاتا ہے۔

اب لفظ لو سے جس علم غیب کی نفی کی جا رہی ہے۔ وہ۔ وہ ہے جس کا حصول ممتنع ہے۔ وہ علم غیب ذاتی ہے۔ اس لئے یہاں عطائی کی نفی نہیں ہوتی۔

اس مذکورہ تحقیق سے آفتاب کی طرح روشن ہو گیا۔ کہ آیہ ولو کنت سے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب عطائی کا ثبوت ہے اور ذاتی علم غیب کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کریمہ سے . . . . نفی فرما دی۔ کیونکہ جو ذاتی قدرت اور ذاتی صفت رکھتا ہو اس کا علم بھی ذاتی ہے۔ اگر مجھے غیب کا علم ذاتی ہوتا۔ تو قدرت بھی ذاتی ہوتی۔

اس لئے واضح ہو گیا۔ اس آیت سے عطائی علم غیب کی نفی ہرگز نہیں ہو سکتی ہے۔
چنانچہ صاحب نسیم الریاض اسی آیت کے متعلق فرماتے ہیں۔

قَوْلُهٗ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ فَاِنَّ الْمَنْفِيَّ عِلْمُهٗ مِنْ غَيْرِ وَاسِطَةٍ وَاَمَّا اِطِّلَاعُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِاِعْلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَاَمْرٌ مُتَحَقِّقٌ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ۵

(نسیم الریاض)

ترجمہ۔ آیتہ ولو کنت اعلم الغیب میں علم بغیر واسطہ کی نفی ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غیب پر مطلع ہونا اللہ کے بتانے سے یہ امر واقع ہے جیسا کہ قول خداوندی ہے۔ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ ۝

دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمایئے۔

علامہ شیخ سلیمان جمل فتوحات الٰہیہ حاشیہ جلالین میں اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں۔

فَاِنْ قُلْتَ قَدْ اَخْبَرَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُغَیَّبَاتِ وَقَدْ جَاءَتْ اَحَادِیْثُ فِی الصَّحِیْحِ بِذٰلِكَ وَهُوَ مِنْ اَعْظَمِ مُعْجِزَاتِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَكَیْفَ الْجَمْعُ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ قَوْلِهٖ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ قُلْتُ یَحْتَمِلُ اَنْ یَّكُوْنَ قَالَهٗ عَلٰی سَبِیْلِ التَّوَاضُعِ وَالْاَدَبِ وَالْمَعْنٰی لَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ اِلَّا اَنْ یُّطْلِعَنِیَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَیُقَدِّرَهٗ لِیْ ۝ (التفسیر الجلالین وھکذا خازن جز الثانی)

ترجمہ۔ پس اگر تم کہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بکثرت مغیبات کی خبریں دیں۔ اور احادیث صحیحہ اس باب میں وارد ہوئیں۔ اور غیب کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعظم معجزات میں سے ہے۔ تو آیہ ولو کنت اعلم الغیب میں مطابقت کس طرح ہوگی۔ تو کہا جائیگا۔ یہاں احتمال یہ ہے کہ یہ کلام تواضع کے طور پر فرمایا اور معنی یہ ہیں۔ کہ میں غیب نہیں جانتا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے مطلع فرمانے اور مقدر کرنے سے

ان دلائل سے واضح ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیب کا علم اعظم معجزات میں سے ہے۔ لیکن یہاں پر یہ کلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات شریفہ سے بطور تواضع فرمایا کہ میں بذات خود غیب نہیں جانتا۔ بلکہ باعلام خداوندی جانتا ہوں۔

مخالفین حضرات آیہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء کا ترجمہ یہ کرتے ہیں۔ کہ اگر میں غیب جانتا ہوتا۔ تو بہت جمع کر لیتا خیر اور مجھے کوئی مصیبت نہ پہنچتی۔ تو بھی ہمارا ہی مدعا ثابت ہے۔ کیونکہ کسی چیز کا جاننا خیر جمع کرنے اور مصیبت سے بچنے کے لئے کافی

نہیں۔ جب تک کے خیر کے حاصل کرنے اور مصیبت سے بچنے پر قدرت نہ ہو۔ مجھ کو علم ہے۔ کہ بڑھاپا آوے گا۔ اس میں مجھ کو یہ تکالیف پہنچیں گی۔ مگر بڑھاپے کے دفع کرنے پر قدرت نہیں مجھے آج علم ہے۔ کہ غلہ چند روز کے بعد گراں ہو جائے گا۔ مگر میرے پاس پیسہ نہیں کہ بہت سا غلہ خرید لوں۔ تو معلوم ہوا کہ خیر جمع کرنا مصیبت سے بچنا علم اور قدرت دونوں پر موقوف ہے اور یہاں قدرت کا ذکر نہیں۔ تو علمِ غیب سے وہ علم مراد ہے۔ جو قدرت کے ساتھ متلازم ہے یعنی علمِ ذاتی جو لازم الوہیت ہے۔ جس کے ساتھ قدرت لازم ہے۔ ورنہ آیت کے معنی درست نہیں ہوں گے۔ کیونکہ مقدم اور تالی میں لزوم نہیں رہتا۔

حاصل یہ ہوا۔ کہ آیت میں پہلے خیر کا ذکر ہے۔ اور اس کے بعد سُوء کا ذکر ہے۔ خواہ سُوء سے مراد بُرائی یا تکلیف یا جنون یا مصیبت مراد لیں۔ آخر نبی اللہ کے لئے خیر تو تسلیم کرنا ہی پڑے گا وَمَن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً **ترجمہ**۔ جسے حکمت عطا کی گئی۔ اُسے خیر کثیر دی گئی۔ تو یہ بھی ماننا پڑے گا۔ آپ کو علمِ غیب عطائی حاصل ہے۔ لیکن ذاتی نہیں ہے میں یہ بھی واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ ہمارے علمائے اہلِ سنّت (بریلوی) کی بے شمار کتب میں اس سوال کے جوابات بہت زیادہ دیئے جا چکے ہیں۔ جن کا جواب آج تک کوئی صاحب پیش نہیں کر سکا۔ اور نہ قیامت تک پیش کر سکیں گے۔

نیز میرے خیال میں جس طرح مخالف صاحبان کو آیتہ ولو کنت اعلم الغیب سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عدمِ علم ہونے کا شبہ پیدا ہوا ہے۔ لازم ہے۔ کہ ان کو مندرجہ ذیل آیت سے بھی وہی شبہ ہوا ہوگا۔ ملاحظہ فرمایئے۔

وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّ
هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ (پ ۹ ع ۱۱ سورۃ الانفال)

ترجمہ۔ اور اگر اللہ ان میں کچھ بھلائی جانتا ہوتا۔ تو انہیں سنا دیتا۔ اور اگر سنا دیتا جب بھی انجام کار منہ پھیر کر پلٹ جاتے۔

اس آیت کے ظاہری معنے آیہ وَلَوْ کُنْتُ کی طرح ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اگر میں جانتا ہوتا ان میں کچھ بھلائی تو اُسے سنا دیتا۔ اس کا مطلب مخالفین کے قول کے مطابق پھر یہی ہوگا کہ وہ

معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کو بھی بے علم ہونا تسلیم کرتے ہوں گے۔

لیکن حضرات مخالفین کی علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسی عداوت ہے۔ کہ اگر انہیں خُداوند کریم کے علم غیب کا بھی انکار کرنا پڑے۔ تو وہ بے دھڑک یہ بھی کہہ بیٹھتے ہیں۔ کہ معاذ اللہ خدا تعالیٰ کو بھی علم غیب نہیں۔

چنانچہ ملاحظہ فرمایئے۔

مخالفین کا خدا تعالیٰ کے علم سے انکار

مولوی اسمٰعیل منکرین کے پیشوا اپنی کتاب تقویت الایمان میں رقمطراز ہیں۔

بلفظہٖ = سو اسی طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہے۔ جب چاہے۔ کر لیجئے۔ یہ اللہ صاحب کی شان ہے۔ (تقویت الایمان ص۲۴)

ان الفاظ پر غور فرمایئے۔ "غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہے" جس ذات کی شان عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ اسے دریافت کی کیا ضرورت ہے۔ دریافت تو وہ کرتا ہے۔ جسے پہلے کوئی معلوم نہ ہو۔ اور معلوم کرنے کے لئے دریافت کرے۔ کیا دریافت کرنے سے پہلے (معاذ اللہ) خداوند تعالیٰ جاہل ہوتا ہے۔

دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمایئے۔

مولوی حسین علی واں بھچراں جو مولوی رشید احمد گنگوہی کے شاگرد اور مولوی غلام اللہ خاں کے استاد ہیں اپنی کتاب بلغۃ الحیران میں لکھتے ہیں۔

بلفظہٖ = خدا تعالیٰ کو بندوں کے کاموں کی پہلے سے خبر نہیں ہوتی جب بندے اچھے یا بُرے کام کر لیتے ہیں۔ تب اُسکو علم ہوتا ہے۔ (بلغۃ الحیران ص۱۵۷)

ناظرین انصاف کی نظر سے توجہ فرمایئں۔ کہ اللہ رب العزت جل مجدہٗ تعالیٰ کی شان و عظمت میں اس سے بڑھ کر کیا گستاخی ہوسکتی ہے۔ کہ معاذ اللہ حق تعالیٰ کو غیب کا علم نہیں۔ ہاں اختیار ہے۔ کہ جب چاہے دریافت کر لے۔ اور استغفر اللہ خدا تعالیٰ کو بندوں کے کاموں کا علم بھی پہلے سے نہیں

ہوتا۔ جب بندے اچھا بُرا کام کر لیتے ہیں، تو اسکا علم ہوتا ہے۔ شانِ خداوندی میں ایسا ناپاک عقیدہ رکھنے والوں کیلئے متفقہ طور پر علمائے عظام نے کیا فتویٰ دیا ہے۔

شانِ ربّ العزّت میں توہین کفر ہے

یُکفَرُ وَاِذَا وَصَفَ اللّٰہُ تَعَالٰی بِمَا لَا یَلِیْقُ اَوْ نَسَبَہٗ اِلَی الْجَھْلِ اَوِ الْعَجْزِ اَوِ النَّقْصِ۔ الخ مختصرا (فتاوٰی عالمگیری جز الثانی ص ۵۸)

ترجمہ۔ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی ایسی شان بیان کرے۔ جو اس کے لائق نہیں یا۔ اسکو عجز یا جہل یا نقص کی طرف نسبت کرے۔ وہ کافر ہے۔

مندرجہ بالا فتاویٰ عالمگیری سے واضح ہو گیا۔ کہ شانِ بارگاہ ربّ العزت میں جو کوئی عجز یا جہل یا نقص کی نسبت کرے وہ کافر ہے۔ جب یہ صاحبان نے خدا تعالیٰ کے علم شریف پر ایسا ناپاک حملہ کرنے سے ذرا ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ تو کیا اُمی خدائے ذوالجلال کے برگزیدہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف میں ایسی بات کہنے سے اِن کو ذرا احساس تک بھی ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ جب یہ لوگ خدا تعالیٰ کو بے علم لکھنے میں کوئی عار نہیں جانتے۔ تو اگر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بے علم ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں تو کچھ تعجب نہیں۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ

بہر حال مذکورہ تمام دلائل سے ثابت ہو گیا۔ کہ آیۃ ولو کنت اعلم الغیب سے ذاتی علم غیب کی نفی ہے۔ اور عطائی علم غیب کا ثبوت ہے۔

علمِ شعر اور مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

شُبہ۔ علمِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر یہ بھی کہا کرتے ہیں۔ کہ قرآن میں ہے۔ وَمَا عَلَّمْنٰہُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْبَغِیْ لَہٗ۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کل علوم عطا ہوتے تو پھر یوں کہا جاتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کا علم نہیں سکھایا گیا۔ کیونکہ شعر بھی تو ایک علم ہے۔

جواب۔ معلوم ہوتا ہے کہ مخالفین کی عقل سلیم اُڑ چکی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب آدمی انبیاء کرام علیہم السلام کا بے ادب اور گستاخ ہو جاتا ہے۔ تو اُسکی عقل کام نہیں کرتی۔ اللہ تعالیٰ گستاخ سے شعور ہی چھین لیتا ہے۔ حیرت ہے کہ دشمنانِ رسول نے وَمَا عَلَّمْنٰہُ الشِّعْرَ سے عدم علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیسے مُراد لے لیا۔ کہاں شعر اور کہاں حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کے علم شریف کا مقام

اب ملاحظہ فرمایئے۔

یہاں شعر سے مراد ہے کلام کذب چونکہ کفّار قرآن کی نسبت اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ کہا کرتے تھے۔ کہ یہ قرآن شعر ہے۔ اور نبی اللہ شاعر ہیں۔ اس کی وضاحت قرآن سے ملاحظہ فرمایئے

بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚ (پ۱۷ سورۃ الانبیاء)

ترجمہ:۔ بلکہ کفّار بولے پریشان خوابیں ہیں۔ بلکہ ان کی گھڑت ہے۔ بلکہ یہ شاعر ہیں۔

اب اس آیت شریفہ سے واضح ہو گیا۔ کہ شعر سے مراد کلام کاذب ہے۔ جو کہ کفّار نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شاعر کہا اور قرآن کو شعر کہا۔ یعنی معاذ اللہ یہ جھوٹا کلام ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے کفّار کی اس بات کا ردّ فرماتے ہوئے واضح فرما دیا۔ کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کذب سے پاک ہیں۔

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۙ

لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّ يَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ (پ۲۳ ع ۴ سورہ یٰسین)

ترجمہ:۔ کہ ہم نے ان کو شعر نہیں سکھایا۔ اور نہ ان کی شان اقدس کے لائق ہے۔ وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن کہ اُسے ڈرائے جو زندہ ہو۔ اور کافروں پر بات ثابت ہو جائے

اس آیت شریفہ سے روشن ہو گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس باطل گوئی کا ملکہ ہی نہیں دیا۔ اور یہ کتاب قرآن اشعار یعنی اکاذیب پر مشتمل نہیں ہے کفّار قریش زبان سے ایسے بد ذوق اور نظم عروضی سے ایسے ناواقف نہ تھے۔ کہ نثر کو نظم کہلاتے۔ اور قرآن پاک کو شعر عروضی بتا بیٹھتے۔ اور کلام کا محض وزن عروضی پر ہونا ایسا بھی نہ تھا۔ کہ اس پر اعتراض کیا جا سکے۔

اس سے ثابت ہو گیا کہ اُن بے دینوں کی مُراد شعر سے کلام کاذب تھی۔ خواہ موزوں۔ اس

آیت میں اشارہ ہے۔ کہ حضور سید العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے علوم اوّلین وآخرین تعلیم فرمائے گئے۔ جن سے کشف حقائق ہوتا۔ اور آپ کے علوم واقعی نفس الامری ہیں۔ کذب شعری نہیں۔ جو حقیقت میں جہل ہے۔ وہ آپ کی شان کے لائق نہیں۔ وَمَا يَنْبَغِي لَهٗ اور اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا دامن تقدس اس سے پاک ہے۔ اس میں شعر بمعنی کلام موزوں کے جاننے اور اس کے صحیح وسقیم وجید وردی کو پہچاننے کی نفی نہیں ہے۔

اس لئے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف میں طعن کرنے والوں کے لئے یہ آیت ہرگز سند نہیں ہو سکتی۔

ایک اور آیت ملاحظہ فرمایئے۔

وَيَقُولُونَ اَئِنَّا لَتَارِكُوا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ ۝ بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ (پ ۲۳ ع ۵ سورۃ الصّٰفّٰت)

ترجمہ۔ اور کہتے تھے کہ ہم اپنے خداؤں کو چھوڑ دیں۔ ایک دیوانہ شاعر کے کہنے سے۔ بلکہ وہ تو حق لائے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ کفار کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شاعر کہنا۔ مراد کذب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ سے واضح فرما دیا۔ کہ شعر گوئی کا ملکہ نہیں۔

کتنے عروض قوافی کے جاننے والے فن شعر کے ماہر ایسے ہیں۔ کہ وزن شعر کے صحیح ادا کرنے پر قادر نہیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ انہیں شعر کے ادنیٰ وجید میں تمیز نہ ہو۔ فن کے قواعد ومصطلحات سے بے خبر ہوں۔ ہاں شعر گوئی کا ملکہ نہیں۔ علم سے بہت مرتبہ ملکہ مراد ہوتا ہے۔ روزمرہ کے محاورے ہی کو دیکھئے۔ فلاں عالم لکھنا نہیں جانتا۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ املا یا رسم الخط یا حروف کی صورت وہیئت اور قواعد کی اس کو خبر نہیں۔ سب کچھ جانتا ہے۔ لیکن لکھنے کا ملکہ نہیں۔ اسی طرح یہاں مراد علم ملکہ ہے۔ کچھ محاورات پر ہی منحصر نہیں۔ بلکہ ہر ملک اور ہر زبان میں علم بمعنی ملکہ بکثرت مستعمل ہے۔

اس کے لئے آیت شریفہ ملاحظہ فرمایئے۔

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ۝ (پ ۱۷ ع ۵ سورہ انبیاء)

ترجمہ۔ اور سکھایا ہم نے اسے تمہارا پہناوا بنانا کہ تمہیں آنچ سے بچائے تو کیا تم شکر کرو گے۔

اب اس آیت میں صاف واضح ہو گیا۔ کہ علم کے معنی ملکہ کے ہیں۔

اسی طرح آیت وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ سے بھی علم سے مُراد ملکہ ہے۔ اور ملکہ ہی کی نفی ہے۔ نہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کا علم نہیں۔ تو ثابت ہو گیا۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شعر دجید وردی اور موزوں و غیر موزوں میں امتیاز فرماتے تھے۔

علم شعر کی نفی آج تک کسی مفسر نے نہیں کی۔ یعنی چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی شان کے لائق نہیں ہے۔ اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق انشاد صادر نہیں ہوا۔ ہر بشری کمال آپ کے علم جامع کے تحت ہے۔ اس وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر فصیح و بلیغ اور شاعر و اشعر اور ہر ہر قبیلہ کو اُن لغات اور اُنہی عبارات میں جواب دیتے تھے۔ اور کاتبوں کو علم خط اور اہل حرفت کو ان کی معرفت پر تعلیم فرماتے تھے۔

اِن تمام دلائل سے ثابت ہو گیا۔ کہ جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم شعر حاصل ہے۔ اگر اس کے باوجود بھی مخالفین ہٹ دھرمی سے کام لیتے ہوئے باز نہ آئیں تو وہ اِسی آیت کے مصداق ٹھہرے ؏ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ط وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ٥

عالم جمیع اللّغات صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ۔ حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب شریف کے انکاری یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کل زبانوں کا علم نہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ آپ کو کل علم غیب نہیں۔

جواب۔ معلوم ہوتا ہے کہ علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی خاص دشمنی ہے۔ جو کہ تنکا کا بھی سہارا ڈھونڈتے ہیں۔ کہ کسی طرح علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم ثابت نہ ہو سکے۔ کسی ایک آیت یا حدیث میں نہیں ہے۔ کہ معاذ اللہ آپ کو تمام زبانوں کا علم نہیں تھا۔ پھر معلوم نہیں ان کو ایسی بے محل باتیں کیوں سوجھتی ہیں

اب قرآن کریم کی آیت شریفہ ملاحظہ فرمائیے۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ (پ ۱۳ ع ۱۳ سورۂ ابراہیم)

ترجمہ۔ ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا۔ کہ وہ اُن سے کھول کر بیان کر دیں۔

اس آیت شریفہ سے یہ ثابت ہوگیا۔ کہ ہر رسول کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اپنی قوم کی زبان میں مبعوث فرمایا۔ اُن رسولوں کو اپنی قوم کی زبان کا علم ہوتا تھا۔

چنانچہ صاحب تفسیر جمل اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں:۔

وَهُوَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُخَاطِبُ كُلَّ قَوْمٍ بِلُغَتِهِمْ۔

(تفسیر جمل جلد ۲ ص ۵۱۲)

ترجمہ:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر قوم سے ان کی زبان میں خطاب فرمایا کرتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوق کی زبانوں کا علم ہے۔

آیئے اور حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔

نسیم الریاض شرح شفا شریف جلد اول میں علامہ خفاجی فرماتے ہیں:۔

انه صلى الله عليه وسلم لجميع الناس علّمه جميع اللغات۔

(نسیم الریاض جلد ۲ ص ۳۸۷)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام لوگوں کی طرف بھیجا ہے تو اللہ تعالیٰ نے تمام زبانیں بھی سکھا دیں۔

ثابت ہوگیا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کی زبانوں کا علم عطا فرمادیا ہے۔

ایک اور آیت ملاحظہ فرمایئے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (پ ۲۲ ع سورۂ سبا)

ترجمہ۔ (یا رسول اللہ) ہم نے آپ کو ساری کائنات کے انسانوں کے لئے رسول و بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اِس آیت شریفہ سے ثابت ہو گیا، کہ حضور آقائے دوجہاں علیہ الصلوٰۃ والسّلام ساری دُنیا کے رُسول اور بشیر و نذیر ہیں۔ پہلے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام کسی خاص قوم کے رسول بنا کر بھیجے جاتے تھے لیکن سرور کائنات کے لئے کسی قوم کی قید نہیں فرمائی۔ بلکہ ساری دُنیا کے رسول ہیں۔ وَمَا اَرسلنا مِن رسولٍ اِلّا بلسان قومِہٖ اب جو ساری کائنات کے رسول اور بشیر اور نذیر ہوں۔ تو تسلیم کرنا پڑے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو ہر قوم کی زبانوں کا علم ہے۔ ورنہ یہی معلوم ہوگا، کہ رسالت مآب کی رسالت کُل عالمین ہونے کو تسلیم نہیں کرتے، جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کو تمام زبانوں کا عِلم حاصل ہے۔ تو جو سیّد المرسلین ہیں۔ اُن کو تمام زبانوں کا علم نہیں۔

ایک حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

فَاَصْبَحَ کُلُّ رَجُلٍ مِنْھُمْ یَتَکَلَّمُ بِلِسَانِ الْقَوْمِ الَّذِیْ بُعِثَ فِیْھِمْ ۝

(خصائص الکبرٰی جزالثانی)

ترجمہ۔ اِن صحابیوں نے صُبح کی تو ہر صحابی جس قوم کی طرف قاصد بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اسی قوم کی زبان میں کلام کرنے لگا۔

ابن ابی شیبہ اپنے مصنّف میں جعفر بن عمر سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے چار صحابیوں کو قیصر، کِسرای، مقوقس اور نجاشی کی طرف قاصد بنا کر بھیجا۔ اِن صحابیوں نے صبح کی تو جس صحابی کو جس قوم کی طرف قاصد بنا کر بھیجا گیا۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پاک سے اُن صحابہ کو وُہ زبانیں آگئیں۔ حالاں کہ وُہ صحابی سوائے عربی زبان کے اور زبان کو نہیں جانتے تھے۔

غور کیجئے کہ مالک کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ فیض سے امتیوں کو بغیر سیکھنے کے دوسری زبانیں آجائیں، اور خود اُنہیں عربی کے علاوہ کوئی زبان نہ آئے، سُبحان اللہ یہ کیسی عجیب توحید ہے۔ بحمدہٖ تعالیٰ اِن تمام دلائل سے ثابت ہو گیا، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر زبان جانتے ہیں۔ بلکہ ہر زبان کے مُعلّم تھے

مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء علیہم السلام کا علم

شُبہ۔ مخالفین یہ بھی کہا کرتے ہیں۔ کہ قرآن میں ہے۔ مِنْھُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَیْکَ وَمِنْھُمْ لَمْ

نَقْصُصْ عَلَيْكَ ○ اور ہم نے تم سے کسی کا احوال بیان کیا۔ اور کسی کا احوال نہ بیان کیا۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کل انبیاء کا علم نہیں۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کل علم غیب ہوتا تو آپ کو تمام انبیاء کا علم ہوتا۔

جواب۔ تعجب ہے کہ منکرین قرآنی آیات سے محض اپنے قیاس باطلہ سے کیوں غلط تفسیر کرتے ہیں لیجئے۔ جناب اپنی پیش کردہ آیت اور اس کی تفسیر پر غور فرمایئے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ○ (پ ۲۴ ع ۱۲ سورة المؤمن)

ترجمہ۔ اور بیشک ہم نے آپ سے پہلے کتنے رسول بھیجے۔ کہ جن میں کسی کا حال آپ سے بیان فرمایا۔ اور کسی کا حال نہ بیان فرمایا۔

چنانچہ صاحب تفسیر خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

مِنْهُمْ مَنْ لَمْ نقصص عليك اى خبرہ وحالہ فِي الْقُرْاٰن (التفسیر الخازن جزء السادس)

ترجمہ۔ ان میں کسی کا حال نہ بیان کیا۔ یعنی قرآن میں کسی کا ذکر صراحت کے ساتھ نہ کیا۔

اس تفسیر سے واضح ہو گیا ہے۔ کہ بعض انبیاء کے واقعات قرآن میں صراحتہً نہ بیان فرمائے۔ ذکر تفصیل کی نفی ہے۔ اور اجمالی ذکر سب کا کیا گیا ہے۔

دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمایئے۔

صاحب تفسیر صاوی اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یخرج من الدنیا حتّٰی علم جمیع الانبیاء تفصیلاً کیف لا وھم مخلوقون منہ وخلفھم لیلۃ الاسراء فی بیت المقدس ولکن لہ العلم والمکنون وانما ترک بیان قصصھم لامتہ رحمۃ بہم فلم یکلفھم الابما کانوا یطیقون ○

(التفسیر صاوی)

ترجمہ۔ تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے نہیں تشریف لے گئے۔ یہاں تک کہ تمام انبیاء کو

تفصیلاً جان لیا۔ کیونکر نہ جانیں وُہ سب رسول آپ ہی سے پیدا ہُوئے۔ اور شب معراج بیعت المقدس میں آپ کے مقتدی بنے۔ لیکن یہ علم مکنون ہے۔ اور ان کے قصے چھوڑ دیئے۔ اُمت کے لئے اُن پر رحمت فرماتے ہوئے۔ پس اُن کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔

اس تفسیر سے بھی واضح ہوگیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا علم ہے۔ اور بیعت المقدس میں تمام انبیاء نے امام الانبیاء علیہ التحیۃ والشفاء کے پیچھے نماز ادا فرمائی۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر بھی تمام انبیاء کا علم نہ ہوا۔ اب آیت شریفہ ملاحظہ فرمایئے :۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ط (پ۳ ع۱۶)

ترجمہ۔ اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے اُن کا عہد لیا۔ جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول (یعنی سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے۔ تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اُسکی مدد کرنا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور اُن کے بعد جس کسی کو نبوت عطا فرمائی۔ ان سے سید انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت عہد لیا۔

مذکورہ آیت کریمہ اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے ارشاد سے ثابت ہوگیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عہد لیا۔ اور واضح فرمایا۔ کہ اس رسول معظم کی شان یہ ہے۔ کہ جو تمہارے پاس ہے یعنی نبوت کتاب اور حکمت وغیرہ ان سب چیزوں کی تصدیق فرمائیں گے مقام غور ہے کہ جس چیز سے آدمی جاہل اور بے علم ہو اس کی تصدیق کیسے کر سکتا ہے۔ مثلاً کوئی آدمی کہتا ہے۔ میں نے کراچی دیکھی ہے۔ اور دوسرا شخص پاس سے کہہ دیتا ہے۔ بالکل ٹھیک ہے۔ واقعی تو نے کراچی دیکھی ہے۔ ظاہر ہے کہ اسکو اس کے کراچی جانے کا علم ہے۔ اگر علم نہ ہوتا۔ تو وہ جھوٹا ہے مصدق نہیں لہٰذا لازمی اور ضروری ہے۔ یہ بات کہ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے حالات اور شریعتوں کو جانتے تھے۔ تبھی تو تمام نبیوں کے مصدق ہو سکتے ہیں۔ اگر قرآن کی آیت میں شک ہے تو اپنے مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دیوبند کی تحذیر الناس دیکھ لیں۔ انشاء اللہ آپ کو یقین آجائے گا۔

یہ تو ہے انبیاء کے متعلق علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت قرآن سے ۔ آئیے اب دوسرے دلائل بھی دیکھیے۔

حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری مرقات شرح مشکوٰۃ جزء الاول اسی آیت کے متعلق فرماتے ہیں۔

هٰذَا لاینافی قوله تعالیٰ (ولقد ارسلنا رسلا من قبلك منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص عليك) لان المنفی هو التفصیل وَالثابت هُوَ الاجمال او المنفی عقید بالوحی الجلی والثبوت متحقق بالوحی الخفیّ ٥ (المرقات جزء الاول)

ترجمہ۔ یہ کلام اس آیت کے خلاف نہیں۔ کیونکہ نفی تو علم تفصیلی کی ہے۔ اور ثبوت علم اجمالی کا ہے۔ یا نفی وحی ظاہر کی ہے۔ اور ثبوت وحی خفی کا ہے۔

علامہ علی قاری رحمہ اللہ کی عبارت سے بھی صاف واضح ہوگیا۔ کہ آیت میں لَمْ نقصص علیك سے نفی تفصیل کی ہے۔ اور اجمالی ثابت ہے۔ یا آیت کی نفی وحی جلی کے ساتھ مقید ہے اور ثبوت وحی خفی سے متعلق ہے۔

نیز اگر آیت لم نقصص علیك سے عدم علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم مراد لیا جائے۔ تو قرآن کریم کی دوسری آیات کا انکار لازم آئیگا۔

ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

کَمِ النَّبِيُّوْنَ قَالَ مِائَةُ اَلْفٍ وَاَرْبَعَةٌ وَعِشْرُوْنَ اَلْفَ نَبِيٍّ کَمِ الْمُرْسَلُوْنَ مِنْهُمْ قَالَ ثَلَاثَةُ مِائَةٍ وَثَلَاثَةَ عَشَرَ (المستدرک جزء الثانی)

ترجمہ۔ حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل انبیاء کتنے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ہیں۔ میں نے عرض کی رسول کتنے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تین سو تیرہ ٥

اس حدیث سے بھی واضح ہوگیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کرام کا علم ہے۔ اگر معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نہیں تھا۔ تو آپ نے تعداد کیسے بیان فرمادی۔

لہ یعنی قرآن پاک میں نہیں دیگر وحی میں اس کا ثبوت موجود ہے ۱۲

ان تمام دلائل سے آفتاب کی طرح روشن ہوگیا کہ سیّد المرسلین کو تمام انبیائے کرام علیہم السّلام (ایک لاکھ چوبیس ہزار) کا علم ہے یہاں تک تو تھا مخالفین کے شبہ کا ازالہ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا تمام انبیاء کو جاننے کا بیان۔ اب اگر مخالفین کی تسلی نہ ہوئی ہو تو وہ ذرا اپنے معتبر مولوی کا تمام کو جان لینا ملاحظہ کریں۔ امید ہے کہ مخالفین کو کافی یقین حاصل ہوگا۔

فرقہ دیوبندیہ نجدیہ کے پیشوا مولوی حسین علی واں بچھراں اپنی کتاب بلغۃ الحیران میں لکھتا ہے

بلفظہٖ۔ ورایت الانبیاء کلھم من آدم الی نبیّنا صلی اللہ علیہ وسلم کلھم۔

ترجمہ۔ میں نے دیکھا۔ تمام انبیاء کو آدم سے لیکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک۔

لیجئے یہ ہیں رشید گنگوہی کے شاگرد اور غلام خاں کے استاد اور پیشوائے حسین علی واں بچھراں نے ایک لاکھ چوبیس ہزار حضرت آدم علیہ السّلام سے حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء کرام کو دیکھ لیا ناظرین انصاف کی نظر سے غور فرمائیں کہ منکرین کے پیشوا نے تو تمام انبیاء کو دیکھا۔ اور ان تمام کا اس کتاب پر ایمان ہے۔ کیونکہ آج تک انہوں نے تحریر نہیں کیا۔ کہ وہ یہ بات لکھ کر کافر یا مشرک ہو گیا تھا۔ جب انہوں نے اپنے مولوی حسین علی کے تمام انبیاء کو دیکھ لینے پر یقین کر لیا ہے لیکن حضور پُرنور کی باری آئے تو انکار کر دیتے ہیں۔

افسوس صد ہا افسوس کہ حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو سیّد المرسلین ہیں۔ اُن کو تمام انبیاء سے بے علم جانیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ معاذ اللہ نبی اللہ کے علم سے ایک مولوی کا علم زیادہ مانتے ہیں۔ ؎

وہ حبیب پیارا عمر بھر کرے فیض وجود ہی سربسر
اسے تجھ کو کھائے تپِ سقر تیرے دل میں کس سے بخار ہے!

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا اور تمام کا حال جانتے ہیں

شبہ ۱۔ مخالفین یہ بھی کہا کرتے ہیں۔ کہ قرآن میں ہے۔ وَمَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ میں نہیں جانتا کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کو جب اتنا معلوم نہیں ہے۔ تو پھر علم غیب کیسے ہُوا۔

جواب۔ مخالفین حضرات کا بارگاہ نبوت حبیب رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی شان اقدس میں بے ادبی وگستاخی و دریدہ دہنی و بدزبانی اس قدر انتہاء کو پہنچ چکی ہے۔ کہ وُہ منسوخ آیت پیش کر کے حضور آقاء دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی کہہ بیٹھے ہیں۔ کہ معاذ اللہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اپنا یہ علم بھی نہیں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اب جن لوگوں کو نبی اللہ پر یہ اعتبار نہیں کہ اُن کے ساتھ کیا ہو گا۔ کیا وُہ اُس نبی کا کلمہ پڑھنے کے حقدار ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ منسوخ آیت سے عدم علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم مُراد لینا۔ کس قدر بے ایمانی کا مظاہرہ ہے اب وہی آیت پیش کئے دیتا ہوں۔ جو مخالفین پیش کرتے ہیں۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ ۝

(پ ۲۶ ع ۱ سورۃ الاحقاف)

ترجمہ۔ آپ فرما دیجئے کہ میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہُوں۔ اور میں نہیں جانتا۔ کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

چنانچہ علامہ علاءُالدین رحؒ صاحب تفسیر خازنی اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

وَلَمَّا نزلت ھذہ الاٰیۃ فرح المشرکون وَقالوا والات و العزّٰی ما امرنا وامر محمد عند اللّٰہ الا واحد وماله علینا من مزیہ وفضل وَلَوْ لا انه ابتدع مایقوله من ذات نفسه لاخبرہ الذی بعثه بما یفعل به فانزل اللّٰہ عزوجل لیغفرلك اللّٰہ ماتقدم من ذنبك وَمَا تاخر فقالت الصّحابۃ ھینا لك یانبی اللّٰہ قد علمت ما یفعل بك فماذا یفعل بنا فانزل اللّٰہ عزوجل "لیدخل المؤمنین وَالمؤمنات جنات تجری مِنْ تحتھا الانھر" الاٰیه فانزل وبشر المومنین بان لھم فضلا کبیرًا۔ بیّن اللّٰہ ما یفعل به وَبھم وَھذا قول انس وقتادہ والحسن وعکرمه قالوا انما قبل اَنْ یخبر بغفران ذنبه وانما اخبر

بغفران ذنبہٖ عام الحدیبیۃ فنسخ ذالک ٥

(التفسیر الخازن جزء السادس مطبوعہ مصر)

ترجمہ۔ جب یہ آیت وَمَا اوری مالیفعل بی ولا بکم نازل ہوئی تو مشرک لوگ خوش ہوئے۔ اور کہنے لگے۔ لات وعزّیٰ کی قسم کہ ہمارا اور نبی کا حال یکساں ہے۔ اُن کو ہم پر کوئی زیادتی اور بزرگی نہیں۔ اگر وہ قرآن کو اپنی طرف سے گھڑ کر نہ کہتے ہوتے تو اُن کو بھیجنے والا خدا انہ بتا دیتا۔ کہ اُن سے کیا معاملہ کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ یغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبک پس صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یارسول اللہ آپ کو مبارک ہو۔ آپ نے تو جان لیا جو آپ کے ساتھ ہوگا۔ ہم سے کیا معاملہ کیا جائے گا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ لیدخل المؤمنین والمومنات جنات تجری من تحتہا الانہر۔ حضرت انس رضؓ وقتادہ رضؓ وعکرمہ رضؓ کا قول ہے۔ کہ یہ حضرات فرماتے ہیں۔ کہ یہ آیت اُس آیت سے پہلے کی ہے۔ جبکہ مغفرت کی خبر دیگئی۔ مغفرت کی خبر حدیبیہ کے سال دی گئی۔ تو یہ آیت وَمَا اوری ما یفعل بی ولا بکم منسوخ ہوگئی۔

اس آیت کی تفسیر سے صاف واضح ہوگیا۔ کہ اس آیت سے مشرکین عرب نے خوشی سے وہی اعتراض نکالا۔ جو کہ آج اسلام کا دعویٰ کرنے والے نکال رہے ہیں۔ ہائے اسلام کا دعویٰ اور یہ حرکتیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یغفرلک اللہ آیت نازل فرما کر کفار نابکار کا رد فرما دیا اور پہلی آیت وما اوری منسوخ ہو گئی۔ کیا جو لوگ اب منسوخ آیت سے وہی معنی مُراد لیں۔ جو مشرکین نے لئے تھے۔ تو غور کرلیں کہ کیا اُن میں اور اِن میں کچھ فرق رہ گیا۔ ؎

اے چشم شعلہ باز ذرا دیکھ تو سہی
یہ جو گھر جل رہا ہے کہیں تیرا ہی گھر نہ ہو

ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمایئے۔ کہ آیت وما اوری منسوخ ہے۔

علامہ عبدالرحمٰن بن محمد دمشقی علیہ الرحمہ رسالہ ناسخ ومنسوخ میں فرماتے ہیں۔

قولہ تعالیٰ ما اوری مَا یفعل بی ولا بکم الایہ نسخ بقولہ تعالیٰ

کو جب اتنا معلوم نہیں ہے۔ تو پھر علم غیب کیسے ہُوا۔

جواب۔ مخالفین حضرات کا بارگاہ نبوت حبیب رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی شان اقدس میں بے ادبی وگستاخی و دریدہ دہنی و بدزبانی اس قدر انتہاء کو پہنچ چکی ہے۔ کہ وُہ منسوخ آیت پیش کر کے حضور آقاء دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی کہہ بیٹھے ہیں۔ کہ معاذ اللہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اپنا یہ علم بھی نہیں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اب جن لوگوں کو نبی اللہ پر یہ اعتبار نہیں کہ اُن کے ساتھ کیا ہو گا۔ کیا وُہ اُس نبی کا کلمہ پڑھنے کے حقدار ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ منسوخ آیت سے عدم علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم مُراد لینا۔ کس قدر بے ایمانی کا مظاہرہ ہے اب وہی آیت پیش کئے دیتا ہوں۔ جو مخالفین پیش کرتے ہیں۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ ۝

(پ ۲۶ ع ۱ سورۃ الاحقاف)

ترجمہ۔ آپ فرما دیجئے کہ میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہُوں۔ اور میں نہیں جانتا۔ کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

چنانچہ علامہ علاءُالدین رح صاحب تفسیر خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

وَلَمَّا نزلت هذه الاية فرح المشركون وَقالوا واللات و العزّٰی ما امرنا وامر محمد عند الله الا واحد وماله علينا من مزيه وفضل وَلَوْ لا انه ابتدع مايقوله من ذات نفسه لاخبره الذى بعثه بمايفعل به فانزل الله عزوجل ليغفرلك الله ماتقدم من ذنبك وَمَا تاخر فقالت الصَّحابة هينالك يانبى الله قد علمت مايفعل بك فماذا يفعل بنا فانزل الله عزوجل ليدخل المؤمنين وَالمؤمنات جنات تجرى مِنْ تحتها الانهر۔ الاية۔ وَانزل وبشر المومنين بان لهم فضلا كبيرا۔ بَيَّن الله ما يفعل به وَبهم وَهذا قول انس وقتادہ والحسن وعكرمه قالوا انما قبل اَنْ يخبر بغفران ذنبه وانما اخبر

بغفران ذنبہ عام الحدیبیۃ فنسخ ذالک ٥

(التفسیر الخازن جزء السادس مطبوعہ مصر)

ترجمہ۔ جب یہ آیت وَمَا اوری مایفعل بی ولا بکم نازل ہوئی تو مشرک لوگ خوش ہوئے۔ اور کہنے لگے۔ لات وعزّیٰ کی قسم کہ ہمارا اور نبی کا حال یکساں ہے۔ اُن کو ہم پر کوئی زیادتی اور بزرگی نہیں۔ اگر وہ قرآن کو اپنی طرف سے گھڑ کر نہ کہتے ہوتے تو اُن کو بھیجنے والا خدا انہ بتا دیتا کہ اُن سے کیا معاملہ کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ یَغفرلکَ اللہ ماتقدم من ذنبک پس صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یارسول اللہ آپ کو مبارک ہو۔ آپ نے تو جان لیا جو آپ کے ساتھ ہوگا۔ ہم سے کیا معاملہ کیا جائے گا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ لیدخل المؤمنین والمومنات جنات تجری مِن تحتہا الانہر۔ حضرت انس رضؓ وقتادہ رضؓ وعکرمہ رضؓ کا قول ہے۔ کہ یہ حضرات فرماتے ہیں۔ کہ یہ آیت اُس آیت سے پہلے کی ہے۔ جبکہ مغفرت کی خبر دیگئی۔ مغفرت کی خبر حدیبیہ کے سال دی گئی۔ تو یہ آیت وَمَا اوری ما یقول بی ولا بکم منسوخ ہوگئی۔

اِس آیت کی تفسیر سے صاف واضح ہوگیا۔ کہ اِس آیت سے مشرکین عرب نے خوشی سے وہی اغراض نکالا۔ جو کہ آج اسلام کا دعویٰ کرنے والے نکال رہے ہیں۔ ہائے اسلام کا دعویٰ اور یہ حرکتیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یغفرلکَ اللہ آیت نازل فرما کر کفار نابکار کا ردّ فرما دیا اور پہلی آیت وما اوری منسوخ ہو گئی۔ کیا جو لوگ اب منسوخ آیت سے وہی معنی مُراد لیں۔ جو مشرکین نے لئے تھے۔ تو غور کر لیں کہ کیا اُن میں اور اِن میں کچھ فرق رہ گیا۔ ؎

اے چشم شعلہ باز ذرا دیکھ تو سہی
یہ جو گھر جل رہا ہے کہیں تیرا ہی گھر نہ ہو

ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمایئے۔ کہ آیت وما اوری منسوخ ہے۔

علامہ عبدالرحمٰن بن محمد دمشقی علیہ الرحمہ رسالہ ناسخ ومنسوخ میں فرماتے ہیں۔

قولہ تعالیٰ ما اوری مَا یفعل بی ولا بکم الایہ نسخ بقولہ تعالیٰ

انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر
اس کے آگے چل کر فرماتے ہیں۔ وفیھا ناسخ ولیس فیھا منسوخ فالناسخ
قولہ تعالیٰ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر والمنسوخ
قولہ تعالیٰ وما ادری ما یفعل بی ولا بکم ہ

(رسالہ ناسخ والمنسوخ علامہ عبدالرحمن دمشقی) آیت
ما ادری ما یفعل بی ولا بکم منسوخ ہے اور اسکا ناسخ انا فتحنا لک
فتحا مبینا ہے۔

ثابت ہوگیا۔ کہ ما ادری ما یفعل بی ولا بکم منسوخ ہے اور اس کا ناسخ انا فتحنا لک فتحا مبینا
ہے۔ جس کے ذریعے دنیا میں فتح مبین اور آخرت میں غفران کا مژدہ عطا فرما دیا گیا۔

اب رہا یہ کہ کیا اللہ تعالیٰ کسی آیت کو منسوخ فرما کر اس سے بہتر آیت نازل فرمانے پر بھی قادر
ہے۔ ہاں ملاحظہ فرمایئے۔

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰیَۃً مَّکَانَ اٰیَۃٍ وَّاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا یُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ
اَنْتَ مُفْتَرٍ بَلْ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ہ (پ ۱۴ ع ۱۹ سورۃ النحل)

ترجمہ۔ اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدلیں۔ اور اللہ خوب جانتا ہے
جو اتارتا ہے۔ کافر کہیں تم تو دل سے بنا لیتے ہو۔ بلکہ ان میں اکثر کو علم نہیں۔

اس آیت شریفہ سے واضح ہوگیا۔ کہ اللہ تعالیٰ اگر کسی آیت کے بدلے دوسری آیت نازل فرمائے
تو اس کی حکمت وہی جانتا ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین
کی خوشی کو پامال کر کے آیت انا فتحنا لک فتحا مبینا نازل فرمائی۔

ایک اور آیت ملاحظہ فرمایئے۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِھَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْھَآ اَوْ مِثْلِھَا
اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہ (پ ۱ ع ۱۲ سورۃ البقرہ)

ترجمہ۔ اور جب کوئی آیت ہم منسوخ فرمائیں یا بھلا دیں۔ تو اس سے بہتر یا اس جیسی
لے آئیں گے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہے۔

اس آیت شریفہ سے بھی صاف واضح ہوگیا، کہ منسوخ بھی اللہ تعالیٰ کیطرف سے ہے۔ اور ناسخ بھی دونوں عین حکمت ہے اور ناسخ کبھی منسوخ سے زیادہ نافع ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ کوئی تعجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک آیت کو منسوخ فرماکر دوسری آیت اس کی ناسخ بیان فرمادے۔

ثابت ہوگیا کہ مخالفین جو آیت پیش کرتے ہیں، یہ منسوخ ہے۔ اور اسکا ناسخ انا فتحنالک قرآن میں موجود ہے۔ اس لئے منسوخ آیت سے نفی علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم مُراد لینا بالکل جہالت اور غلطی ہے۔ اگر بالفرض کوئی مذکورہ آیت کو منسوخ نہ جانے تو پھر بھی اہلِ علم و دیانت کے لئے کوئی مشکل نہیں، کیونکہ آیت میں وما ادریؔ جو آیا ہے۔ درایۃ سے مشتق ہے اور روایت اٹکل و قیاس سے کسی بات کو جان لینے کو کہتے ہیں۔ جیساکہ ردالمختار میں ہے۔

الدرایۃ ای ادراک العقل بالقیاس علی غیرہ (رد المختار)

آیت کے صاف معنے یہ ہوئے۔ کہ میں اپنی عقل سے نہیں جانتا۔ اور تعلیم الٰہی جاننے کا انکار کسی آیت یا حدیث سے نہیں نکلتا۔ لیکن تعجب ہے کہ مخالفین نے یہ نتیجہ نکالا۔ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں معلوم تھا۔ کہ ان کے ساتھ کیا ہوگا۔ (استغفر اللہ) حالاں کہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ (پ ۳۰ ع ۱۷ سورۃ الضحیٰ)

ترجمہ۔ (اے پیارے محبوب) آپ کی پچھلی گھڑی پہلی گھڑی سے بہتر ہے۔ قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا، کہ آپ راضی ہو جاؤ گے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہے۔

عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ (پ ۱۵ ع ۸ سورہ بنی اسرائیل)

ترجمہ۔ (اے محبوب) قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو ایسی جگہ کھڑا کرے گا۔ جہاں سب آپ کی حمد کریں گے۔

ایک اور جگہ فرمایا ہے۔

يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِىَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ

لہ یاد رہے کہ حدیث میں بھی جو الفاظ وَمَا ادری ما یفعل بی ولا بکم آتے ہیں وہاں بھی یہی معنے ہیں۔ اور وہ واقعہ بھی اور ہے ۱۲

اَیۡدِیۡھِمۡ وَ بِاَیۡمَانِھِمۡ ۝ (پ۲۸ ع ۱۹ سورہ تحریم)

ترجمہ - اُس دن اللہ رسوا نہ کرے گا۔ نبی اور اُن کے ساتھ ایمان والوں کو اِن کا نُور دوڑتا ہوگا۔ اُن کے آگے اور اُن کے دہنے۔

غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ارشاد باری ہے۔

وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ یُدۡخِلۡہُ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ وَمَنۡ یَّتَوَلَّ یُعَذِّبۡہُ عَذَابًا اَلِیۡمًا ۝ (پ۲۶ ع ۹ سورۃ الفتح)

ترجمہ - اور جس نے اللہ و رسول کی اطاعت کی۔ اللہ تعالیٰ اس کو باغوں میں لے جائے گا جس کے نیچے نہریں ہوں گی۔ اور جو اطاعت نہ کرے گا۔ اس کو درد ناک عذاب ہوگا۔

اِن آیاتِ طیبات سے واضح ہوگیا۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا اور اپنے صحابہؓ اور اپنے منکرین کے احوال کا علم ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اِن سے کیا سلوک فرمائے گا۔ لیکن ان لوگوں کو کون سمجھائے۔ جن کے عقائد بگڑ چکے ہیں۔ چنانچہ منکرین کے امام مولوی اسمٰعیل قتیل دہلوی اپنی کتاب تقویت الایمان میں رقمطراز ہے۔

مخالفین کا عقیدہ کہ نبی کو اپنے خاتمہ کا بھی علم نہیں

بلفظہٖ۔ جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا۔ خواہ دُنیا میں خواہ قبر میں۔ خواہ آخرت میں سو اسکی حقیقت کسی کو معلوم نہیں۔ نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا۔ (تقویت الایمان ص۳۱)

دیکھئے کیسی بے ادبی اور گستاخی ہے۔ انبیاءِ کرام علیہم السلام اور خصوصًا حضور سیدنا آقائے دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کیسا عناد و عداوت ہے۔ اِن لوگوں نے قرآن کریم کی بے شمار آیات جس میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دُنیا و آخرت کی عظمتوں سے سرفراز فرمانے کے وعدے اور مؤمنین صحابۂ عظام کے ساتھ جو سلوک ہونا ہے اور کُفّار نابکار کے ساتھ جو ہوگا۔ سب کی اللہ تعالیٰ نے بشارتیں اپنے محبوب کو دے دی ہیں۔ اِن سب آیاتِ کثیرہ کو پس پُشت ڈال کر یہ کہتے ہیں۔ کہ نبی کو دنیا اور آخرت کا حال نہ اپنا معلوم نہ اور کا۔ یعنی اپنے خاتمہ اور نجات کی بھی خبر نہیں معاذ اللہ۔ کئی آیات آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کے متعلق پڑھ لی ہیں۔ کہ ان سے کیا معاملہ

ہوگا اب چند احادیث بھی گوش گزار کی جاتی ہیں۔

عَنْ اَبِی ھُرَیْرَہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَاَوَّلُ مَنْ یَنْشَقُّ عَنْہُ الْقَبْرُ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ ۝ رواہ المسلم (المشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین ص۵۱۱)

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرۃؓ کہتے ہیں، کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن میں اولاد آدم کا سردار ہوں گا۔ اور سب سے پہلے قبر سے میں اٹھوں گا۔ اور سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا۔ اور میری شفاعت قبول ہوگی۔

دوسری حدیث۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا فَخْرَ وَبِیَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَّبِیٍّ یَوْمَئِذٍ اٰدَمُ فَمَنْ سِوَاہُ اِلَّا تَحْتَ لِوَائِیْ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْہُ الْاَرْضُ وَلَا فَخْرَ رواہ الترمذی ۝

(المشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین ص۵۱۱)

ترجمہ۔ حضرت ابوسعیدؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن میں آدم کی اولاد کا سردار بنوں گا۔ اور یہ بات میں فخر کے طور پر نہیں کہتا اور میرے ہاتھ میں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا ہوگا۔ اور اس کو فخر سے نہیں کہتا اور قیامت کے دن آدم اور ان کے سواء تمام دوسرے پیغمبر میرے جھنڈے تلے ہوں گے۔ اور قیامت کے دن سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی اور میں قبر سے سب سے پہلے اٹھوں گا اور اس پر مجھ کو فخر نہیں۔

تیسری حدیث عَنْ اَنَسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا اَکْثَرُ الْاَنْبِیَاءِ تَبَعًا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَاَنَا اَوَّلُ یَسْتَفْتِحُ بَابَ الْجَنَّۃِ فَیَقُوْلُ الْخَازِنُ مَنْ اَنْتَ فَاَقُوْلُ مُحَمَّدٌ فَیَقُوْلُ بِکَ اُمِرْتُ اَنْ لَّا اَفْتَحَ لِاَحَدٍ قَبْلَکَ ۝ (المشکوٰۃ باب فضائل سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْنَ ص۵۱۱)

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ روز

قیامت میرے متبع تمام انبیاء کے متبعین سے زیادہ ہوں گے۔ اور پہلا وہ شخص میں ہوں گا۔ جو جنت کا دروازہ کھلواؤں گا۔ الخ۔ خازن دریافت کرے گا۔ آپ کون ہیں۔ میں کہوں گا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ عرض کرے گا۔ مجھے آپ کے لئے ہی حکم دیا گیا ہے۔ کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے جنت کا دروازہ نہ کھولوں۔

اِن احادیث سے بھی واضح ہو گیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات و مراتب اور آخرت میں آپ کی شان و شوکت کتنی ارفع و اعلیٰ ہوگی۔

لیکن افسوس اُن ناکارے بدنصیبوں پر جو یہ بکتے ہیں۔ کہ معاذ اللہ آپ کو اپنے خاتمہ کا بھی علم نہیں۔ ابھی انشاء اللہ اور احادیث بھی آئیں گی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی اشخاص کو جنتی ہونے کی بشارتیں دیں۔ اس لئے اختصاراً اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ تو معلوم ہوا کہ وما ادری سے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اور دوسری کے احوال سے ناواقف مانا تو کئی آیات اور احادیث کثیرہ کا انکار لازم آئیگا۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ اللہ کے رسول کے متعلق ایسا عقیدہ اور اپنے مولوی کو جنتی یقین کرنا کیسی دو رُخی ہے۔ چنانچہ مولوی اشرف علی تھانوی کا ارشاد کتاب ارواح ثلثہ میں درج ہے۔

مخالفین کے مولوی اشرف علی تھانوی کی بشارت

چوتھی بات یہ ارشاد فرمائی کہ جب ہم جنت میں جائیں گے۔ اور یہ ایسے طور پر فرمایا جیسے یقین ہو کہ جنت میں جائیں گے (ارواح ثلثہ ص۳۵)

اس موضوع پر قرآن وحدیث میں بے شمار دلائل ہیں۔ جن میں سے مشتِ از خروارے پیش کئے گئے ہیں جس شخص کے پہلو میں قلب سلیم ہے۔ اس کے لئے تو یہ آیات اور احادیث بھی بہت زیادہ ہیں۔ اُسے بفضلہٖ تعالیٰ ضرور ہدایت نصیب ہوگی۔ اور جن لوگوں کے دل مخالفتِ رسول تعصب اور فسق و فجور کے عادی ہیں۔ ان کے متعلق قرآنی فیصلہ سنئے۔

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کا علم

شبہ۔ مخالفین یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ قرآن میں آتا ہے۔ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ آپ ان منافقوں کو نہیں جانتے ہم جانتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کا علم نہ تھا۔ تو آپ کو کل علم غیب کیسا۔

جواب۔ منکرین کا یہ اعتراض بھی کرنا بالکل بے محل ہے۔ اس آیت میں یہ کہاں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو منافقین کے احوال کا علم نہیں عطا فرمایا۔ یہ شبہ ان حضرات کو اسی بنا پر ہے۔ کہ وہ قرآن اور تفسیر سے بالکل کورے ہیں۔ سب سے پہلے اسی آیت کریمہ میں غور کیجئے۔ اور اس کے ساتھ تفسیر ملاحظہ فرمایئے۔

وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ ط نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ط سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۝

(پ ۱۱ ع ۱ سورۃ التوبہ)

ترجمہ۔ اور کچھ مدینہ والے ان کی خو ہو گئی ہے۔ نفاق تم انہیں نہیں جانتے ہم جانتے ہیں جلد ہم انہیں دوبارہ عذاب دیں گے۔ پھر بڑے عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے۔

چنانچہ امام فخر الدین رازیؒ صاحب تفسیر کبیر اسی آیت شریفہ کے تحت فرماتے ہیں۔

عن السدی عن انس بن مالك قام النبی صلی اللہ علیہ و سلم خطیبا یوم الجمعۃ فقال اخرج یا فلان فانك منافق اخرج یا فلان فانك منافق فاخرج من المسجد ناسًا ففضحهم ۝

ترجمہ۔ سدی نے انس بن مالکؓ سے روایت کیا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر یوم جمعہ کو خطبہ فرمایا۔ اور فرمایا اے فلاں نکل جا تو منافق ہے۔ اے فلاں نکل جا تو منافق ہے۔ پس آپ نے منافقوں کو ذلیل و رسوا کر کے مسجد سے باہر نکال دیا۔

اسی طرح محی السنۃ علامہ بغوی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کی وضاحت فرماتے

ہوئے یہی الفاظ لکھے ہیں۔

صاحب تفسیر درِ منثور اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں،

عن ابن عباسؓ قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الجمعۃ خطیباً فقال قم یافلان فاخرج فانک منافق فاخرجھم باسمائھم ففضحھم ولم یکن عمر ابن الخطاب شھید تلک الجمعۃ لحاجۃ کانت لہ لقیھم عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وھم یخرجون من المسجد فاختباء عمر منھم استحیاء انہ لیشھد ان الجمعۃ وظن الناس قد انصرفوا فاختبؤا ھم من عمر وظنوا انہ علم بامرھم فدخل عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ المسجد فاذا الناس لم ینصرفوا، فقال الرجل البشر یا عمر فقد فضح اللہ المنافقین الیوم فھذا العذاب الاولیٰ والعذاب الثانی فی القبر۔ (التفسیر در منثور)

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے تو فرمایا۔ کہ اے فلاں اُٹھ تو منافق ہے۔ پھر منافقوں کے نام لے لیکر باہر نکال دیا۔ اور انہیں رسوا کیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اُس جمعہ کسی وجہ سے حاضر نہیں ہوئے تھے۔ منافقوں نے گمان کیا کہ حضرت ہمارے حال سے آگاہ ہو گئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے درانحالیکہ منافق مسجد سے خارج ہو رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منافقوں سے کترائے۔ کیونکہ واقعہ کی خبر نہیں تھی اس لئے کہ آپ جمعہ سے رہ گئے تھے۔ تو ایک آدمی نے کہا اے عمرؓ خوشخبری ہو۔ کہ آج خدا تعالیٰ نے منافقوں کو ذلیل و رسوا کر دیا۔ پس منافقوں کے لئے یہ پہلا عذاب ہے۔ اور دوسرا عذاب قبر میں ہے۔

ابوالشیخ نے ابی مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ

فی قولہ سَنُعَذِّبُھُمْ مَّرَّتَیْنِ فَقَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعَذِّبُ الْمُنَافِقِیْنَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ بِلِسَانِہٖ عَلَی الْمِنْبَرِ وَعَذَابُ الْقَبْرِ۔

ترجمہ۔ یعنی خدا تعالیٰ کے اس قول کے مطابق کہ جلد ہی ہم اُنہیں منافقوں کو دو مرتبہ عذاب دیں گے۔ اُس نے کہا۔ کہ ایک عذاب تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان پاک سے منبر پر کھڑے ہو کر اُن کو دے دیا۔ اور دوسرا عذاب قبر میں ہوگا۔

چنانچہ اِس مذکورہ حدیث کے تحت علاّمہ ملاّ علی قاری رحمۃ اللہ الباری شرح شفا میں فرماتے ہیں۔

كان المنافقون من الرجال ثلثة مائة ومن النساء مائة و سبعين ٥ (شرح شفا لعلامه قاری)

ترجمہ۔ کہ منافقین مرد تین سو تھے اور منافق عورتیں ایک سو ستّر۔

صاحب تفسیر سراج منیر اسی آیت لا تعلم وعن نعلمهم کے تحت فرماتے ہیں۔

قال قيل كيف هذا مع قوله تعالى لا تعلمهم نحن نعلمهم اجيب بانه تعالى اعلمه بهم بعد ذالك ٥ (التفسير سراج المنير جزء الرابع)

ترجمہ۔ اگر کہا جائے خدا کے اِس قول کی موجودگی میں کہ آپ اِن کو نہیں جانتے۔ ہم اِن کو جانتے ہیں تو یہ کہ واقع کیونکر ہُوا۔ تو میں اس کا جواب یہ دوں گا۔ کہ حق تعالیٰ نے آپ کو نفی کے بعد منافقوں کی اطلاع دیدی۔

صاحب تفسیر جمل اسی آیت لا تعلم ونحن نعلمهم کے ماتحت فرماتے ہیں۔

فَاِنْ قُلْتَ كَيْفَ نَفٰى عَنْهُ بِحَالِ الْمُنَافِقِيْنَ وَ اَثْبَتَهٗ فِيْ قَوْلِهٖ تعالىٰ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ فَالْجَوَابُ اَنَّ اٰيَةَ النَّفْيِ نَزَلَتْ قَبْلَ اٰيَةِ الْاِثْبَاتِ فَلَا تَنَافِيْ كَرْمَخِيْ ٥ (التفسير جمل جزء الرابع)

ترجمہ۔ پس اگر تم کہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منافقین کے حال جاننے کی نفی کیوں کی گئی ہے۔ حالانکہ آیت وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ میں اس کے جاننے کا ثبوت ہے۔ تو اِس کا جواب یہ ہے کہ نفی کی آیت ثبوت کی آیت سے پہلے نازل ہُوئی۔

توجّہ فرمایئے کہ صاحب تفسیر کبیرؒ اور صاحب تفسیر معالم التنزیلؒ اور صاحب تفسیر درمنثورؒ کا

آیت لاتعلمہم نحن نعلمہم کے تحت اس حدیث کو لانا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منافقین کے نام لے لیکر اُن کو مسجد سے باہر نکال دیا۔ یہ اس بات کا روشن ثبوت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کا علم تھا۔ اگر معاذ اللہ آیت سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا منافقوں کے حال سے بے خبر ہونا مراد ہوتا۔ تو مفسرین کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منافقین کے جاننے کی حدیث کبھی اس آیتہ کے تحت نہ لاتے۔ بلکہ مفسرین کا حدیث مذکورہ کو آیت لاتعلم کے تحت لانے کا صرف مقصود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے منافقین کے احوال کا علم ہے۔

اسی طرح صاحب تفسیر سراج منیر و صاحب تفسیر جمل نے دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ نفی کی آیت ثبوت کی آیت سے پہلے نازل ہوئی۔ غرضیکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منافقین کے احوال سے بے علم ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ مگر بصیرت سے محروموں کو شاید کبھی تفسیر پڑھنے کا موقع بھی نہیں ملا۔ ہاں اگر کبھی تفسیر کا مطالعہ کیا بھی ہوگا۔ تو سرکار سید دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف میں عیب تلاش کرنے کے لئے۔ تو پھر ایسے کو کیا نظر آسکتا ہے۔ ؎

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے
دیدۂ کور کو کیا نظر آئے کیا دیکھے!

نیز آیت وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ میں اظہار غضب ہے۔ جب کسی پر سختی مقصود ہوتی ہے۔ تو اپنے زیادہ محبوب کو یہ کہا جاتا ہے کہ تم نہیں جانتے ہم جانتے ہیں، واقعی یہ سخت عذاب کے لائق ہیں۔ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ یہاں تو منافقین کی سخت بے ایمانی کا اظہار کرنا مقصود ہے۔ اس لئے یہاں سے تو بے علم ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہو سکتا۔ اس لئے یہ آیت علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اثبات میں ہے۔ پھر معلوم نہیں کہ مخالفین کو لاتعلمہم سے ایسا وسوسہ کیوں پیدا ہوا ہے۔ خدانخواستہ کہیں مندرجہ ذیل آیت کو پڑھ کر علم باری کے متعلق وسوسہ میں نہ پڑ جائیں۔ اور کہہ دیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کو بھی علم نہیں تھا۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَا اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ
مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ۝ (پ۲ ع ۱ سورۃ البقرۃ)

ترجمہ۔ (اے محبوب تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لئے مقرر کیا تھا کہ ہم جان لیں

کون رسول کی پیروی کرتا ہے۔ اور کون اُلٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔

اِس آیت میں اِلَّا لِنَعۡلَمَ کے لفظ سے مخالفین کو وہی شبہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی پہلے سے یہ معاذ اللہ علم نہیں تھا۔ کہ کون رسول کی پیروی کرے گا۔ کیا پھر مخالفین کا یہ کہنا قابلِ التفات ہوگا۔ ہرگز نہیں۔

اسی طرح لِنَعۡلَمَ سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کی نفی ہرگز نہیں ہو سکتی۔ ورنہ قرآن کریم کی دیگر آیات کا انکار لازم آئے گا۔

یہاں تک تو مخالفین کے شبہ کا ازالہ اب قرآن کی رو سے حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کا علم ہونا ملاحظہ فرمائیے۔

فَتَرَى الَّذِيۡنَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوۡنَ فِيۡهِمۡ ۝

(پ ۶ ع ۱۱ سورۃ المائدہ)

ترجمہ۔ (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) آپ دیکھ رہے ہیں۔ اُن لوگوں کو جن کے دلوں میں مرض ہے۔ جو کہ بڑھ رہے اُس میں۔

اس آیت کریمہ سے صاف واضح ہو گیا۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام منافقین کے دلوں کو بھی جانتے ہیں۔ اب جن شاتمان رسول کی آنکھوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں۔ ان کو کیا نظر آئیگا۔

دوسری آیت ملاحظہ فرمائیے۔

وَلَتَعۡرِفَنَّهُمۡ فِىۡ لَحۡنِ الۡقَوۡلِ ۝ (پ ۲۶ ع ۔ سورۃ محمد صلعم)

ترجمہ۔ (اے محبوب) آپ منافقین کی بات کے اسلوب سے پہچان لوگے۔

اس آیت شریفہ سے بھی واضح ہو گیا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کا علم ہے۔ آپ اُن کو پہچانتے تھے۔ ناظرین انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ تو یہ فرمائے۔ کہ میرے محبوب منافقین کے احوال کو جانتے تھے۔ اور مخالفین یہ کہیں کہ آپ کو معاذ اللہ منافقوں کا علم نہ تھا۔ حالانکہ منافقین کا یہ عقیدہ تھا کہ ہمارے نفاق کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں ہے۔ جیسا کہ آئندہ پیش کیا جائے گا۔ ان تمام دلائل سے ثابت ہوگیا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقوں کا علم تھا۔ اگر اسکے باوجود بھی مخالفین کی تسلی نہ ہوئی ہو تو اُن سے خدا سمجھے۔

منافقین کا علمِ نبوّت پر طعن

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب شریف پر منافقین لوگ اکثر طعن وتشنیع کرتے رہتے تھے اور آپ کے علم شریف کا مذاق اڑاتے تھے۔ اور لوگوں سے یہ بکتے تھے۔ کہ ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب رہتے ہیں۔ اگر ان کو ہمارے نفاق کا علم ہو تو ہمیں باہر نہ نکال دیں۔ اس لئے آپ کو کوئی علم نہیں ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ط (پ ۴ ع ۸ سورۃ آل عمران)

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ مومنین کو اس حال پر نہیں چھوڑے گا۔ جس پر تم ہو۔ جب تک کہ علیحدہ نہ کر دے۔ گندوں کو ستھروں سے۔

اس آیت کریمہ کے شان نزول کو ملاحظہ فرمائیے۔

علامہ علاؤالدین صاحب تفسیر خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

قال السدی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرضت علی امتی فی صورحا فی الطین کما عرضت علی ادم واعلمت من یؤمن بی ومن یکفر فبلغ المنافقین فقالوا مستھزا زعم محمد انہ یعلم من یومن ومن یکفر ممن لم یخلق ونحن معہ وما یعرفنا ٥

(التفسیر الخازن صہ جزء الاول مطبوعہ مصر)

ترجمہ۔ جب کہ میری امت مٹی کی شکل میں تھی۔ اسوقت وہ میرے سامنے اپنی صورتوں میں پیش کی گئی۔ جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کی گئیں۔ اور میں نے جان لیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا۔ اور کون کفر کریگا۔ پس یہ خبر جب منافقین کو پہنچی۔ تو انہوں نے برائے استہزاء کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ گمان ہے۔

کہ وہ جانتے ہیں۔ کہ جو لوگ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے۔ اُن میں سے کون ایمان لائیگا۔ اور کون کفر کریگا۔ باوجودیکہ ہم ان کے ساتھ ہیں اور وہ ہمیں نہیں پہچانتے۔

اس آیت و تفسیر سے واضح ہوگیا۔ کہ منافقین کا یہ عقیدہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کے حالات کا علم نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ منافقین کا گروہ علم مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء میں طعنے کیا کرتا تھا۔

چنانچہ جب منافقین کی یہ خبر حضور علیہ الصلوٰۃ کو پہنچی کہ منافقین میرے علم کا استہزا اُڑا رہے ہیں کہ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ جو لوگ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے۔ اُن کے ایمان و کُفر کا علم ہو جائے۔ یہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا گمان ہے۔ اب ملاحظہ فرمایئے کہ جب منافقین نے علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کیا تو سرور کائنات نے اسکا کیا جواب فرمایا۔

مُصطفٰی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد

ان قوموں کا کیا حال ہے۔ جو میرے علم میں طعنے کرتے ہیں۔

قیامت تک جو ہونیوالا ہے۔ جو چاہو سوال کرو میں خبر دونگا۔

چنانچہ علامہ بغویؒ صاحب تفسیر معالم التنزیل اسی آیت (ماکان اللہ لیذر المومنین) کے ماتحت فرماتے ہیں۔

فبلغ ذالك رسول اللہ صلی اللہ عَلَیۡہِ وسلم فقام علی المنبر فحمد اللہ تعالیٰ وَاَثۡنیٰ عَلَیۡہِ ثُمَّ قَالَ مَاجَالُ اقوامٍ طَعَنُوۡا فِیۡ عِلۡمِیۡ لَا تَسۡاَلُوۡنِیۡ عَنۡ شیءٍ فِیۡمَا بَیۡنَکُمۡ وَبَیۡنَ السَّاعَۃِ اِلَّا اَنۡبَاۡتُکُمۡ بِہٖ فَقَامَ عَبۡدُ اللّٰہِ بۡنُ حذافۃَ السَّھۡمِیُّ فَقَالَ مَنۡ اَبِیۡ یَارَسُوۡلَ اللّٰہِ۔ قَالَ حُذَافَۃُ

فَقَامَ عُمَرُ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا وَبِكَ نَبِيًّا فَاعْفُ عَنَّا عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَهَلْ اَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ ثُمَّ نَزَلَ عَلَى الْمِنْبَرِ ۝ (التفسیر معالم التنزیل جزءِ الاوّل صد ۵۶ سطر ۲ مطبوعہ مصر)

ترجمہ۔ پس یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی۔ تو آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی۔ پھر فرمایا اُن قوموں کا کیا حال ہے۔ جو میرے علم میں طعنے کرتے ہیں۔ آج سے قیامت تک جو ہونیوالا ہے۔ اُس میں کوئی چیز ایسی نہیں جس کا تم مجھ سے سوال کرو۔ اور میں تمہیں اس کی خبر نہ دوں۔ جو بھی تم مجھ سے پُوچھوگے۔ میں تمہیں اُسکی خبر دوں گا۔ عبد اللہ بن حذافہ نے کھڑے ہو کر سوال کیا۔ میرا باپ کون ہے۔ آپ نے فرمایا حذافہ۔ پھر حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے فرمایا یا رسول اللہ ہم اللہ کی ربوبیت پر اسلام کے ایک دین ہونے پر قرآن کے امام ہونے پر اور آپ کے نبی ہونے پر راضی ہوئے۔ ہم کو معاف فرمایئے۔ اللہ آپ کو معاف کریگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تم باز آجاؤ گے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے اتر آئے۔

اس تفسیر سے یہ آفتاب کی طرح روشن ہو گیا۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیامت تک کی ہر شے کا علم ہے۔ اسی لئے آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ جو سوال کروگے میں اس کا جواب دوں گا۔ جو پوچھو گے میں اُس کی تمہیں خبر دُوں گا۔ تو ثابت ہو گیا۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیامت تک جو ہونیوالا ہے۔ اُس کا علم ہے۔

دوسری بات یہ بھی ثابت ہو گئی۔ کہ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں علم ماکان وما یکون ہونے پر ایمان تھا۔

تیسری بات یہ معلوم ہو گئی۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم شریف میں طعنے کرنے والا منافقین ہی کا گروہ تھا۔ جس پر خدا کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ ماجال اقوام طعنوفی علمی اُن قوموں کا کیا حال ہے۔ جو میرے علم میں طعنے کرتے ہیں۔ آج کل جو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر اعتراض اور طعن کرتے ہیں۔ انہیں خود فیصلہ کر لینا چاہیئے۔ کہ یہ روش اختیار کر کے وہ کس گروہ

میں شامل ہو رہے ہیں۔

فیصلہ خداوندی

انبیاء علیہم السلام کو علم غیب پر مطلع کیا جاتا ہے

چنانچہ جب منافقین نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب شریف کا استہزا اڑایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب فرما دیا۔ کہ ہاں میں اپنے پسندیدہ رسولوں کو غیب کے علم سے مطلع کرتا ہوں۔ آیتہ شریفہ ملاحظہ فرمایئے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ (پ ۴ ع ۸ سورۃ آل عمران)

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے۔ ہاں تعالیٰ چن لیتا ہے۔ اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔ تو ایمان لاؤ۔ اللہ اور اس کے رسولوں پر۔ اور اگر ایمان لاؤ اور پرہیز گاری کرو تو تمہارے لئے بڑا ثواب ہے۔

صاحب تفسیر کبیر اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

فَاَمَّا مَعْرِفَتُ ذَالِكَ عَلٰى سَبِيْلِ الْاِعْلَامِ مِنَ الْغَيْبِ فَهُوَ مِنْ خَوَاصِ الْاَنْبِيَاءِ ۝ (التفسیر کبیر رازیؒ)

ترجمہ۔ لیکن ان غیب کی باتوں کو باعلام اللہ جان لینا انبیاء کرام کی خصوصیت سے ہے۔

اسی طرح صاحب تفسیر جمل اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں۔

وَالْمَعْنٰى وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ اَىْ يَصْطَفِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

فَیُطْلِعُہٗ عَلَی الْغَیْبِ ۝ (التفسیر جمل)

ترجمہ۔ لیکن اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے۔ یعنی برگزیدہ کرتا ہے۔ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے۔ پس مطلع کرتا ہے۔ اس کو غیب پر۔

صاحب تفسیر خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

یَعْنِیْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَصْطَفِیْ وَیَخْتَارُ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ فَیُطْلِعُہٗ عَلٰی مَایَشَآءُ مِنْ غَیْبِہٖ ۝ (التفسیر خازن)

ترجمہ۔ لیکن انتخاب کر لیتا ہے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے تو اس کو مطلع کر دیتا ہے علم غیب پر۔

اس آیت اور تفاسیر کی عبارات سے واضح ہو گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کو برگزیدہ فرما لیتا ہے۔ ان کو علم غیب سے مطلع فرما دیتا ہے۔

اب قابل غور مسئلہ یہ ہے کہ اس مذکورہ آیت میں لفظ اَلْغَیْبُ جو آیا ہے۔ یہ اسم جنس معرف باللام ہے اور لام استغراق کا ہے۔ کیونکہ معہود کوئی نہیں (کما تقرر فی علم الاصول والمعانی والنحو)

حیث قال اسم الجنس المعرف (سواء کان باللام او الاضافۃ اذا استعمل ولم قرینۃ تخصصہ ببعض مایقع علیہ فھو الظاھر فی الاستغراق دفعا للترجیح بلا مرجح (شرح کافیہ)

اور فاضل لاہوری ضَرَبَ زَیْدٌ اَقَاتَمَا کے معنی میں فرماتے ہیں۔ لے جمیع افراد الضرب۔ اس سے یہ ثابت ہو گیا۔ کہ الغیب سے مراد تمام غیوب ہوں گے۔ جب غیب جزئی مراد نہیں ہو سکتا۔ تو یقیناً استغراق مراد ہو گا۔ اور لفظ لٰکِنَّ استدراک کے لئے ہوتا ہے۔ اور دو متنافی اور متضاد کلاموں کے درمیان ہوتا ہے۔ چنانچہ صاحب حسینی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ کہ۔ نہیں۔ اللہ تعالےٰ اطلاع دیوے تمہیں منافقوا اور کافرو تمام مغیبات پر اے ماکان وما یکون پر لیکن اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ تمام مغیبات پر اطلاع ای ماکان ومایکون پر نبیوں میں سے اس پیغمبر کو جسے چاہے۔ تو اب صاف معنے یہ ہوئے۔ کہ اللہ تعالیٰ جس کو برگزیدہ فرما لیتا ہے۔ اس کو جمیع غیوب ماکان وما یکون کا علم غیب عطا فرما دیتا ہے۔

اب اتفاقی طور پر یہ سب کو معلوم ہے۔ کہ خدا وند پروردگار کے بعد اگر کوئی افضل ہے۔ تو وہ ذاتِ بابرکات حضور سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ ہی ہیں۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ ہی اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا ہے۔ تو پھر خدا تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق تسلیم کرنا پڑیگا کہ اللہ تعالیٰ نے غیب کا علم عطا فرما دیا ہے۔ کیا آیت میں یہ قید ہے۔ کہ اتنا دیا۔ ہرگز نہیں بلا قید و تخصیص کے یہ ماننا پڑے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ جس کو برگزیدہ فرما لیتا ہے۔ اُن کو کل غیب کا علم عطا فرما دیتا ہے۔

مخالفین کا عقیدہ عطائی عِلم غیب ماننا بھی شرک

مخالفین کے امام اکبر مولوی اسمٰعیل دہلوی کتاب تقویۃ الایمان میں رقمطراز ہے۔

بلفظہٖ پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی طرف سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے ہے غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

(تقویت الایمان صا)

توجہ فرمایئے۔ کہ اِن حضرات نے عِلم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت کی بناء پر رب کریم کی عطا کا بھی گویا انکار کر دیا ہے۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کی عطاء پر ایمان رکھیں۔ تو لازم ہے۔ کہ اس پر بھی ایمان رکھا جائے۔ کہ وہ اپنے محبوبوں کو غیب کا عِلم عطا فرما دیتا ہے۔

نیز اِن لوگوں نے خداوند تعالیٰ کی عطاء کا انکار کر کے اُس کے عِلم کو بھی عطائی ہونا ٹھہرا دیا ہے یعنی خدا کا عِلم ذاتی لازم وقدیم تو ہے نہیں۔ بلکہ معاذ اللہ وہ کسی سے عِلم حاصل کرنے کا محتاج ہے کیونکہ شرک وہی بات ہوتی ہے۔ جو خدا کی صفت دوسرے میں مانی جائے۔ جب اللہ کے دینے سے جاننا شرک ٹھہرا تو اُسکا مطلب یہ ہوا کہ (معاذ اللہ) خدا تعالیٰ کو بھی عِلم کوئی دیتا ہے تبھی تو یہ قول درست ہو سکتا ہے۔ لیکن یاد رکھیئے ہمارا خالق الارض والسماء فالق الحبّ والنواء جل مجدہٗ العلیٰ کی عطاء وسعت کا عالم اور شان یہ ہے۔ کہ

عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ٥ (پ ١٢ ع ٨ سورۂ ھود)

ترجمہ۔ (اے محبوب) آپ کے رب کی عطاء و بخشش ایسی ہے۔ کہ وہ کبھی ختم نہیں ہو سکتی جب وہ ہر شے کا عطا فرمانے والا ہے۔ اور اُسکی بخشش کبھی ختم نہیں ہو سکتی۔ تو وہ علام الغیوب اپنے محبوبوں کو غیب کا علم عطا فرمانے پر قادر ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ بات واضح فرمادی ہے۔ کہ مَاکَانَ اللّٰہُ لِیُطْلِعَکُمْ کہ اے عام لوگوں میں تمہیں غیب کا علم عطا نہیں فرماتا بلکہ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ اپنے رسولوں میں جن کو برگزیدہ فرمالیتا ہوں۔ اُن کو غیب کا علم عطا فرما دیتا ہوں۔

اب ناظرین خود ہی فیصلہ فرمائیں۔ جبکہ خدا تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسول کو غیب کا علم عطا فرماتا ہے۔ تو کیا یہ شرک ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ پھر اِن حضرات کا یہ کہنا کہ عطائی علم غیب بھی ماننا شرک ہے تو اسکے معنے یہ ہوئے کہ وہ خدا کے علم کو بھی عطائی ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ اور قرآن عظیم کی آیتہ شریفہ کا کھلا انکار۔

آپ ہی ذرا اپنی جفاؤں پر غور کریں
ہم اگر بات کرینگے تو شکایت ہوگی!

بہر کیف مذکورہ آیت سے ثابت ہوگیا۔ کہ جن منافقین نے حضور انور آقاء یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم شریف کا استہزا اُڑایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ نازل فرما کر اُن کا رد فرما دیا۔ کہ میں اپنے برگزیدہ رسولوں کو غیب پر مطلع کر دیتا ہوں۔ تو پھر تم کو کیا تکلیف ہے۔

منافقین کا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر تمسخر

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روم۔ فارس۔ مکہ مکرمہ کے فتح کی قبل از وقت جب خبر ارشاد فرمائی۔ تو منافقین نے اس غیبی خبر کا تمسخر اڑایا۔

آیت شریفہ ملاحظہ فرمائیے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ

(پ ۱۰ ع ۱۳ سورۂ توبہ)

ترجمہ۔ (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ ان سے پوچھو تو ضرور یہی کہیں گے۔ ہم تو یوں ہی کھیل میں تھے، فرمادیجئے آپ ان کو کیا اللہ اور اُسکی آیتوں اور اُس کے رسول سے ہنستے ہو۔ تم بہانے نہ بناؤ۔ تم تو مسلمان ہو کر مرتد ہوگئے ہو۔

صاحب خازن اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں،

کانَ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یسیر فی غزوۃ تبوک و بین یدیہ ثلاثۃ نفر من المنافقین اثنان منھم یستھزئان بالقرآن والرسول والثالث یضحک) قیل کانوا یقولون ان محمدًا یزعم انہ یغلب الروم ویفتح مدائنھم ما أبعدہ من ذالک وقیل کانوا یقولون ان محمدًا یزعم انہ انزل فی صحابنا قرآن انما ھو قولہ و کلامہ فاطلع اللّٰہ نبیہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی ذالک فقال احبسوا علی الرکب فدعاھم وقال لھم قلتم کذا و کذا فقالوا انما کنا نخوض و نلعب ۔ (التفسیر الخازن جزء الثالث)

ترجمہ۔ غزوہ تبوک میں جاتے ہوئے منافقین کے تین نفروں میں سے دو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بطور تمسخر اور کہتے کہ ان کا خیال کہ یہ رُوم پر غالب آ جائیں گے۔ کتنا بعید خیال ہے۔ اور ایک نفر بولتا نہ تھا۔ مگر ان کی باتوں کو سُن کر ہنستا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا کہ تم ایسا کہہ رہے تھے۔ انہوں نے کہا ہم راستہ کاٹنے کے لئے ہنسی کھیل کے طور پر دل لگی کی باتیں کر رہے تھے۔

اس آیت و تفسیر سے واضح ہوگیا۔ کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اس غیبی خبر یعنی علم غیب کا مذاق اُڑانے والے منافقین ہی تھے۔ جسکی مزید وضاحت قرآن کریم نے دوسرے مقام پر بھی کردی ہے آیت شریفہ ملاحظہ فرمایئے۔

وَاِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِہِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ (پ ۲۱ ع ۱۷ سورۃ الاحزاب)

ترجمہ۔ اور جب کہنے لگے منافق جن کے دلوں میں روگ تھا، کہ ہمیں اللہ و رسول نے وعدہ نہ دیا، مگر فریب کا۔

اس آیت شریفہ سے واضح ہو گیا، کہ منافقین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غیبی خبر کا..... تمسخر اُڑایا، کہ ہم تھوڑے سے ہو کر فارس و روم و مکہ مکرمہ کو فتح کر لیں۔ یہ بالکل غلط ہے۔ نبی اللہ تو قبل از وقت فتح کرنے کی خبر دیں، اور منافقین نے اس کا تمسخر کیا۔ لیکن صحابہ کرام کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس غیبی خبر پر ایمان تھا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۝ (پ۲۱ ع ۱۸ سورۃ الاحزاب)

ترجمہ۔ اور جب مسلمانوں نے کافروں کے لشکر دیکھے بولے یہ ہے، جو ہمیں وعدہ دیا تھا۔ اللہ و رسول نے اور سچ فرمایا۔ اللہ اور اس کے رسول نے اور اس سے انہیں نہ بڑھا، مگر ایمان اور اللہ کی رضا پر راضی ہونا۔

معلوم ہو گیا، کہ مومنین صحابہ عظام کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر ایمان تھا، اور ان کو اس پر ایمان رکھنے سے ایمانا و تسلیما کا مژدہ نصیب ہوا۔

اب ذرا ملاحظہ فرمایئے، کہ جن منافقین نے حضور مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی غیبی خبر کا تمسخر اڑایا آپ کے علم شریف پر زبان درازی کی اُن کو رب کریم کی طرف سے کیا تمغہ ملا۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝ (پ۱۰ ع ۱۴ سورۃ التوبہ)

ترجمہ۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُن منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں کو جہنم کی آگ کا وعدہ دیا ہے، جس میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہ انہیں بس ہے، اور اللہ کی ان پر لعنت ہے اور اُن کے لئے قائم رہنے والا عذاب ہے۔

غور فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن منافقوں کو دوزخ کا عذاب اور لعنت کا طوق عطا فرمایا ہے۔ علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کرنا مذاق اُڑانا رب کریم جل و علا کے نزدیک کوئی معمولی

سی بات نہیں۔ قُلْ اَبِاللّٰہِ وَاٰیٰتِہٖ وَرَسُوْلِہٖ کُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اب ناظرین انصاف کی نظر سے فیصلہ فرمائیں۔ کہ جو لوگ بارگاہِ رسالت مآب علیٰ صاحبہا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام علم شریف کا اور انبیاء کرام علیہم السلام کے علم کا تمسخر اُڑاتے ہیں۔ اور ہر وقت اُن کے علم میں طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ اُن کا کیا ٹھکانہ ہو گا۔

انبیاءِ عظام علیہم السلام کا بارگاہِ علّامُ الغیوب میں ادب

شُبہ ۔ شاتمان رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ بھی کہا کرتے ہیں۔ کہ قرآن میں آتا ہے۔ یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰہُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۝ کہ جس دن اللہ تعالیٰ سب رسولوں کو جمع کرے گا۔ تو اُن سے فرمائے گا۔ تمہیں کیا جواب ملا۔ تو کہیں گے۔ ہمیں کچھ علم نہیں۔ تو ہی غیبوں کا جاننے والا ہے۔ اِس سے یہ معلوم ہُوا۔ کہ انبیاء کرام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں

جواب ۔ ایسے شبہات مخالفین کی کوتہ اندیشی اور نادانی سے ناشی ہیں۔ کیونکہ صرف آیت ہی سے اتنا تو ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اس چیز کا علم ضروری ہے۔ جس کی نسبت وہ لا علم لنا فرماویں گے۔ کیونکہ سوال یہ ہے کہ تمہاری اُمتوں نے تمہیں تبلیغ کے بعد کیا جواب دیا۔ تو انبیاء کرام علیہم السلام کو وہی فرمانا اور جواب دینا چاہئیے۔ جو اُن کو اُن کی اُمت نے جواب دیا تھا۔ بجائے اِس کے یہ کہہ دینا کہ ہم نہیں جانتے۔ تو خود عالم الغیب ہے۔ صاف دلیل اِس کی ہے۔ وہ بمقابلہ علم حق تعالیٰ کے اپنے علم کی نفی کر رہے ہیں۔ اور یہی مقتضائے ادب بھی ہے۔

اب وہی آیت جو مخالفین پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰہُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۝ (پ ۷ ع ۴ سورۃ المائدہ)

ترجمہ ۔ اور جس دن اللہ تعالیٰ سب رسولوں کو جمع فرمائے گا۔ اور اُن سے فرمائے گا۔ تمہیں کیا جواب ملا۔ تو عرض کریں گے۔ بیشک تُو غیبوں کا جاننے والا ہے۔

چنانچہ امام فخرالدین رازیؒ۔ تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں۔

أَنَّ الرُّسُلَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ لَمَّا عَلِمُوا أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى عَالِمٌ لَا يَجْهَلُ وَحَلِيمٌ لَا يَسْفَهُ وَعَادِلٌ لَا يَظْلِمُ عَلِمُوا أَنَّ قَوْلَهُمْ لَا يُفِيدُ خَيْرًا وَلَا يَدْفَعُ شَرًّا وَخَيْرًا وَالْأَدَبُ فِي السُّكُوتِ وَتَفْوِيضِ الْأَمْرِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى ○

(التفسیر کبیر رازیؒ)

ترجمہ - تحقیق انبیاء کرام علیہم السلام جانتے ہیں - کہ اللہ تعالیٰ عالم ہے - بے علم نہیں حلیم ہے سفیہ نہیں - عادل ہے ظالم نہیں - تو وُہ نہیں یہ بھی معلوم ہو گیا - کہ ان کی بات حصول خیر یا رفع شر کے لئے چنداں مفید نہ ہو گی - پس ادب ، خاموشی اور معاملہ کو اللہ کے عدل کی طرف سپرد کر دینے میں ہے - لہٰذا وُہ عرض کریں گے - ہمیں علم نہیں -

دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیے -

صاحب تفسیر خازن اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں -

فَعَلٰى هٰذَا الْقَوْلِ إِنَّمَا نَفَوُا الْعِلْمَ عَنْ أَنْفُسِهِمْ وَإِنْ كَانُوا عُلَمَاءَ لِأَنَّ عِلْمَهُمْ صَارَ كَلَا عِلْمٍ عِنْدَ عِلْمِ اللّٰهِ ○ (التفسیر الخازن)

ترجمہ - پس اس بناء پر اپنی ذات سے علم کی نفی کی - اگرچہ وُہ جانتے تھے - کیونکہ ان کا علم اللہ کے علم کے سامنے مثل نہ ہونے کے ہو گیا -

ان تفاسیر کی عبارات سے واضح ہو گیا - اور جمہور مفسرین اس کے تو مقر ہیں - کہ انبیاء صلوٰۃ اللہ علیہم وسلامہ کو یہ علم تو ضرور ہے کہ اُن کی اُمتوں نے انہیں کیا جواب دیا ہے - پس اس سے مخالفین کے شبہ کا قلع وقمع ہو گیا - اور دم مارنے کی جگہ نہ رہی مگر ہمیں یہاں سے ایک نکتہ حاصل ہُوا - وُہ یہ کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمانا کہ ہمیں علم نہیں - اُن کے عدم علم کی دلیل نہیں - بلکہ یہ کہ ان کا مقتضائے ادب ہے کہ حضرت حق تعالیٰ کے سامنے وُہ اپنے علم کو کچھ شمار نہیں کرتے - اب اگر مخالفین صاحبان کو کچھ علم اور سمجھ سے تعلق ہو ، تو آئندہ ایسی عبارات سے ہرگز عدم علم کا استدلال نہ کیا کریں - کہ ایسے انکار سوءِ ادب پر محمول ہوتے ہیں -

نیز انبیاء کرام علیہم السلام کا لا علم لنا عرض کرنے کے بعد اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ فرمانے سے اُن کے علم ہونے کی دلیل ہے - کہ ہم کو علم نہیں - بے شک تو عالم الغیب ہے - کیونکہ جو کچھ تو ہم سے

دریافت فرما رہا ہے۔ اسکو تو بھی جانتا ہے۔ اور بارگاہِ خداوندی کے حضور ادب بھی یہی ہے۔ اور حقیقت میں تمام مخلوقات کا علم خالق کائنات کے علم کے سامنے لا شے کے ہے۔

نیز مخالفین کے اس اعتراض سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ جب لا علم لنا سے عدم علم انبیاء کرام کا ہونا مراد لیتے ہیں۔ تو کیا بعید ہے۔ کہ وہ خدا تعالیٰ کے یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اُجبتم فرمانے سے عدم علم خداوند کریم بھی ہونا مراد لے لیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نبیوں سے سوال کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ جو لوگ قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں۔ انہیں بخوبی معلوم ہے۔ کہ قرآن پاک میں جتنے انبیاء کا ذکر آیا ہے۔ ان کی قوموں کے جواب اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمائے ہیں۔ بلکہ ان کے انجام کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ اور کئی قومیں انبیاء کی موجودگی میں تباہ کی گئیں۔ اور وہ اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھتے رہے۔ ایسی آیات کو دلیل بنا کر علم انبیاء کا انکار کرنا کس قدر قرآن سے جہالت ہے۔

شہیدِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے ساری اُمت کے لئے شہید فرمایا ہے۔ اور آپ کی شہادت تب ہی صحیح ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی اُمت کے ہر ایک فرد کے ہر ایک عمل کو جانتے ہوں۔ اگر وہ اُمت کے اعمال سے ہی بے خبر ہوں تو پھر اُن کی گواہی کیسے ہو سکتی ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ اور اسکی تفسیر ملاحظہ فرمایئے۔

وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا ۝ (پ۱ ع ا سورۃ البقرہ)

ترجمہ۔ اور یہ رسول تمہارے نگہبان اور گواہ ہیں۔

چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر عزیزی میں اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں

وَیَکُونَ الرَّسُوْلُ علیکم شہیدًا ۔ یعنی و باشد رسول شمار بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس او میشناسد گناہاں شمار او در درجات ایمان شمارا و اعمال نیک

وبد شمارا و اخلاص و نفاق شمارا دلہذا شہادت اُو در دُنیا بر حکم شرع در حق اُمّت مقبول وواجب العمل است ٥ (تفسیر عزیزی ص۵۱۸ سطر ۲)

ترجمہ۔ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نورِ نبوت سے اپنے دین میں ہر متدین کے رتبے سے اطلاع رکھتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ میرے دین میں وہ کہاں تک پہنچا ہے اور اُس کے ایمان کی کیا حقیقت ہے۔ اور وہ کون سا حجاب ہے جس کی بدولت وہ ترقی سے محروم رہا۔ پس آپ تمہارے گناہوں اور اخلاص و نفاق کو پہچانتے ہیں۔ اس لئے آپ کی شہادت دُنیا و عقبیٰ میں اُمّت کے حق شرعاً مقبول اور واجب العمل ہے۔

ناظرین غور فرمائیں۔ کہ شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کتنی صاف اور ظاہر ہے۔ کہ حضور سیّد عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر ایک کے اخلاص و نفاق کو بھی جانتے ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں چیزیں دل سے تعلق رکھتی ہیں۔

الحمد للہ مخالفین کے اس الزام کا بھی رد ہوا کہ اہل سنت بریلوی علمائے اُمّت کے اقوال کا انکار کرتے ہیں۔ اور ہم شاہ عبد العزیز کو اپنا بزرگ تسلیم کرتے ہیں۔ بتایئے آپ کا دعویٰ کہاں گیا۔ اور آپ کے فتویٰ کے مطابق شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کیا ہوئے۔ اگر شاہ صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا علم مان کر مشرک نہیں تو پھر ہمیں کیوں مجرم قرار دیا جاتا ہے؟ ؎

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا!

چنانچہ شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں مذکورہ عبارت سے آگے فرماتے ہیں

وآنچہ از فضائل و مناقب حاضراں زماں خود مثل صحابہ و ازواج و اہل بیت یا غائباں از زماں خود مثل اویس و صلہ مہدی و مقتول دجال یا از مصائب و مثالب حاضراں و غائباں می فرمائید اعتقاد براں واجب ست و ازیں ست کہ در روایات آمدہ کہ ہر نبی را بر اعمال امتیاں خود مطلع میازند کہ فلانے امروز چنین میکند و فلانے چنانچہ تا روز قیامت ادای شہادت توانند کرد ٥ (تفسیر عزیزی ص۵۱۸ سطر ۱۱)

ترجمہ۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ اپنے زمانہ میں موجودہ لوگوں کے فضائل ومناقب مثلاً صحابہؓ وازواج اور اہل بیت کے متعلق یا اُن کے متعلق جو آپ کے زمانہ میں نہیں مثلاً اویس، مہدی، یا مقتول دجال وغیرہ بیان فرمائے ہیں یا اپنے زمانہ میں موجودہ یا غائب لوگوں کی بُرائیاں بیان فرمائیں۔ تو اس پر اعتقاد رکھنا واجب ہے۔ اس لئے کہ روایات میں آیا ہے کہ ہر نبی کو اُس کی اُمت کے احوال کا علم ہے کہ فلاں نے آج یہ کام کیا ہے۔ اور فلاں نے ایسا کہا۔ تاکہ قیامت کے دن وہ اپنی اُمت پر گواہی دے سکیں۔

زرقانی شرح مواہب کا اس آیت کے ماتحت حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔

لَافَرْقَ بَیْنَ مَوْتِہٖ وَحَیَاتِہٖ وَمُشَاھَدَتِہٖ لِاُمَّتِہٖ وَمَعْرِفَتِہٖ بِاَحْوَالِھِمْ وَنِیَّاتِھِمْ وَعَزَائِمِھِمْ وَخَوَاطِرِھِمْ وَذٰالِکَ عِنْدَہٗ جَلِیٌّ لَاخَفَابِہٖ (زرقانی شرح مواہب جز الاوّل صـ ۱۳۶ مطبوعہ مصر)

ترجمہ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زندگی اور وفات کی حالت میں اپنی اُمت کے احوال نیات۔ ارادے۔ اور قلبی وسواس کے دیکھنے اور پہچاننے میں برابر ہیں۔ اور یہ بات اُن کے نزدیک ظاہر ہے پوشیدہ نہیں۔

مذکورہ حوالجات سے یہ ثابت ہوگیا ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی اُمت کے ہر فرد کے اخلاص ونفاق تک وارادوں ونیتوں کو بھی ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ اس لئے آپ کی شہادت مقبول وواجب العمل ہے۔ اگر مخالفین ان تمام دلائل کے باوجود بھی شبہ میں رہیں اور ہٹ دھرمی سے باز نہ آئیں۔ تو ہم اس کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں۔ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ۝

شہید کا لفظ اُمت پر وارد ہونیکے معنی

شُبہ۔ مخالفین کا یہ کہنا ہے کہ اگر شہید کا لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علمی پر

دال ہو تو لازم آئے گا۔ کہ سب عالم ماکان و مایکون ہوں۔

جواب۔ یہ ان لوگوں کا اپنا قیاس ہے۔ اور قیاس اس زمانہ والوں کا خود ان صاحبان کے نزدیک ناقابل اعتبار ہے۔ نہ آیت کا یہ مطلب نہ کسی مفسّر کا قول۔ سب سے پہلے تفسیر ہاتھ میں لیجئے اور اس سے دریافت کر لیجئے۔ کہ اس آیت میں وُسعت علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دلالت ہے یا کہ نہیں۔

چنانچہ محی السنّۃ امام بغوی رحمہ اللہ نے تفسیر معالم التنزیل میں اسی آیت کے تحت یہ حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہٗ سے روایت کی ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ خِدْرِیْ رضی اللہ عنہٗ قَالَ قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا بَعْدَ الْعَصْرِ فَمَا تَرَكَ شَیْئًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ اِلَّا ذَکَرَہٗ فِیْ مَقَامِہٖ ذَالِكَ حَتّٰی اِذَا کَانَتِ الشَّمْسُ عَلٰی رُؤُسِ النَّخْلِ وَاَطْرَافِ الْحِیْطَانِ قَالَ اَمَا اِنَّہٗ لَمْ یَبْقَ مِنَ الدُّنْیَا فِیْمَا مَضٰی مِنْھَا اِلَّا کَمَا مِنْ یَوْمِکُمْ ٥ (التفسیر معالم التنزیل جزء الاوّل)

ترجمہ۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہٗ کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز عصر کے بعد ہم میں کھڑے ہو کر قیامت تک ہونے والی چیزیں سب ہی بیان فرما دیں۔ اور کوئی چیز نہ چھوڑی۔ یہاں تک کہ جب دھوپ کھجوروں کی چوٹیوں اور دیواروں کے کنارہ پر پہنچی۔ تو فرمایا۔ کہ دنیا کے احوال میں سے صرف اس قدر باقی رہ گیا۔ جتنا دن باقی رہ گیا۔

علّامہ بغوی رحمۃ اللہ کا اس حدیث شریف کو اس آیہ شریفہ ویکون الرسول علیکم شہیدا کے تحت لانا۔ صاف بتا رہا ہے۔ کہ آیہ شریفہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علمی مذکور ہے۔ جب تفسیر سے یہ ثابت ہُوا کہ یہ آیت علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دال ہے۔ تو ایسے اشخاص کے قیاس پر کیا توجہ کی جائے۔ جو آیت کی تفسیر سے غافل ہیں۔ غرضیکہ جب ہمارا ادعاء آیۃ سے اور تفسیر و حدیث سے ثابت ہے پھر کسی منکر کا اعتراض قابل سماعت نہیں۔ لیکن پھر بھی اسکی وضاحت ملاحظہ فرمایئے۔

جاننا چاہیے کہ صحت شہادت کے لئے شاہد کو مشہود علیہ پر علم یقینی ہونا چاہئے۔ اور یہ بواسطہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اُمّت کو حاصل ہے۔ اور اس جناب کی بدولت ان کا یقین کامل

یہی جواب جو مخالفین پر پیش کیا گیا ، انشاء اللہ العزیز روز شہادت ان امتوں پر پیش کیا جاوے گا ، جو تبلیغ انبیاء کا انکار کریں گی . جیسا کہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے تفسیر عزیزی میں تحریر فرمایا ہے

دلہذا چوں امم دیگر در مقام رد شہادت ایشاں خواہند گفت کہ شما از چہ رو شہادت مید ہید حال آنکہ در وقت ما نبودید و حاضر واقعہ نشدید ایشاں جواب خواہند گفت کہ ما را خبر خدا بوساطت پیغمبر خود رسید و نزد ما در افادہ یقین بہتر از دیدن و حاضر شدن گردید و در شہادت علم یقینی بہ مشہود علیہ می باید بہر طریق کہ حاصل شود :

تعجب ہے کہ مخالفین نے حضور سید الانس والجان صلی اللہ علیہ وسلم کو جا امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برابر سمجھ لیا . اور کچھ فرق نہ کیا . شہادت کا لفظ جب امت کی طرف منسوب دیکھا . پھر اسی کو صاحب امت کی صفت پایا فوراً مرتبہ برابر سمجھ لیا . اور یہ کچھ خیال نہ کیا . کہ امت کا علم تعلیم نبی کریم سے ہے . اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم تعلیم الٰہی سے بھر منصب رسالت کے لائق کہ جس سے تمام عالم کا نظام متعلق اور یہ رتبہ عبدیت کے موافق جو فقط اپنی اصلاح کے لئے ہے . اس شہادت پر پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت ضروری جیسا کہ ارشاد ہوا . ویکون الرسول علیکم شہیداً یہ شہادت خود ہی کافی جو اور کسی شہادت کی محتاج نہیں .

ان سب سے قطع نظر کیجئے . اور یہ غور فرمائیے . کہ ایک ہی لفظ کے معنی ہر شخص کی نسبت سے ایک ہی ہونے ضروری نہیں . بلکہ کبھی ایک لفظ کے معنی ایک شخص کی نسبت سے کچھ ہوتے ہیں . اور دوسرے کی نسبت سے کچھ اور . چنانچہ صلوٰۃ اور ہدایت وغیرہا الفاظ مختلف موقعوں پر مختلف معانی میں مستعمل ہوتے ہیں . اور ان کو بھی کوئی تخصیص نہیں . بلکہ تمام الفاظ مختلف مواقع پر مختلف معانی میں مستعمل ہوتے ہیں . دیکھئے . آیہ کریمہ و مکر اللہ میں ایک ہی لفظ مکر ہے . جو ایک جگہ کفار کے لئے اور دوسری جگہ حق تعالیٰ کے لئے استعمال کیا گیا ہے اور ایک جگہ معنی کچھ ہیں . اور دوسری جگہ کچھ اور .

اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت یونس علیہ السلام کی نسبت کلام اللہ شریف میں لفظ ظلم وارد ہے وقولہ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین وقولہ ربنا ظلمنا انفسنا ان دونوں مقاموں میں ظلم بمعنے ترک اولیٰ ہے .

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اپنی تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں۔

مذاق جمہور اہل تفسیر آنست کہ ظلمی کہ ایں ہر دو بزرگ

بخود نسبت فرمودہ اند ظلم حقیقی نبود بلکہ ترک اولے

تو دوسری آیت۔ لاینال عھدی الظالمین میں ظلم کے معنی حقیقی جو فسق ہیں مراد ہیں۔
جیساکہ شاہ صاحبؒ نے یہ بھی لکھا ہے۔ غ

درآیت مراد ظلم حقیقی است کہ فسق است

غرضیکہ ایک جگہ ایک لفظ سے کچھ مراد ہوتی ہے۔ اور دوسری جگہ کچھ اور۔ ابھی لفظ شہادت کو نہ دیکھیے کہ یہاں اُمت کے لئے بمعنی گواہی مستعمل ہوا۔ اور واللہ علی کل شیئٍ شہید میں بمعنی علیم کے۔ اگر مخالفین کے قاعدہ کے بموجب لفظ شہید بمعنی علیم ہو ہی نہ سکے۔ تو اس آیت سے اللہ تعالیٰ کا علیم ہونا بھی ثابت نہ ہو سکے گا۔ معاذ اللہ

پس مخالفین کو یہ سمجھ لینا چاہئے۔ کہ اُمت کی نسبت جو لفظ شہادت مستعمل ہوا۔ وہ اور معنی میں ہوا۔ اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت جو لفظ شہادت مستعمل ہوا۔ وہ علیم کے معنی میں ہوا جیساکہ مفسرین نے فرمایا ہے۔

چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیزؒ دہلوی تفسیر عزیزی میں لفظ شہادت کے متعلق فرماتے ہیں۔

بلکہ میتواں گفت کہ شہادت درینجا بمعنی گواہی نیست بلکہ بمعنی اطلاع ونگہبانی است تا از جادہ حق بیروں نروید چنانچہ واللہ علی کل شیئٍ شہید ودر مقولہ حضرت عیسیٰ کہ کنت علیھم شہیداً مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم وانت علی کل شیئٍ شہید وچوں ایں نگہبانی واطلاع طریق تحمل شہادت است وتحمل شہادت برائے ادائے می باشد ودر احادیث ایں شہادت را بگواہی روز قیامت تفسیر فرمودہ اند بیانا الحاصل المعنی لا لتفسیر الالفظ (التفسیر عزیزی)

مندرجہ بالا فارسی عبارت کا مختصر الحاصل یہ ہے کہ لفظ شہادت جو اُمت مرحومہ کے لئے استعمال فرمایا گیا ہے۔ گواہی کے معنی میں ہے۔ اور جو لفظ شہادت جناب رسالت مآب کی نسبت ارشاد ہوا۔ یہ اطلاع اور

نگہبانی کے معنی میں استعمال ہُوا۔ اب تو مخالفین کو کوئی محلِ اعتراض نہ رہا۔

ثانیاً۔ اگر مخالفین کی حالت پر رحم کرتے ہُوئے یہ بات فرض بھی کر لیں۔ کہ لفظ شہید دونوں جگہ ایک ہی معنے کے لئے ہیں۔ تو بھی اِن کا مقصود ثابت نہ ہو سکے گا۔ جو مخالف صاحبان یہ اعتراض کر سکیں۔ کہ سب کے لئے عِلم غیب کا ثبوت لازم آئیگا۔

بلکہ یہاں اُمت سے مُراد مہاجرین اولین اور انصار سابقین یا علماء مجتہدین مُراد ہیں۔ کہ جن کا اجماع خطا پر ممکن نہیں۔ وُہ حضور رب العالمین میں شہادت کے لئے منظور فرمائے گئے ہیں۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں۔

> درانیجا تفسیر بغایت دلچسپ کہ از بعضے قدمائے مفسرین منقول شدہ و از اکثر اشکالات مذکورہ نجات میدہد حاصلش آنکہ در وکذٰلک جعلنٰکم اُمتہ وسطا لتکونوا مخاطب خاص کسانے اند کہ نماز بسوئے قبلتین گذاردند یعنی مہاجرین وانصار سابقین کہ علو درجۂ آنہا در ایمان معروف و مشہور است اسکے آگے صفحہ ۵۲۲ سطر ۲۰ میں تحریر فرماتے ہیں۔ لیکن اگر درانیجا مقام است کہ از اوّل تا آخر اعتبار کنیم قاعدہ کلیت برہم میگردد زیرا کہ بعد از انقضای تمام اُمت ہیچکس باقی نخواہد ماند کہ قول ایشاں بروی حجت تواند شد پس معلوم شد کہ مراد اہل زمانہ اند و چوں اہل ہر زمانہ مخلوط می باشند عالم و جاہل و صالح و فاسق ہمہ درآنہا موجود میشوند بقرائن عقلیہ معلوم شد کہ اعتبار بگفتہ عُلمائے مجتہدان متدین است نہ غیر ایشاں وبہر حال اجماع ایشاں بر خطا ممکن نیست والا ایں اُمت خیار و عدول نباشد و درمیان ایشاں و اُمم دیگر فرقے نماند و ایں شرفیت عظیم کہ ایں را بہ بیّنات اجماعیہ حکم پیغمبر داداہ اند و چنانچہ حکم پیغمبر معصوم از خطا واجب القبول ست ہم چناں حکم ایں امت باجماع معصوم از خطا و واجب القبول۔ (التفسیر عزیزی)

اِس عبارت سے بخوبی واضح ہو گیا کہ جعلنٰکم اُمۃ وسطا لتکونوا شھداء سے تمام اُمت اوّل سے تا آخر مراد نہیں۔ بلکہ کُبرائے اُمت مُراد ہیں۔ پس ہم کو تسلیم کہ کُبرائے اُمت کو بھی امور غیب

پر اطلاع فرمائی جاتی ہے۔ اور یہی عقیدہ اہلسنت (بریلوی) کا ہے۔ البتہ معتزلی انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ سوائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ولی کو علم حاصل نہیں۔

چنانچہ زرقانی شرح مواہب الدنیہ میں ہے۔

قَالَ فِی لَطَائِفِ الْمِنَنِ اِطِّلَاعُ الْعَبْدِ عَلٰی غَیْبٍ مِّنْ غُیُوْبِ اللّٰہِ تَعَالٰی بِنُوْرٍ مِّنْہُ بِدَلِیْلِ خَبَرِ اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ لَا یَسْتَغْرِبُ وَھُوَ مَعْنٰی کُنْتُ بَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ فَمَنْ کَانَ الْحَقُّ بَصَرُہٗ فَاطِّلَاعُہٗ عَلٰی غَیْبِ اللّٰہِ لَا یَسْتَغْرِبُ ٥

(زرقانی شرح مواہب الدنیہ جز السادس)

ترجمہ۔ لطائف المنن میں فرمایا کہ کامل بندے کا اللہ کے غیبوں میں سے کسی غیب پر مطلع ہو جانا عجب نہیں۔ اس حدیث سے کہ مومن کی دانائی سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ اور یہی حدیث کے معنی ہیں۔ کہ اللہ فرماتا ہے۔ میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کا دیکھنا حق کی طرف سے ہوتا ہے۔ پس اسکا غیب پر مطلع ہونا۔ کیا بعید ہے۔

دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمایئے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ القوی تفسیر عزیزی سورہ جن میں فرماتے ہیں۔

اطلاع بر لوح محفوظ و دیدن نقوش نیز از بعضے اولیاء بتواتر منقول است ٥

(التفسیر عزیزی پارہ انتیسواں)

ترجمہ۔ لوح محفوظ کی خبر رکھنا اور اسکی تحریر دیکھنا بعض اولیاء اللہ سے بھی بطریق تواتر منقول ہے۔

تیسرا حوالہ ملاحظہ فرمایئے۔

شیخ الشیوخ علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب زبدۃ الاسرار میں محبوب سبحانی غوث صمدانی شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں۔

قَالَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَا اَبْطَالُ یَا اَطْفَالُ ھَلُمُّوْا وَخُذُوْا عَنِ الْبَحْرِ الَّذِیْ

لَاسَاحِلَ لَہٗ وَعِزَّۃِ رَبِّیْ اَنَّ السُّعَدَاءَ وَالْاَشْقِیَاءَ یُعْرَضُوْنَ عَلَیَّ وَاِنَّ بُؤْبُؤَۃَ عَیْنِیْ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ وَاَنَا غَائِصٌ فِیْ بِحَارِ عِلْمِ اللّٰہِ
(زُبْدَۃُ الاسرار)

ترجمہ۔ اے بہادر والے فرزندو! آؤ اس دریا سے کچھ لے لو جس کا کنارہ ہی نہیں۔ قسم ہے اپنے رب کی تحقیق نیک بخت و بدبخت لوگ مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں اور ہمارا گوشہ چشم لوح محفوظ میں رہتا ہے۔ اور میں اللہ کے علموں کے سمندروں میں غوطے لگا رہا ہوں۔

چوتھا حوالہ ملاحظہ فرمایئے۔

علامہ مولانا جامی قدس سرہ السامی نفحات الانس میں حضرت قطب الاقطاب خواجہ خواجگان بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں۔

حضرت عزیزان علیہ الرحمۃ والرضوان میگفتہ اند کہ زمین در نظر ایں طائفہ چوں سفرہ ایست و مامیگوئیم چوں روئے ناخنے است ہیچ چیز از ایشاں غائب نیست
(نفحات الانس)

ترجمہ۔ یعنی حضرت عزیزان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ زمین اولیاء کے گروہ کے سامنے ایک دستر خوان کی مثل ہے اور حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبندؒ فرماتے ہیں۔ کہ ہم کہتے ہیں۔ کہ روئے زمین ناخن کی مثل ہے۔ اور کوئی چیز ان کی نظر سے غائب نہیں۔

ان عبارات سے ثابت ہوگیا۔ کہ سعداء اور اشقیاء اولیاء پر پیش کیے جاتے ہیں۔ اور ان کی آنکھ کی پتلی لوح محفوظ میں رہتی ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے علم کے دریا میں غوطہ زن رہتے ہیں۔ اب اگر مخالفین کا قول تھوڑی دیر کے لئے تسلیم بھی کر لیا جائے۔ اور لفظ شہادت دونوں جگہ ایک ہی معنی میں لیا جائے۔ تو بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ اس لئے کہ جب کبرائے اُمت گواہ ٹھہرے اور ان کو یہ اطلاع غیب بعطائے عالم حقیقی میسر۔ تو اگر شہادت کا لفظ ان حضرات کے لئے بھی مثبت علم ہوگا۔ تو بیشک حق اور بجا ہے۔ اُمید ہے کہ اب مخالفین کو ذرا بھی چوں و چرا کا موقع نہیں۔ تسلیم کریں یا خاموش رہیں۔

عُلُومِ خمسہ کی تحقیق

شبہ۔ منکرین یہ بھی کہا کرتے ہیں۔ کہ قرآن میں آتا ہے۔ کہ علمِ قیامت، بارش کب ہوگی، رحم میں کیا ہے کوئی کل کیا کمائے گا۔ اور کوئی کس زمین میں مرے گا۔ یہ پانچ چیزیں اللہ ہی کو معلوم ہیں۔ اس کے علاوہ ان علوم خمسہ کا کسی کو علم نہیں۔ لہٰذا معلوم ہُوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان چیزوں کا علم نہیں۔

جواب۔ یہ آیۃ شریفہ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ سے عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ تک منکرین کی بڑی دستاویز ہے۔ کہ اسکی وظیفہ کی طرح ہمیشہ رٹ لگاتے رہتے ہیں۔ کہ علوم خمسہ کو اللہ ہی جانتا ہے۔ اور کوئی نہیں جان سکتا۔ کیا اس آیۃ شریفہ میں موجود ہے کہ یہ علوم خمسہ ہی غیب ہیں۔ اور اگر یہ منشا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو ان اشیاء کا علم نہیں عطا فرمایا تو بھی غلط۔ اور اگر یہ مطلب کہ اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے بھی کسی کو ان اشیاء کا علم نہیں ہوتا تو یہ سخت بیدینی ہے۔

چنانچہ مخالفین جو آیت پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمایئے۔

اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ ط وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا ط وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ط اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ہ (پ ۲۱ ع ۱۳ سورۃ لقمان)

ترجمہ۔ بے شک اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور بارش کا کہ کب ہوتی ہے اور ماں کے پیٹ میں کیا ہے۔ اور کل اپنے لئے کیا کمائے گا۔ اور کوئی کس زمین پر مرے گا بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اور بتانے والا ہے۔

مندرجہ بالا آیت میں قابلِ غور مسئلہ یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں کے ذکر فرمانے میں کوئی نکتہ تو ہونا چاہئے آخر ان پانچ کے سوا غیب بھی تو اور بہت کثرت سے ہیں۔ یہاں تک کہ ان پانچ کے جملہ افراد سب مل کر بھی اور غیبوں کے ہزاروں حصہ کو بھی نہیں پہنچتے۔ تو اللہ تعالیٰ غیب کا غیب ہے۔ اور وہ ہر چیز پر شاہد ہے اور اس کی ہر صفت غیب ہے۔ اور برزخ غیب ہے۔ اور بہشت غیب ہے اور دوزخ غیب ہے اور حساب غیب ہے اور نامۂ اعمال غیب ہے۔ اور قیامت کے میدان میں جمع کیا جانا غیب ہے اور فرشتے

غیب ہیں۔ اور اِن کے سواء رب کے لشکر غیب ہیں۔ اور اِن کے سواء اور غیب ہیں۔ کہ جن کی جنسیں تک ہم نہیں گن سکتے۔ نہ کہ اور معلوم ہیں کہ یہ سب کے سب یا ان میں اکثر غیب ہونے میں ان پانچ سے بڑھ کر ہیں۔

اور اللہ تعالٰے نے اس آیہ کریمہ میں ان میں سے کچھ ذکر نہیں فرمایا۔ صرف یہی پانچ ذکر فرمائے تو انہیں اس لئے نہ گنایا کہ یہ غیبت و خفا کے اندر زیادہ داخل ہیں۔

بلکہ بات یہ ہے کہ وُہ زمانہ کاہنوں کا تھا۔ اور کافر علم غیب کا ادعاء رکھتے تھے۔ رمل سے نجوم سے۔ قیافہ سے۔ عیافہ سے۔ زجر سے طیرے اور پانسوں سے۔ اور اِن کے سواء اپنی ہوسوں سے جو اندھیریوں سے ڈھانپی ہُوئی تھیں۔ اور وُہ چیزیں جو مذکورہ عبارت میں ذکر کی گئیں ہیں۔ مثلاً ذات وصفات الٰہی اور آخرت اور فرشتے کچھ بحث نہ رکھتے تھے۔ اور نہ ان چیزوں کے جاننے کی اُن بُرد باری کی طرف بُلانے والے فنون میں کوئی راہ تھی۔

وُہ تو یہی بات بکا کرتے تھے۔ کہ مینہ کب ہوگا۔ کہاں ہوگا۔ اور پیٹ کا بچہ لڑکی ہے یا لڑکا۔ اور کسب اور تجارتوں کے حال اور یہ کہ ان میں کسے فائدہ ہوگا۔ اور کسے نقصان اور یہ کہ مسافر اپنے گھر پلٹے گا یا وہیں پردیس میں مرجائے گا۔ تو یہ چار چیزیں خاص ذکر کی گئیں۔

بایں معنی کہ یہ چیزیں جن کے علم کا تم اپنے باطل فنون سے ادعا کرتے ہو اِن کا عِلم تو اُسی بادشاہ جلیل کے پاس ہے بے شک اس کے بتائے اس کی طرف کوئی راہ نہیں۔ اور اِن چار کو ساتھ علم قیامت کو بھی شامل فرمالیا۔ کہ یہ بھی اُنہی باتوں کی جنس سے تھی جن سے بحث کرتے تھے۔ یعنی موت تو آدمیوں کی موت سے بحث کرتے تھے۔ اور قیامت تمام اہل زمین کی موت ہے۔

اور بے شک جو فن نجوم جانتا ہے۔ اُسے معلوم ہے کہ اس فن کے زعم پرستاروں کی دلالت عام حادثوں کی بہ نسبت خاص کے بہت زائد ہے۔ اور کسی ایک کے گھر کی خرابی یا ایک شخص کے موت کے لئے ان کے پاس کوئی ایسا قاعدہ نہیں جس پر وُہ اپنے زعم میں بھی یقین کر سکیں۔ اس واسطے کہ ستاروں کی نظریں اور جوگ اور باہمی نسبتیں اور دلالتیں جزئی باتوں میں ایک دوسرے کے خلاف پڑتی ہیں بلکہ کسی کے زائچہ پیدائش یا عمر کے زائچہ سال ہیں۔ کم ایسا اتفاق ہوتا ہے۔ کہ جو ستارہ کسی گھر میں ہو۔ یا اُس کی طرف دیکھ رہا ہو۔ وُہ قوت وضعف کی باہم مزاحمت سے خالی ہو۔ تو اگر ایک طرف سے بدی

پر دلالت کرتا ہے تو دوسری جانب سے بھلائی پر اور وہ بس اٹکل دوڑاتے ہیں۔ اور ایک جانب کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور جدھر کا پلا ان کے نزدیک جھکتا ہے۔ اس پر حکم لگا دیتے ہیں۔ مگر عالم میں انقلاب عام کے لئے اِن کے یہاں ایک قاعدہ قرار پایا ہوا استمراری ہے۔ اور وہ قرانِ اعظم ہے یعنی دونوں اونچے ستاروں زحل و مشتری کا تینوں بروج آتشی حمل اسد قوس سے کسی کے اوّل میں جمع ہونا جیساکہ زمانہ طوفان حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام میں تھا۔ اور معلوم ہوا کہ حساب سے آنے والے قران بھی یوں ہی معلوم کر سکتے ہیں۔ جیسے گذرے ہوئے اور یہ کہ وہ کتنے برس کے بعد ہوگا۔ اور کیا ہوگا۔ اور یہ کہ کس برج کے کس درجہ بلکہ کس دقیقہ میں ہوگا۔ اور کس طرف ہوگا۔ اور کتنے دنوں رہے گا۔ اور ایک ستارہ دوسرے کو چھپالے گا۔ یا کھلا رہے گا۔ اور ان کے سواء اور باتیں اس لئے کہ ستارے تو ایک مضبوط حساب کے باندھے ہوئے ہیں۔ اور یہ زبردست جاننے والے کا اندازہ مقرر فرمایا ہوا ہے۔ تو قیامت کے ذکر سے اِن پر توبیخ کتی فرمائی گئی۔

کہ تمہارے اِن علموں کی اگر کچھ حقیقت ہوتی۔ جیساکہ تمہارا خیال ہے تو کسی ایک شخص کی موت جاننے سے قیامت کا علم تمہیں زیادہ جلد آجاتا ہے۔ مگر تم نہیں جانتے۔ تم تو یوں ہی اٹکل دوڑائے جاتے ہو۔ تو اِن پانچ چیزوں کے خاص ذکر کا یہ نکتہ ہے۔ اللہ خوب جانتا ہے اور درستی فکر پر اللہ ہی کی حمد ہے۔ نیز حدیث شریف میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ پانچ چیزیں ہیں جنہیں اللہ کے سواء کوئی نہیں جانتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ فرمادو آسمان اور زمین میں کوئی غیب نہیں جانتا۔ سوء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے پانچ چیزوں کے جاننے کے متعلق فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے عام حکم فرمایا ہے۔ اور ہمارا سب پر ایمان ہے۔ اس لئے کہ خاص و عام کی نفی نہیں ہے۔ اور غیب جو ہیں۔ انہیں بھی اللہ کے سواء کوئی نہیں جانتا۔

تو خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ ہی جانتا ہے۔ اس کے سواء کوئی اس کی عطا کے کچھ نہیں جانتا۔ تو بات بھی اسی طرف پلٹے گی۔ جو کہ ائمہ کرام نے تحقیق فرمادی کہ نفی اسکی ہے۔ کہ کوئی بذاتِ خود بے عطائے الٰہی جانے چنانچہ صاحب خازنی اسی مذکورہ آیت اِنَّ اللہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ کے ماتحت فرماتے ہیں۔

نزلت فی الحارث بن حارثۃ ابن حفصۃ من اھل البادیۃ

اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسالہ عن الساعۃ وقتھا

وقال ان ارضنا اجربت فقل متی ینزل الغیث ۔ وترکت
امرأتی حبلیٰ فمتی تلد ولقد علمت این   فبای ارض تموت
فانزل اللہ ھٰذہ الآیہ ٥ (تفسیر الخازن)

ترجمہ ۔ حارث بن عمرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ اور آپ سے پانچ چیزوں کا سوال کیا ۔ اور یہ کہا تھا کہ میں نے کھیتی بوئی ۔ خبر دیجئے کہ مینہ کب برسے گا ۔ اور میری عورت حاملہ ہے ۔ مجھے بتائیے کہ اس کے پیٹ میں کیا ہے ۔ یہ تو مجھے معلوم ہے کہ گذشتہ دن میں نے کیا کیا ۔ مجھے یہ بتائیے کہ آئندہ کل کو کیا کروں گا ۔ یہ بھی میں جانتا ہوں کہ کہاں پیدا ہوا ۔ مجھے یہ بتائیے کہ کہاں پر مروں گا ۔

اس تفسیر سے بھی معلوم ہو گیا کہ ان پانچ چیزوں کے متعلق جب حارثہ بن عمرو نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا ۔ تو اللہ تعالیٰ نے خود اس کا جواب دیا کہ ان کو وہی جانتا ہے کیونکہ یہ اس قابل نہیں ہیں ۔ کہ ان کے ایسے امور کی خبر دی جائے ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت شریفہ نازل فرما کر واضح فرما دیا کہ کفار آئندہ ایسے سوال کرنے کے مجاز نہ رہیں ۔

اب مذکورہ آیت اِنَّ اللہَ عِندَہٗ عِلمُ السَّاعَۃِ کے ماتحت مفسرین کرام کی تفاسیر کو ملاحظہ فرمائیے چنانچہ صاحب تفسیرات احمدیہ اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں ۔

ولک ان تقول ان علم ھٰذہ الخمسۃ وان لا یعلمھا احدٌ
الا اللہ لکن یجوز ان یعلمھا من یشاء من محبیہ واولیاءہ
بقرینۃ قولہ تعالیٰ ان اللہ علیم خبیر بمعنی المخبرہ
(تفسیرات احمدیہ)

ترجمہ ۔ اور تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ ان پانچوں کو اگرچہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ۔ لیکن یہ جائز ہے ۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے ولیوں اور محبوبوں میں سے جس کو چاہے ۔ مطلع فرما دے ۔ اس قول کے قرینہ سے کہ اللہ جاننے والا ہے ۔ اور بتانے والا ہے (خبیر بمعنی مخبر)

اب جو حدیث مشکوٰۃ شریف میں آئی ہے ۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ۔ ان پانچ چیزوں کو

کوئی نہیں جانتا۔ اور آیت مذکورہ تلاوت فرمائی۔

علامہ شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں

مراد آنست کہ بے تعلیم الٰہی بحساب عقل ہیچکس اینہا راند اند و اینہا از امور غیب اند کہ جز خدا کسے آنرا نداند مگر آنکہ وے تعالیٰ از نزد خود کسے را بوحی والہام بدآنکند

(اشعۃ اللمعات صفحہ ۴۲ جز الاول مطبوعہ گردید لکھنو)

ترجمہ۔ مراد یہ ہے کہ ان امور غیب کو بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے۔ عقل کے اندازے سے کوئی نہیں جان سکتا۔ کیونکہ ان کو خدا کے سواء کوئی نہیں جانتا۔ مگر وہ جس کو اللہ اپنی طرف سے وحی یا الہام سے بتادے۔

جلال الملۃ والدین علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ روض النظیر شرح جامع صغیر میں اسی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں،

اما قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الا ھو فمسفر بانہ لا یعلمھا احد بذاتہ ومن ذاتہ الا ھو لکن قد تعلم باعلام اللہ تعالیٰ فان ثمہ من یعلمھا ہ (روض النظیر شرح جامع صغیر)

ترجمہ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا ہے۔ کہ ان پانچ غیبوں کو کوئی نہیں جانتا۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ بذات خود اپنی ذات سے انہیں اللہ ہی جانتا ہے۔ مگر خدا کے بتائے سے کبھی ان کو بھی ان کا علم ملتا ہے۔

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری مشکوٰۃ شرح مشکوٰۃ اسی حدیث خمس لا یعلمھن کے تحت فرماتے ہیں

فَمَنِ ادَّعٰی عِلْمَ شَیْءٍ مِّنْھَا غَیْرَ مُسْنَدٍ اِلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ کَاذِبًا فِیْ دَعْوَاہُ ہ (المرقات شرح مشکوٰۃ)

ترجمہ۔ پس جو شخص ان پانچوں میں سے کسی چیز کے علم کا دعویٰ کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بغیر نسبت کئے ہوئے تو وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

حوالہ ملاحظہ فرمایئے۔

علامہ شنوانی جمع النھایہ میں اسی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں۔

قَدْ وَرَدَ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَمْ یُخْرِجِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اَطْلَعَہُ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ ○ (الجمع النہایہ)

ترجمہ۔ بے شک وارد ہُوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دُنیا سے خارج نہ کیا۔ یہاں تک کہ ہر چیز پر مطلع کر دیا۔

سیدی احمد مالکی غوث الزماں سید شریف عبدالعزیز مسعود کتاب الابریز میں فرماتے ہیں۔

ھُوَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ مِّنَ الْخَمْسِ الْمَذْکُوْرَۃِ فِی الْاٰیَۃِ الشَّرِیْفَۃِ وَکَیْفَ یَخْفٰی عَلَیْہِ ذٰلِکَ وَالْاَقْطَابُ السَّبْعَۃُ مِنْ اُمَّتِہِ الشَّرِیْفَۃِ یَعْلَمُوْنَھَا وَھُمْ دُوْنَ الْغَوْثِ فَکَیْفَ بِالْغَوْثِ فَکَیْفَ بِسَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ الَّذِیْ ھُوَ الْمُسَبِّبُ کُلِّ شَیْءٍ وَّمِنْہُ کُلُّ شَیْءٍ ○ (کتاب الابریز)

ترجمہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہ ان پانچ مذکورہ میں سے کچھ بھی چھپا ہُوا نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ امور کیونکر مخفی ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ آپ کی اُمّت شریفہ کے سات قطب ان کو جانتے ہیں۔ پس غوث کا کیا پوچھو۔ پھر حضور سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا کہنا جو ہر چیز کے سبب ہیں۔ جن سے ہر چیز ہے

علامہ ابراہیم بجویری شرح قصیدہ بُردہ شریف میں اسی کے متعلق فرماتے ہیں۔

لَمْ یَخْرُجِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا بَعْدَ اَنْ اَعْلَمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِھٰذِہِ الْاُمُوْرِ الْخَمْسَۃِ ○ (شرح قصیدہ بردہ شریف) ترجمہ:-

علمِ قیامت اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو باعلام خداوندی علم وقوع قیامت حاصل ہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے علم سے بے علم خیال کیا تو قرآن کی کئی آیات واحادیث صحیحہ کا انکار لازم آتا ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ بعض امور ایسے ہیں جو کہ عام نہیں بیان کئے جاتے۔ جس میں ایک خاص

وقوع قیامت ہے۔ اگر اسکا وقت عوام کو معلوم ہو جائے تو مقصد قیامت نہیں رہتا،
چنانچہ آیت شریف ملاحظہ فرمایئے۔ کہ آیا علم قیامت اللہ تعالیٰ نے کسی کو عطا فرمایا ہے یا کہ نہیں۔

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ ۝ (پ ۲۹ ع ۱۱ سورہ جن)

ترجمہ۔ غیب کا جاننے والا وہی ہے۔ وہ اپنے خاص غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا۔ ہاں مگر اپنے رسولوں میں سے جس کو پسندیدہ فرما لیتا ہے۔

اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے اَلْغَیْبُ کی نسبت اپنی طرف کر کے اپنے تمام غیب کے عالم ہونے کا ثبوت بیان فرمایا ہے۔ اور اس کے بعد اپنے خاص رسول کو غیب کا علم عطا فرمانے پر علیٰ غیبہٖ فرمایا ہے تو غیبہٖ ضمیر کا مرجع الغیب رکھا ہے۔ اور اَلْغَیْبِ ال جنس کا ہے۔ یہ تو ثابت ہو گیا کہ الغیب سے جب تمام غیوب کا عالم ہونا خدا تعالیٰ نے اپنے لئے بیان فرمایا ہے۔ تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ غیبہٖ کا مرجع الغیب ہوا۔ تو اس کے معنے یہ ہوئے کہ وہ اپنے خاص رسول کو کل غیبوں کا علم عطا فرما دیتا ہے۔
جب کل غیبوں کا علم اپنے خاص رسول کو عطا فرما رہا ہے تو کیا اس میں قیامت کا علم نہ ہوا قیامت کا علم بھی انہی غیوب میں داخل ہے۔

چنانچہ علامہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ القوی اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں۔

آنچہ بر نسبت ہمہ مخلوقات غائب است غائب مطلق است مثل وقت آمدن قیامت واحکام تکونیہ و شرعیہ باری تعالیٰ در ہر روز و ہر شریعت و مثل حقائق ذات و صفات او تعالیٰ علیٰ سبیل التفصیل این قسم را غیب خاص او تعالیٰ نیز می نامند فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا پس مطلع نمی کند بر غیب خاص خود ہیچکس را مگر کسے را کہ پسند می کند و آں کس رسول باشد خواہ از جنس ملک و خواہ از جنس بشر مثل حضرت مصطفیٰ علیہ السلام او را اظہار بعضے از غیوب خاصہ خود می فرماید۔ (التفسیر عزیزی پارہ ۲۹)

ترجمہ۔ جو چیز تمام مخلوقات سے غائب ہو۔ وہ غائب مطلق ہے۔ جیسے قیامت کے آنے کا وقت اور روزانہ اور ہر شریعت کے پیدائشی اور شرعی احکام اور جیسے خدا کی ذات

وصفات بطریق تفصیل اس قسم کو رب کا خاص غیب کہتے ہیں۔ پس اپنے خاص غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا اس کے سوائے جس کو پسند فرمالے۔ اور وہ رسول ہوتے ہیں۔ خواہ فرشتے کی جنس سے ہوں یا انسان کی جنس سے جیسے حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر اپنے بعض لہ خاص غیب ظاہر فرماتا ہے۔

شاہ صاحبؒ کی تفسیر سے صاف واضح ہوگیا کہ عالم الغیب فلا یظہر علیٰ غیبہ سے خدا تعالیٰ کے خاص غیب مراد ہیں۔ جو کسی پر ظاہر نہیں فرماتا۔ لیکن الّا من ارتضیٰ من رسول۔ رسولوں میں جس کو پسند فرمالیتا ہے۔ انہیں اس خاص غیب سے مطلع فرمادیتا ہے۔ تو خاص غیب ایک قیامت کے آنے کا وقت بھی ہے۔ تو ثابت ہوگیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیامت آنے کے وقت سے بھی مطلع فرمادیا ہے۔

دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔

علامہ علاء الدین صاحب تفسیر خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

الّا من یصطفیہ لرسالتہ ونبوتہ فیظہر علیٰ مایشاء من الغیب حتی یستدل علیٰ نبوّتہ بما یخبر بہ منَ الغیبات فیکون معجزۃ لہ ۔ (التفسیر خازن)

ترجمہ - یعنی خدا جس کو اپنی رسالت اور نبوّت کے لئے انتخاب کرے اور جس پر وہ چاہے اس پر وہ غیب کا اظہار فرمادیتا ہے۔ تاکہ ان مغیبات سے جن کی وہ خبر دیتے ہیں۔ ان کی نبوّت کچھ دلیل پکڑی جائے اور یہ ان کا معجزہ ہوتا ہے۔

اس تفسیر سے بھی واضح ہوگیا۔ کہ اللہ تعالیٰ رسولوں میں جس کو پسند فرمالیتا ہے۔ انہیں غیب کا علم عطا فرما دیتا ہے۔ اور یہ غیب خاص ہے۔ جس میں قیامت کا علم ہونا بھی شامل ہے۔

قیامت کی آمد کے متعلق قرآن کریم کی بے شمار آیات اور احادیث کثیرہ میں اس قدر اشارات موجود ہیں کہ ان کا احصار مشکل ہے۔ جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور سرور کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیامت کے متعلق پورا علم خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام باوجود جاننے کے بعض امور کے کتمان پر مامور تھے اور بعض کے اظہار

حاشیہ

لہ ہماری مخلوق کے علوم جمع ہوکر بھی خدا کے علم سے بعض کیا بلکہ ایک قطرہ بھی نہیں جیسا کہ گزشتہ ابتداء عقیدہ اہل سنت کے باب میں بیان ہوچکا ہے۔

پر مامور تھے۔ بعض اسرار الٰہیہ خواص کو بتائے گئے اور عوام سے چھپائے گئے۔ اور بعض اسرار سربمہر رکھ دیئے گئے۔ کہ جو ان کے اہل ہوں۔ وہ معلوم کر لیں۔ اور نااہل کی چشم سے پوشیدہ ہی رہیں۔ مثال کے طور پر قرآن مجید میں حروف مقطعات کو ہی لے لیجئے۔ ان کے مطالب سے راسخون فی العلم ہی آگاہ ہیں۔ اور دوسرے ان رموزات سے واقف نہیں۔ جیساکہ شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی مدارج النبوت میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک علم ایسا عطا کیا گیا ہے۔ جو کسی کو نہیں دیا گیا۔ کیوں کہ اس کے کتمان کا حکم دیا گیا ہے اس لئے کسی اور سے یہ برداشت نہیں ہو سکتا۔ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ جس مخبر صادق آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی تمام علامات بیان فرمائی ہیں۔ وہ علم وقوع قیامت سے لاعلم ہیں۔ چنانچہ صاحب تفسیر صاوی آیت یسئلونک عن الساعۃ کے ماتحت فرماتے ہیں۔

المعنیٰ لایفید علمہ غیرہ تعالیٰ فلاینافی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یخرج من الدنیا حتی اطلع ماکان وما یکون وما ھو کائن ومن جملتہ علم الساعۃ ۵ (التفسیر صاوی)

ترجمہ ۔ معنیٰ یہ ہیں۔ کہ قیامت کا علم خدا کے سواء کوئی نہیں دے سکتا۔ پس یہ آیت اس کے خلاف نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہ لے گئے۔ یہاں تک کہ ان کو تمام گذشتہ وآئندہ واقعات پر مطلع فرما دیا جن میں قیامت کا علم بھی ہے۔

صاحب تفسیر صاوی کی عبارت سے واضح ہو گیا۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیامت کا علم ہے کہ کب آئے گی۔

ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمایئے۔

علم عقائد کی معتبر کتاب شرح مقاصد آیت عالم الغیب تا الامن ارتضی من الرسول تک کے ماتحت یوں درج ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

اَلْخَامِسُ مِنَ الْاِعْتِرَاضَاتِ الْمُعْتَزِلَۃِ الْمُنْکِرِیْنَ لِکَرَامَۃِ الْاَوْلِیَاءِ قَوْلُہٗ تَعَالٰی عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ الایۃ خَصَّ الرُّسُلَ مِنْ بَیْنِ الْمُرْتَضِیْنَ بِالْاِطِّلَاعِ عَلَی الْغَیْبِ فَلَا یَطَّلِعُ غَیْرُھُمْ وَاِنْ کَانُوْا اَوْلِیَاءَ مُرْتَضِیْنَ وَالْجَوَابُ

مِنْ اَھْلِ السُّنَّۃِ اِنَّ الْغَیْبَ ھٰھُنَا لَیْسَ الْعُمُوْمَ بَلْ مُطْلَقٌ اَوْ مُعَیَّنٌ ھُوَ وَقْتُ وُقُوْعِ الْقِیَامَۃِ بِقَرِیْنَۃِ السِّبَاقِ وَلَا یَبْعُدُ اَنْ یَّطَّلِعَ عَلَیْہِ بَعْضُ الرُّسُلِ مِنَ الْمَلَائِکَۃِ اَوِ الرُّسُلِ فَیَصِحُّ الْاِسْتِثْنَاءُ مُتَّصِلًا ہ

(شرح مقاصد جزء الثانی صفحہ ۲۵)

ترجمہ۔ معتزلہ جو اولیاء کرام کی کرامات کے منکر ہیں ، وہ کہتے ہیں۔ کہ آیت مذکورہ الا من ارتضی من رسول سے صرف رُسل کے لئے علمِ غیب ثابت ہو سکتا ہے ۔ اولیاء اللہ کیلئے نہیں ، تو اہلِ سنت کی طرف سے جواب یہ ہے کہ یہاں غیب سے مُراد عام غیب نہیں ۔ بلکہ مطلق یا معیّن علم وقوع قیامت ہے ۔ کیونکہ یہاں سے آیت شریفہ قیامت کے ذکر میں چلی آرہی ہے ۔ لہٰذا بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ بعض رسل وملائکہ یا رسولوں میں سے مطلع فرمادے غیب پر پس استثناء متصل صحیح ہُوا۔

شرح مقاصد کی عبارت سے واضح ہوگیا ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے بعض ملائکہ اور پسندیدہ رسول کو وقوع قیامت کا علم عطا فرما دیا ہے ۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ زمانہء قدیم کے اہلِ سنت اور معتزلہ دونوں فریق اس بات پر متفق تھے ۔ کہ آیت میں استثناء الا من ارتضیٰ کا متصل ہے ۔ اور انبیاء کرام کے لئے علم غیب عطائی کا قول صحیح ہے ۔ اور علم وقوع قیامت بھی ان میں جس کو پسند فرمالیا مطلع فرمادیا ہے ۔ گویا اس زمانہ کے دیوبندیوں وہابیوں سے بدرجہا بہتر تھے ۔ اس زمانہ کے دیوبندی تو علم غیب انبیاء کرام علیہم السلام کے بالکل ہی منکر ہیں ۔

حتیٰ کہ اُن کے بعض مولویوں نے اپنے رسالوں میں عالم الغیب فلا یظھر علیٰ غیبہ احدًا کے آگے آیت شریف ہی ذکر نہیں کی ۔ اور بعض نے بڑی ڈھٹائی اور دیدہ دلیری سے استثناء منقطع لکھ دیا ہے ۔ تو بھی مطلق علم کی نفی ہو جائے گی ۔ دیکھئے عداوت الرسول سے ان لوگوں کے سینے کس طرح بریز ہیں ۔ ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمایئے ۔

امام قسطلانی نے ارشاد الساری میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے ۔

وَلَا یَعْلَمُ مَتٰی تَقُوْمُ السَّاعَۃُ اَحَدٌ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّہٗ یُطْلِعُ عَلٰی مَنْ یَّشَاءُ مِنْ غَیْبِہٖ وَالْوَلِیُّ تَابِعٌ لَّہٗ یَاْخُذُ عَنْہُ

(ارشاد الساری وھکذا صحیح بخاری جز الثانی ص۶۸۱)

ترجمہ۔ اور نہیں جانتا کوئی کہ قیامت کب قائم ہوگی۔ مگر رسولوں میں جس کو چُن لیتا ہے۔ پس بے شک اُس کو مطلع فرما دیتا ہے۔ جس کو چاہے اس غیب پر۔ اور ولی بھی تابع ....

اُس سے یہ علم ماخوذ کر لیتے ہیں۔

ان تمام دلائل سے آفتاب کی طرح روشن ہو گیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وقوعِ قیامت کا علم ہے۔ نیز قرآن کریم کی ایک آیت یا کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیامت کا علم نہیں دیا گیا۔ یہ نفی تو ہرگز ہرگز نہیں۔ ولیس من شرط النبی ان یعلم الغیب بغیر تعلیم من اللہ تو پھر یہ محض دشمنیٔ رسول کی بنا پر کہنا کہ آپ کو قیامت کا علم نہیں تھا۔ کس قدر ظلم ہے۔ اور ابھی انشاءاللہ آئندہ کئی احادیث آئیں گی۔

اب ملاحظہ فرمایئے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو بھی قیامت کا علم ہے یا کہ نہیں۔

وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ ط ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰی فَاِذَا هُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ ہ

(پ۲۴ ع۲ سورہ زمر)

ترجمہ۔ اور جب صُور پھونکنے والا صُور پھونکے گا۔ تو سب بیہوش ہو جائیں گے۔ جتنے آسمان اور زمین میں ہیں۔ اور پھر صور پھونکے گا۔ دوبارہ جبھی وہ دیکھتے کھڑے ہو جائیں گے۔

اس آیت شریفہ سے معلوم ہُوا کہ صاحب صور حضرت سیدنا اسرافیل علیہ السلام قیامت سے پہلے صور پھونکیں گے۔ اگر حضرت اسرافیل علیہ السلام کو وقت قیامت معلوم نہ ہو تو پھر صور کیسے پھونک سکتے ہیں۔

دوسری آیت ملاحظہ فرمایئے۔

وَاسْتَمِعْ یَوْمَ یُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّکَانٍ قَرِیْبٍ ہ (پ۲۶ ع۱۶ سورہ ق)

ترجمہ۔ کان لگا کر سنو جس دن پکارنے والا پکارے گا ایک پاس جگہ سے۔

چنانچہ اسی آیت کے تحت صاحب تفسیر خازن فرماتے ہیں۔

قال المفسرون المنادی ھو اسرافیل یقف علی صخرۃ بیت المقدس فینادی

بالحشر فیقول یا ایتھا العظام البالیۃ والاوصال المتقطعۃ واللحوم المتفرقۃ والشعور المتفرقۃ ان اللہ یامرکن ان تجمعن لفصل القضاء ۝ (التفسیر الخازن)

ترجمہ۔ مفسرین نے کہا ہے کہ منادی سے مُراد حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں جو صخرہ بیت المقدس سے قیامت سے قبل یہ ندا فرمائیں گے۔ اے گلی ہُوئی ہڈیو۔ بکھرے ہُوئے جوڑو ریزہ ریزہ شُدہ گوشت پراگندہ بالو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں فیصلہ کے دن جمع ہونے کا حکم دیتا ہے۔

اس آیت و تفسیر سے یہ معلوم ہو گیا۔ کہ حضرت اسرافیل علیہ السّلام قیامت سے قبل یہ ندا کریں گے اور صور پھونکیں گے۔ اس سے یہ ثابت ہوا۔ کہ قیامت کے وقت کا علم حضرت اسرافیل علیہ السلام کو ہے اگر بقول مخالفین کسی کو قیامت کے وقوع کا علم نہیں تو کیا جب قیامت آ جائے گی۔ اسوقت پہلا صور پھونکا جائیگا۔ ہرگز نہیں۔ تو تسلیم کرنا پڑے گا۔ جب کہ ایک مقرب فرشتہ صاحب صور کو وقوع قیامت کا علم ہے تو کیا حضور سید الانس والجان کو وقوع قیامت کا علم نہیں ہو سکتا۔

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار اُن سے!
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

الحمد للہ ان تمام دلائل صحیحہ سے ثابت ہو گیا کہ حضور آقاء یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو وقوع علم قیامت باعلام خداوندی حاصل ہے۔ اگر اس کے باوجود مخالف صاحب انکار ہی میں رہیں۔ تو وہ اپنا ٹھکانا سوچ رکھیں۔ اب علم غیث کہ بارش کب ہو گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہونا ملاحظہ فرمایئے۔

علمِ غیث اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

آیت مذکورہ وینزل الغیث سے استدلال کہ بارش کب ہو گی۔ اس کو اللہ ہی جانتا ہے۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ نے کسی کو عطا نہیں فرمایا۔ تو یہ بالکل غلط ہے اور آیات قرآنی کا انکار لازم

آئے گا۔ چنانچہ سب سے قبل یہ ملاحظہ فرمایئے۔ کہ علم غیث بھی اللہ تعالیٰ نے کسی کو عطا فرمایا ہے یا کہ نہیں۔

وَالصّٰفّٰتِ صَفًّا۔ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۝ (پ ۲۳ ع ۴ سورۃ الصّٰفّٰت)

ترجمہ۔ قسم ہے اُن کی کہ باقاعدہ صف باندھیں۔ اور پھر اُن کو جھڑک کر چلائیں۔
چنانچہ صاحب تفسیر معالم التنزیل اسی آیت شریفہ کے ماتحت فرماتے ہیں۔

یعنی الملائکۃ تزجر السحاب وتسوقہ الخ وَ اَمّا میکائیل موکل بالمطر والنبات والارزاق ۝ (التفسیر معالم التنزیل)

ترجمہ۔ یعنی ملائکہ ابر بادل کو چلاتے ہیں۔ اور حضرت میکائیل علیہ السلام بارش کے برسانے اور سبزہ اور پھلوں کے اُگانے اور رزق پر متعین ہیں۔

قرآن کریم کی آیت شریفہ اور تفسیر سے صاف واضح ہوگیا۔ کہ حضرت سیدنا میکائیل علیہ السلام مقرب فرشتہ کو یہ علم ہے کہ بارش کب برسانی ہے اور کب نہیں برسانی۔ اگر اُن کو قبل بارش کے برسانے کا علم نہ ہو تو وہ بارش کو برسا کیسے سکتے ہیں۔ تو تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ جب فرشتہ مقرب کو یہ علم عطا کر دیا ہے۔ کہ بارش کب ہونی ہے۔ تو کیا حضور سید العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ علم نہیں عطا کیا جا سکتا۔

چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بارش سے قبل یہ فرمانا۔ کہ بارش ہوگی۔ چنانچہ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علامات قیامت بیان فرماتے ہوئے بارش کے متعلق ارشاد فرمایا۔

ثُمَّ یُرْسِلُ اللّٰہُ مَطَرًا لَا یَکُنُّ مِنْہُ بَیْتُ مَدَرٍ وَّلَا وَبَرٍ
(مشکوٰۃ ص ۴۷۴)

ترجمہ۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک عالمگیر مینہ بھیجے گا۔ (برسائیگا) جس سے کوئی کچا مکان اور خیمہ نہیں بچے گا۔

دوسری حدیث شریف میں اس طرح ہے۔

ثُمَّ یُرْسِلُ اللّٰہُ مَطَرًا کَاَنَّہُ الطَّلُّ فَیَنْبُتُ مِنْہُ اَجْسَادُ النَّاسِ ۝

(حدیث مشکوٰۃ باب لاتقوم الساعۃ الا علی شرار الناس)

ترجمہ۔ پھر بارش ہوگی۔ گویا۔ کہ وُہ شبنم ہے۔ پس اِس مینہ سے آدمیوں کے جسم اُگیں گے۔

اِن دونوں احادیث مبارکہ سے آفتاب کی طرح واضح ہوگیا۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے بارش ہونے کی خبر قبل از وقت سُنائی اور برسوں پہلے اِس سے صاف ثابت ہوگیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیث بھی حاصل ہے کہ کب بارش ہوتی ہے۔

اب یہ بھی خیال رکھئے کہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بدولت یہ دولت آپ کے خادموں کو بھی میسّر ہے۔

چنانچہ صاحب تفسیر عرائس البیان آیت مذکورہ ویُنزل الغیث کے ماتحت فرماتے ہیں۔

ولکن کثیرا ما سمعت من الاولیاء یقول یمطر السماء غدًا اولیلا یمطر کما قال کما سمعنا ان یحیٰی بن معاذ کان راس قبر ولی وقت دفنہ و قال لعامۃ من حضروا ان ھٰذا الرجل من اولیاء اللہ الٰھی انکنت صادقًا فانزل علینا المطر قال الراوی فنظرت الی السّماءِ ومارایت فیھا راحۃ سحاب فانشاء اللہ سبحانہٗ صحابۃ مثل ترس فمطرت فرجعنا مبتلین ہ (التفسیر عرائس البیان)

ترجمہ۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ میں نے اولیاء سے بہت سُنا ہے۔ کہ کل کو مینہ برسے یا رات کو پس برستا ہے۔ یعنی اُسی روز کو جس روز کی انہوں نے خبر دی ہے۔ اور ہم نے سُنا ہے کہ یحیٰی بن معاذ ایک ولی کے دفن کے وقت قبر پر موجود تھے اور انہوں نے عام حاضرین سے کہا۔ کہ یہ شخص یعنی جو دفن کئے گئے ہیں۔ ولی ہیں۔ اور یا الٰہی اگر میں سچا ہوں۔ تو مینہ برسادے۔ راوی نے کہا کہ میں نے آسمان کی طرف دیکھا۔ تو بادل کا پتہ نہ تھا۔ پس اللہ نے بادل پیدا کر کے مینہ برسایا۔ کہ ہم لوٹ کر بھیگے ہُوئے آئے۔

اِن تمام دلائل سے ثابت ہوگیا۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو بھی بارش کے برسنے کا علم حاصل ہے

اور آپ کی بدولت اولیاء کرام کو بھی بارش برسنے کا علم ہے۔

مخالف صاحبان کے اس قول باطل کا رد ہو گیا۔ کہ علم ینزل الغیث کسی کو نہیں معلوم ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کو مینہ برسنے کا علم عطا فرماتا ہے۔ اب علم ما فی الارحام (یعنی ماں کے پیٹ میں کیا ہے) کی تحقیق ملاحظہ فرمایئے۔ کہ کیا یہ علم بھی کسی کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے یا کہ نہیں۔

علم ما فی الارحام اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

آیت میں ہے یعلم ما فی الارحام کہ جانتا ہے۔ وہ جو ماں کے پیٹ میں ہے۔ یہاں سے بھی اگر یہ مراد لی جائے۔ کہ فی الارحام کا علم اللہ تعالیٰ نے کسی کو عطا نہیں فرمایا۔ تو بھی صریح ظلم ہے۔

قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ۝ (پ ۱۶ ع ۴ سورہ مریم)

ترجمہ۔ فرشتہ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں۔ تاکہ دوں تجھے ایک پاک لڑکا۔

اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کو حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت دی۔ ایک تو یہ ہے کہ رحم میں کوئی چیز ٹھہر جائے تو جان لینا۔ لیکن کمال یہ ہے۔ کہ ابھی رحم میں وہ چیز بھی نہیں آئی جس کی خبر ایک فرشتہ مقرب دے رہے ہیں۔ انہیں علم ہے۔ کہ ان کے ہاں لڑکا ہو گا۔

اسی طرح دوسری آیت ملاحظہ فرمایئے۔

قَالُوْا لَا تَخَفْ ۖ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۝ (پ ۲۶ ع ۱۸ سورہ ذاریات)

ترجمہ۔ کہا ان فرشتوں نے کہ نہ خوف کیجئے اور خوشخبری ہو۔ آپ کو علم والے لڑکے کی۔

اس آیت شریفہ سے بھی واضح ہو گیا۔ کہ ملائکہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت اسحاق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی۔

معلوم ہوا کہ ملائکہ کو ماں کے رحم میں ابھی کوئی چیز قرار بھی نہیں پائی تو وہ جانتے ہیں کہ ان کے ہاں لڑکا پیدا ہو گا۔

چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فی الارحام کی خبر دینا بھی حدیث صحیحہ سے ملاحظہ فرمائیے۔
ام الفضل بنت حارث سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَأَیْتِ خَیْرًا تَلِدُ فَاطِمَۃُ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ غُلَامًا یَکُوْنُ فِیْ حِجْرِکِ فَوَلَدَتْ فَاطِمَۃُ الْحُسَیْنَ ٥

(حدیث مشکوٰۃ باب مناقب اہل بیعت ص ۵۷۲)

ترجمہ - پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو نے جو دیکھا بہتر دیکھا انشاء اللہ میری فاطمہؓ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ جو تیری گود میں رہے گا۔ تو پس پیدا ہوئے حضرت فاطمہؓ کے ہاں حضرت حسین رضی اللہ عنہ

اس حدیث شریفہ سے معلوم ہوگیا۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ما فی الارحام کا علم ہے۔
ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَاتَ ابْنٌ لِاَبِیْ طَلْحَۃَ مِنْ اُمِّ سُلَیْمٍ فَقَالَتْ لِاَھْلِھَا لَاتُحَدِّثُوْا اَبَا طَلْحَۃَ بِابْنِہٖ حَتّٰی اَکُوْنَ اَنَا اُحَدِّثُہٗ قَالَ فَجَآءَ فَقَرَّبَتْ اِلَیْہِ عَشَآءً فَاَکَلَ وَشَرِبَ قَالَ ثُمَّ تَصَنَّعَتْ لَہٗ اَحْسَنَ مَا کَانَ تَصَنَّعُ قَبْلَ ذٰلِکَ فَوَقَعَ بِھَا فَلَمَّا رَأَتْ اَنَّہٗ قَدْ شَبِعَ وَاَصَابَ مِنْھَا قَالَتْ یَا اَبَا طَلْحَۃَ اَرَاَیْتَ لَوْ اَنَّ قَوْمًا اَعَارُوْا عَارِیَتَھُمْ ...... اَھْلَ بَیْتٍ فَطَلَبُوْا عَارِیَتَھُمْ اَلَھُمْ اَنْ یَّمْنَعُوْھُمْ قَالَ لَا قَالَتْ فَاحْتَسِبِ ابْنَکَ قَالَ فَغَضِبَ فَقَالَ تَرَکْتِنِیْ حَتّٰی ثُمَّ اَخْبَرْتِنِیْ بِابْنِیْ فَانْطَلَقَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَارَکَ اللّٰہُ لَکُمَا فِیْ غَابِرِ لَیْلَتِکُمَا قَالَ فَحَمَلَتْ ٥

(حدیث مسلم شریف باب فضائل ام سلیم)

ترجمہ - حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ابو طلحہ کا بیٹا جو ام سلیم کے پیٹ سے تھا فوت ہوگیا۔ انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا۔ ابو طلحہ کو خبر نہ کرنا ان کے بیٹے کی جب تک کہ میں خود نہ کہوں۔ آخر ابو طلحہ آئے ام سلیم شام کا کھانا سامنے لائیں۔ انہوں نے کھایا۔

اور پیا پھر ام سلیم نے اچھی طرح بناؤ اور سنگھار کیا۔ ان کے لئے یہاں تک کہ انہوں نے جماع کیا اُن سے۔ جب ام سلیم نے دیکھا۔ کہ وہ سیر ہو گئے اور ان کے ساتھ صحبت بھی کر چکے۔ اسوقت انہوں نے کہا۔ اے ابو طلحہ اگر کچھ لوگ اپنی چیز کسی گھر والوں کو مانگنے پر دیویں۔ پھر اپنی چیز مانگیں۔ تو کیا گھر والے اس کو روک سکتے ہیں۔ ابو طلحہ نے کہا۔ نہیں روک سکتے۔ ام سلیم نے کہا تو میں تم کو خبر دیتی ہوں۔ تمہارے بیٹے کے فوت ہو جانے کی۔ یہ سُن کر ابو طلحہ غصے ہوئے اور کہنے لگے۔ تُو نے مجھ کو خبر نہ کی یہاں تک کہ میں آلودہ ہُوا۔ اب مجھ کو خبر کی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ تم کو برکت دے۔ تمہاری گزری ہُوئی رات میں اُم سلیم حاملہ ہو گئیں۔

اس حدیث شریفہ سے واضح ہو گیا۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شوہر اور زوجہ کے رات والے واقعہ کا بھی علم تھا۔ اور رحم میں علقہ ٹھہر جانے کا علم تھا۔ تو جبھی فرمایا۔ کہ تم کو مبارک ہو۔ چنانچہ اس طویل حدیث کے آخر میں ہے فولدت غلاماً کہ اُم سلیم کے ہاں لڑکا پیدا ہُوا جس کی خبر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے سے فرما دی۔

ثابت ہُوا کہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مافی الارحام کا علم ہے۔ یہ تو بہت بڑا بلند مقام ہے ذرا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں کو بھی مافی الارحام کا علم ہونا ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت جلالۃ الملۃ والدین علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ الخلفاء میں فرماتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے۔

وَاخرج مالکٌ عن عائشۃ ان ابابکر نحلھا جد عشرین وسقامن مالہ بالغابۃ فلما حضرتہ الوفاۃ یا بنیۃ واللہ مامن الناس احداً احب الی غنی منکِ وَلا اعز علی فقرا بعدی منکِ وانی کنت نحلتکِ جداً عشرین وسقا فلو کنت جددتیہ واحتزدتیہ کان لکِ وانما ھوالیوم مال وارث وانما ھو اخواکِ وَاختاکِ فاقسموہ علی کتاب اللّٰہ فقالت یا ابت لو کان کذا وکذا لترکتہ انما ھی اسماء فمن

الاخرىٰ قال ذو بطن ابنة خارجة اراها جارية واخرجه ابن سعد وقال فی آخره قال ذات بطن ابنة خارجة قد القی فی روعی انها جارية فاستوص بها خيرا فولدت ام كلثوم ٥

(تاريخ الخلفاء للسيوطی صا۲)

ترجمہ ۔ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے ۔ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک درخت کھجور کا دیدیا تھا۔ جس سے بیس وسق کھجوریں حاصل ہوتی تھیں ۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا ۔ تو انہوں نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ کہ اے بیٹی خدا کی قسم مجھے تیرا غنی ہونا بہت پسند ہے۔ اور غریب ہونا بہت ناگوار ۔ اس درخت سے اب تک جو کچھ تم نے نفع اُٹھایا ہے۔ وہ تمہارا تھا۔ لیکن میرے بعد یہ مال وارثوں کا ہے ۔ اور وارث تمہارے صرف دو بھائی اور دو نوں بہنیں ہیں ۔ اس ترکہ کو موافق حکم شرع کے تقسیم کر لینا ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ۔ ایسا ہو سکتا ہے ۔ لیکن میری تو صرف ایک بہن اسماء ہی ہیں ۔ آپ نے دوسری کونسی بتا دی ۔ فرمایا ۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک تو اسماء ہیں دوسری بہن اپنی ماں کے پیٹ میں ہے ۔ میں جانتا ہوں ۔ کہ وہ لڑکی ہے ۔ پس اُمِ کلثوم پیدا ہوئیں ۔

غور فرمایئے ۔ کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی مافی الارحام کا علم ہے جنہوں نے یہ خبر دیدی ۔ کہ میری بیوی بنت خارجہ جو حاملہ ہیں ۔ ان کے ہاں لڑکی پیدا ہوگی ۔ چنانچہ ام کلثوم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد پیدا ہوئیں ۔ یاد رہے کہ یہ مذکورہ واقعہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق دیوبندی جماعت کے راہنما مولوی اشرف علی تھانوی نے کرامات صحابہ میں بھی درج کیا ہے ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمایئے کہ غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مافی الارحام کا علم ہے ۔

حضرت علامہ کمال الدین دمیری حیوٰۃ الحیوان میں فرماتے ہیں ۔

وعن ابی لهيعة عن ابی الاسود عن عروة قال لقی رسول الله صلی الله عليه وسلم رجلا من البادية وهو متوجه الی بدر لقيه

بالروحاء فسأله القوم عن الناس فلم يجد واعنده خبرا فقالوا له سلم على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال افيكم رسول الله فقالوا نعم فجاء فسلم عليه ثم قال ان كنت رسول الله **فاخبرني عما في بطن ناقتي هذه** فقال له سلمة بن سلامة بن وقش وكان غلاما حدثا لا تسئل رسول الله صلى الله عليه وسلم **واقبل علي فانا اخبرك عن ذلك نزوت عليها ففي بطنها** فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم **افحشت** الرجل ثم اعرض عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم **فلم يكلم** بكلمة واحدة حتى قفلوا فاستقبلهم المسلمون بالروحاء يهنونهم فقال سلمة يا رسول ما الذين يهنونك والله ان رأينا الا عجائز صلعا كالبدن المعتقلة فنحرنها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان لكل قوم فراسة وانما يعرفها الاشراف - رواه الحاكم في المستدرك وقال هذا صحيح مرسل وحكاه ابن هشام في سيرته ۔

(حیاۃ الحیوان علامہ دمیری ؒ)

ترجمہ ۔ اس طویل عربی عبارت کا مختصر خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میری اُونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے ۔ سلمہ نے کہا اُس اعرابی سے کہ ایسی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ پوچھو میری طرف متوجہ ہو ۔ میں تجھے خبر دیتا ہوں کہ اس کے پیٹ میں میری حرکت نالائق کا نتیجہ ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ خاموش اور وہ اعرابی حیرت میں رہ گیا ۔

اس سے ثابت ہُوا ۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے نو عمر صحابی نے پیٹ کا حال بتا دیا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کا یہ سوال سُن کر خاموشی فرمائی ۔ تاکہ اس کی نالائق حرکت کا پردہ فاش نہ ہو ۔ لیکن اُس نے اعرابی کو یہ بتا دیا ۔ کہ اس اونٹنی کے پیٹ میں کس کا علقہ ہے ۔

حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام خداہ ابی وامی کی رؤف رحیمی پر قربان جنہوں نے علم ہونے کے باوجود اس اعرابی کا پردہ فاش کرنا مناسب نہ سمجھا ۔

حضرت سلمہ صحابی رضی اللہ عنہ کا یہ خبر دے دینا اسی بات کی دلیل ہے۔ کہ آقائے دو عالم کے علم کی شان تو بہت بلند ہے۔ لیکن ان کی بدولت غلاموں کو بھی مافی الارحام کا علم ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اعرابی حیران ہو گیا۔
اب جو لوگ یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو مافی الارحام کا علم عطا نہیں فرماتا معلوم نہیں۔ کہ وہ ان احادیث کا کیا جواب دیں گے۔ ہاں جب ان کے پاس کوئی جواب نہ ہو تو یہی ایک جواب دیتے ہیں۔ کہ ایسا عقیدہ رکھنے والے تمام مشرک ہیں۔ حالانکہ اس کی کوئی صریح دلیل پیش نہیں کر سکتے۔ ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔
شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بستان المحدثین میں فرماتے ہیں۔

نقل می کنند کہ والد شیخ ابن حجر را فرزندی زیست کشیدہ خاطر بحضور شیخ رسید۔ شیخ فرمود از پشت تو فرزندی خواہد بر آمد کہ بعلم دنیا را پر کند ۵

(بستان المحدثین صـ ۱۱۴)

ترجمہ۔ یعنی شیخ ابن حجر عسقلانی کے والد ماجد کی اولاد زندہ نہیں رہا کرتی تھی ایک روز رنجیدہ ہو کر اپنے شیخ کے حضور میں پہنچے۔ شیخ نے فرمایا۔ کہ تیری پشت سے ایسا فرزند ارجمند پیدا ہوگا۔ کہ جس کے علم سے دنیا بھر جائے گی۔ چنانچہ ابن حجر پیدا ہوئے۔

صاحب تفسیر عرائس البیان آیت وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ کے ماتحت فرماتے ہیں۔

وسمعت ایضًا من بعض الاولیاء اللہ انہ اخبر ما فی الرحم من ذکرٍ وانثی ورایت بعینی ما اخبرہ (التفسیر عرائس البیان)

ترجمہ۔ میں نے بعض اولیاء اللہ سے یہ بھی سنا کہ انہوں نے مافی الرحم کی خبر دی کہ پیٹ میں لڑکا ہے۔ یا لڑکی اور میں نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا۔ کہ انہوں نے جیسی خبر دی۔ ویسا ہی وقوع میں آیا۔

ان تمام دلائل سے ثابت ہو گیا۔ کہ ملائکہ، صحابہ اور اولیاء اللہ کو بھی مافی الارحام کا علم عطا ہوتا ہے۔ تو پھر حضور سید الاولین والآخرین سے یہ علم کیونکر مخفی رہ سکتا ہے۔ جبکہ وہ تمام مخلوقات سے افضل اور اعلم ہیں۔

علمِ مافی غدًا اور مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم

آیت میں ماذا تکسب غدًا (کسی کو یہ معلوم نہیں کہ وہ کل کیا کرے گا) اس سے بھی اگر یہ کہا جائے کہ علمِ غدًا کسی کو اللہ تعالیٰ نے نہیں عطا فرمایا۔ تو بھی یہ سخت توہین خداوندی ہے۔ علمِ غدًا بتعلیمِ الٰہی حاصل ہونا ثابت ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ملاحظہ فرمایئے۔

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا۔ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا۔ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا۔ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا۔ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ہ (پ ۳۰ ع ۲ سورہ نازعات)

ترجمہ۔ قسم ہے۔ ان کی کے سختی سے جان کھینچیں اور نرمی سے بانده کھولیں۔ اور آسانی سے پھیریں۔ پھر آگے بڑھ کر نہیں۔ اور پھر کام کی تدبیر کریں۔

اس آیت شریفہ مُدَبِّرٰتِ اَمْرًا سے یہ معلوم ہوگیا۔ کہ جو ملائکہ مقربین تدبیر پر متعین ہیں ان کو یہ علم ہے کہ کل کیا ہوتا ہے۔

چنانچہ حدیث شریفہ سے اس کی تصدیق ملاحظہ فرمایئے۔ کہ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اَنَّ خَلْقَ اَحَدِکُمْ یُجْمَعُ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا نُطْفَۃً ثُمَّ یَکُوْنُ عَلَقَۃً مِّثْلَ ذٰلِکَ ثُمَّ یَکُوْنُ مُضْغَۃً ثُمَّ یَبْعَثُ اللّٰہُ اِلَیْہِ مَلَکًا بِاَرْبَعِ کَلِمَاتٍ فَیَکْتُبُ عَمَلَہٗ وَاَجَلَہٗ وَرِزْقَہٗ وَ شَقِیٌّ اَوْ سَعِیْدٌ ثُمَّ یَنْفُخُ فِیْہِ الرُّوْحَ ہ

(المشکوٰۃ شریف باب الایمان والقدر صنٰ۲)

ترجمہ۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تحقیق تم میں سے ہر ایک کی پیدائش کی صورت یہ ہے۔ کہ چالیس دن نطفہ کو پیٹ کے اندر رکھا جاتا ہے۔ پھر یہ نطفہ جمے ہوئے خون کی شکل میں تبدیل ہو کر چالیس دن تک رہتا ہے پھر چالیس دن گوشت کا لوتھڑا

رہتا ہے ۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ اس مضغہ کے پاس ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے۔ جو اسکے اعمال، موت کا وقت اور ذریعہ رزق اور اسکا شقی یعنی بدبخت و سعید یعنی نیک بخت ہونا لکھتا ہے۔ پھر اس مضغہ میں روح پھونکی جاتی ہے۔

اس حدیث شریف سے بخوبی واضح ہوگیا۔ کہ فرشتہ کو یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ کب تک زندہ رہے گا۔ اور کیا عمل کرے گا۔ اس کو رزق کس ذریعہ سے ملے گا۔ کل تو درکنار تمام عمر کے احوال سے خبردار ہوتا ہے اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی کل کی خبر دینا ملاحظہ فرمایئے۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

قَالَ یَوْمَ خیبر لاعطین ھٰذِہ الرایۃ غداً رجلا یفتح اللّٰہ علی یدیہ یحب اللّٰہ و رسولہ ویحبہ اللّٰہ و رسولہ ۔
(المشکوٰۃ باب مناقب علی بن طالب ص۵۶۳)

ترجمہ ۔ فرمایا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم خیبر میں کہ میں کل یہ جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا۔ اللہ اس کے ہاتھ پر فتح دے گا۔ اور وہ شخص اللہ و رسول کو دوست رکھتا ہے۔ اور اللہ و رسول اس شخص کو دوست رکھتے ہیں۔

چنانچہ ایسے ہی ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ ثابت ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مافی غدًا کا علم ہے۔

جب کہ ملائکہ مقربین کو کل کی خبر ہے۔ تو حضور آقائے دوجہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ امر کیسے مخفی رہ سکتا ہے۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم بای ارض تموت (کہ کوئی کب مریگا۔ اور کہاں مرے گا) کا علم ہونا ملاحظہ فرمایئے۔

علم بایّ ارضٍ تموت از مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

آیت بای ارض تموت کہ کوئی نہیں جانتا۔ کہ وہ کہاں پر مرے گا۔ یہاں بھی اس علم کے عطاء ہونے کی نفی نہیں ہے۔ بلکہ یہ علم بھی اللہ تعالیٰ کا اپنے خاص محبوبوں کو عطا فرمانا ثابت ہے۔

چنانچہ آیت شریفہ ملاحظہ فرمائیے۔

قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ
تُرْجَعُوْنَ ۝ (پ ۲۱ ع ۱۳ سورۃ السجدہ)

ترجمہ۔ فرما دیجئے۔ کہ تمہاری موت کے لئے ملک الموت ہے۔ جو کہ تمہیں مارتا ہے۔ اور تم سب نے اُس کی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت سیدنا عزرائیل علیہ السلام ملک الموت جانوں کے قبض کرنیوالے ہیں۔ اور جان بھی جبھی قبض کر سکتے ہیں جبکہ معلوم ہو کہ جس کی موت آئی ہے۔ وہ کہاں ہے اور اسکا وقت کب متعین ہے۔ ثابت ہوا کہ ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام کو ہر ایک کے مرنے کا وقت اور مرنے کی جگہ معلوم ہے۔ لہٰذا بای ارض تموت کو جانتے ہیں۔

اب حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کا بای ارض تموت کا علم ہونا حدیث شریف سے ملاحظہ فرمائیے۔

ص هذا مصرع فلان غدا

قَالَ (عُمَرُ) اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُرِيْنَا مَصَارِعَ اَهْلِ
بَدْرٍ بِالْاَمْسِ وَيَقُوْلُ هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ
قَالَ عُمَرُ وَالَّذِيْ بَعَثَهُ بِالْحَقِّ مَا اَخْطَاُوا الْحُدُوْدَ الَّتِيْ حَدَّهَا رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۝ (المشکوٰۃ شریف باب المعجزات ص ۵۳۲)

ترجمہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جنگ بدر کے ایک روز قبل ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مقامات دکھا دیئے۔ جہاں پر وہ کفار قتل کئے جائیں گے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔ کل فلاں یہاں پر مرے گا انشاء اللہ۔ کل فلاں شخص یہاں پر مرے گا انشاء اللہ۔ کل فلاں یہاں پر مرے گا۔ حضرت عمر قسم اٹھا کر کہتے ہیں۔ کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا۔ کہ جہاں جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کافروں کے مرنے کے نشانات لگائے۔ وہاں پر ہی وہ مرے اور ذرا اس نشان سے تجاوز نہیں ہوئے۔

اس حدیث شریفہ سے دو باتیں معلوم ہو گئیں۔ ایک تو یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی علم ہے کہ کل کیا ہوگا دوسرے یہ بھی معلوم ہے کہ کون کہاں پر مرے گا۔

ثابت ہو گیا۔ کہ علم مافی غدًا اور بای ارض تموت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔
الحمد للہ رب العالمین۔ مخالفین نے اس علوم خمسہ کے متعلق جو شبہ پیدا کیا تھا۔ اُس کا قلع قمع ہو گیا۔ کہ اُمور خمسہ کا علم تعلیم الٰہی انبیاء و صحابہ اور اولیاء کو حاصل ہے۔
تو یہ کہنے والے کہ حضرت کو تعلیم الٰہی بھی امور خمسہ کا علم نہ تھا۔ یا کسی کو مخلوقات میں سے ان اُمور خمسہ کا علم نہیں دیا جاتا۔ وہ جاہل اور مخبوط الحواس اور دین سے بے بہرہ اور بدنصیب ہیں۔ کہ اپنی من گھڑت بات کے مقابل خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو بھول گئے ہیں۔ اور قرآن سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرنا کہ تعلیم الٰہی بھی ان امور خمسہ کو کوئی نہیں جان سکتا۔ یہ صریح کفر ہے۔ جیسا کہ امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں فرمایا ہے۔ واذا کان کذالک مشاھدًا محسوسًا فالقول جان القران تدل علا فلافہ مما یجر الطعن الی القران و ذالک باطل اب یہ بات صاحب تفسیر کبیر کے کلام سے واضح ہوئی۔
جبکہ علم قیامت اور علم غیث اور علم مافی الارحام اور مافی غدًا اور بای ارض تموت امور خمسہ ملائکہ مقربین اور صحابہ کرام اور آپ کی امت مرحومہ کے ساتواں قطب اس کے عالم ہیں۔ اور غوثوں کا مرتبہ قطبوں سے بھی بالاتر ہے۔ پھر وہ کس طرح اس کے عالم نہ ہوں گے۔
اور سید الاولین والآخرین محمد مصطفےٰ علیہ التحیہ والثناء کی بارگاہ مقدسہ کے نیازمند بھی اس کے عالم ہیں۔ تو پھر حضور سرور دوجہاں آقائے دو عالم محمد الرسول اللہ علیہ وسلم پہ کیسے مخفی رہ سکتے ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر چیز کا سبب ہیں۔ اور عالم کی ہر شے کا وجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی بدولت اور حضور ہی سے ہے۔
ایک شبہ کا ازالہ۔ ہو سکتا ہے کہ مخالف صاحبان یہ بھی کہہ بیٹھیں کہ علوم خمسہ کا علم جو ملائکہ مقربین کو ہونا ثابت ہے۔ یہ علم ان کو اس لئے عطا ہوا ہے۔ کہ ملائکہ اپنی ڈیوٹیوں کو سرانجام دینے کے لئے اُس پر مطلع ہیں۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تو یہ ڈیوٹی نہیں ہے۔ اس لئے ملائکہ مقربین کا علوم خمسہ کو اپنی ڈیوٹی کی ذمہ داری کے بناء پر علم ہے اور یہ اُمور نبی اللہ کے علم میں ہونا ضروری نہیں۔
اس سوال کا جواب میں چند الفاظ میں ہی دیئے دیتا ہوں۔ کہ ایک طرف تو مخالفین حضرات اُمور خمسہ کو صرف خدا ہی کے لئے ہونا مانتے ہیں۔ اور اسی پہ زور دیتے ہیں۔ کہ ان اُمور پہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو مطلع

نہیں فرمایا۔

اور دوسری طرف یہ کہتے کہ کس طرح حق بجانب ہو سکتے ہیں۔ کہ یہ اُمور ملائکہ کو ڈیوٹی سرانجام دینے کے لئے مطلع کیا گیا ہے۔ ؎

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں

آج آپ ہی اپنے دام میں صیاد پھنس گیا

عجب بات ہے کہ ایک طرف تو عطائے خداوندی کے منکر اور دوسری طرف ملائکہ کو اِن اُمور پر مطلع ہونے کے قائل پس ہمارا مدعا ثابت جب کہ ملائکہ عظام کو اُمور خمسہ بتعلیمِ الٰہی حاصل ہو سکتے ہیں۔ تو جو ساری کائنات کے ملک وانس وجان کے رسول ہیں۔ وہ بھی بتعلیم الٰہی اُن امور پہ مطلع ہیں۔ جیسا۔ کہ بیان کیا جا چکا ہے۔ اور اگر ملائکہ کے لئے یہ اُمور خمسہ ہونا تسلیم کریں۔ تو پھر بات کُھل گئی۔ کہ عداوت صرف رسول خدا ہی سے ہے۔

پہلے اپنے عقیدہ کی تو صحیح درستگی فرمالیجئے۔ پھر بات کیجئے۔

یہ معلوم ہُوا کہ مخالفین کا یہ شُبہ بھی اُن کی غلط فہمی ہی کا نتیجہ ہے۔ اب مزید توجہ فرمایئے۔ کہ کیا حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام علوم اِن علوم خمسہ کے علاوہ بھی جانتے ہیں۔

علومِ لوح وقلم اور علومِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ کے عالم میں کوئی ایسی شے پیدا نہیں فرمائی ہے۔ جس کا لوح محفوظ میں ذکر نہ ہو اور جو جزئیات قیامت تک ہونے والی ہیں۔ ان سب کا ذکر تفصیلی کتاب لوح محفوظ میں درج ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ واضح ہے۔

وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ۝

(پ ۲ ع ا سورۃ النمل)

ترجمہ۔ اور جتنے غیب ہیں آسمانوں اور زمین کے سب ایک بتانے والی کتاب میں ہیں۔

اسی آیت کریمہ کے ماتحت علامہ علاؤالدین تفسیر خازن میں فرماتے ہیں۔

ای من جملۃ غائبۃ من مکتوم سر وخفی امر وشی غائب (فی السماء والارض الا فی کتاب مبین) یعنی فی اللوح المحفوظ ہ (تفسیر خازن جزء الخامس)

ترجمہ۔ یعنی جتنے غیب مکتوم اسرار اور خفیات امور اور جو چیزیں غائب ہیں آسمانوں اور زمین میں۔ وہ ایک کتاب یعنی لوح محفوظ میں ہیں۔

اس آیت وتفسیر سے واضح ہوگیا۔کہ تمام زمین وآسمان میں جتنے غیب اور بھید اور خفیہ امور ہیں۔ سب اس کتاب لوح محفوظ میں موجود ہیں۔

دوسری آیت ملاحظہ فرمایئے۔

وَلَا حَبَّۃٍ فِیْ ظُلُمَاتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ o (پ ۷ ع ۱۲ سورۃ الانعام)

ترجمہ۔ اور کوئی دانہ نہیں۔ زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک مگر یہ کہ سب ایک روشن کتاب میں لکھا ہے۔

اس آیت کریمہ کے ماتحت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

وفائدۃ ھذا لکتاب امور احد ھا انہ تعالیٰ کتب ھذہٖ الاحوال فی اللوح المحفوظ لتقف الملٰئکۃ علی نفاذ علم اللہ فی المعلومات فیکون ذالک عبرۃ تامۃ للملائکۃ الموکلین باللوح المحفوظ لانھم یقابلون بہ ما یحدث فی صحیفۃ ھذا لعالم فیجدونہ موافقالہ o (تفسیر کبیر رازی)

ترجمہ۔ اس لکھنے میں چند فائدے ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالےٰ نے ان حالات کو لوح محفوظ میں اس لئے لکھا تھا تاکہ ملائکہ خبردار ہو جائیں۔اور ان معلومات کے جاری ہونے پر پس یہ بات فرشتوں کے لئے پوری عبرت بن جائے۔جو لوح محفوظ پر مقرر ہیں۔کیونکہ وہ فرشتے ان واقعات کا اس تحریر سے مقابلہ کرتے ہیں۔جو عالم میں نئے سے نئے ہوتے رہتے ہیں۔تو اس کو لوح محفوظ کے مطابق پاتے ہیں۔

اِس آیت وتفسیر سے بھی واضح ہوگیا۔ کہ لوح محفوظ میں ہر خشک وتر و ہر دانہ موجود ہے اور اِس لوح محفوظ کو ملائکہ جانتے ہیں۔

تیسری آیت ملاحظہ فرمایئے۔

وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ۝ (۱پ۲۲ ع۱۸ سورۃ یٰس)

ترجمہ۔ اور ہر شے ہم نے ایک روشن پیشوا میں جمع فرما دی۔

اِن آیت شریفہ میں بھی امام مبین سے مراد لوح محفوظ ہے جس میں ہر شے جمع ہے۔ کوئی چیز ایسی نہیں جو اس میں نہ ہو، هكذا فى معالم التنزيل۔

چوتھی آیت ملاحظہ فرمایئے۔

وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ ۝ (پ۲۷ ع۹ سورۃ القمر)

ترجمہ۔ اور ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

اِس آیت کریمہ میں بھی لوح محفوظ مراد ہے۔ جس میں ہر چھوٹی بڑی شے موجود ہے۔

اِن تمام آیات طیبات وتفاسیر سے خوب معلوم ہوگیا۔ کہ لوح محفوظ میں اللہ تعالیٰ نے تمام چیزیں لکھ دی ہیں۔ اور ایک حدیث بھی ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ فَقَالَ لَهُ أُكْتُبْ قَالَ مَا أَكْتُبُ قَالَ أُكْتُبِ الْقَدَرَ فَكَتَبَ مَا كَانَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى الْأَبَدِ ۝

(المشکوٰۃ باب الایمان والقدر صفحہ۲۰)

ترجمہ۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ سب سے پہلے جو چیز پیدا کی اللہ نے وہ قلم ہے۔ خدا نے قلم سے کہا، لکھ، قلم نے عرض کیا۔ کیا لکھوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تقدیر کو لکھ، چنانچہ جو کچھ ہو چکا تھا اور جو ہونے والا تھا۔ سب قلم نے لکھا۔

اِس حدیث شریف سے ثابت ہُوا۔ کہ قلم کو اللہ تعالیٰ نے مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ کے علوم عطا فرمائے اور اُس قلم نے تمام تقدیرات کو لوح پر لکھ دیا۔

اب جس کتاب لوح محفوظ میں زمینوں آسمانوں کے تمام غیوب لکھے ہوئے ہیں۔ اُن تمام کو ملائکہ مقربین جانتے ہیں۔ اور قلم کو بھی تمام علوم عطا فرما دیئے گئے۔

اب یہ ملاحظہ فرمائیے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کتنے علوم رکھے ہوئے ہیں۔

مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ
تَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ ۝ (پ۱۳ ع۵ سورۃ یوسف)

ترجمہ۔ قرآن وہ بات نہیں۔ جو بنائی جائے۔ بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے۔ اور ہر شے کا مفصّل بیان ہے۔

اس آیت کریمہ سے واضح ہوگیا۔ کہ قرآن کریم میں ہر شے موجود ہے۔ کوئی چیز ایسی نہیں جو کہ اس کتاب میں موجود نہ ہو۔

دوسری آیت ملاحظہ فرمائیے۔

وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۝ (پ۱۱ ع۸ سورۃ یونس)

ترجمہ۔ اور یہ قرآن سب کی تفصیل ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں۔

چنانچہ صاحب تفسیر جلالین اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں۔

تفصیل الکتب تبیین ما کتب اللہ تعالیٰ من الاحکام و غیرھا ۝
(التفسیر جلالین)

ترجمہ۔ یہ تفصیلی کتاب ہے۔ اس میں وہ احکام اور اُن کے سوا دوسری چیزیں بیان کی جاتی ہیں۔ جو کہ اللہ تعالیٰ نے لکھ دی ہیں۔

تیسری آیت ملاحظہ فرمائیے۔

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ۝ (پ۷ ع۹ سورۃ الانعام)

ترجمہ۔ ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز اُٹھا نہیں رکھی۔

صاحب تفسیر خازن اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں۔

ان القرآن مشتمل علی جمیع الاحوال

ترجمہ۔ بے شک قرآن تمام احوال پر مشتمل ہے۔ (تفسیر خازن)

صاحب تفسیر عرائس البیان اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں۔

ای ما فرطنا فی الکتب ذکر احد من الخلق لکن لا یبصر ذکرہ فی الکتاب الا المؤمنون بانوار المعرفۃ ۵ (تفسیر عرائس البیان)

ترجمہ۔ یعنی اس کتاب میں مخلوقات میں سے کسی کا ذکر نہیں چھوڑا۔ مگر اس کو کوئی اُس آدمی کے سوا نہیں دیکھ سکتا جس کی تائید انوار معرفت سے کی گئی ہو۔

علامہ شعرانی طبقات الکبریٰ میں اسی آیت ما فرطنا کے متعلق فرماتے ہیں۔

لو فتح اللہ عن قلوبکم اقفال السدد لاطلعتم علیٰ ما فی القرآن من العلوم واستغنیتم عن النظر فی سواہ فان فیہ جمیع مارقم فی صفحات الوجود قال اللہ تعالیٰ ما فرطنا فی الکتب من شیء ۵

(طبقات الکبریٰ شعرانی)

ترجمہ۔ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کے قفل کھولدے تو تم اُن علموں پر مطلع ہو جاؤ، جو قرآن میں ہیں۔ اور تم قرآن کے سواء دوسری چیز سے لاپرواہ ہو جاؤ۔ کیونکہ قرآن میں وہ چیزیں ہیں، جو وجود کے صفحوں میں لکھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ہم نے اس کتاب میں کوئی شے نہیں چھوڑی۔

تفسیر اتقان میں بھی یہ درج ہے

مامن شیء فی العالم الا ہو فی کتاب اللہ تعالیٰ ۵ (تفسیر اتقان)

ترجمہ۔ عالم میں کوئی شے ایسی نہیں جو قرآن میں درج نہ ہو۔

اِن تمام دلائل سے ثابت یہ ہوا کہ لوح محفوظ میں جمیع علوم ہیں۔ اور لوح محفوظ کی تفصیل قرآن کریم میں ہے۔ تو حضور آقاء نامدار احمد مختار علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے عالم ہوئے۔ جیساکہ ابتداء میں بیان ہو چکا ہے۔ تو لوح محفوظ اور قرآن کے تمام علوم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جانتے ہیں۔

حق تبارک و تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اِن تمام علوم سے جو قلم نے لوح پر لکھے مطلع فرمایا۔ لوح و قلم متناہی ہیں جو کچھ اِن میں ہے متناہی ہے۔ اور متناہی پر متناہی کا محیط ہونا جائز ہے۔ لوح و قلم کے علوم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم کا ایک جز ہیں۔ جیساکہ علوم الٰہی کا ایک جز ہیں۔

چنانچہ امام اجل علامہ محمد بوصیری شرف الحق والدین رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں۔

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ ٥ (قصیدہ بردہ شریف ص۳۵)

ترجمہ۔ اے نبی مکرم صلی اللہ علیک وسلم آپ کے دریائے عطا و سخاء میں سے دُنیا و عقبیٰ ہے۔ اور لوح و قلم کا تمام علم آپ کے علوم سے ایک حصّہ ہے۔

علامہ مُلّا قاری رحمۃ اللہ علیہ حل العقیدہ شرح بردہ شریف میں مذکورہ الفاظ کی تشریح فرماتے ہیں۔

تَوْضِيْحُهُ اَنَّ الْمُرَادَ بِعِلْمِ اللَّوْحِ مَا اُثْبِتَ فِيْهِ مِنَ النُّقُوْشِ الْقُدْسِيَّةِ وَالصُّوَرِ الْغَيْبِيَّةِ وَبِعِلْمِ الْقَلَمِ مَا اُثْبِتَ فِيْهِ كَمَا شَاءَ وَالْاِضَافَةُ لِاَدْنٰى مُلَابَسَةٍ وَكَوْنُ عِلْمِهِمَا مِنْ عُلُوْمِهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ عُلُوْمَهُ تَتَنَوَّعُ اِلَى الْكُلِّيَّاتِ وَالْجُزْئِيَّاتِ وَحَقَائِقَ وَعَوَارِفَ وَمَعَارِفَ تَتَعَلَّقُ بِالذَّاتِ وَالصِّفَاتِ وَعِلْمُهُمَا اِنَّمَا يَكُوْنُ سَطْرًا مِنْ سُطُوْرِ عِلْمِهِ وَنَهْرًا مِنْ بُحُوْرِ عِلْمِهِ ثُمَّ مَعَ هٰذَا هُوَ مِنْ بَرَكَتِهِ وَوُجُوْدِهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ٥

(حل العقدہ شرح قصیدہ بردہ لعلامہ قاری رح)

ترجمہ۔ یعنی توضیح اس کی یہ ہے کہ علوم سے مراد نقوش قُدس و صور غیب ہیں جو اس میں منقوش ہوئے اور قلم کے علم سے مراد وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے جس طرح چاہا۔ اس میں ودیعت رکھے۔ ان دونوں کی طرف علم کی اضافت ادنیٰ علاقے یعنی محلیت نقش و اثبات کے باعث ہے۔ اور ان دونوں میں جس قدر علوم ثبت ہیں۔ ان کا علم علوم محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک پارہ ہوتا ہے۔ اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم کے علوم بہت اقسام کے ہیں، علوم کلیہ، علوم جزئیہ، علوم حقائق اشیاء و علوم اسرار خفیہ اور وہ علوم اور معرفتیں کہ ذات و صفات حضرت حق سبحانہ‘ سے متعلق ہیں۔ اور لوح و قلم کے جملہ علوم علوم محمدیہ کی سطروں میں سے ایک سطر اور ان دریاؤں میں سے نہریں ہیں۔ پھر بایں ہمہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ہی کی برکت وجود سے تو ہیں۔ کہ اگر حضور نہ ہوتے۔ تو نہ لوح وقلم ہوتے اور نہ ان کے علوم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مولانا علامہ علی قاری رحمۃ اللہ کی اس عبارت سے کتنا صاف واضح ہو گیا ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم کی وسعت کا عالم یہ ہے کہ لوح وقلم کے علوم آپ کے علوم کے سمندر میں سے ایک نہر اور آپ کے علوم وہبیہ کی سطروں میں سے ایک حرف ہیں۔

علامہ شیخ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ شرح بردہ شریف میں ومن علومک کے ماتحت فرماتے ہیں۔

فَاِنْ قِیْلَ اِذَا کَانَ عِلْمُ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ بعض عُلُوْمٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَا الْبَعْضُ الْاٰخِرُ اُجِیْبَ بِاَنَّ الْبَعْضَ الْاٰخِرَ هُوَ مَا اَخْبَرَہُ اللّٰہُ تعالیٰ عَنْہُ مِنْ اَحْوَالِ الْاٰخِرَۃِ لِاَنَّ الْقَلَمَ اِنَّمَا کَتَبَ فِی اللَّوْحِ مَا هُوَ کَائِنٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ ہ (شرح بردہ لعلامہ ابراہیم مطبوعہ مصر صہ۲)

ترجمہ۔ یعنی اگر یہ کہا جائے کہ جب علم لوح وقلم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کا بعض ٹھہرا تو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم میں باقی کیا رہ گیا۔ تو جواب دیا جائے گا۔ کہ باقی احوال آخرۃ ہیں۔ جن کی اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع فرمائی۔ کیونکہ قلم نے لوح میں قیامت تک کے امور ہی تو لکھے ہیں۔

علامہ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ کے اس کلام سے واضح ہو گیا۔ کہ علم لوح وقلم حضور آقائے یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم کا بعض ہے۔ تو آپ کے علوم باقی احوال آخرت کے بھی علوم ہیں۔

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری مرقاۃ المفاتیح علوم لوح وقلم سے مطلع ہونے کے بارہ میں فرماتے ہیں۔

ان للغیب مبادی ولواحق فمبادیھا لا یطلع علیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل واما اللواحق فھو ما ظھرہ اللہ تعالیٰ علی بعض احبابہ لوحۃ علم وخرج بذالک عن الغیب المطلق وصار غیبا اضافیا وذالک اذا تنورت الروح القدسیۃ وازداد نور ایتھما واشراقھا بالاعراض عن ظلمۃ عالم الحس و بتجلیۃ القلب عن صداء الطبیعۃ المواظبۃ علی العلم

والعمل وفیضات الانوار الالھیۃ حتی یقوی النور وینبسط فی فضاء قلبہ وتنعکس فیہ النقوش المرتسمۃ فی اللوح المحفوظ ویطلع علی المغیبات ویتصرف فی عالم السفلی بل یتجلی حینئذ الفیاض الاقدس وبمعرفتہ التی ھی اشرف العطایا فکیف بغیرہ (المرقات المفاتیح جزء الاول ص۵۲)

ترجمہ۔ یہ ہے۔ کہ غیب کے مبادی پر کوئی ملک مقرب و نبی و مرسل مطلع نہیں۔ البتہ غیب کے لواحق پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض احباب کو مطلع فرمایا ہے۔ جس کے علوم میں سے ایک لوح کا علم بھی ہے۔ اور غیب اضافی ہے۔ اور یہ جب ہے کہ جب روح قدسیہ منور ہوتی ہے۔ اور عالم جس کی ظلمت اور تاریکی سے اعراض کرنے دل صاف ہوئے علم و عمل پر مواظبت کرنے اور انوار الٰہیہ کے فیضان کے باعث ان کی نورانیت اور اشراق زیادہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے دل میں نور قوی منبسط ہو جاتا ہے۔ اور لوح محفوظ کے نقوش اس میں منعکس ہو جاتے ہیں۔ اور یہ مغیبات پر مطلع ہو جاتا ہے۔ اور عالم سفلی میں تصرف کرتا ہے بلکہ اسوقت خود فیاض اقدس جل شانہٗ اپنی معرفت کے ساتھ تجلی فرماتا ہے۔ اور یہی بڑا عطیہ ہے۔ جب یہی حاصل ہوا تو اور کیا رہ گیا۔

اس عبارت سے یہ تو صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے احباب کے دل میں ایسا روشن نور عطا فرماتا ہے۔ جس میں لوح محفوظ اس طرح منعکس ہو جاتی ہے۔ جیسے آئینہ میں صورت اس نور پاک سے اللہ تعالےٰ کے احباب غیبوں پر مطلع ہوتے ہیں۔ عالم میں تصرّف کرتے ہیں۔ بلکہ خود حق تعالیٰ ان کے دلوں میں تجلّی فرماتا ہے۔ تو انبیاء صلوٰۃ اللہ علیہم و اولیاء قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم، ہی اللہ تعالیٰ کے احباب ہیں ہیں۔ اور یہ مرتبے اُنہی کو حاصل ہیں۔

صاحب کتاب الابریز اپنے شیخ سے نقل فرماتے ہیں۔

واقوی الارواح فی ذالک روحہ صلی اللہ علیہ وسلم فانھا لم یحجب عنھا شئ من العالم فھی مطلعۃ علی عروشہ

وَعُلوِہٖ وسُفلِہٖ وَدُنیاہُ وَاٰخِرَتِہٖ وناره وجنّتِہٖ لِاَنَّ جمیعَ ذالکَ علیٰ خلق لاجلِہٖ صلی اللہ تعالیٰ علَیہِ وسَلَّمَ فتمیزہٗ علیہ السَّلامُ خارقٌ لِھٰذِہِ العَوالِمِ بِاَسرِھا فَعِندَہٗ تمیزٌ فِی اجرامِ السَّمٰوٰاتِ مِن اَینَ خُلِقَت وَمَتٰی خُلِقَت وَلِمَ خُلِقَت وَ اِلیٰ اَینَ تَصِیرُ فِی جِرمِ کُلِّ سَمَآءٍ وَعِندَہٗ تَمیزٌ فِی مَلآئِکتِہٖ کُلِّ سَمَآءٍ وَاَینَ خُلِقُوا وحتّٰی خُلِقُوا والیٰ اَینَ یَصِیرُونَ وَتمیزٌ اختلافَ مَراتِبِہِم وَمُنتَھیٰ دَرَجاتِہِم وَعِندَہٗ عَلَیہِ السَّلامُ تمیزٌ فِی الحُجُبِ السَّبعِینَ وَمَلٰئِکَۃِ کُلِّ حِجابٍ عَلَی الصِّفَۃِ السَّابِقَۃِ وَ عِندَہٗ عَلَیہِ السَّلامُ تَمیزٌ فِی اَجرامِ النَّیِّرَۃِ الَّتِی فِی العَالَمِ العُلوِیّ مِثلَ النُّجُومِ وَالشَّمسِ وَالقَمَرِ وَاللَّوحِ وَالقَلَمِ وَالبَرزَخِ وَالاَرواحِ الَّتِی فِیہِ عَلَی الوَصفِ السَّابِقِ وکذا عِندَہٗ عَلَیہِ الصَّلوٰۃُ والسلامُ تمیزٌ فِی الجِنَانِ وَدَرَجاتِہا وَعَدَدِ سُکّانِہا وَمَقاماتِہِم فِیہا وکذا ما بَقِیَ مِنَ العَوالِمِ وَلَیسَ فِی ھٰذا مُزاحَمَۃٌ لِلعِلمِ القَدِیمِ الاَزَلِیِّ الَّذِی لانِہایَۃَ لِمَعلُوماتِہٖ وَذالِکَ لِاَنَّ مَافِی العِلمِ القَدِیمِ یَظہَرُ فِی ھٰذِہِ العَوالِمِ فَاِنَّ اَسرارَ الرَّبُوبِیَّۃِ وَ اَوصافَ الاُلُوہِیَّۃِ الَّتِی لَانِہایَۃَ لَھا یَئِستُ مِن ھٰذا العَالَمِ فِی شَیٍٔ ہ (کتاب الابریز صـ۲۳)

ترجمہ۔ اس طویل عبارت کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ اس امتیاز میں سب سے زیادہ قوی رُوح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے کہ اس رُوحِ پاک سے عالم کی کوئی شے پردہ میں نہیں۔ یہ رُوح پاک عرش اور اس کی بلندی پستی، دنیا و آخرت، جنّت و دوزخ سب پر مطلع ہے۔ کیونکہ یہ سب اسی ذات مجمع کمالات کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علَیہِ وآلہٖ واصحابہٖ وبارکَ وسلم آپ کی تمیز ان جملہ عالَموں کی خارق ہے۔ آپ کے پاس اجرام سمٰوات کی تمیز ہے، کہ کہاں سے پیدا کئے گئے کیوں

پیدا کئے گئے کیا ہو جائیں گے۔ اور آپ کے پاس ہر ہر آسمان کے فرشتوں کی تمیز ہے اور اس کی بھی کہ وہ کہاں سے اور کب پیدا کئے گئے اور کہاں جائیں گے۔ اور ان کے اختلاف مراتب و منتہا کی بھی تمیز ہے۔ اور ستر پردوں اور ہر ہر پردہ کے فرشتوں کے جملہ حالات کی بھی تمیز ہے۔ علوی کے اجرام نیرہ ستاروں سورج چاند لوح و قلم برزخ اور اس کی ارواح کی بھی ہر طرح امتیاز ہے۔ اسی طرح ساتوں زمینوں اور ہر ہر زمین کی مخلوقات خشکی و تری جملہ موجودات کا بھی ہر ہر حال معلوم ہے۔ اسی طرح تمام جنتیں اور ان کے درجات اور ان کے رہنے والوں کی گنتی و مقامات سب معلوم ہیں۔ ایسے ہی سب جہانوں کا علم ہے۔ اور اس علم میں ذات باری تعالیٰ کے علم قدیم ازلی جس کے معلومات بے انتہا ہیں۔ کوئی مزاحمت نہیں۔ کیونکہ علم قدیم کے معلومات اس عالم میں منحصر نہیں۔ ظاہر ہے کہ اسرار ربوبیت اوصاف الوہیت جو غیر متناہی ہیں اس عالم سے ہی نہیں۔ انتہٰی۔

صاحب کتاب الابریز کی یہ نفیس تقریر مخالفین کے اوہام باطلہ کا کافی علاج ہے۔ وہ صاف تصریح فرماتے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح قدس سے عالم کی کوئی شے عرشی ہو یا فرشی دنیا کی ہو یا آخرت کی پردہ و حجاب میں نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب کے عالم ہیں۔ اور ذرہ ذرہ حضور سرور دو جہاں علیہ التحیۃ والثناء پر ظاہر و روشن ہے۔ بایں ہمہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کو علم الٰہی سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ کیونکہ علم الٰہی غیر متناہی ہے۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم خواہ کتنا ہی وسیع ہو متناہی ہو گا۔ متناہی کو غیر متناہی سے نسبت ہی کیا۔

مخالفین جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم سے واقف نہیں۔ حضرت حق تعالیٰ جلا و علا کی عظمت کیا جانیں۔ جب یہ لوگ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت سنتے ہیں۔ تو گھبرا جاتے ہیں۔ اور یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کا علم اس سے زیادہ کیا ہو گا۔ پس خدا اور رسول کو برابر کر دیا۔ یہ ان کی نادانی ہے۔ کہ وہ علم الٰہی کو عالم میں منحصر خیال کریں۔ یا علم متناہی کے برابر ٹھہرائیں۔

مسلمان۔ ان دونوں میں فرق کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو اس کی وسعت کے ساتھ تسلیم کرتے ہیں۔ اور عطائے الٰہی کا اقرار کرتے ہیں۔ اور علم الٰہی کو اس کی بے مثال عظمت کے ساتھ۔ مخصوص بحق مانتے ہیں۔

درحقیقت علم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا انکار کرنے والے جو اہلِ سنت پر مساوات ثابت کرنے کا الزام لگاتے ہیں، علم الٰہی کو متناہی سمجھتے ہیں۔ مبتلا ہیں۔ اور خداوند عالم کی تنقیص کرتے ہیں۔ اور پسچ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت سے واقف ہوتے تو حضور آقاءِ یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسعت علم کا انکار نہ کرتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا انکار وہی کریں گے۔ جو خداوند قدوس کی قدرت وعظمت سے بے خبر ہیں۔

اگران حضرات کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علمی ماننے پر اہلِ سنت مشرک ہی ٹھہرے۔ تو پھر وہ خود ہی اس شرک میں مبتلا ہیں۔ جیسا کہ اِن کی کتابوں سے ظاہر ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

مخالفین کا عقیدہ

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شیطان سے بھی کم ہے

وہابیہ دیوبندیہ کے مولوی خلیل احمد انبیٹھوی مصدقہ مولوی رشید احمد گنگوہی کتاب براہین قاطعہ میں رقمطراز ہے۔

بلفظہ۔ الحاصل غور کرنا چاہیئے۔ کہ شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں۔ تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے۔ جس سے تمام نصوص کو رد کرکے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ الخ ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں۔ کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ۔

براہین قاطعہ کی مذکورہ دو عبارتوں سے جو چیز بداہتہً سامنے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

۱۔ شیطان اور ملک الموت کا علم زمین کو محیط ہے۔

۲. اور یہ نص قطعی سے ثابت ہے۔

۳. حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محیط زمین کا علم ماننا شرک ہے۔

۴. کیونکہ یہ نص سے ثابت نہیں۔

۵. شیطان کا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وسیع ہے۔

۶. حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ملک الموت کے برابر بھی نہیں چہ جائیکہ زیادہ۔

ناظرین انصاف کی نظر سے توجہ فرمائیں۔ کہ ان حضرات نے شیطان و ملک الموت کی وسعت علمی نص سے ثابت مان لی ہے۔ اور فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وسعت علمی کا قائل ہونا شرک بتا دیا۔ (نعوذ باللہ من ذالک) اس کے کیا معنے اگر بفرض محال یہ وسعت غیر خدا کے لئے تجویز کرنا اور مان لینا شرک ہے تو بھلا شیطان اور ملک الموت کے لئے تسلیم کرنا کیوں شرک نہیں اور اس پر طرہ یہ کہ وہ نص سے ثابت کہہ رہے ہیں۔ یعنی اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ شرک نص سے ثابت ہے۔ معاذ اللہ۔

اب میں پوچھتا ہوں کہ مخالف صاحبان کے نزدیک شیطان اور ملک الموت مخلوقات میں ہیں یا کہ نہیں۔ اگر نہیں تو پھر کیا ٹھکانہ۔ اور اگر کہئے کہ ہاں مخلوق ہیں۔ تو براہین قاطعہ کی عبارت مذکورہ کے اعتبار سے شرک ہے۔ تو بتلایئے کہ پھر اس حکم کے بموجب مشرک ہونا تسلیم کریں گے۔ یا کہ انکار۔

ذرا اپنا عقیدہ انصاف کے میزان میں تول کر خود اپنے ہی انصاف پر آفرین کہئے۔

جناب رسالت مآب عدیم النظیر یعنی نبی علیم وخبیر کے عدیم المثل وبے نظیر ہونے کے انکار میں تو محالات تک تحت قدرت بتائیں۔ کذب جیسے قبیح امر کو خدائے پاک کے لئے جائز کہیں۔ اہل سنت کو منکر قدرت قرار دیں۔ معاذ اللہ۔ اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کے انکار میں اللہ تعالیٰ کو تعلیم پر قادر نہ جانیں۔ اور آنکھیں بدل کر صاف کہہ جائیں کہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے بھی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم نہیں آسکتا۔ جس کے یہ معنی ہیں۔ کہ یا تو وہ علام الغیوب تعلیم پر قادر نہیں۔ نعوذ باللہ یا اُس کی تعلیم ایسی ناقص کہ جس کو تعلیم کرے اسے علم نہیں آسکتا۔

کس قدر عداوت الرسول کا صریح مظاہرہ ہے۔ کہ شیطان و ملک الموت کی تو وسعت علمی کا اقرار اور فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وسعت علمی کا انکار۔

یہ ناپاک کلمہ صراحتہً سرکار سیدنا آقا دو عالم محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عیب

لگاتا ہے۔ اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عیب لگانا کلمہ کفر نہ ہوا تو اور کیا کلمہ کفر ہوگا۔
اس کا جواب کیا ہو سکتا ہے۔ انشاء اللہ القہار روز جزا یہ ناپاک نابکار اپنے کیفر کفری گفتار کو پہنچینگے
وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ٥
یاد رکھئے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم علی الاطلاق تمام مخلوق سے زیادہ علم والے ہیں۔ کسی فرد کا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ نہیں۔ جو شخص کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عالم سمجھے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ کیونکہ یہ توہین علم نبوی ہے۔

علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں توہین کفر ہے

علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نسیم الریاض شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں۔

اَنَّ جَمِيعَ مَنْ سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ شَتَمَهٗ (اَوْ عَابَهٗ) هُوَ اَعَمُّ مِنَ السَّبِّ فَاِنَّ مَنْ قَالَ فُلَانٌ اَعْلَمُ مِنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ عَابَهٗ وَنَقَّصَهٗ وَلَمْ يَسُبَّهٗ (فَهُوَ سَابٌّ وَالْحُكْمُ فِيْهِ حُكْمُ السَّابِّ) مِنْ غَيْرِ فَرْقٍ بَيْنَهُمَا (لَا نَسْتَثْنِيْ) مِنْهُ (فَصْلًا) اَيْ صُوْرَةً (وَلَا نَمْتَرِيْ) فِيْهِ تَصْرِيْحًا كَانَ اَوْ تَلْوِيْحًا وَهٰذَا كُلُّهٗ اِجْمَاعٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ اَئِمَّةِ الْفَتْوٰى مِنْ لَدُنِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اِلٰى هَلُمَّ (جَرًّا) مختصرًا

(نسیم الریاض شرح شفا شریف جز الرابع ص ۳۳۵ مطبوعہ مصر)

ترجمہ۔ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا آپ کو عیب لگائے۔ اور یہ گالی دینے سے عام تر ہے۔ کہ جس نے کسی کی نسبت کہا کہ فلاں کا علم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔ اس نے ضرور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عیب لگایا۔ آپ کی توہین کی۔ اگرچہ گالی نہ دی۔ یہ سب۔ گالی دینے والے کے حکم میں ہے۔ ان کے اور گالی دینے والے کے حکم میں فرق نہیں۔ نہ ہم اس سے کسی صورت استثناء کریں۔ نہ اس میں شک و تردد کو راہ دیں۔ صاف صاف کہا ہو۔ خواہ کنایہ سے ان سب احکام پر تمام علماء و ائمہ فتویٰ کا اجماع

ہے۔ کہ زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آج تک برابر چلا آیا ہے۔

شرح شفاء کی عبارت سے خوب واضح ہو گیا۔ جو کوئی یہ کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے فلاں کا علم زیادہ ہے یہ آپ کی نسبت عیب لگانا اور گالی دینے میں شامل ہے۔ پس تمام کا اس پر اجماع ہے۔ کہ یہ کافر ہے۔ اس لئے کہ اُس نے علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کر کے آپ پر عیب لگایا۔ اور گالی دی۔ وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ہ بہر کیف گذشتہ تمام دلائل قویہ سے ثابت ہو گیا۔ کہ علوم لوح و قلم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کا ایک قطرہ ہے۔ تو کیا پھر آپ عالم کی کسی شے سے بے خبر ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں۔

نیز قابل غور مسئلہ یہ ہے۔ کہ رب تعالیٰ نے ہر شے لوح محفوظ میں لکھی ہے۔ لکھنا یا تو اپنی یادداشت کے لئے ہوتا ہے کہ بھول نہ جائیں۔ یا دوسروں کے بتلانے کے لئے۔

تو اللہ تعالیٰ بھول سے پاک ہے۔ لہٰذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ اُس نے دوسروں کے لئے لکھا ہے۔ تو پھر ملائکہ مقربین و تمام انبیاء غرض کہ ساری مخلوق سے زیادہ محبوب اگر کوئی خدا کے نزدیک ہے۔ تو وہ صرف ذات ستودہ حبیب کردگار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ تو آپ سے اللہ تعالیٰ نے عالم کی کوئی شے مخفی نہیں رکھی۔

اگر اب بھی منکرین انکار ہی کریں۔ تو یہ اُن کی بدقسمتی ہے۔

شعر

کچھ ایسی ہی سمائی ہے ان کی آنکھوں میں
جدھر دیکھئے ادھر نفی ہی نفی ہے!

علم روح اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شُبہ۔ مخالفین یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ قرآن میں ہے۔ یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ آپ فرمایئے۔ کہ روح میرے رب کے پاس ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم نہیں۔ جب روح کا علم نہیں تو کل علم غیب کیسے ہو سکتا ہے۔

جواب۔ مخالفین کی خوش فہمیوں نے انہیں اس امر پہ آمادہ کر دیا۔ کہ وہ یہ کہتے پھرتے ہیں۔ کہ حضرت سراپا رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روح کا علم نہ تھا۔ پھر حیرت ہے کہ یہ لوگ کس درجہ کے عقیل ہیں۔ بھلا آیت کے کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ کہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم نہ تھا۔ اب وہی آیت جو فریق

مخالف پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے۔ اور تفسیر کو ہاتھ میں لے کر غور کیجئے۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (پ ۱۵ ع ۹ سورۂ بنی اسرائیل)

ترجمہ۔ اور آپ سے یہ روح کو پوچھتے ہیں۔ آپ فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ہے۔ مگر یہ علم تم کو نہ دیا گیا مگر تھوڑا۔

علامہ علاؤ الدین صاحب تفسیر خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم علم معنی الروح ولکن لم یخبر بہ لانّ ترک الاخبار بہ کان علما لنبوتہ ۝ (تفسیر الخازن جزء الرابع)

ترجمہ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حقیقت روح معلوم تھی۔ لیکن آپ نے اس کی خبر نہ دی۔ کیونکہ اس کا خبر نہ دینا۔ یہ آپ کی نبوت کی دلیل ہے۔

اس کے آگے چل کر علامہ خازن فرماتے ہیں۔

وما اُوتیتم الا قلیلا ھو خطاب للیھود

ترجمہ۔ اور نہ دیا گیا۔ تمہیں مگر تھوڑا یہ خطاب یہود کو ہے۔

اس آیت کی تفسیر سے صاف واضح ہو گیا۔ کہ روح کی حقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم علم میں تھی۔ لیکن اس کا اظہار نہیں فرمایا

چنانچہ شیخ محقق علامہ شاہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ مدارج النبوت میں علم روح کے متعلق فرماتے ہیں

چہ گونہ جرأت کند مؤمن عارف کہ نفی علم بحقیقت روح از سید المرسلین وامام العارفین صلی اللہ علیہ وسلم کند داده است اور را حق سبحانہ تعالیٰ علم ذات وصفات خود و فتح کرده بروئے فتح مبین از علوم اولین وآخرین روح انسانی چہ باشد کہ در جنب جامعیت وقطره ایست از دریا و ذره ایست از بیدار د (مدارج النبوت جزء ثانی ص ۴۵)

ترجمہ۔ مؤمن عارف یہ ہمت کس طرح کر سکتا ہے۔ کہ حضور سید المرسلین وامام العارفین سے حقیقت روح کے علم کی نفی کرے۔ حالانکہ حق تعالیٰ سبحانہ نے ان کو اپنی ذات وصفات کا علم دیا ہے۔ اور ان کے لئے علوم اولین وآخرین کھول دیئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے علم کے مقابل روح انسانی کی کیا حقیقت ہے، وہ تو اس دریا کا ایک قطرہ ہے اور اس جنگل کا ذرہ ہے۔

شیخ محقق علیہ الرحمۃ کی کلام سے واضح ہو گیا، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے آگے روح کی کیا حقیقت ہے، اس لئے کہ آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات وصفات اور اولین و آخرین کے علوم عطا فرما دیئے ہیں، روح تو آپ کے دریا کا ایک قطرہ و جنگل کا ایک ذرہ ہے۔

ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمایئے۔

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں علم روح کے متعلق فرماتے ہیں۔

وَلَا تَظُنَّ اَنَّ ذَالِكَ لَمْ يَكُنْ مَكْشُوْفًا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ مَنْ لَمْ يَعْرِفِ الرُّوْحَ فَكَاَنَّهٗ لَمْ يَعْرِفْ نَفْسَهٗ وَمَنْ لَمْ يَعْرِفْ نَفْسَهٗ فَكَيْفَ يَعْرِفُ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ وَلَا يَبْعُدُ اَنْ يَكُوْنَ ذَالِكَ مَكْشُوْفًا لِبَعْضِ الْاَوْلِيَاءِ وَالْعُلَمَاءِ ۝ (احیاء العلوم غزالی رح)

ترجمہ۔ یعنی گمان نہ کر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ (روح کا علم) ظاہر نہ تھا، اس لئے کہ جو شخص روح کو نہیں جانتا، وہ اپنے نفس کو نہیں پہچانتا، وہ اللہ سبحانہ کو کیونکر پہچان سکتا ہے، اور بعید نہیں ہے کہ بعض اولیاء اور علماء کو بھی اس کا علم ہو۔

ان دلائل سے واضح ہو چکا، کہ حضور سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو روح کا علم ہے۔ نیز قرآن کی کسی آیت میں علم روح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمانے کی نفی تو ہے ہی نہیں۔ یہ محض قیاس باطل ہے۔ آیت روح کو عدم علم نبی کے لئے سند بنانا اوّل درجہ کی سفاہت ہے۔

ع شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہیں پھینکتے
دیوار آہنی پہ حماقت تو دیکھئے!

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبل از نزول آیات براءت اپنی صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا علم تھا

شُبہ۔ کافروں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت باندھی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت رنج ہوا

اس کے بعد خدا نے قرآن میں فرمایا، کہ عائشہ رض پاک ہیں۔ کافر جھوٹے ہیں۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا۔ لہٰذا اگر پہلے سے معلوم ہوتا۔ تو غم کیوں ہوتا۔

جواب:۔ سرمایۂ مخالفین کا یہی شبہ ہے جو ہر چھوٹے بڑے کو یاد کرا دیا گیا ہے۔ اور اس بیباکی سے زبان پر آتا ہے۔ کہ خدا کی پناہ۔ پھر اگر انصاف سے غور فرمایئے۔ تو کھل جائے۔ کہ بجز ابلہ فریبی کے اور کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہوش درست نصیب فرمائے۔ تو سمجھ لینا کچھ مشکل نہیں ہے۔

کہ بدنامی ہر شخص کے لئے غم کا باعث ہوتی ہے۔ اور پھر جھوٹی بدنامی۔ اگر اپنی بدنامی ہوتے دیکھیں اور لوگوں کے طعن سُنیں۔ اور یقیناً جانیں، کہ جو ہم کو کہا جاتا ہے۔ بالکل غلط اور سراسر بہتان ہے۔ تو کیا حیاداروں کو رنج نہ ہوگا اور جو ہوگا۔ تو وہ ان کی بدگمانی کی دلیل ہو جائے گا۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ط

حضور سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسبت کسی قسم کی بدگمانی نہ تھی۔ پھر غم کیوں تھا۔ صرف اس وجہ سے کہ کافروں کی یہ حرکت یعنی تہمت اور اس کی شہرت پریشانی کا باعث ہو گئی تھی۔ یہ وجہ غم کی تھی۔ نہ کہ اصل واقعہ کی ناواقفیت جیسا کہ سفہاء زمانہ کا خیال ہے۔

چنانچہ قرآن کریم اس کی وضاحت فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ہ

(پ ۱۴ ع ۵ سورہ حجر)

ترجمہ:۔ (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) بے شک ہمیں معلوم ہے۔ کہ آپ ان کی باتوں سے تنگ ہوتے ہیں۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان مفسدوں کے اقوال کے فساد کو جانتے تھے۔ اس طرح اس موقع پر بھی کفار کی جھوٹی تہمت سے مغموم تھے، اور یہ جانتے تھے۔ کہ کافر جھوٹے ہیں۔

علامہ فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں۔

فان قیل کیف جاز ان تکون امراۃ النبی کافرۃ کامراۃ نوح ولوط ولم یجز ان تکون فاجرۃ .... وایضا فلولم یجز ذالک لکان الرسول عرف الناس بامتناعہ ولو عرف ذالک لما ضاق قلبہ ولما سال عائشۃ کیفیۃ الواقعۃ قلنا الجواب عن

الاوّل ان الکفر لیس من المنفرات اما کونھا فاجرۃ فمن المنفرات والجواب عن الثانی علیہ السلام کثیرًا ما کان یضیق قلبہ من اقوال الکفّار مع علمہ بفساد تلک الاقوال قال اللہ تعالیٰ ولقد نعلم انک یضیق صدرک بما یقولون فکان ھذا من ھذا الباب ہ

(التفسیر کبیر رازی جزو السادس)

ترجمہ۔ پس اگر کہا جائے کہ یہ کیونکہ ممکن ہے۔ کہ انبیاء (علیہم السلام) کی بیبیاں کافر تو ہوں۔ جیسے کہ حضرت لوطؑ اور نوحؑ علیہم السلام کی مگر فاجرہ اور بدکار نہ ہوں۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہوتا کہ انبیاء (علیہم السلام) کی بیبیاں فاجرہ ہوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور معلوم ہوتا۔ اور جب حضرت کو معلوم ہوتا کہ نبیوں کی بیبیاں فاجرہ ہو ہی نہیں سکتیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تنگ نہ ہوتے۔ تو پہلی بات کا جواب تو یہ ہے کہ کفر نفرت دینے والی چیز نہیں ہے۔ مگر بی بی کا فاجرہ (بدکار) ہونا نفرت دلانے والی چیز ہے۔ لہٰذا ممکن نہیں کہ انبیاء (علیہم السلام) کی بیبیاں فاجرہ (بدکار) ہوں دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ اکثر ایسا ہوتا تھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کے اقوال سے تنگ دل اور مغموم ہو جایا کرتے تھے۔ باوجودیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ کفّار کے اقوال بالکل فاسدہ ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ولقد نعلم انک یضیق صدرک بما یقولون یعنی ہم جانتے ہیں کہ آپ ان کی بیہودہ باتوں سے تنگ دل ہوتے ہیں۔ تو یہ واقعہ بھی ایسا ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تنگ دل ہونا محض کفّار کی بیہودہ گوئی پر تھا۔ باوجودیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی بیہودہ بکواس کا باطل اور جھوٹا ہونا معلوم تھا۔

صاحب تفسیر کبیر کی یہ تقریر نہایت معقول ہے۔ ہر شخص جس کو زنا وغیرہ کی تہمت سے متہم کریں۔ اور ہر جگہ اسی کا چرچا اسی کا ذکر ہو تو وہ شخص اور نیز اس کے اقارب باوجود اس کی پاکی کے اعتقاد کے بھی سخت مغموم و پریشان ہوں گے۔ یہی وجہ تھی، کہ حضرت کو غم ہوا۔

مگر مخالفین عنید یا بدبخت پلید نہیں مانیں گے۔ جب تک وہ الزام سرکار سیدنا آقائے مولا محمد الرسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

پر بھی نہ لگائیں۔ ایک عدم علم کا اور ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بدگمانی کی جو تہمت لگانا جائز ہے۔ اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے تقویٰ اور متہمین کے منافق ہونے کی طرف کچھ توجہ نہ فرمائی چاہئے تو تھا گمانِ نیک اور کی بدگمانی۔ معاذ اللہ۔

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ تفسیر کبیر میں اسی معاملہ کے متعلق دوسرے مقام پر فرماتے ہیں،

وثانیھا ان المعروف من حال عائشۃ قبل تلک الواقعۃ انما ھو الصون والبعد عن مقدمات الفجور ومن کان کذالک کان الالیق احسان الظن بہ وثالثھا ان القاذفین من المنافقین واتباعھم وقد عرف ان الکلام العدو المفتری ضرب من الھذیان فلمجموع ھٰذہ القرائن کان ذالک القول معلوم الفساد قبل نزول الوحی ہ

(التفسیر کبیر رازی جز السادس مطبوعہ مصر)

ترجمہ۔ یعنی دوم یہ کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ سے پیشتر کے حالات سے ظاہر تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مقدماتِ فجور سے بہت دور اور پاک ہیں۔ اور جو ایسا ہو اس کے ساتھ نیک گمان کرنا چاہئے۔ سوم یہ کہ تہمت لگانے والے منافق اور ان کے اتباع تھے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ مفتری دشمن کی بات ایک ہذیان ہے۔ پس مجموع قرائن کے یہ قول بدتر از بول۔ جس سے مخالفوں نے مدد چاہی ہے۔ نزول وحی سے قبل معلوم الفساد تھا۔

اگرچہ صاحب تفسیر کبیر کے کلام سے یہ بات یقینی ہو چکی ہے۔ کہ اس قصہ افک سے عدم علم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہ استدلال کرنا سخت بے حیائی ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبل از نزول وحی علم تھا۔ کہ صدیقہ پاک ہیں۔ پھر حضرت کا ظاہر نہ فرمانا بالکل عقل کے موافق کہ کوئی اپنے قضیہ اور معاملہ کا خود فیصلہ نہیں کر لیتا۔ دوسرے وحی کے انتظار کہ فضیلت اور برات حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی قرآن پاک سے ثابت ہو۔ تاکہ اس تہمت کا جتنا رنج ہوا ہے۔ وہ سب کا لعدم ہو کر مسرت تازہ حاصل ہو۔

اب ایک ایسی مضبوط دلیل ملاحظہ فرمایئے جس کے بعد منکرین کو مجال گفتگو نہ ہوگی۔

صحیح حدیث بخاری شریف جزء الثانی باب تعدیل النساء بعضھن بعضا صفحہ ۷ سطر ۳۱ مطبوعہ مصر

میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فَوَاللّٰہِ مَا عَلِمْتُ عَلٰی اَھْلِیْ اِلَّا خَیْرًا ؕ

ترجمہ۔ خدا کی قسم۔ مجھے اپنی اہل پر خیر کا یقین ہے۔

اس حدیث سے آفتاب کی طرح ظاہر ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکی پر یقین تھا۔ اور کفار کی تہمت سے شبہ تک نہیں ہوا۔ اس واسطے آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ خدا کی قسم مجھے اپنی اہل پر خیر کا یقین ہے۔

اب بھی اگر کوئی انکار کرے اور کہے کہ نہیں حضرت کو علم نہ تھا۔ تو اس منکر متعصب کا دنیا میں تو کیا علاج مگر میدان حشر میں انشاء اللہ اُس بے باکی کی سزا ملے گی۔

کہ سرور دوجہاں علیہ التحیۃ والثناء نے جس چیز پر قسم کھا کر فرمادیا کہ میں خیر جانتا ہوں۔ یہ دشمن دین ابھی کہ کہیں کہ وہ نہیں جانتے تھے۔ معاذ اللہ۔

مؤمن کامل کے لئے تو اتنا ہی کافی تھا۔ کہ جب بدگمانی شرعاً جائز نہیں۔ تو سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہرگز شبہ بھی تھا۔ اس لئے کہ آپ معصوم ہیں، یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ حضرت سیّدہ صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر یا کسی پر بدگمانی کریں۔ مگر اب تو معاند کے لئے بھی بحمدہٖ تعالیٰ حدیث و تفسیر سے ثابت ہُوا کہ حضرت کو اس واقعہ سے ناواقفیت نہ تھی۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف ایک مدت تک توجہ نہ فرمانا۔ ان کی طرف بدگمانی کی دلیل نہیں ہوسکتا۔ بلکہ حالت غم کا منشاء بے التفاتی ہے۔

اور اگر خدا حق بین آنکھ عطا فرمائے۔ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف چند روز توجہ نہ فرمانے سے وہ بھید نظر آئیں، جو مؤمن کی روح کے لئے راحت بے نہایت ہوں۔ انتظار وحی میں محبوبہ کی طرف توجہ نہ فرمانا۔ وحی دیر میں آئی۔ اگر فوراً آجاتی تو کافروں کی اتنی شورش نہ ہوتی ام المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو صبر پر ثواب زیادہ ہوتا رہا۔ اور امتحان بھی ہوگیا۔ کہ کیسی صابرہ ہیں۔

اور ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امتحان کے علم سے سینہ بھردیا۔ واقعہ سامنے کردیا۔ جملہ حالات حق تعالیٰ نے حضرت کے پیش نظر فرمادیئے، ادھر کافروں نے جھوٹی تہمت لگائی۔ اب دیکھنا ہے کہ محبوب رب اپنی محبوبہ یعنی حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تہمت پر باوجود علم کے صبر فرماکے اللہ تعالیٰ پر معاملہ تفویض فرماتے ہیں جو اعلیٰ شان کامل کے ہے۔ یا کفار کے طعن سے بیقرار ہوکر سینہ کا خزانہ کھول ڈالتے ہیں۔ شاید تھوڑی دیر

صبر ہونا ممکن ہو اور زیادہ دیر تک صبر نہ کر سکیں۔ اس واسطے تو عرصہ تک وحی ہی نہیں آئی۔ کہ اس میں ایک دوسرا امتحان بھی تھا۔ کہ اُن کی محبوبہ پریشان ہیں۔ ان کی تسکین فرماتے ہیں۔ وحی کلام محبوب حقیقی میں دیر ہونے سے بے قرار ہوئے جاتے ہیں۔

اگر حضرت کے معاملہ ظاہر نہ فرمانے اور وحی دیر میں آنے کی حکمتوں پر غور کر کے لکھا جائے۔ تو بڑے بڑے دفتر ناکافی ہیں۔

اس لئے اس مختصر میں اسی پہ اکتفا کرتا ہوں۔ تو ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی صدیقہ کی پاکی کا علم یقین تھا۔ مگر ان ناکارے بدنصیبوں کا حال دیکھئے۔ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دو بدگمانیاں کیں۔ ایک یہ کہ آپ کو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بدگمانی تھی۔ اور ایک یہ کہ آپ کو واقعہ کا علم نہ تھا۔ یہ بھی ملاحظہ فرمایئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام پر بدگمانی کرنا کیا درجہ رکھتی ہے۔

فِی التَّنْزِیْحِ ظَنُّ السُّوْءِ بِالْاَنْبِیَاءِ کُفْرٌ ۰ (عینی شرح بخاری جزالخامس ۳۸۴)

ترجمہ۔ یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بدگمانی کرنا کفر ہے۔

اور جنہوں نے دو بدگمانیاں کیں۔ اُن کا کیا حال ہوگا۔ اور خلاصی چاہتے ہو تو توبہ کا دروازہ کھلا ہے اب بھی اگر توبہ نصیب ہو جائے تو بہتر ہے۔

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
اور
عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ

شبہ۔ مخالفین کا یہ بھی کہنا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کی نماز جنازہ پڑھانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ممانعت فرمائی۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ہوتا۔ تو آپ عبداللہ بن ابی بن سلول کی نماز جنازہ کیوں پڑھاتے۔

جواب۔ یہ شبہ بھی یا تو تعصب کی بناء پر ہے یا جہالت سے انہیں ابھی تک یہ خبر نہیں کہ جس آیت میں منافقین کی نماز جنازہ پڑھانے کی ممانعت آئی ہے۔ کیا عبداللہ بن اُبی بن سلول کی نماز جنازہ پڑھانے کے قبل اتری یا بعد۔ اگر یہ تسلیم کریں کہ پہلے نازل ہوئی تو یہ ان حضرات کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت بڑا الزام ہے۔ اور اگر یہ کہیں کہ ابی بن سلول کی نماز جنازہ پڑھانے کے بعد آیت نازل ہوئی۔ تو پھر کسی صورت عدم علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سوال تک پیدا نہیں ہو سکتا۔ یہ محض ان کی غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ ورنہ یہ کیا جائیں کہ اس واقعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر کیا مصلحت و حکمت تھی اور یہ عمل تو آپ کے علم کی بہت بڑی دلیل ہے۔

چنانچہ قرآن کریم کی آیت اور اس کی تفسیر ملاحظہ فرمائیے۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ ط
اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ٥
(پ ۱۰ ع ۱۶ سورۃ التوبہ)

ترجمہ۔ اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہونا بے شک اللہ و رسول سے منکر ہوئے اور فسق ہی میں مر گئے۔

اس آیت کے تحت محی السنۃ علامہ بغوی رحمۃ اللہ تفسیر معالم التنزیل میں فرماتے ہیں۔

عن عمر بن الخطاب قال لما مات عبد الله بن ابی بن سلول دعی له رسول الله صلی الله علیه وسلم وثبت علیه فقلت یا رسول الله اتصلی علی ابن ابی بن سلول وقد قال کذا وکذا عدد علیه فتبسم رسول الله صلی الله علیه وسلم وقال أخر عنی یا عمر فلما اکثرت علیه قال انی خیرت فاخترت لو اعلم انی زدت علی السبعین یغفر له لزدت علیها قال فصلی علیه رسول الله صلی الله علیه وسلم حتّٰی نزلت الآیتان من براءة وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ الٰی قوله وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ٥ (تفسیر معالم التنزیل جزء الثالث مطبوعہ مصر)

ترجمہ۔ عربی عبارت کا حاصل یہ ہے، کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ جب
عبداللہ بن ابی بن سلول مر گیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز جنازہ پڑھانے کے
لئے بلایا گیا۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے نماز پڑھانے کے
لئے تو میں نے کہا یعنی حضرت عمرؓ نے کیا آپ نماز پڑھاتے ہیں۔ ابن ابی بن سلول جو
آپ کو ایسے ایسے کلمات کہا کرتا تھا۔ یہ گن کر کہا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے
اور فرمایا۔ جانے دو۔ اے عمر پس جب میں نے اصرار کیا تو اس پر تو آپ نے فرمایا۔ میں
اختیار دیا گیا ہوں۔ (کہ مغفرت طلب کروں یا چھوڑ دوں) اگر میں جانتا ہوتا۔ کہ
ستر مرتبہ سے زیادہ مغفرت طلب کرنے سے اس کی بخشش ہوگی۔ تو میں ضرور کرتا۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ پس پڑھائی آپ نے نماز یہاں تک کہ دو
آیتیں نازل ہوئیں۔ کہ آپ نماز نہ پڑھیں ان میں سے کسی پر کبھی جو بھی مرجائے۔
اور نہ کھڑے ہوں ان کی قبر پر فاسقوں کے قول تک۔

اس آیت وتفسیر سے صاف واضح ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز جنازہ پڑھائی۔ تو یہ آیات شریفہ
نازل ہوئیں۔ کہ آپ ان پر کبھی نماز جنازہ نہ پڑھیں۔ اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہوں۔ اس لئے کہ اللہ و رسول صلی
اللہ علیہ وسلم سے منکر ہوئے۔ یہ ممانعت اس کی نماز کے قبل نہ تھی۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ
میں اختیار دیا گیا ہوں۔ کہ ان کی مغفرت چاہوں یا نہ چاہوں۔

چنانچہ بخاری شریف میں بھی یہ حدیث یوں درج ہے۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ان عبداللہ بن ابی لما توفی جاء ابنہ
الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ اعطنی قمیصک
أکفنہ فیہ وصل علیہ واستغفر لہ، فاعطاہ النبی صلی
اللہ علیہ وسلم قمیصہ فقال آذنی أصلی علیہ فاذنہ فلما
أراد أن یصلی علی المنافقین فقال أنا بین خیرتین
قال اللہ تعالیٰ استغفر لہم اولا تستغفر لہم ان تستغفر لہم
سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لہم فصلی علیہ فنزلت ولا

تصل علی احد منھم مات ابدًا ہ (بخاری شریف ص۱۵۳ مطبوعہ مصر)

ترجمہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن ابی جب مر گیا۔ تو آئے اس کے بیٹے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کہا یا رسول اللہ مجھے اپنی قمیص عنایت فرمائیے۔ تاکہ میں اُسے کفن میں رکھوں اور آپ اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور بخشش کے لئے دُعا فرمائیں۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عنایت فرما دی۔ اپنی قمیص مبارک پس کہا اُس نے کہ مجھے اذن فرمایئے، کہ نماز پڑھوں، پس اسے اذن دے دیا جب ارادہ فرمایا۔ آپ نے اُس پر نماز پڑھانے کا تو کھینچا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور کہا کیا نہیں منع کیا۔ اللہ نے منافقین پر نماز پڑھنے سے تو فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھے دو اختیار دیئے گئے ہیں کہ اِسْتَغْفِرْ لَھُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَھُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَھُمْ سبعین مرّۃ فلن یغفر اللہ لھم پس نماز پڑھی آپ نے اس پر تو نازل ہوئی۔ یہ آیت ولا تصل علی احد منھم مات ابدًا

اس حدیث شریف سے بھی یہ واضح ہو گیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عبد اللہ بن ابی بن سلول کے بیٹے جو مسلمان صالح مخلص صحابی تھے۔ انہوں نے آپ کی قمیص مبارک طلب کی کہ میرے باپ کے کفن میں رکھ دی جائے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص مبارک عنایت فرما دی اور دوسری گذارش کہ آپ نماز جنازہ میں شرکت فرما دیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں شرکت بھی فرمائی حضرت عمر رضی اللہ کی رائے اس کے خلاف تھی۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ میں اختیار دیا گیا ہوں کہ ان کی مغفرت کروں یا کہ نہ کروں، چونکہ اسوقت منافقین کی نماز جنازہ پڑھانے کی ممانعت نہیں ہوئی تھی۔

اس تفسیر و حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ آپ نے اپنی قمیص مبارک عنایت فرمائی۔ اور جنازہ میں شرکت بھی فرمائی۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل مبارک کی شان تفسیر سے ملاحظہ فرمایئے کہ آپ کے اس عمل شریف میں کیا مصلحت و حکمت تھی۔

قال سفیان بن عیینۃ کانت لہ ید عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاحب ان یکافئہ بھا ویروی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

کلمہ فیما فعل بعبد اللہ بن اُبی فقال صلی اللہ علیہ و
سلم وما یغنی عنہ قمیص وصلاتی من اللہ واللہ انی کنت
ارجوا أن یسلم بہ الف من قومہ فیروی أنہ اسلم الف
من قومہ لما رأوہ یتبرک بقمیص النبی صلی اللہ علیہ و
سلم ٥ (التفسیر معالم التنزیل جزء الثالث صـ ۱۳۳ مطبوعہ مصر)

ترجمہ۔ سفیان بن عینیہ رض فرماتے ہیں، کہ حضرت عباس رض کی قمیض کا بدلہ آپ نے اُتارنا تھا، اُس کے لئے آپ نے پسند فرمایا کہ آپ اس کا بدلہ ادا کر دیں، تحقیق نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کلام فرمایا۔ اس کے بارے میں جو عبداللہ بن ابی بن سلول کے ساتھ سلوک کیا، نہ کام دے گی۔ اس کو میری قمیض و نماز اللہ کی طرف سے۔ خدا کی قسم میں اُمید رکھتا ہوں، کہ اسلام قبول کر لیں گے، اس کی قوم سے ایک ہزار کافر اس وجہ سے۔ پس ہم نے دیکھا کہ ابی بن سلول کی قوم سے ایک ہزار افراد اسلام لے آئے جبکہ انہوں نے دیکھا۔ کہ عبداللہ بن ابی بن سلول نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قمیض سے برکت حاصل کی۔

صاحب معالم التنزیل کی عبارت سے خوب واضح ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قمیص مبارک عنایت فرمانے کی ایک وجہ یہ تھی۔ کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو بدر میں اسیر ہو کر آئے تھے، تو عبداللہ بن اُبی بن سلول نے اپنا کرتہ انہیں پہنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا بدلہ دینا بھی منظور تھا۔ آپ کی یہ مصلحت بھی پوری ہوئی۔

چنانچہ جب کفار نے دیکھا۔ کہ ایسا شدید العداوت شخص جب سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قمیض شریف سے برکت حاصل کرنا چاہتا ہے، تو اس کے عقیدہ میں بھی کہ آپ اللہ کے حبیب و رسول ہیں۔ یہ سوچ کر ایک ہزار کافر جو اس کی قوم تھے، مسلمان ہو گئے۔

تو بھی بہر حال اس واقعہ سے مخالفین کا عدم علم مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی دلیل لینا انتہا درجہ کی جہالت ہے۔ بھلا یہ بتایئے کہ ایسے بے جا اعتراضات کرنے سے ان کا مدعا ثابت ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ بحمدہٖ تعالیٰ ہمارا مدعا ہی ثابت ہوا کہ آپ کو یہ علم تھا کہ میرے اس عمل سے ایک ہزار کافر مسلمان ہو جائیں گے

اگر ان دلائل کے باوجود بھی مخالفین حضرات باز نہ آئیں۔ تو ہم کو معلوم نہیں۔ کہ ان کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ سے کیا خاص بغض اور عناد ہے۔

مسئلہ تحریم اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ: مخالفین یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی کہ اب میں کبھی شہد نہ پیؤنگا۔ اس پر قرآن کی آیت اُتری۔ کہ آپ اپنے اوپر کیوں حرام کرتے ہیں۔ جو چیز اللہ نے حلال کی آپ کیلئے۔ لہٰذا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہوتے تو کیوں ایک بنائی ہوئی بات پر شہید چھوڑنے کی قسم کھالیتے۔

جواب: ہزار فکریں کیں اور بیچارے مخالفین لکھتے اور کہتے پریشان ہو گئے۔ مگر آج تک اتنا ثابت نہ کرسکے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فلاں چیز کا علم حضرت حق تعالیٰ نے مرحمت نہیں فرمایا۔ نہ اس مضمون کی کوئی آیت پیش کرنے کی جرأت ہوئی اور نہ حدیث دکھانے کی ہمت۔ ہاں قیاس فاسد سینکڑوں ایجاد کرڈالے۔ تو ایسے فاسد قیاس کیا عقلاء کے نزدیک قابل التفات ہیں۔ ہرگز نہیں۔

اس طرح رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم عظیم کے انکار میں مخالفین رات دن حیلہ ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ مگر اس سے کیا نتیجہ۔ یہ سب کوششیں بے سود ہیں۔ یہی شبہ تحریم والا پیش کرتے ہیں۔ جس سے کوئی دانا عدم علم نہیں نکال سکے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر شہد چھوڑ دیا تو اس کو علم سے کیا علاقہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد بہت پسند تھا۔ اور آپ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس اکثر تشریف فرما ہو کر شہد نوش فرماتے تھے۔ حضرت سیدہ عائشہ و حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس اوّل حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں۔ وہ آپ سے کہدے کہ آپ کے مُنہ سے مغافیر کی بُو آتی ہے۔ آپ فرمائیں گے۔ کہ میں نے تو شہد پیا ہے۔ تو یہ جواب دے کہ شہد کی مکھی مغافیر پر بیٹھی ہوگی۔ پس چونکہ آپ کو بدبو سے نفرت ہے۔ آپ شہد پینا ترک فرمادیں گے۔ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس نشست کم ہو جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی کہ اب کبھی شہد نہ پیوں گا۔

اس پر قرآن کریم کی یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔ ملاحظہ فرمائیے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (پ ۲۸ ع ۱۸ سورۃ التحریم)

ترجمہ۔ اے پیارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنے اوپر کیوں حرام کئے لیتے ہیں۔ وہ چیز جو اللہ نے آپ کے لئے حلال کی۔ اپنی ازواج کی مرضی چاہتے ہو۔ اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے

قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ میں پہلی بات غور طلب یہ ہے۔ کہ یہاں حرام کر دینے سے آپ کا ترک کر دینا مراد ہے۔ اعتقاداً ایسا نہیں جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ آپ نے خدا کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام قرار دیا۔ تو ایسا اعتقاد کافر ہے۔

چنانچہ صاحب تفسیر سراج منیر اسی آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں۔

بان المراد بهذا التحريم هو الامتناع من الانتفاع بالازواج لااعتقاداً۔ والنبی صلی اللہ علیہ وسلم امتنع الانتفاع بها مع اعتقاداً لونها حلالاً فان من اعتقد ان هذا التحريم ما احل الله فقد كفر فكيف يضاف الى النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۝ (التفسير سراج منير)

ترجمہ۔ البتہ آپ کے حرام کرنے سے مراد اپنی ذات کو شہد کے استعمال سے روکنا ہے۔ از روئے اعتقاد حلال کو حرام ٹھہرانا مراد نہیں۔ یعنی آپ نے شہد کو اپنے لئے اس کو حلت کا اعتقاد رکھتے ہوئے منع فرمایا۔ پس جو شخص اعتقاد کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام فرمایا، تو ایسا اعتقاد کرنے والا کافر ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ نسبت کیسے ہو سکتی ہے۔

اس کے آگے چل کر صاحب تفسیر سراج منیر فرماتے ہیں۔

تبتغی ای ترید ارادة عظمة من مكارم اخلاقك وحسن صحبتك مرضات ازواجك ۝ (سراج منير)

ترجمہ۔ یعنی آپ اپنے خلق عظیم اور کرم عمیم کی وجہ سے ازواج مطہرات کی خوشنودی اور رضامندی چاہتے تھے۔ اور آپ کے حسن محبت کا تقاضا تھا۔

قرآن کریم کے مبارک لفظ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ اور تفسیر سے بھی یہ صاف ظاہر ہے۔ کہ پاس خاطر ازواج مطہرات کا منظور خاطر اقدس تھا۔ اس لئے شہد چھوڑ دیا۔ اس کو علم سے کیا واسطہ۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم خوب جانتے تھے۔ کہ اس میں بدبو نہیں ہوتی۔ مگر از آنجا کہ طبع شریف میں کمال تحمّل و بُردباری تھی۔ اور آپ کے اخلاق کریمہ ایسے تھے کہ کسی کو ناراض اور شرمندہ کرنا گوارہ نہ فرماتے تھے۔ بناءً علیہ اس وقت ازواج سے اس معاملہ میں سختی نہ فرمائی۔ اور ان کی رضامندی کے لئے اُنہیں شہد چھوڑنے کا اطمینان دلا دیا۔ پھر اس پر یہ بھی منع فرما دیا۔ کہ اس کا کہیں ذکر نہ کیا جاوے مدعا یہ تھا۔ کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا جن کے پاس شہد پیا تھا۔ اُنہیں شہد چھوڑنے کی اطلاع نہ دی جائے۔ کیونکہ اس سے ان کو ملال ہوگا۔ اور منظور ہی نہیں کہ کسی کی بھی دل شکنی ہو۔ دیکھئے ابیؔ منافق نے جس کا نفاق اظہر من الشمسؔ ہو چکا تھا۔ مرتے وقت اپنے لئے آپ کی قمیص مبارک طلب کی۔ آپؐ نے باوجود اس علم کے وُہ مُنافق ہے۔ اُس کو وُہ قمیص مرحمت فرمائی۔ پس رحمت العالمین صلے اللہ علیہ وسلم کی جانب سے یہ امر تعجّب انگیز نہیں کہ آپ ازواج مطہرات کی خوشنودی اور رضامندی کے لئے اپنے ذاتی فائدہ کو ترک فرما دیں۔ ایسے بے محل اعتراضات کرنے والے یہ کیا جان سکتے ہیں۔ کہ اُس آقاءِ دو جہاں کی رحمت عالمین اور اخلاق عظیم کی خود جناب حق تعالےٰ مجدہٗ نے تعریف بیان فرمائی۔

اِنَّكَ لعلی خلق عظیم اور وَمَا ارسلنٰكَ الا رحمة للعالمین اور عزیز علیہ ۔ ما عَنِتُّم حریص علیکم بالمومنین رؤف الرحیم یہ ہے اخلاق مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان۔

چنانچہ علّامہ خازن نے اپنی تفسیر میں اسی آیت کے ضمن وُہ حدیث شریف نقل فرمائی ہے۔ جو صحیح بخاری ومسلم شریف میں موجود ہے۔

عن عائشہ رضی اللہ عنہا۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یمکث عند زینب ۔بنت جحش فیشرب عندھا عسلا فتواطیت انا وحفصة اَنّ اٰیتنا دخل علیھا النّبی صلی اللہ علیہ وسلم فلتقل لہٗ انی اجد منك ریح مغافیر اکلت مغافیر فدخل علی

احداھما فقالت ذالک لہ فقال بل شرب عسلا عند زینب بنت جحش ولن اعود لہ وقد حلفت فلا تخبری ذالک ہ

(التفسیر الخازن وکذا بخاری ومسلم شریف)

ترجمہ۔ عربی عبارت کا مختصر الحاصل یہ ہے۔ یعنی حضرت عائشہ وحفصہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما میں سے کسی کے پاس جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور انہوں نے اپنا منصوبہ کہا کہ ہم حضور کے منہ سے مغافیر کی بو پاتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ کچھ مضائقہ نہیں۔ کیونکہ ہم نے تو زینب بنت جحش کے یہاں شہد پیا ہے۔

چنانچہ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری مرقات المفاتیح میں اسی حدیث لا تخبری کے متعلق فرماتے ہیں۔

الظاھر انہ لئلا ینکسر خاطر زینب من امتناعہ من عسلھا ہ (مرقاۃ المفاتیح)

ترجمہ۔ یہ اس لئے فرمایا۔ کہ شہد چھوڑنے کی خبر کسی کو نہ دینا تاکہ اگر حضرت زینب رض بنت جحش کو معلوم ہوا۔ تو اُن کی دل شکنی ہوگی۔

ان تمام دلائل سے صاف ظاہر ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو خوب معلوم تھا کہ ہمارے منہ سے بوئے مغافیر کو کوئی علاقہ نہیں۔ مگر یہ بھی معلوم تھا۔ کہ ان کا منشاء یہ ہے کہ حضور شہد پینا ترک فرمادیں۔ اس لئے اُن کی رضامندی کے لئے فرمایا۔ کہ اب ہم اُن کی طرف عود نہ کریں گے۔ یعنی قسم کھاتے ہیں، کہ پھر شہد نہ پئیں گے اور تم اس کو شہد چھوڑنے کی خبر نہ دینا۔ اس لئے کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی دل شکنی ہوگی۔

غرض کہ قرآن کریم کی آیت شریفہ وحدیث شریف سے انکار علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ مدد نہیں پہنچ سکتی۔ نہیں معلوم کہ منکرین کس نشہ میں ہیں۔ اور وہ کیا سمجھ کر ایسے اعتراض کرتے ہیں۔ آیت یا حدیث میں ایک لفظ بھی تو ایسا نہیں جس سے کسی طرح یہ ثابت ہوسکے۔ کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو فلاں امر کا علم نہیں ملا۔ الحمد للہ مخالفین کے اس شبہ کا بھی ازالہ ہوگیا۔ اور آئندہ انہیں ایسی باتیں کرنے کی جرأت

نہ ہوگی۔

کلامِ جُویریات اور مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم؛

شُبہ۔ شاتمانِ رسول یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ انصار کی لڑکیوں نے اپنے آباء مقتولین یوم بُعاث کا مرثیہ گانے میں وفینا نبی یعلم مافی غد کہہ دیا تھا۔ یعنی ہم میں ایک نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کو چھوڑ دے۔ جو کچھ کہہ رہی تھیں۔ وُہی کہے جاؤ۔ اس حدیث سے معلوم ہُوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کل کی خبر نہیں۔

جواب۔ مخالفین کا یہ اعتراض ایسا ہے جس کو بڑے زور کے ساتھ بیان کر کے مقامِ نبوت کی عظمت پر حملہ کرتے ہیں۔ لیکن یہ علم وعقل سے ایسے کورے ہیں۔ کہ اس سے یہ کسطرح ثابت نہیں ہوتا۔ کہ حضرت کو مَافی غد کا علم نہ تھا۔ یا حسب مزعوم مخالف غیر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم مافی غد ثابت کرنا شرک ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ضرور سرورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُن جواری سے توبہ بلکہ تجدیدِ اسلام کراتے۔ پس جب حضرت نے تجدیدِ اسلام نہ کرائی تو اس سے خود ظاہر ہے کہ یہ اعتقاد ہرگز شرک نہیں۔

اب وہی حدیث شریف معہ اس کی شرح کے ملاحظہ فرمائیے۔

عَنِ الرُّبَیِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ قَالَتْ جَاءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ ابْنِیَ عَلَیَّ فَجَلَسَ عَلٰی فِرَاشِیْ کَمَجْلِسِکَ مِنِّیْ فَجَعَلَتْ جُوَیْرِیَاتٌ لَنَا یَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ وَیَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ اٰبَائِیْ یَوْمَ بَدْرٍ اِذْ قَالَتْ اِحْدَاھُنَّ وَفِیْنَا نَبِیٌّ یَعْلَمُ مَا فِیْ غَدٍ فَقَالَ دَعِیْ ھٰذِہٖ وَقُوْلِیْ بِالَّذِیْ کُنْتِ تَقُوْلِیْنَ ۝ (المشکوٰۃ شریف)

ترجمہ۔ حضرت ربیع بنت معوذ بنت عفراءؓ کہتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانہ میں جبکہ میں اپنے شوہر کے ہاں نکاح کے بعد آئی تھی تشریف لائے اور بستر پر اس طرح بیٹھ گئے۔ کہ جس طرح تم میرے بستر پر بیٹھے ہو۔ (یہ خطاب اس کو ہے جس کو یہ حدیث سُنائی جارہی ہے)، گھر میں جو لڑکیاں موجود تھیں۔

انہوں نے دف بجانا۔ اور ہمارے آباء میں سے جو لوگ بدر کی جنگ میں شہید ہوئے تھے۔ ان کی خوبیاں بیان کرنا شروع کیں۔ ان میں سے ایک لڑکی نے یہ بھی کہا کہ ہم میں وہ نبی ہیں۔ جو کل ہونے والی بات کو بھی جانتے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اس کو چھوڑ دو۔ اور وہی کہو جو پہلے کہہ رہی تھیں۔

چنانچہ حضرت علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات المفاتیح میں اسی حدیث کی شرح فرماتے ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

مکراھتہ لنسبتہ علم الغیب الیہ لانہ لا یعلم الغیب الا اللہ وانما یعلم الرسول من الغیب ما اعلمہ اوالکراھتہ ان یذکر فی اثناء ضرب الدف واثناء مرثیتہ القتلی لعلو منصبہ عن ذالک ۰ (المرقات شرح مشکوٰۃ)

ترجمہ۔ منع فرمایا۔ اس واسطے کہ انہوں نے غیب کی نسبت مطلقاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کردی تھی۔ درآں حالیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بتعلیم الٰہی جانتے ہیں یا اس واسطے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکروہ جانا کہ دف بجانے میں آپ کا ذکر کیا جائے۔ یا مقتولین کا مرثیہ گانے میں آپ کی ثناء کی جائے۔ اس لئے کہ یہ آپ کے علوئے منصب کے خلاف ہے۔

علامہ شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اشعتہ اللمعات میں اس حدیث کی یوں شرح فرماتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

گفتہ اند کے منع کرد آنحضرت ازیں قول بجہت آں است کہ در وے اسناد علم غیب است بہ آنحضرت پس آنحضرت را ناخوش آمد و بعضے گویند کہ بجہت آنست کہ ذکر شریف وے در اثنائے لہو مناسب نباشد (اشعتہ اللمعات بارہ ۳ صفحہ ۱۱ شرح مشکوٰۃ)

ترجمہ۔ یعنی شارحین نے کہا ہے۔ کہ آپ کا منع فرمانا۔ اس لئے ہے کہ علم غیب کی نسبت مطلقاً آپ کی طرف تھی۔ جو آپ کو پسند نہ آئی۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ آپ کا

ذکر پاک لہو و لعب میں مناسب نہیں یعنی گاتے بجانے کے وقت مناسب نہیں۔

علّامہ مُلّا علی قاری رحمہ اللہ اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کے کلام سے صاف واضح ہوگیا کہ حضرت کا منع فرمانا اس بناء پر تھا کہ یا نسبت علم مطلقاً ذاتی آپکی طرف تھی۔ یا مقتولین کے مرثیہ کے درمیان اور یا لہو و لعب میں ذکر شریف مناسب نہ تھا۔ یہ مراد نہیں کہ آپ کو مافی غد کا علم نہ تھا۔

آیئے ، اور دیکھئے کہ حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدّاح رسول اکرم صلوات اللہ وسلامہ جو تمام صحابہ، وموحدین خاص کر سیّد المرسلین فداہ ابی وامیؔ کی موجودگی میں منبر حضور پہ حضور پُرنور آقاء سیّد یوم النشور کی شان میں مداح وثناء کے موتی یوں بکھیرتے ہیں۔ ذرا دامن پھیلایئے۔ سُبحان اللہ۔

نَبِیٌّ یَرٰی مَالَا یَرَی النَّاسُ حَوْلَہٗ

وَیَتْلُوْ کِتَابَ اللّٰہِ فِیْ کُلِّ مَشْہَدٖ !

فَاِنْ قَالَ فِیْ یَوْمٍ مقالتہ غَائِبٍ !

فَتَصْدِیْقُھَا فِیْ ضَحْوَۃِ الْیَوْمِ اَوْغَدٖ :

(زرقانی جزء السّادس ص ٢٢٩ مطبوعہ مصر)

ان اشعار کو حضرت حسان رضی اللہ عنہٗ سے سُن کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ فرمانا۔ اور جس طرح لڑکیوں کو منع فرمایا تھا۔ منع نہ فرمانا صحت مضمون پر دال ہے۔ علم مافی غد کا تو اس میں بھی اثبات ہے۔ جیسا کہ جواری کے کلام میں تھا۔ کہ صاف فرما رہے ہیں فان قال فی یوم مقالتہ غائب یعنی اگر وہ غیب کی بات فرمائیں۔ تو اس کی تصدیق کل ہو جائے گی۔ فتصدیقھا فی ضحوۃ الیوم او غد کہ آپ آج اور کل کے آنے والے واقعات قبل از وقت بتا دیتے ہیں۔ پھر حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسّان رضی اللہ عنہ کو اس سے منع نہ فرمایا۔ اگر یہ مضمون صحیح نہ ہوتا یا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کیوں سُنتے اور اور منع نہ فرماتے۔ بحمدہٖ تعالیٰ ہمارا مدعا ثابت ہُوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مافی غد کا علم ہے لیکن اُن بصیرت کے

اندھوں کو کیا نظر آسکتا ہے۔ کہ حضور نبی غیب داں صلی اللہ علیہ وسلم کا تو صرف کل کی خبر ہی کیا بلکہ قیامت تک کے حالات کی خبر رکھتے ہیں۔ چنانچہ احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیے۔

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اہلِ جنت و نار کے اسماء و آباء و قبائل کو جانتے ہیں

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مشکوٰۃ شریف باب الایمان والقدر میں یوں روایت ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ وَ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ فِیْ یَدِہٖ کِتَابَانِ فَقَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا ھٰذَانِ الْکِتَابَانِ قُلْنَا لَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِلَّا اَنْ تُخْبِرَنَا فَقَالَ لِلَّذِیْ فِیْ یَدِہِ الْیُمْنٰی ھٰذَا کِتَابٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِیْنَ فِیْہِ اَسْمَاءُ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَ اَسْمَاءُ اٰبَائِھِمْ وَ قَبَائِلِھِمْ ثُمَّ اُجْمِلَ عَلٰی اٰخِرِھِمْ فَلَا یُزَادُ فِیْھِمْ وَلَا یُنْقَصُ مِنْھُمْ اَبَدًا ثُمَّ قَالَ لِلَّذِیْ فِیْ شِمَالِہٖ ھٰذَا کِتَابٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِیْنَ فِیْہِ اَسْمَاءُ اَھْلِ النَّارِ وَ اَسْمَاءُ اٰبَائِھِمْ وَ قَبَائِلِھِمْ ثُمَّ اُجْمِلَ عَلٰی اٰخِرِھِمْ فَلَا یُزَادُ فِیْھِمْ وَلَا یُنْقَصُ مِنْھُمْ اَبَدًا ۝ (المشکوٰۃ شریف صہ۲۱ سطر ۲۰)

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ کیا تم جانتے ہو یہ کتابیں کیسی ہیں۔ تو ہم نے عرض کی کہ نہیں مگر یہ کہ آپ ہمیں خبر دیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ یہ کتاب جو میرے دائیں ہاتھ میں ہے۔ یہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔ اس میں تمام جنتیوں کے نام اور اُن کے آباء کے نام اور اُن کے قبیلوں کے نام درج ہیں۔ پھر اس کے آخیر پر میزان لگائی گئی۔ اور ان میں نہ زیادہ کیا جائیگا۔ اور نہ کم کیا جائیگا۔ ہمیشہ تک پھر فرمایا۔ یہ جو کتاب میرے بائیں ہاتھ میں ہے۔ یہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔ اس

ہیں تمام دوزخیوں کے نام ہیں اور اُن کے آباء کے نام اور اُن کے قبیلوں کے نام پھر اُن کے آخیر میں میزان لگائی گئی۔ نہ اُن میں کچھ زیادہ کیا جائیگا اور نہ کم ہمیشہ تک۔

سندُ المحدثین علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اس حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں۔

کشف کردہ شد برآں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت ایں امر و مطلع شد براں چنانکہ شد و خفائے و نوشتہ نہ و اہل باطن و ارباب مکاشفہ گویند کہ وجود کتاب حق است و محمول بر حقیقت بے شائبہ مجاز و تاویل۔ (اشعتہ اللمعات ص۱۱)

اس حدیث شریف سے آفتاب کی طرح روشن ہو گیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالمین کے ہر جنتی و دوزخی کے اسماء و آباء و قبائل تک کا بھی علم ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا علم لدنی عطا فرمایا ہے کہ سب کے احوال کو جانتے ہیں۔

ایک اور حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عُمَرَ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَ اَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذَالِكَ مَنْ حَفِظَ وَ نَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ رواہُ الْبُخَارِیُّ ٥ (از مشکوٰۃ شریف ص۵۰۶ سطر ۶)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہماری مجلس میں قیام فرما کر ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں اور دوزخیوں کے اپنی اپنی منزلوں میں داخل ہونے تک کی خبر دی اور فرمایا۔ کہ جس نے یاد رکھا اس کو اور بھلا دیا جس نے بھلا دیا۔

اس حدیث شریف سے بھی واضح ہو گیا۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں اور دوزخیوں کے اپنی اپنی منزلوں میں داخل ہونے تک کا علم ہے۔

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کی تمام اشیاء کو جانتے ہیں

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مشکوٰۃ شریف باب الفتن فصل اوّل میں یوں روایت ہے

عَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَکَ شَیْئًا یَّکُوْنُ فِیْ مَقَامِہٖ ذَالِکَ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَۃِ اِلَّا حَدَّثَ بِہٖ حَفِظَہٗ مَنْ حَفِظَہٗ وَنَسِیَہٗ مَنْ نَّسِیَہٗ قَدْ عَلِمَہٗ اَصْحَابِیْ ھٰؤُلَاءِ اِنَّہٗ لَیَکُوْنُ مِنْہُ الشَّیْئُ قَدْ نَسِیْتُہٗ فَارَاہُ فَاَذْکُرُہٗ کَمَا یَذْکُرُ الرَّجُلُ وَجْہَ الرَّجُلِ اِذَا غَابَ عَنْہُ ثُمَّ اِذَا رَاٰہُ عَرَفَہٗ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۝ (المشکوٰۃ شریف ص۴۶۱ سطر۸)

ترجمہ۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کھڑے ہوئے ہم میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہونا یعنی خطبہ پڑھا اور وعظ فرمایا اور خبر دی ۔ اُن فتنوں کی کہ ظاہر ہوں گے نہیں چھوڑی ۔ کوئی چیز کہ واقع ہونے والی تھی اس مقام میں قیامت تک مگر کہ بیان فرمایا ۔ اس کو یاد رکھا ۔ اس کو اس شخص نے کہ یاد رکھا اس کو اور بھول گیا ۔ اس کو جو شخص کہ بھول گیا ۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ شارح بخاری اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں ۔ کہ شیئاً سے مراد اشیاء مقدرہ ہیں ۔ علامہ موصوف نے مخالفین کی تخصیص مثلاً احکام شرعیہ وغیرہ کو ہباءً منثوراً کر دیا ہے ۔ تو معلوم یہ ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے عالم کی کوئی شے مخفی نہیں ۔

مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کو کفِ دست کی مثل ملاحظہ فرما رہے ہیں !

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مواہب اللدنیہ میں یوں روایت درج ہے ۔ ملاحظہ فرمایئے ۔

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ ۝ (مواہب اللدنیہ صد۱۹۲)

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رض سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کہ اللہ تعالےٰ

نے میرے لئے دُنیا کو سامنے کیا۔ اور میں دیکھ رہا ہوں۔ اس میں جو کچھ ہے اور جو کچھ قیامت تک اس میں ہونے والا ہے۔ جس طرح میں اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں
غور فرمائیے۔ کہ اَنْظُرُ مضارع کا صیغہ ہے جو استمرار تجددی پر دلالت کرتا ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم حوادثات کونیہ کے ناظر بالاستمرار ثابت ہوں گے۔

علّامہ زرقانی شرح مواہب قسطلانی اسی حدیث شریف کے ضمن میں فرماتے ہیں۔

قَدْ رَفَعَ اَیْ اَظْهَرَ وَکَشَفَ لِیَ الدُّنْیَا بِحَیْثُ اُعْطِیْتُ بِجَمِیْعِ مَا فِیْهَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْهَا وَاِلٰی مَا هُوَ کَائِنٌ فِیْهَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ هٰذِهٖ اِشَارَةٌ اِلٰی اَنَّهٗ نَظَرَ حَقِیْقَةً دَفَعَ بِهٖ اَنَّهٗ اُرِیْدَ بِالنَّظَرِ الْعِلْمُ ۝ (مواہب قسطلانی ج ۷ ص ۲۳۴) (وهٰكذا مرقاة المصابيح ص ۱۷۵)

اس حدیث شریف اور اس کی شرح سے یہ معلوم ہُوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کے لئے دُنیا ظاہر فرمائی اور آپ نے جمیع مافیہا کا احاطہ کرلیا اور حضرت کا فرمانا کہ میں اس کو اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے۔ سب کو مثل اپنی کف دست مبارک کے ملاحظہ فرمارہا ہوں۔

یہ اشارہ ہے۔ اسکی طرف کہ حدیث میں نظر سے حقیقتہً دیکھنا مُراد ہے۔ نہ کہ نظر کے معنی مجازی۔ تو ثابت ہُوا کہ حضور سرورِ دوجہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام عالمین کی ہر چیز کو مثل اپنے کف دست مبارک کے ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَار

ایک اور حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ ثَوْبَانَ رضی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا انتهى بقدر الحاجة ۝

(المشکوٰۃ شریف ص ۵۱۲ سطر ۳)

ترجمہ۔ حضرت ثوبان رضی سے مروی ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک اللہ تعالیٰ نے سمیٹی میرے لئے زمین یعنی اس کو سمیٹ کر مثل ہتھیلی کے کر دکھایا پس دیکھا میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو یعنی تمام زمین دیکھی۔

اس حدیث شریف سے بھی یہ معلوم ہُوا۔ کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مشرق و مغرب تمام

زمین کو مثل ہتھیلی کے ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

عالم جمیع مغیبات صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشکوٰۃ شریف میں ایک طویل حدیث روایت ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی الله عنه وَفِيهِ قَوْلُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَجَلّٰى لِي كُلُّ شَيْءٍ وَعَرَفْتُ رَوَاهُ البخاري (از مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں ایک قول آپ کا یہ ہے کہ ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی۔ اور میں نے ہر چیز کو پہچان لیا۔

علامہ شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔

پس ظاہر شد مرا ہر چیز از علوم و شناختم ہمہ را۔ (اشعتہ اللمعات)

ترجمہ۔ ہم پر ہر قسم کا علم ظاہر ہوگیا۔ اور ہم نے سب کو پہچان لیا۔

دوسری حدیث حضرت عبد الرحمٰن بن عائش رضی اللہ عنہ سے حدیث مشکوٰۃ شریف باب المساجد میں یوں روایت ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَائِشٍ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فِي أَحْسَنِ صُوْرَةٍ قَالَ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلٰى قُلْتُ أَنْتَ أَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَتَلَا وَكَذٰلِكَ نُرِيْ إِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ۝

(المشکوٰۃ شریف ص ۶۹ س ۲۷)

ترجمہ۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عائش رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے کہا کہ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے اپنے رب عز و جل کو اچھی صورت میں دیکھا

فرمایا رب نے کہ ملائکہ کس بات میں جھگڑا کرتے ہیں۔ تو میں نے عرض کی تو ہی خوب جانتا ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پھر میرے رب عزوجل نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا میں نے اس کے وصول فیض کی سردی اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی۔ پس جان لیا میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اور آپ نے اس حال کے مناسب یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وکذالک الآیۃ یعنی ویسے ہی دکھائے ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملک آسمانوں اور زمینوں کے تاکہ وہ ہو جائیں یقین کرنے والوں میں سے۔

وضع کف کنایہ ہے۔ مزید فضل اور غایۃ تخصیص اور ایصال فیض اور عنایت وکرم اور تکریم و تائید اور انعام سے اور سردی پانا کنایہ ہے۔ وصول اثر فیض اور حصول علوم سے۔

الحمد للہ اس حدیث شریف سے حضور مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا آسمانوں اور زمینوں کی ہر شے کا علم ہونا ثابت ہوا۔

چنانچہ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری مرقات شرح مشکوٰۃ اسی حدیث شریفہ کے تحت فرماتے ہیں:

فَعَلِمْتُ ای بسبب وصولِ ذالک الفیض مافی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَعْنِی ما اعلمہ اللہ تعالیٰ مما فیہما من الملائکۃ والاشجار وغیرھا عبارۃ عن سعۃ علمہ الذی فتح اللہ بہ علیہ وقال ابن حجرای جمیع الکائنات التی فی السموات بل وما فوقھا کما یُستفاد من قصۃ معراج والارض ھی بمعنیٰ الجنس ای وجمیع مافی الارضین السبع بل وما تحتھا کما افادہٗ اخبارہ علیہ السلامُ من الثور والحوت الذی علیھا الارضون کلھا یعنی ان اللہ ارٰی ابراھیم علیہ السلام ملکوت السموات والارض وکشف لہ ذالک وفتح علی ابْوابِ الغیُوب ۵ (مرقات شرح مشکوٰۃ جلد اول ص۴۶۳)

ترجمہ۔ اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اس فیض کے حاصل ہونے کے سبب سے میں نے وہ سب کچھ جان لیا۔ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے) جو آسمانوں اور زمینوں

میں ہے۔ یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تعلیم فرمایا۔ اور اُن چیزوں میں سے جو آسمان و زمین میں ہے۔ ملائکہ و اشجار وغیرہما میں سے یہ عبارت ہے۔ حضرت کے وسعت علم سے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت پر کھولا یا۔ علامہ ابن حجرؒ نے فرمایا۔ کہ ما فی السموات سے آسمانوں بلکہ ان سے بھی اوپر کی تمام کائنات مُراد ہے۔ جیسا کہ قصہ معراج سے متضاد ہے۔ اور ارض بمعنی جنس ہے۔ یعنی وہ تمام چیزیں جو ساتوں زمینوں بلکہ جہاں سے بھی نیچے ہیں۔ سب معلوم ہو گئیں۔ جیسا کہ حضرت کا ثور و حوت کی خبر دینا۔ جن پر سب زمین ہیں۔ اس کو مفید ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمینوں کے مُلک دکھائے۔ اور اسکو اُن کے لئے کشف فرمادیا۔ اور مجھ پر یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر غیبوں کے دروازے کھولدیئے۔

علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ کی عبارت نے مزید وضاحت یہ حاصل ہوئی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا الآیہ کذالک نری تلاوت فرمانے کی وجہ کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ و السلام کو اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کے مُلک دکھائے اور آپ پر کشف فرمادیا۔ اور حضور سیّد المرسلین علیہ الصلوٰۃ و السّلام پر تمام مغیبات کے دروازے کھولدیئے۔

اور علامہ شیخ الشیوخ شاہ عبد الحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔

فَعَلِمْتُ مَافِی السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ۔ پس دانستم ہر چہ در آسمانہا و ہر چہ در زمین بود۔ عبارتست از حصول تمام علوم جزوی و کلّی و احاطہ آں و قلاء و خواند آنحضرت مناسب این حال و بقصد استشہاد برامکان آں این آیت راکہ وکذالک نری ابراھیم ملکوت السّمٰوات والارض و ہمچنیں نمودیم ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام را ملک عظیم تمامد آسمانہا راو زمین را لیکون من الموقنین تا آنکہ گردد ابراہیم از یقین کنندگان بوجود ذات و صفات و توحید و اہل تحقیق گفتہ اند کہ تفاوت ست درمیان این دو روایت زیرا کہ خلیل علیہ السلام ملک آسمان و زمین رادید۔ وحبیب ہر چہ در آسمان و زمین بود حالی از ذات و صفات

وظواہر و بواطن ہمہ را دید و خلیل حاصل شد مرا و را یقین بوجوب ذاتی وحدت حق بعد از دیدن ملکوت آسمان و زمین چنانکہ حال اہل استدلال و ارباب سلوک و محبان و طالبان می باشد و حبیب حاصل شد مرا و را یقین و وصول الی اللہ اول پس ازاں دانست عالم را و حقائق آنرا چنانکہ شان مجذوبان و محبوبان و مطلوبان اوست اول موافق است بقول۔

ما رایت شیئاً الا رایت اللہ قبلہ و شتان ما بینھما ٥

(اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۳۳۳ مطبوعہ گردید لکھنؤ)

ترجمہ۔ حاصل یہ ہے کہ پس جانا میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ یہ عبارت ہے تمام علوم جزوی و کلی کے حاصل ہونے اور اُن کا احاطہ کرنے سے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال کے مناسب بقصد استشہاد یہ آیت تلاوت فرمائی وکذالک نری الآیہ یعنی اور ایسے ہی ہم نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام آسمانوں اور زمینوں کا ملک عظیم دکھایا تاکہ وہ ذات وصفات و توحید کے ساتھ یقین کرنے والوں میں سے ہوں۔ اہل تحقیق نے فرمایا ہے کہ ان دونوں روائتوں کے درمیان فرق ہے۔ اس لئے کہ خلیل علیہ السلام نے آسمان و زمین کا ملک دیکھا، اور حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ زمین و آسمان میں تفاوت صفات ظواہر و باطن سب دیکھا اور خلیل کو وجوب ذاتی و وحدت حق کا یقین ملکوت آسمان و زمین دیکھنے کے بعد حاصل ہوا جیسا کہ اہل استدلال اور ارباب سلوک اور محبوں اور طالبوں کی حالت ہے۔ اور حبیب کو وصول الی اللہ اور یقین اول حاصل ہوا۔ پھر عالم اور اس کے حقائق کو جانا جیساکہ محبوبوں مطلوبوں مجذوبوں کی شان ہے۔

سبحان اللہ علامہ محدث شاہ عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ الحق کے کلام سے کتنا صاف واضح ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علوم جزئی و کلی کا احاطہ ہے۔ آپ سے عالمین آسمانوں زمینوں کی کوئی ایسی شے نہیں جو کہ مخفی ہو۔ اس لئے کہ آپ اللہ کے حبیب ہیں۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

وَالْمَعْنیٰ اَنَّہٗ کَمَا رَاٰی حَتّٰی عَلِمْتُ مَا فِیْھَا مِنَ الذَّوَاتِ وَالصِّفَاتِ وَالظَّوَاھِرِ وَالْمُغَیَّبَاتِ ۝

ترجمہ۔ معنی اس حدیث کے یہ ہیں کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمان وزمین کے ملک دکھائے گئے۔ ایسے ہی مجھ پر یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر غیبوں کے دروازے کھول دیئے گئے یہاں تک کہ میں نے جان لیا۔ جو کچھ ان آسمان وزمین میں ہے۔ وذات وظواہر مغیبات سب کچھ ۝

علامہ شاہ عبدالحق رحمہ اللہ الحق دہلوی اور علامہ طیبی رحمہ اللہ کے کلام اور مذکورہ احادیث سے آفتاب کی طرح روشن ہوگیا۔ کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ ذات گرامی ہے۔ جن کو حق تعالیٰ مجدہٗ نے جمیع غیوب وجمیع ممکنات وجمیع اشیاء وجملہ کائنات یعنی تمام ممکنات حاضرہ وغائبہ ما وجدہ ویوجدہ کا علم مرحمت فرمادیا ہے۔

فضل خدا سے غیب شہادت ہوا انہیں ۔ اس پر شہادت آیت ووحی اثر کی ہے۔

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزۂ عظیم

شبہ۔ منکرین کا یہ کہنا ہے کہ اہل سنت بریلوی یہ جو احادیث پیش کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی دن اور ایک ہی مجلس میں صبح سے شام تک ابتداء سے لیکر قیامت تک کے سب حالات کا ذکر فرمادیا۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ زمانہ متناہیہ میں امور کثیرہ غیر متناہیہ کا بیان کرنا محال ہے۔ لہٰذا ان سے مراد امور عظام ہیں۔ یعنی موٹی موٹی باتیں بتلا دیں۔

جواب۔ وہابیہ دیوبندیہ خذلہم اللہ کو چونکہ جناب رسالت پناہ علیہ التحیۃ والثناء سے خدا واسطے کی عداوت ہے۔ اس لئے نماز در وازۂ عمل ثواب وغیرہ کے متعلق کوئی ضعیف حدیث بھی پیش کی جائے۔ بلا چون وچرا مان لیں گے۔ لیکن جس سے حضور ابد قرار سرکار سیدنا محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال اور تعریف ثابت ہوتی ہے۔ وہ تو انہیں تیر کی طرح کلیجہ کے پار ہوتی ہے۔ اس لئے

اس کی ضرور تاویل کریں گے۔

اب ان کو عقل کا ماتم کرنا چاہیئے۔کیونکہ وہ تو تھیں غیب کی باتیں اور آئندہ ظاہر ہونے والی اور انہوں نے احدًا کا استثناء ہی منقطع مان لیا ہے۔ جس سے ایک بات کا معلوم ہونا بھی ناممکن ہے۔ہوش کی دوا کیجئے۔

دوم۔سب احادیث مذکورہ میں الفاظ عموم موجود ہیں۔جو تخصیص کے مخالف ہیں۔علاوہ ازیں بطور طی اللسان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔کہ آپ تھوڑے وقت میں مسائل کثیرہ بیان فرمادیتے تھے ذرا ایک حدیث باب بداء الخلق وذکر الانبیاء علیہم السّلام میں ہے ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُفِّفَ عَلٰی دَاوٗدَ الْقُرْاٰنُ فَکَانَ یَاْمُرُ بِدَوَابِّهٖ فَتُسْرَجُ فَیَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ قَبْلَ اَنْ تُسْرَجَ دَوَابُّهٗ وَلَا یَاْکُلُ اِلَّا مِنْ عَمَلِ یَدَیْهِ رواہ البخاری اھ (المشکوٰۃ شریف ص۵۰۸)

ترجمہ۔حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے مروی ہے۔کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور پڑھنا آسان کیا گیا تھا۔آپ اپنے جانوروں پر زین کسنے کا حکم فرماتے پس زین کس جاتی آپ پڑھنا شروع کرتے اور زین کس چکنے سے پہلے آپ زبور ختم فرما لیتے۔اور اپنے کسب سے کھاتے یعنی ذرہ بنا کر ہ

اس حدیث شریف کے تحت مظاہر الحق جلد چہارم میں درج ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اچھے بندوں کے لئے زمانہ کو طے وبسط کرتا ہے۔یعنی کبھی تھوڑا ہو جاتا ہے اور کبھی بہت تھوڑا سا۔اور حضرت سیدنا مولا علی حیدر کرار رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔کہ آپ رکاب میں پاؤں رکھتے اور دوسری رکاب میں پاؤں رکھنے تک قرآن ختم فرما لیتے۔اور ایک روایت میں ہے۔ملتزم کعبہ سے اس کے دروازہ تک جانے میں پڑھ لیتے۔ اور ایسا ہی حضرت علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری مرقات میں اس حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں۔

قَالَ التُّوْرِبِشْتِیْ یُرِیْدُ بِالْقُرْاٰنِ الزَّبُوْرَ لِاَنَّهٗ قَصَدَ اِعْجَازَهٗ مِنْ طَرِیْقِ الْقِرَاءَةِ وَقَدْ دَلَّ الْحَدِیْثُ عَلٰی اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَطْوِیْ الزَّمَانَ لِمَنْ یَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ کَمَا یَطْوِیْ الْمَکَانَ لَهُمْ وَلِهٰذَا بَابٌ لَا سَبِیْلَ

اِلٰی اِدْرَاکِہٖ اِلَّا بِالْفَیْضِ الرَّبَّانِیْ ہ (المرقاۃ المفاتیح جلد پنجم ص۳۴۴)

اس عبارت سے بھی یہ معلوم ہوگیا، کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کے لئے زمانہ کو طے و لبسط کرتا ہے جو بہت تھوڑا ہو جاتا ہے، جیسا کہ حضرت سیدنا داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام زبور شریف کو زین کسے جانے سے پہلے ختم فرمالیتے اور حضرت مولا علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک پاؤں رکاب میں رکھتے اور دوسرا رکھنے تک قرآن کریم کو ختم فرمالیتے۔

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ لَوْ طَوَیْتُ لِی الْوِسَادَۃَ لَقُلْتُ فِی الْبَاءِ مِنْ بِسْمِ اللّٰہِ سَبْعِیْنَ جَمَلًا ہ

مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ السامی نفحات الانس فی حضرات القدس میں فرماتے ہیں، ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ بَعْضِ الْمَشَائِخِ اَنَّہٗ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ حِیْنَ اسْتَلَمَ الْحَجَرَ الْاَسْوَدَ وَالرُّکْنَ الْاَسْعَدَ اِلٰی حِیْنِ وُصُوْلِ مُحَاذَاتِ بَابِ الْکَعْبَۃِ الشَّرِیْفَۃِ وَالْقِبْلَۃِ الْمُنِیْفَۃِ وَقَدْ سَمِعَہٗ اِبْنُ الشَّیْخِ شِہَابُ الدِّیْنِ سُہْرَوَرْدِی مِنْہُ کَلِمَۃً کَلِمَۃً وَحَرْفًا حَرْفًا مِنْ اَوَّلِہٖ اِلٰی اٰخِرِہٖ قَدَّسَ اللّٰہُ اَسْرَارَہُمْ وَنَفَعَنَا بِبَرَکَۃِ اَنْوَارِہِمْ ہ

(نفحات الانس)

ترجمہ۔ یعنی بعض مشائخ سے منقول ہے کہ انہوں نے حجر اسود کے استلام سے دروازہ کعبہ شریف پر پہونچنے تک تمام قرآن شریف پڑھ لیا۔ اور ابن شیخ شہاب الدین سہروردی رحؒ نے کلمہ کلمہ اور حرف حرف اول سے آخر تک سنا۔

دیکھئے حضرت سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے نیازمندوں کا یہ حال ہے کہ حجر اسود کے استلام سے دروازہ کعبہ شریف تک قرآن پاک ختم فرمالیتے۔

آیئے قرآن پاک سے بھی ایک شہادت سن لیجئے۔

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ ط فَلَمَّا رَاٰہُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَہٗ قَالَ ھٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ہ (پ۱۹ ع۱۷، سورۃ النمل)

ترجمہ: اُس نے عرض کی۔ جس کے پاس کتاب کا علم تھا۔ کہ میں اُسے حضور میں حاضر کردوں گا۔ ایک پل مارنے سے پہلے۔ پھر جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے تخت کو اپنے پاس رکھا ہُوا دیکھا۔ تو فرمایا۔ یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔

غور فرمائیے۔ کہ حضرت سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ مقدسہ کے نیازمند حضرت آصف بن برخیا اور اسم اعظم کو جاننے والے تھے۔ وہ ایک پل مارنے سے بھی پہلے بلقیس کا تخت آپ کے حضور حاضر فرما رہے ہیں۔ معلوم نہیں کہ یہاں پر بھی مخالفین کیا فتویٰ جھڑیں۔ کیونکہ جو معجزہ کے منکر ہیں۔ وہ کرامت کے کیسے قائل ہو سکتے ہیں۔

لیکن یہ بیچارے سخت پریشان ہیں۔ کہ کیا کریں اور کدھر جائیں۔ کہ جب اللہ تعالیٰ کے اولیاء کا یہ حال ہے۔ جس سے وہابی کی عقل دنگ ہے۔ تو پیغمبر کے متعلق مجال سُخن زیادہ تنگ ہے۔ اور انکار نہ کریں۔ تو بھی باعث ذلّت و تنگ ہے۔

چنانچہ عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے۔

فِيهِ دَلَالَةٌ عَلَى اَنَّهُ اَخْبَرَ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ بِجَمِيعِ اَحْوَالِ الْمَخْلُوقَاتِ مِنِ ابْتِدَائِهَا اِلَى انْتِهَائِهَا وَفِي اِيْرَادِ ذَالِكَ كُلِّهِ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ اَمْرٌ عَظِيمٌ مِنْ خَوَارِقِ الْعَادَةِ كَيْفَ وَقَدْ اُعْطِيَ مَعَ ذَالِكَ جَوَامِعَ الْكَلِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ (عمدۃ القاری جلد ۷ صفحہ ۲۱۴)

ترجمہ۔ یعنی اس حدیث میں دلالت ہے۔ اس پر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں مخلوقات کے ابتداء سے انتہاء تک جملہ حالات کی خبر دی۔ اور ایک ہی مجلس میں سب کا بیان فرما دینا ایک بڑا معجزہ ہے۔ اور کیونکر نہ ہو۔ جبکہ حضرت کو حق تعالیٰ نے جوامع الکلم عطا فرمائے ہیں۔

اس حدیث کی شرح سے واضح ہو گیا۔ کہ حضور آقا سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم کا ایک ہی مجلس میں ابتدائے آفرینش سے لے کر دخول جنّت و دوزخ تک جمیع احوال کی خبر دینا۔ بہت بڑا معجزہ ہے۔

لیکن ظالم حاسدین وہ راستہ اختیار کریں گے۔ جو معجزہ کے خلاف ہو۔ کیونکہ ایسے اعتراضات کرنیوالے

معجزہ کے انکاری ہیں اور حقیقت وُہ نبوّت کے بھی منکر ہیں ۔

تحقیقِ نبوّت اور علمِ غیب

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کئی مقام پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یَاَیُّھَا النَّبِیُّ کہہ کر خطاب فرمایا ہے جس کے معنی یہ ہیں، اے خبر دینے والے اگر اِس خبر سے صرف دین کی خبر مُراد ہو تو ہر مولوی معاذ اللہ نبی ہُوا۔ اور اگر دُنیا کے واقعات مُراد ہوں، تو ہر اخبار ریڈیو خبر دینے والا نبی ہو جائے، معاذ اللہ، تو معلوم یہ ہوگا۔ نبی کے معنی یہ ہیں، غیب کی خبریں دینے والا۔ جیسا کہ صاحب مواہب اللدنیہ فرماتے ہیں ۔

اَلنُّبُوَّۃُ مَاخُوْذَۃٌ مِنَ النَّبَاءِ بِمَعْنَی الْخَبَرِ اَیْ اَطْلَعَہُ اللہُ عَلَی الْغَیْبِ

(قسطلانی)

کہ نبوت اطلاع علی الغیب کا عین ہے رہا لازم نبیؐ بروزن شریف صیغہ صفت مشبہ کا ہے۔ جس کے صاف معنی ہمیشہ غیب کی خبر دینے والے کے ہوتے ہیں۔ یا اِسطرح سمجھ لیجئے کہ پیغمبر اللہ تعالیٰ کی رضا اور عدم رضا کا مخبر ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی رضا و عدم رضا فی الامور اعلیٰ درجہ کا غیب ہے۔ کیونکہ پیغمبر اس لئے تشریف لائے کہ لوگوں کو تبلا دیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور اس میں نہیں۔ یہ دونوں باتیں غیب ہیں جس چیز کا علم اوروں کو نہ ہو، وُہ نبی کو ہوتا ہے۔ اور نبی وُہ ہے جو غیب کی خبر دیں۔ تو ثابت یہ ہوگا۔ کہ علم غیب نبی کے معنیٰ میں داخل ہے۔ ورنہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ کہ نبی کو علم نہ ہو اور اطلاع غیب ہو۔ تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا، کہ نبی لوگوں کو جبھی مطلع فرما سکتے ہیں۔ کہ انہیں علم غیب ہو۔

قرآن کریم کی آیت اور اُس کی تفسیر ملاحظہ فرمائیے۔

وَمَا ھُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ ۝ (پ ۳۰ سورہ تکویر)

ترجمہ۔ اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

حضرت محی السنۃ علامہ بغوی رحمہ اللہ تفسیر معالم التنزیل میں اسی آیت شریفہ کے تحت فرماتے ہیں۔

علی الغیب و خبر السماء وما اطلع علیہ من الاخبار والقصص

بضنین ای بخیل یقول انہ یاتیہ علم الغیب فلا یبخل بہ

علیکم و یخبرکم ولا یکتمہ کما یکتم الکاھن ٥

(التفسیر معالم التنزیل جزء السابع صـ۲۱۶ مطبوعہ مصر)

ترجمہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب پر اور آسمانی خبروں پر اور ان خبروں و قصوں پر بخیل نہیں ہیں۔ مراد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس علم غیب آتا ہے۔ پس وہ تم پر بخل نہیں فرماتے بلکہ تم کو سکھاتے ہیں۔ اور تم کو خبر دیتے ہیں۔ جیسے کہ کاہن چھپاتے ہیں ویسے یہ نہیں چھپاتے۔

صاحب معالم التنزیل کے کلام سے واضح ہوگیا۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہے۔ جبھی وہ لوگوں کو مطلع فرماتے ہیں۔

علامہ علاءالدین صاحب تفسیر خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

یَقُوْلُ اِنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَاْتِیْہِ عِلْمُ الْغَیْبِ فَلَا یَبْخَلُ بِہٖ عَلَیْکُمْ بَلْ یُعَلِّمُکُمْ

(التفسیر الخازن جزء السابع صـ۲۲۵)

ترجمہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس علم غیب آتا ہے۔ تو تم پر اس میں بخل نہیں فرماتے۔ بلکہ تم کو سکھاتے ہیں۔

ثابت ہوگیا۔ کہ علم غیب پر مطلع ہونا یہ اصل نبوت کی دلیل ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ جس کو مقام نبوت پر پسند فرمالیتا ہے۔ انہیں علم غیب عطا فرمادیتا ہے۔

علامہ خازن دوسرے مقام پر آیت وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖ کے ماتحت فرماتے ہیں۔

یعنی ان یطلعھم علیہ وھم من الانبیاء و الرسل و لیکون ما یطلعھم علیہ من عِلمِ غیبِہٖ دلیلًا علی نبوتِہِم کما قال اللہ تعالیٰ فلا یظھر علی غیبہ احدًا الا من ارتضٰی من رسول ٥

(تفسیر خازن جزء الاول صـ۲۷۰ مطبوعہ مصر)

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ اُن کو اپنے علم پر اطلاع دیتا ہے۔ اور وہ انبیاء و رسول ہیں۔ تاکہ ان کا علم غیب پر مطلع ہونا ان کی نبوت کی دلیل ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ نہیں ظاہر کرتا اپنے خاص غیب پر کسی کو مگر اس رسول سے کہ جس سے راضی ہو جائے۔

علامہ موصوف تفسیر خازن میں تیسرے مقام پر آیت عالم الغیب فلا یظہر کے ماتحت فرماتے ہیں۔

الا من یصطفیہ لرسالتہ ونبوتہ فیظہر علی ما یشاء من الغیب حتی
یستدل علی نبوتہ بما یخبر بہ من المغیبات فیکون ذالک معجزۃ لہ
(تفسیر الخازن صد ۱۶۳ جلد ۷ مصر)

ترجمہ۔ مگر جس کو اپنی نبوت اور رسالت پر چن لے۔ پس ظاہر فرماتا ہے جس پر چاہتا ہے غیب
تاکہ ان کی نبوت پر دلیل پکڑی جائے۔ ان غیب چیزوں سے جس کی وہ خبر دیتے ہیں۔
پس یہ ان کا معجزہ ہے۔

ان دلائل سے یہ معلوم ہوگیا۔ کہ نبوت کا امور غیبیہ کی خبر دینا یہ ان کا معجزہ اور نبوت کی دلیل ہے۔ کہ انہیں اللہ تعالیٰ علم غیب عطا فرماد یتا ہے۔

شرح عقائد نسفی یہ وہ کتاب ہے جو حنیفہ کے عقائد میں درسی کتاب ہے۔

وبالجملۃ العلم بالغیب امر تفرد بہ اللہ تعالیٰ لا سبیل الیہ للعباد
الا باعلام او الھام بطریق المعجزۃ او الکرامۃ او ارشاد الی
الاستدلال بالامارات فیما یمکن فیہ ذالک ولھذا ذکر الفتاوی
ان قول القائل عند رؤیۃ ہالۃ القمر یکون مطرًا مدعیا علم
الغیب لا بعلامۃ الکفرہ (شرح عقائد نسفی)

ترجمہ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ علم غیب کا ایک ایسا امر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہی اس سے متفرد
ہے۔ بندوں کو اس کے حصول کا کوئی طریقہ نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ بطریق وحی یا الہام
کے بتلائے یا بطریق معجزہ یا کرامت کے استدلال کرنا علامت ہے جس میں ممکن
ہوا۔ اس لئے فتاوی میں ذکر کیا ہے۔ کہ چاند کے ہالہ کو دیکھ کر کوئی غیب کا مدعی بن کر
کہے کہ پانی برسے گا۔ یہ کفر ہے۔ انتھی بلفظہ

اس عبارت سے یہ معلوم ہوا۔ کہ بندوں کا علم بالغیب کے حصول کا کوئی ذریعہ نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور وحی و الہام کے ذریعہ سے بطور معجزہ اور کرامت کے ہوتا ہے۔ کیونکہ علم غیب ہی نبوت کی دلیل اور معجزہ ہے۔

اب کا علم غیب سے مطلع ہونا از روئے قرآن ملاحظہ فرمائیے۔

وَتِلْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَا اِلَيْكَ ۝ (پ ۱۲ ع ۳ سورۃ الھود)

ترجمہ۔ اور یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے رہتے ہیں۔

اس آیت شریف میں اَنْبَاءَ جمع کا صیغہ ہے۔ اور مضاف ہے لفظ غیب کی طرف اور صیغۂ جمع مضاف مقتضی ہے۔ استغراق کا جو علم نحو و معانی و اصول میں ثابت ہے۔

لہٰذا آیت شریف نص ہو گی۔ اس معنے پر کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مغیبات پر اطلاع فرمادی۔ بعض بذریعہ وحی جلی اور بعض بذریعہ وحی خفی اور نُوْحِيْهَا کی ضمیر اَنْبَاءِ الْغَيْبِ کی طرف راجع ہوگی۔ اس لئے کہ یہی قریبی مرجع ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ اور لِيَكُوْنَ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْرًا سارے عالمین کے نبی ہیں۔ اور نبوت بھی دائمی ہوتی ہے۔ بالفرض اگر کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ وقت کے لئے معاذ اللہ اُس خبر سے بے علم سمجھا تو اس اعتقاد کی بناء پر وہ اتنی دیر تک منکر نبوت رہے گا۔

یہی وجہ ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب شریف پر ایمان ہونا ضروری ہے۔ ملاحظہ فرمائیے

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان

حضرت حافظ الحدیث شیخ احمد مالکی و خازن و جمل و صاوی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جمیع علم غیب پر ایمان رکھنا واجب فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

وَالَّذِيْ يَجِبُ بِهِ الْاِيْمَانُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْتَقِلْ مِنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَهُوَ يَعْلَمُهَا كَمَا هِيَ عَيْنُ يَقِيْنٍ كَمَا وَرَدَ رُفِعَتْ لِيَ الدُّنْيَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهَا وَاِلٰى مَا هُوَ كَائِنٌ فِيْهَا كَمَا اَنْظُرُ اِلٰى كَفِّيْ هٰذِهٖ وَوَرَدَ اَنَّهٗ اِطَّلَعَ عَلَى الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا تَوَاتَرَتْ بِهِ الْاَخْبَارُ لٰكِنْ اُمِرَ بِكِتْمَانِ الْبَعْضِ ۝

(خازن۔ جمل۔ صاوی و غیرھا)

ترجمہ۔ جن باتوں کے ساتھ مسلمان کے لئے ایمان لانا لازم ہے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیا سے اتنے تک انتقال نہیں فرمایا جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں دُنیا و آخرت کے تمام مغیبات پر مطلع نہیں فرمایا۔ وہ اُنہیں اس طرح جانتے ہیں۔ جس طرح یقینی اور آنکھوں دیکھی بات ہوتی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ کہ میرے لئے دنیا بلند فرمائی گئی ہے۔ میں اس کی طرف بھی دیکھ رہا ہوں۔ اور جو چیز قیامت تک اسمیں ہونے والی ہے اُسے بھی دیکھ رہا ہوں۔ جس طرح میں ہاتھ کی ہتھیلی کی طرف دیکھ رہا ہُوں۔ اور یہ بھی حدیث میں وارد ہے۔ کہ بہشت و دوزخ اور وما فیھا پر مطلع ہوں۔ اور ان باتوں کے متعلق احادیث تواتر کے درجہ تک پہنچ چکی ہیں۔ اور بعض چیزوں کو پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ثابت ہُوا کہ اس بات پر ایمان رکھنا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع علوم غیبیہ پر مطلع فرما دیا ہے۔ قیامت تک کی کوئی شے آپ سے مخفی نہیں ہے۔

لیکن دشمنانِ دین کی رسول دشمنی اس حد تک پہنچ چکی ہے۔ کہ وُہ آپ کے علم غیب شریف کو حیوانات کے علم سے تشبیہ دیتے ہیں۔ جیسا کہ ظاہر ہے ملاحظہ فرمائیے۔

مُومن وہ ہے جو اُن کی عزت پہ مرے دل سے
تعظیم بھی کرتا ہے نجدی تو مرے دل سے !

عِلمِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین مخالفین کی زبانی

وہابیہ دیوبندیہ کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی اپنی کتاب حفظ الایمان میں رقمطراز ہیں۔

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے۔ یا کُل اگر بعض علوم غیبیہ ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے حاصل ہے۔ ٥ (حفظ الایمان صہ ۱۵ سطر ۶)

دیکھا آپ نے اِن شاتمانِ رسول نے کس جرأت و بیباکی کے ساتھ حضور آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ و سلم کی عظمت و شان میں یہ توہین کی ہے۔ کہ حضور کی کیا تخصیص ایسا علم غیب تو زید و عمر و بکر بلکہ جمیع حیوانات کو حاصل ہے،

یعنی جیسا علم ہر بچے۔ پاگل۔ حیوان اور چوپائے کو ہے ایسا ہی علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ (استغفر اللہ) بتایئے اِس سے بڑھ کر اور کیا گستاخی وظلم ہو سکتا ہے۔ کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو چوپاؤں اور حیوانوں اور پاگلوں کے علم سے تشبیہ دی جا رہی ہے۔ اور یہ توہین نبوی متفقہ طور پر موجب کفر ہے۔

اب میں مخالفین سے دریافت کرتا ہوں۔ کہ اگر بعینہٖ یہی عبارت علماء دیوبند پر چسپاں کر کے یوں کہا جائے۔ کہ بعض علوم میں علماء دیوبند کی کیا تخصیص ایسا علم تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے،

تو کوئی ان میں اس بات کو برداشت نہیں کر سکے گا۔ اور نہ ہی اِن حضرات نے اپنے علماء کے لئے کبھی ایسا تصوّر کیا ہوگا۔ لیکن افسوس کہ انہوں نے علم کی تنقیص کا نشانہ صرف جناب آقاء مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی بنایا ہوا ہے۔ تو معلوم یہ ہوا۔ کہ اِن حضرات کا علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا ایمان ہے کہ آپ کے علم شریف کو چوپاؤں اور حیوانوں کی مثل سمجھتے ہیں۔

مختصر طور پر یاد رکھیے

۱	۲
المدار فی الحکم بالکفر علی الظواہر ولا نظر للمقصود والنیات ولا بقرائن حالہ ٥	وقد ذکر العلماء ان التھور فی عرض الانبیاء وان لم یقصد اسبب کفر

الحدیث تلقیح اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شُبہ۔ منکرین کا یہ بھی کہنا ہے کہ مدینہ منوّرہ میں انصار باغوں میں نر درخت کی شاخ مادہ

درخت میں لگاتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو اس فعل سے منع فرمایا۔ تو انہوں نے یہ فعل چھوڑ دیا پس پھل کم آئے یا خراب تو انہوں نے اس کی شکایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ کہ دنیا کے اُمور میں تم مجھ سے زیادہ جاننے والے ہو۔ معلوم ہُوا۔ کہ آپ کو اس تلقیح روکنے سے یہ علم نہ تھا۔ کہ پھل کم آئیں گے۔ لہٰذا ثابت ہُوا کہ آپ کو اس دنیاوی امر کا علم نہ تھا جبھی فرمایا کہ دنیا کے کاموں میں تم مجھ سے زیادہ جاننے والے ہو۔

جواب ما اس حدیث تلقیح میں کس لفظ کا یہ ترجمہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہو کہ تم (مجھ سے زیادہ) جاننے والے ہو۔ اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ کا ترجمہ تو یہ ہے کہ تم اپنے دنیا کے کام کو ہی جانو۔ لیکن عدم علم مصطفیٰ صلی اللہ ثابت کرنے کے لئے ان حضرات نے حدیث کا ترجمہ ہی اپنی طرف سے ایجاد کر ڈالا ہے۔

یہ تو ہے ان حضرات کی حالت اب میں یہی حدیث مع شرح کے پیش کئے دیتا ہوں۔

علّامہ ملّا علی قاری رحمہ اللہ الباری شرح شفا بحث معجزات میں اسی حدیث تلقیح کا جواب علّامہ سنوسی سے بھی نقل فرماتے ہیں۔

ومن معجزاته الباهرة اى آياته الظاهرة (ما جمعه الله له من العوارف) اى الجزئية (والعموم) اى الكلية والمدركات الظنية واليقينية والاسرار الباطنة والانوار الظاهرة (وخصه) من الاطلاع على جميع مصالح الدنيا والدين) اى ما يتم به اصلاح الامور الدنيوية والاخروية واستشكل بانه صلى الله تعالى عليه وسلم وجد الانصار يلقحون النخل فقال لو تركتموه فتركوه فلم يخرج شيئا او خرج شيصا فقال انتم اعلم بامر دنياكم قال الشيخ السنوسى اراد ان يحملهم على خرق العوائد فى ذالك الى باب التوكل واما هناك فلم يمتثلوا فقال انتم اعرف بدنياكم ولو امتثلوا وتحملوا فى سنة او سنتين لكفوا امر هذه المحنة ۵ (شرح شفا لعلامہ قاری جز الاوّل ص۲۰)

ترجمہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن معجزات اور ظاہر آیات میں سے وُہ ہے جو اللہ تعالیٰ آپ کے واسطے معارف جزئیہ اور علوم کلیہ اور مدرکات ظنیہ" اور یقنیہ اور اسرار باطنہ اور انوار ظاہرہ جمع کئے۔ اور آپ کو دنیا و دین کی تمام مصلحتوں پر اطلاع دے کر خاص کیا۔ اس پر یہ اشکال وارد ہو سکتا ہے۔ کہ ایک مرتبہ حضرت نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ انصار تلقیح تحل کر رہے تھے۔ یعنی فرما کے نر کی کلی کو مادہ کی کلی میں رکھتے تھے۔ تاکہ وُہ حاملہ ہو اور پھل زیادہ آئے۔ آپ نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا۔ کہ اسکو چھوڑ دیتے تو اچھا تھا۔ اُنہوں نے چھوڑ دیا۔ تو بس پھل نہ آئے یا کم اور خراب آئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اپنے دنیاوی کاموں کو تم جانو۔ شیخ سنوسی نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خرق وخلاف عوائد پر برانگیختہ کرتے اور باب توکل کی طرف پہچانے کا ارادہ کیا تھا۔ انہوں نے اطاعت نہ کی اور جلدی کی۔ تو حضرت نے فرمادیا۔ کہ اپنے دنیاوی کاموں کو تم جانو۔ اگر وُہ سال دو سال اطاعت کرتے اور تلقیح نہ کرتے اور امر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امتثال کرتے۔ تو انہیں تلقیح کی محنت نہ اُٹھانی پڑتی۔

علامہ علی قاری اور علامہ سنوسی کی شرح سے کتنا صاف واضح ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو تلقیح کرنے سے منع فرمایا۔ تو انہوں نے اس کو چھوڑ دیا۔ جب پھل کم آئے تو آپ نے فرمایا۔ تم اپنے دُنیاوی کاموں کو جانو اگر وہ آپ کے حُکم کی سال دو سال اطاعت کرتے تو انہیں تلقیح کرنے کی محنت نہ کرنی پڑتی۔ اور آپ نے اُن کو باب توکل تک پہنچا دینے کا ارادہ فرمایا تھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دینی و دنیاوی تمام مصلحتوں پر مطلع فرمادیا ہے۔ بتایئے۔ اس حدیث میں ایک لفظ ایسا ہو جس کے یہ معنی ہوں کہ تم (مجھ سے زیادہ) جانتے ہو۔ یا اس واقعہ میں عدم علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نفی ہو۔

اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بے علم ہونے کی دلیل لینا اوّل درجہ کی خباثت نہیں تو اور کیا ہے۔ چنانچہ مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ دوسرے مقام پر شرح شفا شریف میں اس حدیث کے ضمن یوں فرماتے ہیں

وعندی انہ علیہ السلام اصاب فی ذالک الظن ولو ثبتوا علے کلامہ لفاقوا فی الفن ولارتفع عنھم کلفۃ المعالجۃ فانما وقع

التغیر بحسب جریان العادۃ الاتری ان تعود باکل شئ او شربہ یفتقدہ فی وقتہ و انالم یجدہ یتغیر عن حالہ فلو صبروا علی نقصان سنتہ اوسنتین لرجع النخیل الی حالہ الاول وربما کان یزید علی قدرہ المعمول وفی القصبۃ اشارہ الی التوکل وعدم المبالغۃ فی الاسباب و غفل عنہ ارباب المعالجۃ من الاصحاب واللہ اعلم بالصواب ہ (شرح شفا شریف جلد ثانی صہ ۳۳۸)

چنانچہ علامہ قیصری رحمۃ اللہ سے فصل الخطاب میں نقل ہے۔

وَلَا یَعْزُبُ عَنْ عِلْمِہٖ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ فِی الْاَرْضِ وَلَافِی السَّمَاءِ مِنْ حَیْثُ مَرْتَبَتِہٖ وَاِنْ کَانَ یَقُوْلُ اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ ہ (فصل الخطاب)

ترجمہ۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر زمین و آسمان میں کچھ ذرہ بھر بھی پوشیدہ نہیں ہے اگرچہ بشریت کے اعتبار سے یہ فرمادیں کہ تم دُنیا کا کام جانتے ہو۔

ان دلائل سے یہ ثابت ہوگیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دُنیاوی اُمور کا علم ہے۔ زمین و آسمان میں کوئی ذرّہ ایسا نہیں۔ جو کہ آپ سے پوشیدہ ہو۔ اور اگر وہ اس نقصان کو کچھ سال دو سال برداشت کر لیتے تو انہیں نفع بھی ہوتا۔ اور یہ محنت نہ اٹھانی پڑتی۔ تو معلوم یہ ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اُمور دنیاوی کا علم ہے۔ دنیا کا کوئی امر قیامت تک کا آپ سے مخفی نہیں ہے۔ آپ تو ساری دُنیا کو کفِ دست کی مثل ملاحظہ فرمارہے ہیں۔

واقعہ بیرِ معونہ اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شُبہ۔ مخالفین یہ بھی کہا کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ چند لوگ آپ میرے ساتھ کردیں۔ جو میری قوم کو دین کی تبلیغ کریں۔ اگر وہ اسلام لے آئیں تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر صحابہ جلیل القدر قاری اس کے ہمراہ کردیئے۔ تو ان کو غدر و بیوفائی سے شہید کردیا گیا

اگر آپ کو پہلے سے معلوم ہوتا کہ یوں شہید کر ڈالے جائیں گے۔ تو آپ انہیں کیوں روانہ فرماتے۔

جواب۔ اس قصہ کو پیش کرنے سے مخالفین کا جو مدعا ہے۔ وہ یہی ہے۔ کہ اگر آپ کو پہلے سے معلوم ہوتا کہ شہید کر ڈالے جائیں گے۔ تو آپ انہیں کیوں روانہ فرماتے۔ کسقدر افسوس ہے کہ یہ ظالم کیا سمجھ گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باوجود علم کے کیوں انہیں روانہ نہ فرماتے۔ آخر روانہ فرمانے کا باعث کیا۔ ہر ف صحابہ کی حفاظت جان یا اور کچھ بھی۔

ہوش کیجئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حوصلے اور ہمتیں معاذاللہ آپ کی طرح نہ تھیں۔ کہ محض تن پروری مقصود ہوتی۔ جان کے لالچ میں دینی خدمت سے باز رہ سکتے اور اس خیال سے کہ یہاں جان عزیز نذر اشاعت اسلام ہوتی ہے۔ درگزر کر جاتے ہر چند کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر صحابہ کے پیش آنے والے جملہ واقعات ظاہر ہیں۔ مگر یہ موقع درگزر کرنے کا نہیں۔ کہ ایک شخص اشاعت اسلام کے لئے عرض کرتا ہے۔ کہ اے حضور اپنے نیازمندوں کو اس کی قوم کی ہدایت کے واسطے بھیجدیں۔ اور اُسے یہ جواب دیں۔ کہ ہمیں اشاعت اسلام اور ہدایت خلق سے جان زیادہ محبوب ہے۔ وہاں جو جائیں گے۔ وہ مارے جائیں گے۔ اس لئے بخوف جان اس موقع پر اعلاء کلمۃ اللہ میں ہی کوشش نہیں کی جاتی۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔

یہ سب خرافات ہیں۔ وہاں بمقابلہ اعلاء کلمۃ الحق کے جان کی کچھ پرواہ نہ تھی۔ اور خود صحابہ کرام کو شوق شہادت گدگدا رہا تھا۔ اور جوش میں بھرے ہوئے تھے۔ شہادت ایک بہت بڑا مرتبہ ہے۔ چنانچہ اسی واقعہ بیئر معونہ میں مقابلہ کرنے والے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جب شہید ہو گئے اور ان میں سے حضرت منذر بن عمر رضی اللہ عنہ رہ گئے۔ تو کفار نے ان سے کہا۔ آپ چاہیں تو ہم آپ کو امن دیں۔ مگر آپ کے آرزو مند شہادت دل نے ہرگز نہ مانا۔ اور آپ نے بمقابلہ شہادت کے امن کو قبول نہ فرمایا۔ (کذا فی مدارج النبوت جلد دوم صـ۱۸۱ کتب وصحاح)

یہاں تک تو تھا یہ کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو دین پر جان تصدق کرنے ہی کے لئے روانہ فرمایا تھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا۔ کہ یہ سب شہید ہو جاویں گے۔

مگر جو لوگ یہ کہتے پھرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قبل واقعہ علم شہادت صحابہ تسلیم کر لینے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف قتل عمد کی نسبت کرنا پڑے گی۔

تو کیا وہ حضرت منذر ابن عمر صحابی رضی اللہ تعالٰے عنہ پر خودکشی کا الزام لگائیں گے۔ کہ انہوں نے باوجود امن پانے کے شہادت ہی کو اختیار فرمایا۔ اور اسی طرح حضرت عمرو بن امیہ ضمری اور حارث پر بھی کہ یہ حضرات اونٹوں کو چراگاہ میں لے گئے تھے۔ جب واپس آئے اور لشکرگاہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ پرندوں کو لشکر کے گرد دیکھا۔ اور گرد و غبار اٹھا معلوم ہوا اور کافروں کے سواروں کو بلندی پر کھڑا اور اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شہید دیکھا۔ تو آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ اب مصلحت کیا ہے۔ عمرو بن امیہ ضمری کی رائے ہوئی کہ سیّد الکائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر ماجرا بیان کیا جائے۔ حارث نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ اب ہم کو پہنچی ہوئی شہادت بہت غنیمت ہے چنانچہ انہوں نے کفار سے مقابلہ کیا۔ اور لڑائی میں بارہ آدمیوں کو قتل کر کے خود بھی شہید ہو گئے۔

کذا فی صحیح مسلم شریف و مدارج النبوۃ)

اب یہاں سے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا شوق شہادت ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے امن و عافیت کو چھوڑ کر شہادت حاصل کرنے میں سعی فرمائی۔ اور کامیاب ہوئے۔

اب جس طرح کوئی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ صحابۂ کرام نے قصداً او دیدہ و دانستہ اپنی جان ہلاکت میں ڈالی اور خودکشی کی۔

اسی طرح یہ کہنا بھی کسی ایمان والے کا کام نہیں ہے۔ کہ فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیدہ و دانستہ صحابہ کو روانہ فرما کر قتل عمد کے مرتکب ہوئے۔ العیاذ باللہ

بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کی جانیں راہ خدا میں نذر کیں اور ان جانوں کے لئے اس سے عمدہ طور پر کام آنے کا کوئی موقع نہ تھا۔ جان کی بڑی قیمت یہی تھی۔ کہ راہ خدا میں نثار ہو گئیں۔

یہ کہنا کہ اس حادثہ کا اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم ہوتا۔ تو صحابہ کو نہ بھیجتے۔ اور صحابہ کو علم ہوتا تو وہ نہ جاتے۔ یہ صریح سرور دوجہاں حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جلیل القدر اصحابہ عظام علیہم الرضوان پر الزام لگانا ہے۔ جب جان تصدق کرنے کا موقع آتا اور یہ سمجھتے کہ جان جاتی ہے۔ تو در گزر کر جاتے۔ اور لوگوں کی طرح خیال کرتے کہ کون مفت خطرہ میں جان ڈالے۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

توبہ کیجئے۔ صحابہ اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ شان نہیں کہ دین پر جان نثار کرنے سے دریغ

کرجائیں۔ جان جاتی دیکھیں۔ تو اسلام کی اشاعت کے پاس تک نہ آئیں۔ بلکہ یہ حضرات جب سمجھ لیں۔ کہ اب جان نذر کرنے کا موقع ہے۔ تو بڑی خوشی اور شوق سے جان نذر کریں۔ جیسا کہ اوپر صحابہ کے واقعات سے ثابت ہو چکا ہے۔ ؎

میں پہلے ہی سر شوق سے مقتل میں جھکا دوں

لے جان اگر خنجر فولاد تمہارا!

تو اس صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ سے واقف ہونا کس طرح مانع روانگی ہوتا۔ اب بحمد اللہ تعالیٰ مخالفین کا یہ اعتراض بالکل باطل ہوگیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام کو باوجود پیش آنے والے واقعات پر مطلع ہونے کے روانہ فرما دینا قابل اعتراض نہ رہا۔ پھر آپ کا یہ روانہ فرما دینا اگرچہ کسی طرح قابل اعتراض نہیں۔

اگر اللہ تعالیٰ عقل و ایمان نصیب فرما دے۔ تو معلوم ہو کہ آپ کی اس میں بہت سی مصلحتیں اور حکمتیں تھیں۔ کہ ان سب کا علم بھی خاصان خدا ہی کو ہے۔

اسی واقعہ بئر معونہ میں صحابہ کا دلیری اور جوانمردی کے ساتھ حکم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل میں پروانہ وار جان نثار کرنا اور جان دینے میں خوش ہونا عجیب قابل یادگار اور دل پر اثر کرنے والی بات ہے جس سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی قوت ایمانی اور محبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اندازہ ہوتا ہے۔ اور خلق اللہ کو ایسے پُراثر واقعات سے ہدایت ہوتی ہے۔

جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ جب صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بئر معونہ پر پہنچے اور انہوں نے حضور سراپا نور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب مرغوب حرام بن ملحان کو دیا۔ کہ عامر بن طفیل کے پاس لے جائیں۔ حرام دو شخصوں کو ہمراہ لے کر روانہ ہوئے۔ جب اس قوم کے نزدیک پہنچے۔ ان دونوں شخصوں سے کہا کہ تم یہیں پر رہو۔ میں جاتا ہوں۔ اگر ان لوگوں نے مجھے امن دی تو تم بھی چلے آنا اور اگر مجھے مار ڈالا تو تم اصحاب کے ساتھ جا ملنا۔ پھر حرام ابن ملحان نے ان لوگوں سے کہا۔ امن دو تو میں تمہیں خدا کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیام پہنچاؤں۔ حرام ابن ملحان گفتگو ہی کر رہے تھے۔ کہ ایک شخص نے جو اُن کے پیچھے تھا ان لوگوں کے اشارہ سے اُن پر حملہ کیا اور نیزہ مارا کہ وہ حرام کے بدن کے دوسری طرف نکل آیا۔ اس حالت میں حرام بن ملحان کی زبان سے جو کلمے نکلے ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ محبت والوں کو اس کا کچھ لطف آئے گا۔ حالت تو یہ کہ نیزہ سینے سے پار ہوگیا۔ اب خون چہرہ اور تمام بدن کو رنگین کر رہا ہے اور زبان پر کیا مبارک کلمہ ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ رب کعبہ کی قسم میری آرزو پوری ہوگئی ۔ اور مطلب حاصل ہوگیا مراد مل گئی ۔

یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل پورے طور پر ہوئی ۔ رتبۂ شہادت ملا۔

سبحان اللہ ایک تو یہ دل تھے ۔ جو یوں دلیرانہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں جان نذر کرتے تھے ۔

اور ایک یہ زمانہ ہے ۔ کہ سید العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کی تنقیص اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کمال کے انکار میں رات دن سرگرم ہے ۔

اسی طرح علامہ خازن اور صاحب مدارج النبوت نے لکھا ہے ۔

فلما نزلوها قال بعضهم لبعض ايكم يبلغ رسالة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اهل هذا الماء فقال حرام بن ملحان انا فخرج بكتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم الى عامر بن طفيل وكان على ذالك الماء فلما اتاهم حرام بن ملحان لم ينظر عامر بن الطفيل فى كتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال حرام بن ملحان يا اهل بئير معونة انى رسول الله صلى الله عليه وسلم اليكم وانى اشهد ان لا اله الا الله وان محمدًا عبده ورسوله فامنوا بالله ورسوله فخرج اليه رجل من كسر البيت برمح فضربه فى جنبه حتى خرج من الشق الاخر فقال الله اكبر فزت و رب الكعبة ٥ (الخازن ومدارج النبوت)

صحابہ کی اس طرح جانثاریاں تو ایمان والوں کے دلوں میں محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخم کاری کے لئے اکسیر ہیں ۔

علاوہ ازیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر نہ دینے اور تحمل فرمانے میں بہت سی حکمتیں ہیں ۔ چنانچہ

اس واقعہ بئیر معونہ پر جب حارث رضی اللہ عنہ، خود اپنے شوق سے مقابلہ کر کے شہید ہو گئے اور عمرو بن امیہ ضمری باقی رہ گئے۔ اور عامر بن طفیل نے ان کو شہید نہ کیا۔ پیشانی کے بال پکڑ کر چھوڑ دیا۔ اور مدینہ منورہ حاضر ہونے کی رخصت دی۔ اور یہ دریافت کیا۔ کہ ان شہدا سے آپ واقف ہیں۔ فرمایا کہ ہاں واقف ہیں۔ تب وہ اٹھ کر شہدا کے مقتل میں آیا۔ اور ہر ایک کا نام نسب دریافت کرنے لگا۔ اور کہنے لگا کہ کوئی صاحب ایسے تم میں تھے جن کی نعش یہاں نہیں ہے۔ عمرو نے فرمایا۔ کہ ہاں عامر بن فہیرہ جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، کے بندہ آزادہ کردہ شدہ تھے۔ وہ ان میں نہیں ہیں۔ کہا وہ کیسے آدمی تھے۔ فرمایا کہ وہ بڑے فاضل اور پرانے مسلمان تھے۔ عامر بن طفیل کافر نے کہا۔ کہ ان کی شہادت کے وقت میں نے بچشم خود دیکھا۔ کہ وہ آسمان کی جانب اٹھائے گئے۔

(ف) عامر بن طفیل کا ایسا عجیب و غریب واقعہ دیکھنا اور خود اس کو بیان کرنا اور پھر اس جماعت کے قتل سے پشیمان نہ ہونا۔ اور ایمان سے محروم رہنا۔ تعجب خیز ہے۔ اور اس کی کور باطنی اور شقاوت ازلی کی صاف نظیر ہے۔ مگر پھر بھی وہ تو کافر تھا۔

اور مسلمان صورت کے آیتیں اور حدیثیں اور عجیب عجیب واقعات کتابوں میں دیکھنے کے بعد بھی علم عظیم نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا انکار ہی کئے جانا اور نصوص پا کر بھی مطمئن نہ ہونا۔ بلکہ اپنے قیاسات فاسدہ اور اوہام باطلہ سے اس علم عظیم پر اعتراض کرنا حیرت انگیز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے۔ بنی کلاب میں ایک اور شخص جبار بن سلمیٰ بھی انہی کفار میں تھا۔ اس سے منقول ہے۔ کہ جب میں نے عامر بن فہیرہ کے نیزہ مارا اور وہ دوسری طرف نکل آیا۔ تو میں نے ان کی زبان سے یہ کلمہ سنا۔ فُزْتُ وَاللّٰہِ اور یہ دیکھا کہ وہ آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ اسوقت مجھے یہ فکر ہوئی۔ کہ اس لفظ سے کیا مراد تھی۔ تو میں ضحاک بن سفیان کلابی کے پاس گیا۔ اور انہیں تمام حال سنایا۔ کہنے لگے۔ کہ ان کی مراد یہ تھی۔ کہ خدا کی قسم میں نے مراد پالی۔ میں نے یہ سن کر ضحاک سے کہا کہ مجھے مسلمان کر لیجئے۔ اور میں مسلمان ہو گیا۔ اور یہ واقعہ میرے اسلام لانے کا باعث ہوا۔

سبحان اللہ۔ سعادت مندوں کو جیسے اس حال کے مشاہدہ سے ایمان نصیب ہوا۔ ویسے ہی اس کے استماع سے بھی صدہا برکات حاصل ہوئے۔

مخالفین اب تو سمجھتے ہوں گے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اطلاع نہ دینے میں حکمتیں تھیں۔ پھر

اطلاع نہ دینا علم نہ ہونے کو متلزم نہیں۔
ہر چند کفار نے سوال کئے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں وقت قیامت پر مطلع نہ فرمایا۔ پھر اگر یہ راز تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ظاہر فرما دیتے۔ اس سینہ مبارک میں اللہ تعالیٰ کے ہزاروں راز مخزون تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم امین تھے۔
پھر مخالفین عیر کا یہ کہنا۔ کہ حضرت کا یہ عمل کہ صحابہ کو روانہ فرمایا۔ یہ اگر خدا کے حکم سے مانا جائے تو جنہوں نے ان صحابہ کو شہید کر ڈالا تھا۔ انہیں بھی سزا یا عذاب نہیں ملنا چاہئیے۔ کیونکہ ان کا قتل بھی خدا کے حکم سے تھا۔ یعنی پھر جو کوئی بُرا عمل کرتا ہے۔ وہ خدا کے حکم سے ہے۔ اس کو سزا نہیں ملنی چاہئیے۔ اسی لئے نبی اللہ کو اس حادثہ سے بے خبر ماننا پڑے گا۔ ورنہ آپ علم ہوتے ہوئے ایسا کر رہے ہیں۔ تو پھر کیا انہوں نے صحابہ کرام سے دھوکا کیا۔
ناظرین آپ انصاف کی نظر سے غور فرمائیں۔ کہ ان ظالموں کی عداوت الرّسول کا کتنا صریح مظاہرہ ہے۔ کہ معاذ اللہ نبی اللہ جن کا ہر کام رضائے الٰہی پر ہوتا ہے۔ اور قرآن و سنّت اور شریعت کے منبع ہیں۔ وہ معاذ اللہ صحابہؓ سے دھوکا کر رہے ہیں۔
لیکن وہ بدبخت کیا جانیں۔ کہ حبیب خدا اشرف انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا تو ایک ایک لمحہ رضائے الٰہی کے مطابق ہوتا ہے۔ نبی اللہ کو تو سب سے عظیم خاصہ یہ ہے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور عدم رضا کا مخبر صادق ہوتا ہے۔
کیا خدا کے نبی کے متعلق یہ گمان کے ان کا صحابہ کرام کو روانہ فرمانا رضائے الٰہی کے خلاف تھا۔
استغفر اللہ۔ یہ کسی مسلمان کا کام نہیں۔ کہ وہ ایسا حملہ مقام نبوّت پر کر سکے۔
کیا خدا کے نبی کا اور عام لوگوں کا فعل یکساں ہو سکتا ہے۔
دیکھئے اللہ کریم کا تو اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق کتنا واضح ارشاد موجود ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○

پ ۲۷ ع ۴ سورۃ النجم

ترجمہ۔ اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

قرآن کریم کی اس آیت شریفہ سے خوب واضح ہوگیا۔ کہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر قول وفعل رضائے الٰہی کے مطابق ہوتا ہے۔ تو حضرت کا ستر قاریوں کو اشاعت اسلام کے لئے بھیجنا یہ اپنی خواہش سے نہیں بلکہ رضائے الٰہی کے لئے تھا۔

ان لوگوں نے تقدیر الٰہی سے بھی ہاتھ صاف کئے ہیں۔ اور صحابہ کی شہادت بیئر معونہ میں جو الزام معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ہے۔ یہ صریح طور پر خدا تعالیٰ کی ذات پر ایک افترا عظیم ہے۔ اور جو لوگ اس قتل کے مرتکب ہوئے ہیں۔ ان کو اس برے فعل کی سزا ضرور ملیگی۔ اور حضرت کا صحابہ کو روانہ فرمانا اور ان کا جانا یہ اعلا کلمۃ اللہ کی خاطر تھا۔ اور پھر ان صحابہ کا راہ حق میں شوق کے ساتھ جانثار کرنے پر جو انہیں درجات شہادت نصیب ہوئے ہیں۔ کیا۔ کسی کو حاصل ہوسکتے ہیں ہرگز نہیں۔

مخالفین کو واقعہ بیئر معونہ میں شہادت صحابہ سے عدم علم نبی کا جو شبہ پیدا ہوا ہے۔ لازم ہے کہ بعض انبیاء کرام علیہم السلام کی شہادت سے بھی اللہ تعالےٰ کو بھی بے علم ہونا سمجھتے ہوں گے۔ جیسا کہ قرآن میں ظاہر ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ ۵ (پ ۳ ع ۱۰ سورہ آل عمران)

ترجمہ۔ بیشک جن لوگوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا اور میرے نبیوں کو ناحق طور پر شہید کیا۔

علامہ علاؤالدین صاحب تفسیر خازن آیۃ یقتلون النبیّن کے تحت فرماتے ہیں۔

یروی ان الیہود قتلت سبعین نبیا فی اول النھار ۵

(الخازن جزالاوّل ص ۲۶ مطبوعہ مصر)

ترجمہ۔ روایت ہے کہ یہود نے ستر نبیوں کو پہلے ہی دن میں شہید کر ڈالا۔

اس آیت وتفسیر سے واضح ہوگیا۔ کہ معاذ اللہ۔ اگر اللہ تعالےٰ کو یہ علم ہوتا کہ میرے ستر انبیاء کو یہود نے شہید کر دینا ہے تو اللہ تعالےٰ ان کو کیوں بھیجتا۔ اب بقول مخالفین یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے برگزیدہ انبیاء کرام علیہم السلام کے شہید ہونے کا علم نہ تھا۔

گویا کہ ان حضرات نے خدا تعالےٰ کو اُن ستّر انبیاء کرام کی شہادت سے بے علم سمجھ رکھا ہے تو کیا تعجب ہے کہ اسی کے محبوب حق علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اُن ستّر صحابہ کرام کی شہادت سے بھی بے علم ہی سمجھا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

تو ان تمام مذکورہ دلائل و واقعہ صحیحہ سے ثابت ہوگیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ستّر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شہادت کا علم تھا۔

علامہ قسطلانی نے اور نیز صحاح کی کتابوں میں یہ الفاظ مروی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ستّر قاریوں کو روانہ فرمانے سے قبل یہ اشارہ فرما دیا تھا۔ کہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی اخشی علیہم اھل نجد مجھے اہل نجدیوں سے خوف آتا ہے جس گروہ کے متعلق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار خوف فرمایا ہو۔ وہ تنقیص علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ کریں تو اور کیا کریں یہی وجہ ہے کہ نجدی گروہ گمراہ ہے۔ اگر یہ ہدایت یافتہ ہوتے تو حضرت کو ستّر قاری بھیجنے کی کیا غرض تھی۔ وہ اسی لئے کہ یہ لوگ ہدایت کی طرف آجائیں۔ اسلام کو قبول کریں۔ لیکن بد نصیب نجدیوں نے بجائے ہدایت حاصل کرنے کے سیّد عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جلیل القدر صحابہ عظام کو شہید کر ڈالا۔ اللہ تعالےٰ فرقہ نجدیّت دیابنہ کو ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین

مناسب سمجھتا ہوں کہ ان صحابہ کے نام بھی با حوالہ درج کردوں۔ جن کی شہادت کی خبر۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی شہادت سے پہلے ارشاد فرمادی تھی۔ تاکہ ثابت ہو جائے۔ کہ آپ کو اپنے صحابہ کی شہادت کا علم تھا۔

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عمر اور حضرت عثمان (رضی اللہ عنہما) کی شہادت کا علم

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بخاری شریف مناقب ابوبکر اور ترمذی مناقب عثمان میں روایت ہے۔

عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَعِدَ اُحُدًا وَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِہِمْ فَضَرَبَہٗ بِرِجْلِہٖ فَقَالَ اُثْبُتْ

أُحُدُ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ ٥ (بخاری)

ترجمہ۔ حضرت انس رضی اللہ کہتے ہیں، کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ تھے کہ آپ اُحد پہاڑ پر چڑھے۔ اُحد حرکت کرنے لگا۔ (یعنی جوشش مسرت سے) آپ نے اُحد پر ضرب لگائی اور فرمایا احد ٹھہر جا تجھ پر ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں

غور فرمائیے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُحد پہاڑ پر ضرب لگا کر فرماتے ہیں۔ اے پہاڑ ٹھہر جا۔ تجھ پر ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

اس حدیث سے آفتاب کی طرح روشن ہوگیا۔ کہ حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بھی یہ علم تھا کہ شہید کئے جائیں گے۔۔۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کتنا عرصہ قبل ان کی شہادت کی خبر دے رہے ہیں۔ افتؤمنون ببعض الکتب و تکفرون ببعض

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہادت حضرت زیدؓ و جعفرؓ و رواحہ رضی اللہ عنہم کا علم

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف و مشکوٰۃ باب معجزات میں یہ مروی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ نَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدًا وَّجَعْفَرًا وَّ ابْنَ رَوَاحَةَ النَّاسَ قَبْلَ أَنْ يَّأْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ فَقَالَ أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيبَ ثُمَّ أَخَذَ جَعْفَرٌ فَأُصِيبَ ثُمَّ أَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيبَ وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ حَتّٰى أَخَذَ الرَّايَةَ سَيْفٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللهِ يَعْنِي خَالِدَ بْنَ وَلِيْدٍ حَتّٰى فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِمْ ٥

(رواہ البخاری والمشکوٰۃ ص۵۳۲)

ترجمہ۔ حضرت انس رضی اللہ کہتے ہیں، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ و حضرت جعفرؓ

وحضرت ابن رواحہ کے مارے جانے کی خبر لوگوں کو پہلے سے دے دی تھی، چنانچہ پھر آپ نے اسطرح بیان فرمایا کہ زید نے جھنڈا ہاتھ میں لیا۔ اور شہید کیا گیا۔ پھر علم کو جعفر نے سنبھالا اور وہ بھی شہید ہو گیا۔ پھر ابن رواحہ نے جھنڈے کو لیا اور وہ بھی شہید ہو گیا۔ آپ یہ فرماتے جاتے اور آنکھوں میں آنسو جاری تھے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ اس کے بعد نشان کو اس شخص نے لیا جو خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے یعنی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے دشمنوں پر فتح فرمائی۔

اس حدیث سے معلوم ہو گیا۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت زید رضی اللہ عنہٗ وحضرت جعفر رضی اللہ عنہٗ وحضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہٗ کے شہید ہونے کا علم تھا، جبھی آپ نے اُن کے جنگ موتہ میں شہید ہو جانے کی پہلے ہی خبر دے دی۔ اور پھر لطف یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف میں تشریف فرما ہیں۔ اور ملک شام میں اتنی دور جنگ کے تمام حالات ملاحظہ فرما رہے ہیں، کہ اب فلاں نے جھنڈا لیا۔ اور وہ شہید ہو گئے۔ سچ تو یہی ہے۔ ؎

یا رسول اللہ خدا نے کیا آپ کو سب پہ آگاہ　　دو عالم میں جو کچھ جلی و خفی ہے!

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہادت حضرت عمار رضی اللہ عنہٗ کا علم

حضرت ابی قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مسلم شریف میں روایت ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَمَّارٍ حِیْنَ یَحْفِرُ الْخَنْدَقَ فَجَعَلَ یَمْسَحُ رَاْسَہٗ وَیَقُوْلُ بُؤْسَ ابْنِ سُمَیَّۃَ تَقْتُلُکَ الْفِئَۃُ الْبَاغِیَۃُ ○ (حدیث مسلم شریف المشکوٰۃ ص۵۳۲)

ترجمہ: حضرت قتادہ رضؓ کہتے ہیں۔ کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہٗ خندق کھود رہے تھے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا۔ اے سمیہ کے بیٹے اسقدر محنت ومشقت تجھ کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔ چنانچہ جنگ صفین میں شہید ہوئے۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہٗ کی شہادت کا علم تھا۔ کہ

اُنہیں ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو آپ کی اس خبر غیب پر ایسا یقین تھا کہ ایک مرتبہ آپ بیمار ہوگئے۔ آپ کی زوجہ آپ کی حالت دیکھ رونے لگیں حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ غم مت کرو میں اس بیماری میں وفات نہیں پاؤں گا۔ کیونکہ

فَاِنَّ حَبِیْبِیْ اَخْبَرَنِیْ اِنَّہٗ تَقْتُلُنِی الْفِئَۃُ الْبَاغِیَۃُ وَاِنَّ آخِرَ اِدَامِیْ مِنَ الدُّنْیَا مَذْقَۃُ لَبَنٍ ٥ (بخاری و حجۃ اللہ)

ترجمہ۔ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خبر دی تھی۔ کہ مجھے باغی جماعت قتل کرے گی۔ اور اس دنیا میں آخری وقت جو چیز میں کھاؤں گا۔ وہ دودھ ہوگا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب باغی جماعت نے حنین کے جھگڑے میں حضرت عمار رضی اللہ کو پکڑا۔ تو اُن کے سامنے دودھ کا پیالہ پیش کیا۔ آپ نے پیا اور پھر مسکرائے۔ کسی نے سبب مسکراہٹ پوچھا تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ مجھے اس دودھ کو آخری وقت پینے کے متعلق میرے آقا نے خبر دی۔ پھر آپ کو شہید کر دیا گیا۔

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کا علم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے معجم کبیر وطبرانی وشریف اور ماثبت بالسنۃ ص۱۰ میں آپ شاہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے۔

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اِبْنِیَ الْحُسَیْنَ یُقْتَلُ بَعْدِیْ بِاَرْضِ الطَّفِّ وَجَاءَنِیْ بِہٰذِہِ التُّرْبَۃِ وَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ فِیْہَا مَضْجَعَہٗ ٥

(ابن سعد و طبرانی و کبیر حدیث مشکوٰۃ)

ترجمہ۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میرا فرزند حسین میرے بعد مقام طف (یعنی کربلا) کے میدان میں شہید کیا جائیگا۔ اور یہ مٹی میرے پاس لائی گئی ہے اور مجھے خبر دے گئی ہے کہ یہ ان کے مدفن کی جگہ ہے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا، کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے پیارے نواسے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا علم تھا۔ اور جس جگہ یہ جام شہادت پینا تھا، اس مقام میدانِ کربلا کا بھی علم تھا، اور تاریخ کا بھی علم تھا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ ہجرت کے اکاٹھویں سال شہید کیے جائیں گے۔ (ماثبت بالسنۃ)

علاوہ ازیں بہت سے صحابہ کی شہادت کی خبریں احادیث میں موجود ہیں۔ یہاں صرف چند پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ کیونکہ صاحب عقل کے لئے اشارہ کافی ہوتا ہے۔

زہر آلودہ گوشت اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ۔ مخالفین کا یہ کہنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر میں زہر آلودہ گوشت پیش کیا گیا۔ تو آپ نے اور صحابہ نے اس کو کھا لیا جس سے صحابہ شہید ہو گئے۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ہوتا تو ان صحابہ کو کھا لینے سے روک دیتے۔

جواب۔ ناظرین با انصاف کو دشمنان اللہ و رسول کے شبہے دیکھتے دیکھتے یہ تو خوب ظاہر ہو گیا ہو گا۔ کہ یہ حضرات اپنے مدعاء کو ثابت کرنے سے عاجز ہو کر صرف زبان درازی پر آچکے ہیں اور صحیح یہ ہے۔ کہ جو لوگ مقام نبوت ہی کو نہیں جان سکے۔ وہ کیا جانیں کہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ و السلام کے ہر قول و فعل میں کیا کیا حکمتیں ہیں۔ اس لئے وہ سوائے زبان درازی و تنقیص علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کیا کچھ کر سکتے ہیں۔

آیئے ذرا وہی حدیث ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ يَهُوْدِيَّةً مِّنْ اَهْلِ خَيْبَرَ سَمَّتْ شَاةً مَّصْلِيَّةً ثُمَّ اَهْدَتْهَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذِّرَاعَ فَاَكَلَ مِنْهَا وَاَكَلَ رَهْطٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ مَعَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِرْفَعُوْا اَيْدِيَكُمْ وَاَرْسَلَ اِلَى الْيَهُوْدِيَّةِ فَدَعَاهَا فَقَالَ سَمَمْتِ هٰذِهِ الشَّاةَ فَقَالَتْ مَنْ اَخْبَرَكَ

قَالَ اَخْبَرَتْنِیْ هٰذِهٖ فِیْ یَدِی الذِّرَاعِ قَالَتْ نَعَمْ قُلْتُ اِنْ کَانَ نَبِیًّا فَلَنْ تَضُرَّهٗ وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ نَبِیًّا اسْتَرَحْنَا مِنْهُ فَعَفَا عَنْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ یُعَاقِبْهَا وَتُوُفِّیَ اَصْحَابُهُ الَّذِیْنَ اَکَلُوْا مِنَ الشَّاةِ وَاحْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی کَاهِلِهٖ مِنْ اَجْلِ الَّذِیْ اَکَلَ مِنَ الشَّاةِ حَجَمَهٗ اَبُوْهِنْدٍ بِالْقَرْنِ وَالشَّفْرَةِ وَهُوَ مَوْلٰی بَنِیْ بَیَاضَةَ مِنَ الْاَنْصَارِ ۔

ترجمہ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی عورت نے بھنی ہوئی بکری میں زہر ملا کر اس کو ہدیہ کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی۔ آپ نے اُس سے ایک دست لے لی۔ آپ نے اور آپ کے صحابہ نے بھی کھایا۔ کھاتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا۔ کہ اپنا ہاتھ روک لو۔ اس کو نہ کھاؤ۔ پھر اُس یہودی عورت کو بُلا کر آپ نے فرمایا۔ کیا تُو نے اس میں زہر ملایا ہے۔ اس نے کہا۔ آپ کو کس نے بتایا۔ تو آپ نے فرمایا مجھ کو اس دست نے بتایا جو میرے ہاتھ میں ہے۔ عورت نے کہا۔ کہ ہاں میں نے اس میں زہر ملایا۔ اس خیال سے کہ اگر آپ نبی ہوں گے۔ تو زہر آپ پر اثر نہ کرے گا۔ اور اگر آپ نبی نہ ہوں گے۔ تو ہم کو نجات مل جائے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس عورت کو معاف فرما دیا اور سزا نہ دی۔ صحابہ میں سے جن نے بکری کو کھایا وہ فوت ہو گئے۔ (یعنی شہادت کی موت) اور اس گوشت کے کھانے کے سبب آپ نے مونڈھوں کے درمیان سنگھیاں کھنچوائیں۔ ابوہند نے سنگھیاں کھینچیں۔ جو بنی بیاضہ کا آزاد کردہ غلام تھا۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہُوا۔ کہ جس زہر آلودہ گوشت سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے لقمہ تناول فرمایا۔ اُسی میں سے صحابہؓ نے بھی لقمہ کھایا۔ اس زہر آلودہ گوشت کے کھانے سے صحابہ کرام وفات پا گئے۔ یعنی اُنہوں نے شہادت کی موت کا درجہ حاصل کیا اور پھر حضرت کا اس یہودیہ کو کچھ بھی نہ کہنا

اور معاف فرما دینا۔

صحابہ کرام کی موت شہادت تقدیر الٰہیہ میں اسی طرح تھی۔ اور اُن کا اس زہر ہی کے ذریعہ وفات پانا اُن کے لئے مزید ثواب تھا جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ

مَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؁

(پ ۴ ع ۵ سورۂ آل عمران)

ترجمہ۔ اور کوئی جان بے حکم خدا مر نہیں سکتی۔ سب کا وقت لکھا رکھا ہے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوگیا۔ کہ جس طرح اور جب کسی کی موت آنی ہے۔ وہ اللہ کے حضور لکھا ہوا ہے اس سے زیادتی اور کمی نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا یہ اعتراض باطل ہے کہ وُہ صحابہ شہید ہوگئے۔ جب اُن کی موت شہادت اِس طرح آنی ہے۔ آپ کیوں روکتے۔ قانون خداوندی میں جس طرح ہے۔ وہ اُسی طرح ہو کر رہنا تھا۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس زہر کے کھانے کے بعد کافی عرصہ بجسم ظاہری حیات رہے ہیں اور صحابہ شہید ہوگئے ہیں۔ تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ اِن صحابہ کی موت اسی طرح اور اُسی وقت آنی تھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو علم تھا۔ لیکن آپ نے اس کا اظہار نہیں فرمایا۔ اگر کسی بات کو جانتے ہوئے اُسکا اظہار نہ کیا جائے تو وہ عدم علم کی دلیل نہیں ہو سکتی۔

چنانچہ حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوت میں فرماتے ہیں۔

پرسید از من پروردگار من چیزے پس نتوانستم کہ جواب گویم پس نہادہ ست قدرت خود درمیان دو شانہ من بے تکئیف و بے تحدید پس یافتم برا آنرا در سینہ خود پس داد مرا علم اولین و آخرین و تعلیم کرد انواع علم را علمی بود کہ عہد گرفت از من کتمان آنرا کہ باہیچکس نگویم طاقت برداشت آں ندارد جز من و علمی بود کہ مخیر گردانید مرا در اظہار و کتمان آں و علمی بود کہ امر کرد مرا بتبلیغ آں بخاص و عام از امت من ؁ (مدارج النبوت جلد اوّل صہ ۱۹۲ سطر آخر مطبوعہ لکھنؤ)

ترجمہ۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ شب معراج میں مجھ سے میرے پروردگار عالم نے کچھ دریافت فرمایا۔ میں جواب نہ دے سکا تو اُس نے اپنا دست مبارک میرے دونوں شانوں کے درمیان بے تکئیف و تحدید رکھا۔

(کیونکہ اللہ تعالےٰ جوارح سے منزّہ وپاک ہے پھر تحدید وتکئیف کیسی) پھر میں نے اس کی سردی اپنے سینہ میں پائی پس مجھے علوم اوّلین وآخرین کے عطا فرمائے اور چند علم اور تعلیم فرمائے جن میں سے ایک علم وُہ ہے جس کے چُھپانے کا مجھ سے عہد لیا گیا۔ کہ میرے سوا کسی میں برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ ایک علم وُہ جس کا مجھے اختیار دیا گیا۔ اور ایک علم وُہ جس کی تبلیغ کا حکم فرمایا۔ کہ میں اپنی اُمت کے ہر خاص و عام کو پہنچا دوں۔

علاّمہ شیخ محقق علیہ الرحمۃ کی عبارت سے معلوم ہو گیا۔ کہ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے تمام اوّلین وآخرین کے علوم عطا فرما دینے کے علاوہ تین علوم یہ عطا فرمائے۔

۱۔ ایک علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا عطا فرمایا گیا جس کو چھپانے کا حکم ہے۔ اس لئے کہ یہ آپ کے سواء کسی اور میں برداشت کی طاقت نہیں۔

۲۔ دوسرا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا عطا فرمایا گیا ہے۔ جس میں آپ کو اختیار دیا گیا ہے۔ کہ چاہیں تو ظاہر فرمائیں اور چاہیں تو نہ ظاہر فرمائیں۔

۳۔ تیسرا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا عطا فرمایا گیا ہے۔ کہ آپ اُمّت کے ہر خاص و عام کو مطلع فرما دیں۔

ناظرین اگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث جو علاّمہ شاہ عبدالحق علیہ الرحمۃ نے درج فرمائی ہے۔ اگر منکرین اس پر ہی ایمان لے آئیں۔ تو مجھے قوی اُمید ہے کہ انشاء اللہ تمام شکوک و شبہات کا ازالہ ہو جائے تمام چیزوں کا خزانہ ان تمام باتوں میں ہے۔

تو معلوم یہ ہُوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تو ہے۔ کہ اس میں زہر ہے لیکن آپ نے اس کا اظہار نہیں فرمایا۔ اور نہ ہی یہاں پر اظہار کرنا تھا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی زہر سے بوقت وصال شہادت کا درجہ ملنا تھا۔

چنانچہ حدیث شریفہ شاہد ہے۔

وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ يَا عَائِشَةُ مَا أَزَالُ أَجِدُ

اَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِیْ اَکَلْتُ بِخَیْبَرَ وَھٰذَا اَوَانُ وَجَدْتُ انْقِطَاعَ اَبْھَرِیْ مِنْ ذٰلِکَ السَّمِّ ۔ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مرض آخری میں فرمایا کرتے تھے۔ اے عائشہ جو میں نے خیبر میں کھایا تھا یعنی زہر آلودہ بکری کا گوشت اب وہ وقت ہے۔ کہ اس زہر کے اثر سے میری رگ جان کاٹی جائے۔

شیخ المحدثین حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰے علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں۔

اے عائشہ ہمیشہ بودم من مییافتم درد طعامے راکہ خوردہ بودم بخیبر گوسفندے کہ زہر آلود کردند آں را اگرچہ تاثیر نکرد وہلاک برائے ظہور معجزہ ولیکن المے ازوے باقی بود گاہ گاہ ظہور میکرد وہذا اوان وجدت انقطاع ابہری من ذالک السم و ایں وقت یافتن من ست بریدہ شدن رگ دل مرازاں زہر وابہر بہ فتح ہمزہ وسکون ہا رگ دل کذا فی الصحاح و در قاموس گفتہ پشت در گیست در پشت و رگ گردن است و چوں ایں متعلق مست بدل بایں اعتبار آنرا رگ دل نیز گویند ظاہرا حکمت الٰہی عز اسمہ اقتضائے آں کرد کہ اثر آں زہر را در وقت موت ظاہر گردانید از برائے حصول مرتبہ شہادت چنانکہ می گویند کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ باثر زہر مار مرد کہ غار ہجرت گزیدہ بودہ

(اشعۃ اللمعات جلد چہارم صـ۶۰۸ سطر ۱۶ مطبوعہ لکھنؤ)

مندرجہ بالا اشعۃ اللمعات کی عبارت سے واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسوقت زہر نے اثر اس لئے نہ کیا۔ کہ آپ کو مرتبہ شہادت حاصل ہو۔ اس زہر کے کھانے میں حکمت الٰہی بھی یہی تھی۔ اور اسی لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غار ہجرت میں سانپ نے ڈسا تھا۔ اسوقت تو آپ کو اس زہر سانپ نے تو اثر نہ کیا۔ لیکن بوقت وصال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰے عنہ نے فرمایا تھا کہ مجھے اب سانپ کا زہر تکلیف دے رہا ہے یہ حکمت الٰہی تھی۔ کہ آپ بھی مرتبہ شہادت حاصل کریں۔

تو یہی حکمت تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسوقت اظہار نہ فرمایا۔ اور نہ فرمانا تھا۔ کیونکہ آپ کو مرتبہ

شہادت ملنا تھا۔اور ان صحابہ کی اسی وقت شہادت کی موت ہونی تھی۔

نیز بخاری شریف میں ایک اور حدیث آئی ہے کہ فتح خیبر کے بعد کچھ یہودیوں نے ایک بکری بھُنی ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی۔جس میں زہر ملایا ہوا تھا۔تو آپ نے ان تمام یہودیوں کو بلا کر فرمایا۔تمہارے قبیلہ و دادا کا نام کیا ہے۔تو انہوں نے کہا فلاں فلاں آپ نے فرمایا۔ قَالَ کَذَبْتُمْ بَلْ اَبُوْکُمْ فُلَانٌ قَالُوْا صَدَقْتَ تم جھوٹ بولتے ہو۔تمہارے باپ دادا کا نام تو فلاں ہے تو یہودیوں نے کہا۔آپ سچ کہہ رہے ہیں۔اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ قَالَ ھَلْ جَعَلْتُمْ فِیْ ھٰذِہِ الشَّاۃِ سُمًّا کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا ہے۔تو قَالُوْا نَعَمْ کہنے لگے۔ہاں ہم نے اس میں زہر ملایا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا۔کہ یہاں پر ان یہودیوں کے زہر ملانے کا اظہار مقصود تھا۔اور جہاں یہودی عورت نے زہر ملایا تھا۔وہاں اظہار کرنا مقصود نہ تھا۔کیونکہ اس میں حکمت تھی۔جبھی تو آپ یہودیہ عورت کو باوجودیکہ صحابہ شہید ہوئے اسکو کچھ نہ کہا۔بلکہ فَعَفَاھَا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف فرمادیا۔

ان دلائل سے تو ثابت یہ ہوا کہ حضور اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو یہ علم تھا۔کہ اس گوشت میں زہر ہے اور یہ بھی علم تھا۔کہ زہر بحکم الٰہی آپ پر اثر نہ کرے گا۔اور یہ بھی علم تھا کہ جو ساتھی میرے ساتھ ہیں۔ان کو شہادت کی موت ملنی ہے۔پھر ایسے اعتراضات وہی کر سکتے ہیں۔جو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و حکمت سے ناواقف ہیں۔الحمد للہ مخالفین کے اعتراض کا از روئے دلائل قویہ ازالہ ہوگیا۔

اب ذرا قرآنی روشنی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض مقامات پر اظہار نہ فرمانے یا سکوت فرمانے کی وجہ ملاحظہ فرمایئے۔

قرآنی فیصلہ

بارگاہِ نبوی علٰی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بے فائدہ سوالات کی ممانعت

بعض لوگ حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت سے بیفائدہ سوال کیا کرتے تھے۔یہ خاطر مبارک پہ گراں ہوتا تھا۔

تو اللہ تعالٰے نے قرآن کریم کی یہ آیت شریفہ نازل فرمائی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ه

(پ۷ ع ۳ سورۃ المائدہ)

ترجمہ:- اے ایمان والو ایسی باتیں نہ پوچھو۔ جو تم پر ظاہر کی جائیں۔ تو تمہیں بری لگیں۔

علامہ علاؤ الدین صاحب تفسیر خازن اسی آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ قَوْمٌ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتِهْزَاءً فَيَقُولُ الرَّجُلُ مَنْ أَبِي وَيَقُولُ الرَّجُلُ تَضِلُّ نَاقَتُهُ أَيْنَ نَاقَتِي ه (الخازن جلد ثانی ص۹۸)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ سے مروی ہے کہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور تمسخر قسم قسم کے سوال کیا کرتے تھے۔ کوئی شخص کہتا میرا باپ کون ہے۔ اور کوئی شخص کہتا میری اونٹنی گم ہوگئی ہے۔ وہ کہاں پر ہے۔

ایک حدیث بخاری شریف کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں آیت لاتسئلوا کے تحت ہے

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ حِينَ زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى الظُّهْرَ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَذَكَرَ السَّاعَةَ وَذَكَرَ أَنَّ بَيْنَ يَدَيْهَا أُمُورًا عِظَامًا ثُمَّ قَالَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَسْأَلَ عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْأَلْ مِنْهُ فَوَاللهِ لَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ بِهِ مَا دُمْتُ فِي مَقَامِي هَذَا قَالَ أَنَسٌ فَأَكْثَرَ النَّاسُ الْبُكَاءَ وَأَكْثَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَقُولَ سَلُونِي فَقَالَ أَنَسٌ فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ أَيْنَ مَدْخَلِي يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ النَّارُ فَقَامَ عَبْدُ اللهِ بْنُ حُذَافَةَ فَقَالَ مَنْ أَبِي يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ أَبُوكَ حُذَافَةُ قَالَ ثُمَّ أَكْثَرَ أَنْ يَقُولَ سَلُونِي سَلُونِي ه (البخاری شریف جزء رابع ص۱۲۶ مطبوعہ مصر)

ترجمہ: تحقیق نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جب کہ سورج ڈھل چکا تھا پس آپ نے نماز ظہر پڑھ کر سلام پھیرا آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ پس قیامت کا ذکر فرمایا کہ اس سے پہلے بڑے بڑے واقعات ہیں۔ پھر فرمایا جو شخص جو بات پوچھنا

چاہے پوچھ لے۔ خدا کی قسم جب تک میں اس مقام پر کھڑا ہوں یعنی منبر پر تم کوئی بات نہ پوچھو گے۔ مگر یہ کہ میں تم کو اس کی خبر دوں گا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں۔ کہ آپ کا یہ ارشاد سُن کر اکثر لوگوں نے رونا شروع کر دیا۔ اور بار بار آپ نے فرمایا۔ کہ پوچھ لو مجھ سے جو چاہتے ہو۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں۔ کہ ایک شخص آگے بڑھا اور کہنے لگا یا رسول اللہ مجھے بتایئے۔ کہ میرا ٹھکانہ کہاں پر ہے۔ آپ نے فرمایا تیرا ٹھکانہ جہنم ہے پس عبد اللہ بن حذافہ نے کھڑے ہو کر پوچھا۔ میرا باپ کون ہے۔ آپ نے فرمایا۔ حذافہ۔ پھر بار بار آپ نے فرمایا مجھ سے پوچھو مجھ سے پوچھو۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جہنمی یا جنتی ہونا یہ علوم خمسہ میں سے ہے۔ کہ سعید ہے یا شقی ہے اسی طرح کہ کون کس کا بیٹا ہے۔ یہ ایسی بات ہے کہ سوائے اس کی ماں کے اور کوئی نہیں جان سکتا۔ لیکن سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی علم ہے کہ کون جنتی اور جہنمی ہے۔ اور یہ بھی علم ہے کہ عبد اللہ نے دریافت کیا کہ میرا باپ کون ہے۔ آپ نے اس کے اصل باپ کا نام حذافہ بتا دیا جس کے نطفہ سے وہ تھا۔ باوجودیکہ اس کی ماں کا شوہر اور تھا۔ جس کا یہ شخص بیٹا کہلاتا تھا۔

یاد رہے کہ آیت لاتسئلوا عن اشیاء کے تحت تفاسیر و احادیث میں مختلف اقوال آئے ہیں۔ جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن اسی آیت کے تحت ایک قول یہ بھی ہے۔ جو خازن و بخاری و مسلم شریف میں مذکورہ واقعہ کے ساتھ ہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں حج فرض ہونے کا بیان فرمایا۔ اس پر ایک شخص نے کہا کیا ہر سال حج فرض ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا۔ سائل نے سوال کا تکرار کیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ ذرونی ما ترکتکم و لو قلت نعم لوجبت ولما استطعتم کہ جو چیز میں بیان کروں۔ اس کے درپے نہ ہوا کرو اور اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا۔ اور تم نہ کر سکتے۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ احکام حضور کو مفوض ہیں۔ جو فرض فرما دیں۔ وہ فرض ہو جائے نہ فرمائیں نہ ہو۔

بہر حال ہمارا مدعا ہر صورت ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی معاملہ میں مصلحت یا حکمت کی بناء پر جانتے ہوئے اس کا اظہار نہ فرمائیں۔ یعنی سکوت فرمائیں۔ تو اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ آپ کو علم

نہیں. بلکہ یہ آپ کے علم ہی کی بہت بڑی دلیل ہے۔
اس لئے جو لوگ سرکار رسالت مآب علیہ التحیۃ والثناء کے سکوت یا آپ کے اظہار نہ فرمانے سے عدمِ علم کی دلیل بناتے ہیں۔ یہ ان کا انتہا درجہ کی عداوت الرسول کا نمونہ ہے۔

مسئلہ دریافت اور اُمّت کو مفید ہدایت

شُبہ ۔ علمِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے انکاری یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ بخاری شریف میں ہے۔ کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہٗ کہتے ہیں۔ کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے باپ کے قرضہ کے باب میں گیا۔ اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ نے فرمایا۔ کون ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں۔ تو آپ نے فرمایا۔ میں تو میں بھی ہوں۔ گویا یہ کلمہ آپ کو ناگوار گزرا۔ لہٰذا اگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم غیب دان ہوتے۔ تو کیوں دریافت کرتے۔ کہ تم کون ہو۔ آپ کو خود ہی معلوم ہو جاتا۔

جواب ۔ مخالفین کو جب کوئی راہ نہیں ملتی۔ تو وہ تنگ آ کر ایسے اعتراضات کرنے کی کوشش کرتے ہیں جن کے باوجود بھی یہ اپنے مقصد کو حل کرنے سے عاجز ہی رہتے ہیں۔
اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَنْ ذَا کون ہے۔ تو اس سے عدم علم ہونا کیسے ثابت ہوتا ہے باوجودیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم ہے۔ کہ دروازہ کے باہر حضرت جابر رضی اللہ عنہٗ کھڑے ہیں۔ تو پھر آپ کا یہ فرمانا کہ "میں کہنے والے رہیں"، تو میں بھی ہوں۔ یہ کمال علم و حکمت کی شان ہے کہ آئندہ اُمّت کے لئے ایک عظیم بہتری کا سبق ہے۔ لیکن اُن ظالموں کو کیا معلوم کہ آپ کے مَنْ ذَا فرمانے میں کیا حکمت ہے۔
اگر مخالفین یہاں پہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت فرمانے پہ عدمِ علم ہونا مُراد لیتے ہیں۔ تو مجھے خطرہ ہے۔ کہ وہ کہیں یہ بھی نہ کہہ بیٹھیں کہ خدا تعالےٰ کو بھی علم نہیں۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے۔

مَا يَقُوْلُ عِبَادِیْ قَالَ يَقُوْلُوْنَ يُسَبِّحُوْنَكَ وَيُكَبِّرُوْنَكَ وَ
يَحْمَدُوْنَكَ وَيُمَجِّدُوْنَكَ قَالَ فَيَقُوْلُ هَلْ رَاَوْنِیْ قَالَ

فَيَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰهِ مَا رَاَوْكَ ہ (المشکوٰۃ شریف ۱۹۷)

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے دریافت فرماتا ہے کہ میرے بندے کیا کہہ رہے ہیں فرشتے کہتے ہیں۔ تیری تسبیح و تکبیر و تحمید و بزرگی کا ذکر کر رہے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتا ہے۔ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں، قسم ہے تیری انہوں نے تجھ کو نہیں دیکھا۔

مخالفین کے اصول کے مطابق ثابت ہُوا۔ کہ اللہ تعالےٰ کو بھی (معاذ اللہ) علم نہیں ہے کیونکہ اگر اس کو علم ہوتا تو فرشتوں سے کیوں دریافت کرتا۔ کہ میرے بندے کیا کہہ رہے ہیں۔

اس لئے ہر جگہ سوال کی علت بے علمی نہیں ہوتی۔ مگر جو حکمتیں نہ سمجھتے ہوں۔ اور کلام کی مراد سے ناواقف ہوں۔ وہ ایسے ہی واہی شبہے بیان کر سکتے ہیں۔

ورنہ کسی مسلمان کو تو ہمت ہو ہی نہیں سکتی۔ لیکن افسوس ہے کہ ان حضرات سے قبل آجتک کسی نے ایسے سوالات کو عدم علم کی دلیل نہ سمجھا۔ مگر عجیب الفہم ہیں۔ کہ عجیب عجیب ایجادیں کرتے ہیں۔ یہاں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت فرمانے میں جو حکمت ہے ایمان والوں کی آنکھیں اس سے بند نہیں۔ صاف ظاہر ہے۔ کہ حضور سیّد عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جواب تعلیم فرمانا مقصود تھا۔ کہ تم کسی کے مکان پر جاؤ۔ اور وہ دریافت کرے کہ تم کون ہو تو (یں) نہ کہہ دیا کرو۔ بلکہ نام بتلایا کرو اور ایک لفظ میں کہہ دینا جس سے تمیز نہ ہو سکے۔ کہ کون صاحب ہیں۔ ناپسند ہے یہ تو تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم جو قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے بہتر تھی۔ لیکن یہ لوگ ابھی تک اسی چکر میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔ کہ حضرت کو یہ علم نہ تھا۔ کہ دروازہ پر کون ہے۔ استغفر اللہ۔ آئندہ سوچ کر زبان کو کھولئے ورنہ بند ہی رکھنا بہتر ہے۔

حدیث الحسن الجنّۃ اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شُبہ۔ مخالفین یہ کہا کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرے کے دروازے پر جھگڑے کو سُنا۔ آپ نے باہر تشریف لا کر فرمایا۔ سوائے اس کے نہیں کہ میں آدمی ہوں۔ میرے پاس جھگڑنے

والے آتے ہیں۔ شاید بعض تمہارا بعض سے خوش بیان ہو۔ اس کی خوش بیانی سے میں اس کو سچا جانوں اور اس کے حق میں فیصلہ کردوں۔ پس جس کو میں حق مسلمان کا دلاؤں۔ وہ سمجھے کہ جہنم کا ایک ٹکڑا دلاتا ہوں اس حدیث بخاری سے معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم غیب دان نہ تھے۔ اگر غیب جانتے تو خلاف فیصلہ کا آپ کو کیوں خوف ہوتا۔

جواب۔ اب منکرین کی حالت اس درجہ تک پہنچ چکی ہے کہ وہ محض زبان درازی پر اُتر آئے ہیں استغفر اللہ۔ کیا کسی مسلمان کا ایمان اس کو اس بات کی اجازت دے سکتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ کسی کا حق کسی دوسرے کو دلادیں۔ یا آپ کو ذرا اس کا خطرہ ہو۔ نعوذ باللہ مگر کسی بے ادب و گستاخ کو۔

اس حدیث میں ایک حرف بھی ایسا نہیں جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم جمیع اشیاء کے انکار میں ذرا بھی مدد دے۔ اسا لیب معرفت کے کلام سے تو یہ حضرات بالکل پاک ہیں۔ اس کا توان پر کسی طرح بھی الزام نہیں آسکتا۔ ان ضعیف الفہم لوگوں نے اس حدیث سے کیا سمجھا۔ کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو امور غیب کا علم تعلیم نہیں ہوا۔ یہ پھر فہم قابل تحسین و آفرین ہے۔

سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا مقصود اس تمام کلام سے تہدید ہے۔ کہ لوگ ایسا ارادہ نہ کریں کہ دوسروں کا مال لینے کے لئے زبانی قوتیں خرچ کریں۔

چنانچہ حدیث شریف کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔

فَاِنْ قَضَيْتُ لِاَحَدٍ مِّنْكُمْ بِشَيْءٍ مِّنْ حَقِّ اَخِيْهِ فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ (ترمذی والبخاری شریف)

ترجمہ۔ یعنی اگر میں تم میں سے کسی کو دوسرے کی چیز دلادوں۔ تو وہ اس کے لئے آگ کا ٹکڑا ہے یعنی تم کسی کا حق لینے کی کوشش ہی نہ کرو۔

یہاں پر تو انکار علم غیب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مراد تو یہ ہے۔ کہ تم جو باتیں بناؤ تو اس سے حاصل کیا۔ بغرض محال اگر میں تمہاری تیز زبانی اور شیریں بیانی سن کر دوسرے کا حق دلا دوں تو بھی فائدہ کیا۔ وہ تمہارے کام کا نہیں۔ بلکہ تمہارے لیئے دوزخ کی آگ کا ٹکڑا ہے۔ تو تم دوسرے کا حق لینے کی کوشش نہ کرو۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کا حق معاذاللہ کسی دوسرے کو دلا دیتے تو بھی کچھ جائے عذر ہوتی کہ کچھ شبہ کا موقع ہے کہ حضرت نے کسی کا حق تھا کسی کو دلوا دیا۔ مگر یہاں شبہ کو کچھ بھی علاقہ نہیں۔ کہ آپ نے ایک کا حق دوسرے کو دلا دیا۔

بلکہ جو لفظ فرمائے وہ بھی قضیہ شرطیہ جو صدق مقدم کو مقتضی نہیں۔ ایک فرض محال ہے۔ یعنی ایک ناممکن بات کو محض تہدید کی غرض سے فرض کر لیا ہے۔ اگر بالفرض ایسا ہو تو بھی تمہیں کچھ فائدہ نہیں لیکن وہابیہ دیوبندیہ خذلہم اللہ ہوش کی دوا کیجئے اور علم مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی دشمنی کی بنار پر اپنا اجتہاد صرف نہ کیجئے۔ ورنہ ایسا ہی شرطیہ قرآن کریم میں بھی وارد ہے۔ آیت شریف ملاحظہ فرمائیے۔

قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِیْنَ ہ

(پ ۲۵ ع ۱۲ سورۃ زخرف)

ترجمہ۔ فرما دیجئے۔ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہ اگر رحمٰن کے ہاں بچہ ہوتا تو سب سے پہلے میں عبادت کرتا۔

آیت کو دیکھ کر اب اس اجتہاد کی بنار پر یہ نہ کہنا۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کے بیٹا ہونے کا بھی خطرہ تھا معاذاللہ شرح مشارق میں یوں ہی درج ہے۔

وان قولہ علیہ السلام فمن قضیت لہ بحق مسلم الخ شرطیۃ وھی لا تقتضی صدق المقدم فیکون من باب فرض المحال نظرا الی عدم جواز قرارہ علی الخطاء بجوز ذالک اذا تعلق بہ غرض کما فی قولہ تعالیٰ فان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین والغرض فیما نحن فیہ التہدید والتقریع علی اللسن والاقدام علی تلحین الحجج فی اخذ اموال الناس ہ

(شرح مشارق)

شرح مشارق کی عبارت سے واضح ہو گیا ہے۔ کہ یہ شرطیہ ہے اور شرطیات مقدم صدق کو متلزم نہیں ہوتے۔ بلکہ فرض محال تک بھی ہوتا ہے چنانچہ اس آیت میں ایک محال فرض کیا گیا ہے۔

اور منکرین اپنے مُدعائے باطل پر سند لانا چاہتے ہیں۔ مقدم میں فرض محال ہے۔ یا نا ممکن ہے۔ کہ سرور اکرم رسول محترم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیصلہ سے کسی کا حق کسی دوسرے کو پہنچ جائے۔
اس لئے مسلمان کبھی ایسی باتیں نہیں کریں گے۔ کیونکہ اُن کے دلوں میں رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کا ادب واحترام موجود ہے۔
مسلمان یہ خُوب جانتے ہیں۔ کہ لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجہروا لہ بالقول کجہر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون ٥
(سورۃ الحجرات) مقام رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق دل ادب واحترام سے بھر پور ہونا چاہئے۔ ورنہ ان تحبط اعمالکم تمام اعمال ضائع ہو جائیں گے اور اس کا پتہ بھی نہ چل سکے گا۔
اس لئے اگر کچھ احساس ہو تو آئندہ ایسی بدزبانی سے باز رہئے۔ اور علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ کیجئے۔

قلادۂ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شُبہ۔ مخالف صاحبان یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ سفر میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان کا ہار گم ہو گیا۔ حضرت وہاں پر ٹھہر گئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ہار ڈھونڈا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوتا تو کیوں نہ بتا دیتے۔

جواب۔ مخالفین کے دلائل کا دار ومدار باطل وغلط قیاسوں پر رہ گیا ہے۔ کسی آیت وحدیث سے وہ اپنا دعویٰ کسی طرح ثابت نہیں کر سکتے۔ تو مجبوری وناچاری اپنی غلط راؤں کو بجائے دلیل کے پیش کر دیتے ہیں۔ نہ معلوم انہوں نے اپنی رائے کو دلائل شرعیہ میں سے کونسی دلیل قرار دے رکھا ہے۔
دینی مسائل اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف زید وعمر اور ہر ماوشما کے منتشر خیالات پر موقوف نہیں ہیں۔ جب آیات واحادیث اور کتب معتبرہ سے سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عالم جمیع اشیاء ہونا ثابت ہے۔ تو پھر مخالفین کے یہ باطل وہم کس شمار وقطار میں ہیں۔
اپنے خیالات واہیہ کو آیات واحادیث کے مقابلہ میں ان کا رد کرنے کے لئے پیش کرنا ان حضرات ہی کی جرأت ہے۔

اب اس سوال کا دارومدار صرف اس بات پر ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ بتایا بلکہ وہاں پر ہار موجود ہے۔ بھلا یہ تو بتلایئے کہ اس کے لئے کوئی دلیل بھی ہے یا کسی کتاب کی کوئی عبارت ہے۔ ہرگز نہیں۔

مگر یہاں پر اس کی ضرورت ہی نہیں۔ صرف جو بات منہ میں آئی کہہ دی۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی جس فضیلت کا چاہا محض بزور زبان انکار کر دیا۔

چنانچہ حدیث بخاری و مسلم شریف کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے۔

فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا فَوَجَدَہَا

(بخاری شریف)

اور اسی حدیث کی شرح امام نووی فرماتے ہیں۔

یُحْتَمَلُ اَنْ یَّکُوْنَ فَاعِلُ وَجَدَھَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اس کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود اس کے واجد ہیں۔ وہ ہار خود آپ نے پایا۔ پھر نہ بتلایا کہ کیا معنے اور اگر فرض کر لیجئے۔ کہ نہ بتایا تو نہ بتانا کسی عالم کا نہ جاننے کو کب مستلزم ہے یہ کہاں کی منطق ہے۔

اگر مخالفین یہی کہیں کہ حضرت نے نہ بتایا۔ تو اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ معاذ اللہ ان کو علم نہ تھا تو خدا خیر کرے کہیں اس قیاس سے یہ بھی نہ کہہ دیں۔ کہ اللہ تعالے کو بھی علم نہیں تھا۔ کیوں کہ کفار نے وقت قیامت کا بہتیرا سوال کیا۔ اور اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ کہا۔ مگر اللہ تعالے نے نہ بتایا۔ معلوم ہوتا۔ تو کیوں نہ بتاتا معاذ اللہ۔

نہ بتانا کسی حکمت سے ہوتا ہے۔ نہ کہ اس کے لئے عدم علم ضروری ہے۔ اس نہ بتلانے میں جو حکمتیں ہیں۔ وہ ان کو کیا معلوم۔ آیئے ذرا آنکھ والوں سے پوچھئے۔

شیخ المشائخ قاضی القضاۃ احد الحفاظ والرواۃ شہاب الدنیا ابو الفضل ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

وَاسْتُدِلَّ بِذٰلِکَ عَلٰی جَوَازِ الْاِقَامَۃِ فِی الْمَکَانِ الَّذِیْ لَا مَاءَ فِیْہَا (فتح الباری جلد اول ص ۲۱۵)

ترجمہ۔ یعنی اِس اقامت سے فائدہ یہ حاصل ہُوا۔ کہ جس جگہ پانی نہ ہو۔ وہاں ٹھہرنے کا جواز معلوم ہُوا۔

دیکھا آپ نے حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے جلدی ہار نہ بتانے میں کیا حکمت تھی۔ اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوراً ہی بتا دیتے تو یہ مسائل کیونکہ معلوم ہو سکتے تھے۔ جس جگہ پانی نہ ہو وہاں ٹھہرنے کا جواز۔

دوسرا یہ مسئلہ معلوم ہُوا کہ

وَفِیْہِ اِعْتِنَاءُ الْاِمَامِ بِحِفْظِ حُقُوْقِ الْمُسْلِمِیْنَ وَاِنْ قُلَّتْ ٥

ترجمہ۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ امام گو سفر میں ہو۔ مگر اس کو مسلمانوں کے حفظ و حقوق کا خیال کرنا چاہیئے۔

اس واقعہ سے علماء نے یہ بھی مسئلہ معلوم کر لیا۔ کہ امام اگر سفر میں ہو تو اس کو مسلمانوں کے حفظ و حقوق کا پُورا خیال رکھنا چاہیئے۔

ویلحق بتحصیل الضائع الاقامۃ للحقوق المنطقۃ و دفن المیت و نحو ذالک من مصالح الرعیۃ ٥ (فتح الباری)

ترجمہ۔ کہ دفن میت کے لئے اور اس کی مثل رعیت کی ضرورتوں اور مصلحتوں کے لحاظ سے امام کو قیام کرنا چاہیئے۔

یہ بھی مسئلہ حاصل ہو گیا۔ کہ امام کو دفن میت اور اس کی مثل رعیت کی ضرورتوں اور مصلحتوں کے لحاظ سے امام کو قیام کرنا چاہیئے۔

یہ چوتھا مسئلہ یہ بھی معلوم ہے۔

وَفِیْہِ اِشَارَۃٌ اِلٰی تَرْکِ اِضَاعَۃِ الْمَالِ ٥ (فتح الباری)

ترجمہ۔ اور یہ بھی حاصل ہوا۔ کہ مال کو ضائع نہیں کرنا چاہئے۔

دیکھا آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس ہار گم جانے سے جو اقامت فرمائی۔ وہ کتنی عظیم مصلحتوں اور حکمتوں پر مبنی ہے۔

اے بصیرت کے اندھو ذرا آنکھوں سے پردہ کھول کر غور کرو۔

اور ایک مزے کی بات معلوم ہوئی۔ کہ اِس اقامت کیوجہ سے پانی نہ ملا۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کو نماز کی فکر ہوئی کہ کہاں سے وضو کیا جائے گا۔ کس طرح وضو کیا جائے گا۔ تو وہ بے چین ہوئے لامحالہ اُن کو سوال کرنا پڑا۔ تو حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سوال کیا۔ اور حضور اقدس رحمت دو عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ایسے ضروری سوال کے لئے بھی بیدار کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ اور کسی نے گوارہ نہ کیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب سے بیدار کرنے کا کسی کو حق نہیں۔

یہی الفاظ فتح الباری میں یوں درج ایں۔

اِنَّمَا اَشْکَوا اِلٰی اَبِی بَکْرٍ لِکَوْنِ النَّبِیِّ صلے اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
کَانَ نَائِمًا وَکَانُوْا لَا یُوْقِظُوْنَہٗ ہ (فتح الباری)

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے ابھی فکر میں تھے کہ نماز کسطرح پڑھیں گے تو حضرت صدیقہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی کوکھ میں (یعنی کمر میں) اُنگلیاں ماریں۔ یہ ضرب ایسی ہے۔ کہ انسان بے اختیار اُچھل پڑتا ہے۔ مگر سرور دو جہاں آقاء دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن کے زانو پر آرام فرما رہے تھے۔ اِس وجہ سے اُنہیں جنبش نہ ہونے پائی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا ادب اس درجہ کا ہونا چاہئے۔ کہ ایسی طبعی حرکات بھی نہ ہونے پائیں جن سے خواب ناز میں فرق آنے کا اندیشہ ہو۔

فیہ استحباب الصبر لمن خالہ مایوجب الحرکۃ وَ یحصل
بہ تشویش النائم ہ (فتح الباری)

چنانچہ اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم کی اس آیت شریفہ کو نازل فرما کر تمام مسلمانوں کے لئے ایک ہمیشہ کے لئے آسانی فرما دی۔

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْھِکُمْ
وَاَیْدِیْکُمْ اِنَّ اللہَ کَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ہ (پ۵ ع ۳ سورۃ النسّاء)

ترجمہ۔ پس پانی نہ لاؤ۔ تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔ تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرو بے شک اللہ تعالےٰ معاف فرمانے والا اور بخشنے والا ہے۔

چنانچہ صاحب تفسیر خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔ اور بخاری شریف میں بھی یوں ہی درج ہے۔

قال اسید بن حضیر فواللہ ما نزل بک من امر تکرھینہ الا جعل اللہ ذالک لک وللمسلمین فیہ خیرا ۰

ترجمہ۔ کہا حضرت اسید بن حضیر نے خدا کی قسم اے صدیقہ آپ پر کوئی امر پیش آتا ہے۔ اور آپ پر گراں گزرتا ہے۔ تو اللہ تعالٰے اس میں آپ کے اور مسلمانوں کے لئے بہتری فرماتا ہے۔

ابن ابی ملیکہ کی روایت میں ہے۔ کہ خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ما کان اعظم برکۃ قلادتک۔ اے عائشہ تمہارے ہار کی کیسی عظیم الشان برکت ہے۔ قیامت تک کے مسلمان ان کے صدقہ میں سفر اور بیماری اور مجبوری کی حالتوں میں تیمم سے طہارت حاصل کرتے رہیں گے۔

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خود حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تین مرتبہ یوں فرمایا۔ یا عائشۃ انک لمبارکۃ اے عائشہ تم یقیناً بے شک بڑی برکت والی ہو۔

ناظرین با انصاف توجہ فرمائیں۔ کہ حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہار گم جانے اور حضرت کے وہاں پر اقامت فرمانے میں اللہ و رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتنی عظیم حکمتیں تھیں۔ جو قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے مشعل راہ پر مجبوری و تکلیف کے وقت مدد کرتی ہیں۔

اگر یہ ہار آپ جلدی بتلا دیتے اور اقامت نہ فرماتے تو تبلائیے قیامت تک کے مسلمانوں کو یہ سعادت نصیب ہو سکتی تھی۔ ہرگز نہیں۔ ویعلمھم الکتب والحکمۃ

اہل ایمان کو خوب منظر آچکا ہے۔ کہ حضرت سیدہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہار کی وجہ سے لشکر اسلام کو اقامت کرنا پڑے اور پانی نہ ملے۔ تو ان کی برکت سے اللہ تبارک وتعالٰے تیمم کو جائز فرمائے اور مٹی کو مطہر کر دے۔

لیکن جہاں آنکھیں بند ہوں۔ اور بصیرت کا نور جاتا رہا ہو۔ وہاں سوائے اس کے کچھ نہ معلوم ہو کہ

حضرت کو معاذ اللہ علم نہ تھا۔ استغفر اللہ۔ ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد! عیب نماید ہنرش در نظر

تو خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت کو سیدہ کے ہار کا علم تھا۔ لیکن حکمت مذکورہ کی بناء پر اسی وقت ذکر نہ فرمایا۔

مخالفین کا یہ قیاس فاسد باطل محض اور سراپا خوب ہے اور اُن کے مدعائے باطل کو اس سے کوئی تائید نہیں پہنچ سکتی۔

پہچان نیک و بد اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ۔ شاتمان رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) کا یہ بھی کہنا ہے۔ کہ قیامت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعض لوگوں کو حوض کوثر کی طرف بلائیں گے۔ ملائکہ عرض کریں گے۔ اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ۔ بے شک آپ کو نہیں معلوم انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ علم نہیں ہیں کہ میرے بعد لوگوں نے کیا کیا۔ یہ حدیث ترمذی شریف میں ہے۔

جواب۔ ناظرین مخالفین کی جہالت کا اندازہ کریں کہ خود ہی تو یہ کہہ رہے ہیں، کہ حضرت کو یہ معلوم نہیں کہ لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔ اور ساتھ یہ بھی کہہ رہے ہیں، کہ حدیث میں یہ بات موجود ہے۔

اب میں پوچھتا ہوں۔ کہ یہ حدیث کیا تمہاری اپنی ایجاد کی ہوئی ہے یا کہ ارشاد مصطفوی صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ اگر یہ کہو کہ یہ حدیث ہم نے ایجاد کی ہے۔ تو پھر کیا ٹھکانہ۔ اور اگر یہ کہو کہ یہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خود قیامت کے اس واقعہ کا اظہار فرمایا ہے۔ تو پھر یہ آپ کے علم غیب کی بہت بڑی دلیل ہے۔

ع خدا جب دین لیتا ہے تو ضلالت آہی جاتی ہے

ایک وہی حدیث شریف جو مخالف صاحبان پیش کرتے ہیں۔ اسکو ملاحظہ فرمایئے۔

عَنْ سُهَلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ فَرَطُکُمْ عَلَی الْحَوْضِ مَنْ مَرَّ عَلَیَّ شَرِبَ وَمَنْ شَرِبَ لَمْ یَظْمَأْ اَبَدًا لَیَرِدَنَّ عَلَیَّ اَقْوَامٌ اَعْرِفُھُمْ وَیَعْرِفُوْنَنِیْ ثُمَّ یُحَالُ بَیْنِیْ وَبَیْنَھُمْ فَاَقُوْلُ اِنَّھُمْ مِنِّیْ فَیُقَالُ اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ فَاَقُوْلُ سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَیَّرَ بَعْدِیْ ہ

(البخاری)

ترجمہ۔ سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ میں حوض کوثر پر تمہارا میر ساماں ہوں گا۔ جو شخص میرے پاس سے گزرے گا۔ پانی پیئے گا۔ وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ البتہ میرے پاس۔ بہت سی قومیں آئیں گی۔ میں اُن کو پہچانوں گا۔ اور وُہ مجھے پہچان لیں گی۔ پھر میرے اور اُن کے درمیان کوئی چیز حائل کر دی جائے گی۔ میں کہوں گا یہ لوگ تو میرے ہیں۔ اس کا جواب ملے گا۔ کہ آپ کو نہیں معلوم انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔ میں کہوں گا وہ لوگ دُور ہوں مجھ سے دُور ہوں۔ جنہوں نے میرے دین میں نئی تبدیلی کی۔

غور فرمایئے۔ کہ جب حضور فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسّلام دنیا میں خود ہی یہ خبر دے رہے ہیں۔ کہ میرے پاس بہت سی قومیں آئیں گی۔ میں ان کو پہچانوں گا۔ اور وُہ مجھے پہچانیں گے۔ اور میرے اور اُن کے درمیان پردہ حائل ہوگا۔ میں کہوں گا۔ میرے ہیں۔ مگر کہیں گے آپ جانتے نہیں۔ انہوں نے کیا کیا۔ اور پھر میں کہوں گا دور ہوں۔

اس سے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہونا صاف ظاہر ہے۔ کہ واقعہ تو قیامت کو پیش آئیگا اور خبر دنیا میں ہی دے رہے ہیں۔ کیا آپ نے بغیر علم کے ہی خبر دیدی۔

انسان کے لئے یہ سمجھنا کچھ دشوار نہیں کہ علم نہ ہوتا۔ تو خود ہی اس واقعہ کی خبر دینا ناممکن تھا۔ پھر دنیا ہی میں معلوم ہونا اور اس واقعہ کا نظر انور سے گذر جانا ہے۔

چنانچہ بخاری شریف کی حدیث میں بھی مروی ہے۔

بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ فَاِذَا زُمْرَۃٌ حَتّٰی اِذَا عَرَفْتُھُمْ خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ

بینی وبینھم فقال ھم فقلت این قال الی النار واللہ قلت وما
شانھم قال انھم ارتدوا بعدک علیٰ ادبارھم القھقری ہ

(بخاری شریف)

ترجمہ۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ اسی اثناء میں کہ میں خواب میں تھا۔ اچانک ایک جماعت گزری۔ حتیٰ کہ جب میں نے ان کو پہچانا۔ تو ایک شخص نے میرے اور اُن کے درمیان نکل کر کہا آؤ میں نے کہا۔ کہاں۔ اس نے عرض کی۔ بخدا دوزخ کی طرف میں نے کہا۔ اُن کا کیا حال ہے۔ اُس نے عرض کیا۔ کہ یہ آپ کے بعد الٹے پاؤں پیچھے پلٹ گئے۔

اب تو یہ بھی حدیث شریف کی روشنی سے معلوم ہو گیا۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن لوگوں کو دنیا میں پہچانتے اور اُن کا مال جانتے تھے۔ عجب بات ہے۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہی جو واقعہ غیب کا ہے۔ اس کی پہلے ہی خبر دیں۔ تو دشمن اللہ و رسول اسی حدیث سے عدم علم مراد لے۔ استغفر اللہ اب رہا یہ کہ ملائکہ کا یہ کہنا اَنَّکَ لَاتَدْرِیْ کہ آپ نہیں جانتے۔ یہاں ہمزۂ استفہام ہے۔ یعنی آپ جانتے ہیں۔ اور اگر یہ کہو کہ اَنَّ حرف تحقیق ہے۔ اور جہاں حرف تحقیق موجود ہو وہاں تو استفہام آ نہیں سکتا۔ تو پھر اُستاد بھی جاہل اور شاگرد بھی جاہل۔ قرآن میں ہی حرف تحقیق اور استفہام کا ہونا ملاحظہ کیجئے۔ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَیَّتُھَا الْعِیْرُ اِنَّکُمْ لَسَارِقُوْنَ ہ پھر معلن نے اعلان کیا کہ اے اونٹ والو کیا تم چور ہو۔ اس مقام پر اِنَّ حرف تحقیق بھی موجود ہے۔ اور استفہام بھی ہے۔ جس کے معنی یہ ہوتے ہیں۔ کہ استفہام سے اقرار کو پختہ کرنے کے لئے اِنَّ حرف تحقیق لایا جاتا ہے۔ جیسا کہ تفاسیر سے ظاہر ہے۔ ذالکَ النداء علیٰ سبیل الاستفہام۔

دوسرے مقام پر قَالُوْا ءَ اِنَّکَ لَاَنْتَ یُوْسُفُ بھائیوں نے کہا کہ تو یوسف ہے؟ یہ استفہام برائے ثبوت اقرار بحرف تحقیق اور ہمزہ استفہام بھی صاف طور پر داخل ہے۔ تو ثابت ہوا کہ اَنَّکَ لَاتَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ کا مطلب بھی یہی ہے جس میں استفہام انکاری ہے۔ کہ کیا آپ نہیں جانتے۔ کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔ یعنی آپ جانتے ہیں۔ پھر ملائکہ جو آپ کے خادم ہیں۔ اُن کی کیا جرأت کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے علم

ہونے کا اقرار کریں اور آپ کو ان سے بے علم جانیں۔ اور پھر جو بات ابھی ملائکہ کے بھی علم میں نہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے قبل از وقت یہ فرما دیا۔ کہ ملائکہ یوں کہیں گے۔

اب ایک اور حدیث ملاحظہ فرمایئے۔ جو صحیح مسلم و ابن ماجہ میں موجود ہے۔ کہ

عُرِضَتْ عَلَیَّ اُمَّتِیْ بِاَعْمَالِهَا حَسَنِهَا وَقَبِیْحِهَا ٥

(حدیث مسلم شریف)

ترجمہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ کہ مجھ پر میری اُمت مع اپنے نیک و بد اعمال کے پیش کی گئی ہے۔

تو معلوم ہوا کہ جب حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم پر اُمت کے تمام نیک بد صغیر و کبیر اعمال پیش کئے گئے۔ اور پیش ہوتے ہیں۔ پھر کس طرح آپ اُن لوگوں کے اعمال سے واقف نہیں۔

دوسری حدیث بخاری شریف و مسلم شریف میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمَّتِیْ یُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ غُرًّا مُّحَجَّلِیْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمْ اَنْ یُّطِیْلَ غُرَّتَهٗ فَلْیَفْعَلْ ٥ (بخاری و مسلم)

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میری اُمت روز قیامت غرّ و محجّل یعنی اس شان سے بلائی جائے گی۔ کہ ان کا سر اور ہاتھ پاؤں آثار وضوء سے چمکتے ہوں گے۔ پس تم میں سے جس سے ہو سکے چمکنا زیادہ کرے۔

کیا ان مرتدین کے پنج اعضاء بھی چمکیں گے جس سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کے مؤمن ہونے کا خیال ہو سکے۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ٥ اب اگر بقول مخالفین ذرا فرض کر لیجئے۔ کہ آپ کو علم نہ ہوگا (معاذ اللہ)، تو پھر بھی آپ اس علامت سے پہچان سکتے ہیں۔ چہ جائیکہ پہلے سے معلوم ہو۔ معرفت ہو چکی ہے۔

ایک اور حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

اَنَا اَوَّلُ مَنْ یُّؤْذَنُ لَهٗ بِالسُّجُوْدِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ

يُؤْذَنُ لَهُ اَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ فَاَنْظُرَ اِلٰى مَا بَيْنَ يَدَيَّ فَاَعْرِفَ اُمَّتِيْ مِنْ بَيْنِ الْاُمَمِ وَمِنْ خَلْفِيْ مِثْلَ ذَالِكَ وَعَنْ يَمِيْنِيْ مِثْلَ ذَالِكَ وَعَنْ شِمَالِيْ مِثْلَ ذَالِكَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تَعْرِفُ اُمَّتَكَ مِنْ بَيْنِ الْاُمَمِ فِيْمَا بَيْنَ نُوْحٍ اِلٰى اُمَّتِكَ قَالَ هُمْ غُرٌّ مُّحَجَّلُوْنَ مِنْ اَثَرِ الْوُضُوْءِ لَيْسَ اَحَدٌ كَذَالِكَ غَيْرُهُمْ وَاَعْرِفُهُمْ اَنَّهُمْ يُؤْتَوْنَ كُتُبَهُمْ بِاَيْمَانِهِمْ وَاَعْرِفُهُمْ تَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ ذُرِّيَّتُهُمْ ۝ (مسلم شریف)

ترجمہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، روز قیامت پہلے مجھی کو سجدہ کی اجازت ملے گی۔ اور پہلے سر اٹھانے کا بھی مجھ ہی کو اذن دیا جائے گا۔ پھر میں اپنے سامنے تمام امتیوں کے درمیان اپنی امت کو پہچان لوں گا۔ اور اسی طرح اپنے پس پشت اور داہنے اور بائیں بھی۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت سے آپ کی امت تک بہت سی امتیں ہوں گی۔ ان سب میں سے آپ اپنی امت کو کس طرح پہچان لیں گے۔ فرمایا ان کے ہاتھ و پاؤں چہرے آثار وضوء سے چمکتے اور روشن ہوں گے۔ اور کوئی دوسرا اس شان پر نہ ہوگا۔ اور میں انہیں یوں پہچانوں گا۔ کہ ان کے نامہ اعمال ان کے داہنے ہاتھوں میں ہوں گے۔ اور ان کی ذریت ان کے سامنے دوڑتی ہوگی۔

کیا اب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان مرتدین کو پہچاننا ناممکن ہی رہے گا۔ کیا مرتدین کے اعمال نامے بھی کیا ان کے داہنے ہی ہاتھوں میں ہوں گے۔

مختصر طور پر اتنی ہی حدیثیں پیش کی گئی ہیں۔ کم از کم مخالفین اور نہیں تو حدیثوں کو ہی یاد کر سکیں گے تو ثابت یہ ہوا کہ حضور اکرم علیہ الصلاۃ والسلام کو علم ہے کہ کون نیک اعمال و بداعمالی کے ہیں۔ الٹک لاتدری لعنی آپ اچھی طرح ان کو جانتے ہیں۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا دنیا ہی میں فرمانا۔ کہ میں کہوں گا کہ انہوں نے میرے دین کو بدل دیا۔ اور نئی نئی باتیں پیدا کر دیں۔ یہ دور ہو جائیں۔ ذرا ہوش کیجئے۔ یہ یہ نمونہ بھی آپ کا ہی ہے۔ جو جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی فرما دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ آپ کے بعد ہو رہا ہے۔ اور قیامت تک ہونا ہے۔ سب کا علم ہے بحمدہٖ تعالیٰ مخالفین کے اس شبہ کا بھی ازالہ ہوگیا ہے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے بعد جو قیامت تک کے حالات واقعات ہونے تھے۔ ان کا بھی علم ہے۔ جبھی آپ نے ان پیش آنے والے واقعات کی کئی سو سال پہلے خبر دیدی ہے۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیے۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور زمانۂ حاضرہ

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ترمذی شریف میں مروی ہے۔ کہ زمانہ کے موجودہ حالات کے متعلق حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کتنی خبریں پہلے ہی دیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تُخِذَ الْفَیْئُ دُوَلًا وَالْاَمَانَةُ مَغْنَمًا وَالزَّکٰوةُ مَغْرَمًا وَتُعُلِّمَ لِغَیْرِ الدِّیْنِ وَاَطَاعَ الرَّجُلُ اِمْرَاَتَهٗ وَعَقَّ اُمَّهٗ وَاَدْنٰی صَدِیْقَهٗ وَاَقْصٰی اَبَاهُ وَظَهَرَتِ الْاَصْوَاتُ فِی الْمَسَاجِدِ وَسَادَ الْقَبِیْلَةَ فَاسِقُهُمْ وَکَانَ زَعِیْمُ الْقَوْمِ اَرْذَلَهُمْ وَاُکْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهٖ وَظَهَرَتِ الْقَیْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ وَلَعَنَ اٰخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوَّلَهَا فَارْتَقِبُوْا عِنْدَ ذٰلِكَ رِیْحًا حَمْرَاءَ وَزَلْزَلَةً وَخَسْفًا وَمَسْخًا وَقَذْفًا وَاٰیَاتٍ تَتَابَعُ کَنِظَامٍ قُطِعَ سِلْکُهٗ فَتَتَابَعُ رواہ الترمذی ○

(از مشکوٰۃ شریف ص۴۷۰ سطر ۱۰)

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک زمانہ آئے گا۔ جبکہ مال غنیمت کو دولت قرار دیا جائے گا۔ اور امانت کو غنیمت شمار کر لیا جائیگا۔ اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھ لیا جائیگا۔ اور جب

علم دین کو دین کے لئے نہیں۔ بلکہ دُنیا کے لئے سیکھا جائیگا۔ اور جب مرد اپنی عورت یعنی بیوی کی اطاعت کریگا۔ اور بیٹا ماں کی نافرمانی کریگا۔ اور اس کو رنج دیگا۔ اور جب آدمی دوست کو اپنا ہمنشین بنائیگا۔ اور باپ کو دُور کردیگا۔ اور جب مسجدوں میں زور زور سے باتیں اور شور مچایا جائے گا۔ اور جب قوم کی سرداری ایک فاسق شخص کرے گا۔ اور جب قوم کے اُمور کا سربراہ قوم کا کمینہ و ارذل شخص ہوگا۔ اور جب آدمی کی تعظیم اُس کی برائیوں سے بچنے کے لئے کی جائے گی۔ اور جب گانے والی عورتیں ظاہر ہوں گی۔ اور جب باجے ظاہر ہوں گے۔ اور جب شرابیں پی جائیں گی۔ اور جب اس اُمّت کے لوگ پچھلے لوگ اگلے لوگوں کو بُرا کہیں گے۔ اور اُن پر لعنت کریں گے۔ اسوقت تم اُن چیزوں کے وقوع میں آنے کا انتظار کرو۔ یعنی تیز و تند آندھی ۔ زمین میں دھنس جائے گا۔ صورتیں مسخ و تبدیل ہو جانے کا اور پتھروں کے برسنے کا اور اُن پے درپے نشانیوں کا یعنی جو قیامت کے ظہور سے پہلے ہوں گی۔ گویا وہ موتیوں کی ایک ٹوٹی ہوئی لڑی ہے جس سے پے درپے موتی گر رہے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ایک اور حدیث بخاری شریف میں مروی ہے جس میں سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ بھی ارشاد درج ہے۔

يُرْفَعُ الْعِلْمُ وَيَكْثُرُ الْجَهْلُ وَيَكْثُرُ الزِّنَا وَيَكْثُرُ شُرْبُ الْخَمْرِ وَيَقِلُّ الرِّجَالُ وَيَكْثُرُ النِّسَاءُ حَتّٰى يَكُوْنَ لِخَمْسِيْنَ امْرَأَةً الْقَيِّمُ الْوَاحِدُ وَفِيْ رِوَايَةٍ يَقِلُّ الْعِلْمُ وَيَظْهَرُ الْجَهْلُ ہ (رواہ البخاری)

ترجمہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ایک زمانہ آئے گا، علم اٹھ جائے گا۔ جہالت زیادہ ہوگی۔ زنا کثرت سے ہوگا۔ شراب کثرت سے پی جائے گی۔ مردوں کی تعداد کم ہو جائے گی اور عورتوں کی تعداد زیادہ ہوگی۔ یہاں تک کہ پچاس عورتوں کی خبر گیری کرنے والا ایک مرد ہوگا۔ اور روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں، کہ علم کم ہوگا اور جہالت زیادہ ہوگی۔

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ایک طویل حدیث بخاری شریف میں مروی ہے، جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ بھی ارشاد درج ہے۔

وَحَتّٰی یَتَطَاوَلُ النَّاسُ فِی الْبُنْیَانِ وَحَتّٰی یَکْثُرُ فِیْکُمُ الْمَالُ فَیَقْبِضُ حَتّٰی یُہِمُّ رَبُّ الْمَالِ مَنْ یَقْبَلُ صَدَقَتَہٗ وَفِیْ رِوَایَۃٍ نِسَاءٌ کَاسِیَاتٌ عَارِیَاتٌ ہ (بخاری شریف)

ترجمہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہاں تک کہ لوگ لمبی اور وسیع عمارتوں کے بنانے پر فخر کریں گے، اور مال کی اتنی زیادتی ہو جائے گی۔ کہ مال والا خیرات لینے والے کو ڈھونڈنے میں پریشان نہ ہو جائے۔ جس کے سامنے وہ صدقہ پیش کرے گا وہ کہے گا، مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ اور جب کہ عورتوں نے کپڑے پہنے ہونگے، لیکن ہوں گی ننگیاں۔ (یعنی اتنے باریک کپڑے کہ جسم نظر آئے گا)

حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے بھی ایک طویل حدیث بمشکوٰۃ باب الایمان میں روایت ہے کہ حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے چند سوال کرنے کے بعد وقت قیامت اور علامات قیامت دریافت فرمایا۔ تو آپ کا ارشاد یوں درج ہے۔

قَالَ فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ السَّاعَۃِ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْہَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ فَاَخْبِرْنِیْ عَنْ اَمَارَتِہَا قَالَ اَنْ تَلِدَ الْاَمَۃُ رَبَّتَہَا وَاَنْ تَرَی الْحُفَاۃَ الْعُرَاۃَ الْعَالَۃَ رِعَاءَ الشَّاءِ یَتَطَاوَلُوْنَ فِی الْبُنْیَانِ ہ

(مشکوٰۃ شریف)

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا۔ یارسول اللہ مجھے قیامت کے متعلق خبر دیجئے تو آپ نے فرمایا اس بارہ میں ہم سائل سے زیادہ جاننے والے نہیں۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا۔ قیامت کی نشانی بتادیجئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ پہلی نشانی لونڈی اپنے مالک یا آقا کو جنے گی یعنی اولاد کثرت سے ہوگی۔ اور دوسرا یہ ننگے پا جسم مفلس و فقیر بکریاں چرانے والے عالیشان مکانات و عمارات میں زندگی بسر کرنے پر فخر کریں گے۔

اب اس حدیث سے پہلی بات بہت ہی قابل غور یہ معلوم ہوئی۔ کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے قیامت کے متعلق دریافت کیا۔ یعنی کہ قیامت کب آئے گی۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بے تکلف فرما دیا۔ مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ۔ ہم اس بارہ میں سائل سے زیادہ جاننے والے نہیں اس کے صاف معنی یہ ہیں۔ کہ جیسا میں اس امر کو تعلیم الٰہی جانتا ہوں۔ ایسے ہی اس امر کے متعلق تمہیں بھی علم حاصل ہے۔ یعنی بتعلیم الٰہی مجھے بھی وقتِ قیامت کا علم ہے۔ اور تجھے بھی تعلیم الٰہی یہ علم حاصل ہے۔ اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے قیامت کی نشانیوں کے متعلق دریافت کیا۔ تو آپ نے وہ بیان فرمائیں تو ثابت یہ ہوا۔ کہ وقت قیامت کا سوال اور علامات قیامت کا سوال آپ سے اسی لئے کیا گیا۔ کہ آپ کو علم ہے۔ لیکن وقتِ قیامت کے متعلق آپ نے اظہار نہ فرمایا اور ما المسئول عنھا باعلم من السائل فرما کر جبرائیل علیہ السلام کو سمجھا دیا۔ کہ یہ چیز عام ظاہر کرنے والی نہیں۔ جب کہ تم بھی جانتے ہو۔ اور میں بھی جانتا ہوں۔ اور آگے علاماتِ قیامت کا ذکر فرما دینا یہ بھی دلیل ہوئی۔ اس بات پر کہ آپ کو قیامت کا علم ہے۔ علامات قیامت بغیر علم وقوع قیامت کیسے بتا سکتے ہیں۔ یہ وہی بتا سکتے ہیں۔ جن کو وقت قیامت کا علم ہے۔ بحمدہ تعالیٰ یہ بھی مخالفین کا ایک شبہ تھا۔ جس کا ازالہ ہو گیا۔

علاوہ ازیں اس حدیث کے آخری حصہ میں وہ ٹکڑا بھی قابل غور ہے۔ جس میں حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے۔ کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تمہیں دین سکھلانے آئے تھے یہ بات ایک بیّن ثبوت ہے۔ کہ حضرت جبرائیل نے جو سوال کئے تھے۔ لاعلمی کی وجہ سے نہیں تھے۔ بلکہ جانتے ہوئے اور امت کے فائدہ کے لئے تھے۔ ان میں سے ایک قیامت کا سوال بھی ہے۔ مگر جبرائیل باقی سوالات جانتے ہوئے پوچھتے تھے تو یہ بھی جانتے تھے۔ صرف بات یہ تھی کہ قیامت کے وقت کا اظہار امت کے لئے نہ مفید ہے۔ اور نہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سائل و مسئول نے ایسے انداز میں بات کی کہ اس کا اظہار نہ ہو۔ اور صاف الفاظ میں یہ بھی نہیں فرمایا۔ کہ مجھے علم نہیں۔

اب مذکورہ احادیث سے جو باتیں ظاہر ہوئیں۔ وہ یہ ہیں۔ کہ

۱۔ امانتوں میں خیانت کی جائے گی۔ ۲۔ مال غنیمت کو دولت قرار دیا جائے گا۔
۳۔ زکوٰۃ کو مثل تاوان سمجھا جائے گا۔ ۴۔ لاعلمی اور جہالت عام ہو جائے گی۔

۵۔ مرد اپنی بیوی کے تابعدار ہو جائیگا۔ ۶۔ بیٹا ماں باپ کا نافرمان ہو جائے گا۔
۷۔ قوم کے امیر فاسق ہو جائیں گے۔ ۸۔ مرد ریشم کا لباس پہنیں گے۔
۹۔ لوگ عالیشان عمارتیں بنائیں گے۔ ۱۰۔ بکریاں چرانے والے وسیع عمارتوں میں رہنگے
۱۱۔ زناکاری کا بازار گرم ہو جائے گا۔ ۱۲۔ شراب پینے کا دورہ عام ہو جائے گا۔
۱۳۔ مسجدوں میں شور زیادہ ہوگا۔ ۱۴۔ عورتوں کی تعداد زیادہ ہو جائے گی۔ ۱۵۔ گانے والی عورتیں عام ہو جائیں گی۔ ۱۶۔ باریک لباس کی وجہ سے عورتیں مثل برہنہ ہوں گی۔
۱۷۔ گانے ناچ باجے عام ہو جائیں گے۔ ۱۸۔ سُرخ تند ہوائیں چلیں گی۔ ۱۹۔ زلزلے عام آئیں گے۔ ۲۰۔ لوگ پہلے لوگوں کو بُرا کہیں گے۔

اب ناظرین توجہ فرمائیں۔ کہ جو کام تقریباً چودہ سو سال کے بعد دُنیا میں ہونے والے تھے۔ حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اُمت کے سامنے انکا نقشہ پیش فرما دیا۔ اب بتلایئے کہ یہ علم غیب نہیں تو اور کیا ہے۔

اب منکرین علم غیب نبی صلے اللہ علیہ وسلم بہت سخت تنگ ہیں۔ کہ کیا کریں اور کدھر جائیں۔ ہیں تو علم غیب کے انکاری۔ لیکن خداوند کریم کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہونا خود بخود آفتاب کی طرح روشن ہو رہا ہے۔ اگر ایک عام بُرھان کُھل جانے کے باوجود بھی مخالفین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کا انکار ہی کریں۔ تو انشاء اللہ روز جزا اس انکار کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔ سہ

خواب میں تو ڈرنا تعجب نہیں ہے شوق وہ جاگتے میں ڈرتے ہیں اب کیا کرے کوئی

یاد رہے۔ کہ ہمیں مذکورہ احادیث سے یہ سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ کہ یہ جو بعض افعال بُرے اور حرام ہیں۔ اُن کے کرنے سے دوزخ کا سخت عذاب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان چیزوں کے بارہ میں قبل از وقت خبر دینے کا یہی مقصد تھا۔ کہ لوگ ان برائیوں سے بچ جائیں۔ ورنہ سمجھ لیں۔ کہ قُرب قیامت کی نشانیاں ظاہر ہیں۔ جب اللہ تعالےٰ کا عذاب آئے گا۔ تو پھر کوئی نہیں چھڑائے گا۔ آج اس زمانہ حاضرہ کے حالات دیکھ کر سخت حیرانگی ہوتی ہے۔ مسلمانوں کو جن کاموں سے اللہ اور اُس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرمایا ہے وُہی کام بڑے زور و شور

سے ہو رہے ہیں۔

آپ دیکھئے کہ اس سرزمین میں زناکاری، بدکاری، بے حیائی، بے حجابی، شراب خوری، گانے بجانے عورتوں کا لباس اتنا باریک کہ تمام جسم برہنہ نظر آتا ہے۔ یہ کام غیر مسلم لوگوں کے تھے۔ لیکن ان برائیوں کو مسلمانوں، مردوں اور عورتوں نے اپنا لیا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہم پر رفتہ رفتہ وہ مصائب آرہے ہیں، جن کا وہم وگمان بھی نہ تھا۔ خدارا ایسے بُرے کاموں سے پرہیز کریں۔ میدانِ حشر میں اپنے ان گندے اعمال کا کیا جواب دو گے۔

علامہ محمد اقبالؒ نے مسلمانوں کی یہی حالت دیکھ کر کیا خوب کہا ہے۔ ؎

۱۔ وضع میں ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود — یہ مسلماں ہیں جن کو دیکھ کر شرمائیں یہود

۲۔ یوں تو سید بھی مرزا بھی افغان بھی ہو — یوں تو سبھی کچھ ہو پر بتلایئے کہ مسلمان بھی ہو

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو اُن برائیوں سے بچائیے، اور ہم سے وُہ کام ہو جس میں اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا ہے۔ آمین۔

ایک اور طویل حدیث حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد درج ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

وَقُلْتُ هَلْ بَعْدَ ذَالِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ قَالَ نَعَمْ وَفِيهِ دَخَنٌ قُلْتُ وَمَا دَخَنُهُ قَالَ قَوْمٌ يَسْتَنُّونَ بِغَيْرِ سُنَّتِي وَيَهْدُونَ بِغَيْرِ هَدْيِي تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ قُلْتُ فَهَلْ بَعْدَ ذَالِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ دُعَاةٌ عَلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا ○ (ابو داؤد شریف)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ، کیا اس بدی کے بعد بھی بھلائی ہوگی۔ فرمایا ہاں اس بھلائی میں جو برائی کے بعد ہوگی۔ کدورت پائی جائے گی۔ عرض کیا۔ وہ کدورت کیا ہوگی۔ فرمایا کدورت سے مراد وہ قوم ہے جو میری سنت کے خلاف عمل کرے گی اور لوگوں کو میری راہ کے خلاف بتائے گی۔ اُن میں دین بھی اور خلاف بھی دیکھو گے۔

یعنی مشروع اور غیر مشروع دونوں باتیں پائی جائیں گی۔ میں نے عرض کی اس بھلائی کے بعد بھی کوئی بُرائی ہوگی۔ فرمایا۔ ہاں ایسے لوگ ہوں گے۔ جو دوزخ کے دروازوں پر کھڑے ہو کر لوگوں کو بلائیں گے۔ یعنی علانیہ گمراہی پھیلائیں گے۔ جو شخص ان کی جہنمی دعوت قبول کرے گا۔ وُہ بھی جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہٗ سے حدیث ابوداؤد میں روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلے اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِی الْاَئِمَّۃَ الْمُضِلِّیْنَ ٥ (ابوداؤد)

ترجمہ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ میں اپنی اُمت کے جن لوگوں سے ڈرتا ہُوں۔ وُہ گمراہ کرنے والے امام ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے مسلم شریف میں مروی ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ فِتَنًا کَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ یُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَّ یُمْسِیْ کَافِرًا اَوْ یُمْسِیْ مُؤْمِنًا وَّیُصْبِحُ کَافِرًا یَبِیْعُ دِیْنَہٗ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْیَا ٥ (حدیث مسلم شریف)

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اعمال نیک میں جلدی کرو۔ ان فتنوں کے آنے سے پہلے جو تاریک رات کے ٹکڑوں کی مانند ہوں گے۔ کہ اسوقت آدمی صبح کو ایمان کی حالت میں اٹھے گا۔ اور شام کو کافر ہو جائیگا۔ اور شام کو مؤمن ہوگا اور صبح کو کافر ہو جائیگا۔ اپنے دین و مذہب کو تھوڑی سی متاع پر بیچ ڈالے گا۔

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ سے یہ حدیث مروی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

يَقُوْلُ اِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ كَذَّابِيْنَ فَاحْذَرُوْهُمْ ○

(مسلم شریف)

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا کہ فرمایا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قیامت قائم ہونے سے پہلے بہت سے جھوٹے لوگ پیدا ہوں گے۔ یعنی جھوٹی حدیثیں بنانے والے لوگ پیدا ہوں گے۔ پس ان سے بچ کر رہنا۔

مذکورہ چار احادیث مبارکہ سے یہ باتیں معلوم ہوئیں۔

۱۔ ایک گروہ ایسا ہوگا۔ جو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہوگا۔ کہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے مشروع اور غیر مشروع لباس پہن کر اپنے جیسا گمراہ کرنے کی کوشش کرے گا۔

۲۔ ایک گروہ علماء سُوء کا ایسا ہوگا۔ جو کہ حق و باطل کو ملا کر لوگوں کو گمراہی کی طرف لانے کی کوشش کرے گا۔

۳۔ بعض لوگ ایسے ہوں گے۔ کہ چند ٹکوں کی خاطر اپنے دین مذہب کو بیچ کر گمراہ کن عقیدہ کو اختیار کر لیں گے۔ یہاں تک کہ صبح کو مومن اور شام کو منکر اور شام کو مومن اور صبح کو منکر ہوں گے

۴۔ ایک گروہ ایسا ہوگا۔ کہ لوگوں کو راہ ہدایت سے ہٹانے کے لئے ان کو وہ وہ جھوٹی باتیں سنائیگا جو کہ ان کے باپ دادانے بھی نہ سنی ہوں گی۔

اب ناظرین انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں۔ کہ حضور اکرم رسول محترم نبی غیب دان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ان چیزوں کے پیدا ہونے کے کئی سو سال پہلے خبر دے دینا کیا یہ غیب کا علم نہیں تو اور کیا ہے۔

آج زمانہ کے حالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھئے اور رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشین گوئیوں کو بھی ملاحظہ فرمائیے۔ کہ آپ نے یہ تمام چیزیں اُمت کے سامنے آئینہ کی طرح پیش فرما دی ہیں۔ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ یہ اسی لئے کہ عالمین میں کوئی شے خواہ ارضی ہو یا سماوی ہو۔ وہ حبیب خدا احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے مخفی نہیں ہے۔

اگر ایسے صریح اور صاف دلائل ہونے کے باوجود بھی مخالفین اپنے قیاس فاسدہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب شریف میں ذرا برابر شک و شبہ کریں تو یہ اُن کی محض ضد بازی ہے

اور بات حق کو جاننے اور سمجھنے کے باوجود چھپانا ہے۔ حالاں کہ یہ یہودیوں کا شیوہ تھا۔ جیسے اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

(پ ۱ ع ۴ سورۃ البقرہ)

ترجمہ۔ اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ۔ حالانکہ تم جانتے ہو۔

تو آیت شریفہ سے معلوم ہوگیا۔ کہ یہودی گروہ حق کو پہچانتے ہوئے دیدہ دانستہ حق کا انکار کرتے تھے۔ اور پھر لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے حق و باطل کو ملا کر بیان کرنا اُن ہی کا شیوہ تھا۔ ذرا اپنے عقیدہ کو انصاف کے ترازو پر تول کر دیکھئے۔ اور اپنے اس باطل پرستی پر خود ہی انصاف فرمائیے۔

قرآن و حدیث و دیگر معتبر قوی دلائل سے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ممکنات حاضرہ و غائبہ کا علم ہونا ثابت ہے اور پھر موجودہ حالات سے بھی علم غیب مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا واضح ثبوت مل رہا ہے۔ یہ بھی اسی لئے تاکہ منکرین کو میدان محشر میں ذرا چون و چرا کا موقع نہ ملے اور نہ ہی مل سکتا ہے۔ ؎

ورفعنا لک ذکرک کا سایہ ہے تجھ پر! بول بالا ترا ذکر ہے اونچا تیرا!

نیز ہمیں ان احادیث شریفہ سے یہ سبق بھی لینا چاہئے۔ کہ آج اس زمانہ میں ایسے خطرناک لوگ موجود ہیں کہ قرآن و حدیث کو اپنے ہاتھوں میں لئے ہوئے اہل سنت کا نقاب پہن کر عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش میں ہیں۔ اور لطف یہ کہ جب ان کو بات بنتی یوں نظر نہیں آتی۔ تو پھر اپنے چیلوں کو ہوتے بھی بے ریش تارک سنت ہیں۔ اُن کو اسٹیج پر لا کر لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی اور خبر غیب کہ آخری زمانہ میں بعض مشروع اور غیر مشروع لوگ ہوں گے۔ جو کہ لوگوں کو گمراہ کریں گے۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں۔ کہ بعض تو گمراہ کرنے والے علماءِ سُوء باریش ہوں گے۔ یعنی کچھ حلیہ شریعت کا رکھ دیا۔ اور بعض غیر مشروع وہ مسٹر اینڈ مولوی بے ریش ہوں گے۔ یعنی جو عوام سے نئے طبقہ کو سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ترک

کرنے کی ترغیب اور بد عقیدگی پھیلانے کی کوشش کریں گے۔
اس لئے ایسے خطرناک اژدہاؤں سے ایمان کی حفاظت کیجئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اُن کا بظاہر قرآن و حدیث کی رٹ لگانا ہمیں جہنم میں پہنچا دے۔ جیسا کہ ارشاد مصطفوی گزر چکا ہے۔ اور پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ لوگوں کی ایمانی کمزوری اس حد تک پہنچ جائے گی، کہ وہ تھوڑے سے لالچ کی بناء پر اپنے مذہب و ایمان کو دیکر گمراہی کو خرید لیں گے۔ یہاں تک کہ دین کو ایک تماشہ بنا لیں گے۔ اور اُن کے لئے یہ طریقہ بھی بڑا آسان ہے، کہ چند گمراہ آدمی لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے کھاتے پلاتے ہیں۔ اور ساتھ ساتھ اُن کو اپنی خیالات کی طرف دعوت دیتے ہیں، تو نتیجہ یہ نکلتا ہے، کہ وہ اپنے ایمان و مذہب کو کھو کر گستاخان رسول کی صف میں شامل ہو جاتے ہیں۔ ؎

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہو چوروں کی رکھوالی ہے
آنکھ سے کاجل صاف چرالیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھری تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے
یہ جو تجھ کو بلاتا ہے یہ ٹھگ ہے مار ہی رکھیگا
ہائے مسافر دم میں نہ آنا مت کیسی متوالی ہے

اس لئے ایسے خطرناک دور میں اپنے عقیدہ کی حفاظت کیجئے۔ اور خدا تعالےٰ کا صحیح خوف پیدا کیجئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدسہ کی بے ادبی اور گستاخی و تنقیص علم غیب چھوڑ کر کر اس سرکار عالیہ کے باادب اور نیازمند ہو جائیے۔ ؎

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سُنی مرے
یُوں نہ فرمائیں ترے شاہد کہ وہ فاجر گیا

آثار وضوء اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شُبہ۔ منکرین یہ بھی کہا کرتے ہیں، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا، کہ اے حضور آپ قیامت میں اپنی امتوں کو کیسے پہچانیں گے۔ آپ نے فرمایا۔ آثار وضوء سے اُن کے ہاتھ پاؤں اور چہرے چمکتے ہوں گے۔ لہٰذا اگر آپ غیب جانتے ہوتے تو یہ کیوں فرماتے۔
جواب۔ دیکھا آپ نے کہ ان حضرات کو تنقیص علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیا کیا باتیں سُوجھتی ہیں۔ ایسے شبہے کرنا شرعاً بھی جائز نہیں ہیں، بھلا بتلایئے کہ یہ جو کہتے ہیں، کہ آپ اپنی

اُمت کو آثار وضوٗ سے پہچانیں گے۔ تو ان مرتدوں کے بھی ہاتھ پاؤں اور پیشانیاں چمکتی اور روشن ہوُں گی۔ جو آپ یہ فرمائیں گے۔ کہ یہ میرے صحابی ہیں۔ اور اگر یہ چمکتی ہوں گی۔ تو کیسے بلائیں گے جب کہ یہ لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں آثار وضو معرفت کا ذریعہ ہے۔ سوچئے اور نادم ہو جیئے۔

اِس موقعہ پر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو بیان فضیلت وضوٗ منظور تھی۔ اِس واسطے یہ فرمایا۔ کہ ہماری اُمت کے اوپر خاص کرم الٰہی ہے۔ کہ اس روز وُہ سب سے ممتاز ہوگی اور انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ آپ کی معرفت اس پر موقوف ہے۔ آفریں ہے اِن کی سمجھ پر چنانچہ یہ ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں۔

دیلمی از ابو نافع روایت میکند کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودند مثلت لی امتی فی الماء والطین یعنی تصویرات اُمت من در آب و گل ساختہ بمن نمودند۔ (التفسیر عزیزی صہ ۱۱۲)

ترجمہ۔ یعنی دیلمی نے ابو نافع سے روایت کی کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مجھے میری اُمت کی تصویر پانی اور مٹی میں بنا کر دکھائی گئی۔

ثابت ہوُا جب کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے امت کے چہروں کو پہچان لیا تو پھر بتایئے۔ کہ آپ کو پہلے سے علم ہوُا یا کہ نہیں۔ یقیناً اور بعض احادیث میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں۔ فعرفت حسنھا وسیھا بھی آیا ہے۔ یعنی کہ میں نے نیک و بد کو پہچان لیا ہے۔ لہٰذا مخالفین کا یہ شُبہ بھی لایعنی ہے۔ اس کے متعلق مزید بیان پیچھے ہو چکا ہے۔

احوال بیت المقدس اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شُبہ۔ مخالف صاحبان کا بھی یہ کہنا ہے۔ کہ بعد معراج کے جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے کافروں نے بیت المقدس کا حال دریافت کیا تو آپ متردد ہوُئے۔ جب اللہ تعالےٰ نے آپ کے سامنے

بیت المقدس کیا۔ تب آپ نے کافروں کو اس کا حال بتایا۔ اس لئے اگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے علم ہوتا تو آپ تردد نہ کرتے۔ اور فوراً بتا دیتے۔

جواب۔ مخالفین کی یہ فطرت پرانی ذوالخویصرہ سے چلی آرہی ہے کہ ہمیشہ اسی فکر میں رہنا کہ کوئی اعتراض ایسا ہے جو علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر گھڑیں۔ گویا اس چیز کا انکار ہے جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور یہ سخت مذموم و قبیح ہے۔ جب کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا علم جمیع اشیاء قرآنی آیات واحادیث سے ثابت ہے تو پھر ایسے اعتراضات کرنے کے یہ معنی ہیں۔ کہ وہ آیتوں اور حدیثوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اور اپنی باطل گوئی منوانا چاہتے ہیں۔

ہر شخص جاہل ہو یا عالم ہوئے چاہئے کہ قرآن وحدیث سے جو چیز ثابت ہے۔ اس پر اپنی عقل ناقص سے اعتراض کرکے اس کی مخالفت نہ کرے۔ بلکہ بسروچشم تسلیم کرے۔

اب اصل شبہ کے دفع کیطرف توجہ فرمائیے۔ کہ ہر ذی عقل اگر علم بھی نہ رکھتا ہو تاہم اتنا ضرور جان جان سکتا ہے کہ کفار نے جو باتیں بیت المقدس کے متعلق حضور سراپا نور صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کی تھیں۔ وہ ضرور آپ کو معلوم تھیں۔

اس لئے کہ اگر کفار ایسے امر کا سوال کرتے جس کے جاننے کا اقرار حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہوتا۔ تو آپ متردد وغمگین نہ ہوتے۔ بلکہ یہ صاف فرما دیتے۔ کہ ہم نے اس کے جاننے کا دعویٰ نہیں کیا۔ پھر تم ہم سے کیوں دریافت کرتے ہو۔ مگر حسب اعتراض معترضین آپ نے یہ نہ فرمایا۔ بلکہ متردد ہوئے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً یا اشارۃً ان باتوں کے جاننے کا اقرار فرمایا تھا جو کافروں نے دریافت کیں۔ اور آپ کا فرمان سراسر حق وبجا ہے۔ تو ضرور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کے متعلق ان باتوں کا علم تھا۔ جو کفار نے دریافت کی تھیں۔ پھر ان کا نہ بتانا یا متردد ہونا کسی حکمت پر مبنی یا اسطرف التفات نہ ہونے سے ناشی۔

اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس تشریف لے گئے۔ اور یوں نہیں کہ سوار چلے جاتے تھے بلکہ راستہ میں بیت المقدس پر گزرے اس کو پورے طور پر دیکھا بھی نہیں۔ بلکہ وہاں سواری یعنی براق سے اتر کر مسجد کے اندر تشریف لے گئے۔ آیئے ذرا حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ثابت البنانی اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث مروی ہے

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ جب میرے پاس براق لایا گیا، تو

فَرَكِبْتُهُ حَتّٰى اَتَيْتُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَرَبَطْتُهُ بِالْحَلْقَةِ الَّتِىْ تَرْبُطُ بِهَا الْاَنْبِيَاءُ قَالَ ثُمَّ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَصَلَّيْتُ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجْتُ فَجَاءَنِىْ جِبْرَائِيْلُ بِاِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ فَاخْتَرْتُ اللَّبَنَ فَقَالَ جِبْرَائِيْلُ اخْتَرْتَ الْفِطْرَةَ ۝ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۲۸)

ترجمہ۔ میں اس پر سوار ہوا اور بیت المقدس میں آیا۔ اور میں نے براق کو اس حلقہ میں باندھ دیا، جس سے انبیاء کرام علیہ السلام براقوں کو باندھتے تھے، پھر میں مسجد میں داخل ہوا، پھر میں نے دو رکعت نماز پڑھی پھر میں مسجد سے باہر آیا اور جبرائیل علیہ السلام میرے پاس ایک برتن شراب اور دودھ کا لائے تو میں نے دودھ کو پسند کیا، جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ نے فطرۃ کو اختیار فرمایا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت کی سیر اور بیت المقدس کا دیکھنا، وہاں ٹھہرنا، سواری سے اُترنا، سواری یعنی براق کو باندھ دینا، بیت المقدس میں داخل ہو کر دو رکعتیں ادا فرمانا، پھر شراب چھوڑنا، دودھ اختیار کرنا صاف بتا رہا ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں کے حالات پر آگاہی تھی، پھر اگر بقول مخالفین آپ متردد ہوئے ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے، کہ آپ کو اس وقت اس طرف التفات نہ تھا، نہ یہ کہ علم نہ تھا۔

چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے جس میں تردد یا فکر کا نام تک نہیں ہے

عَنْ جَابِرٍ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَمَّا كَذَّبَنِىْ قُرَيْشٌ قُمْتُ فِى الْحِجْرِ فَجَلَّى اللّٰهُ لِىْ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ اُخْبِرُهُمْ عَنْ اٰيَاتِهٖ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهِ ۝ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ۔ حضرت جابر رضی اللہ کہتے ہیں، کہ انہوں نے سنا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ جب قریش نے معراج کی بات میں مجھے جھوٹا قرار دیا، تو ان کے سوالات کا جواب دینے کے لئے حجر حطیم میں کھڑا ہوا۔ اللہ تعالےٰ نے بیت المقدس کو میری نگاہوں کے سامنے کر دیا، میں بیت المقدس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اور

اُن کے سوال کا جواب دے رہا تھا۔

تو معلوم ہوا۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کے تمام احوال کو جانتے تھے۔ اور جیسا کہ مخالفین حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے حدیث پیش کرتے ہیں۔ کہ حضرت اس سے غمگین ہوئے تو یہ عدم علم کی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو آپ کے علم شریف کی شان ثابت ہوتی ہے۔

ایک حوالہ اور ملاحظہ فرمایئے۔ حضرت علامہ شاہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمتہ مدارج النبوت میں فرماتے ہیں۔

پس آمد ابو بکر رضی اللہ عنہ در حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم و گفت یا رسول اللہ وصف کن آنرا بمن کہ من رفتہ ام آنجا و دیدہ ام آنرا پس وصف کرد آنرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پس گفت ابو بکر اشہد انک رسول اللہ الخ (مدارج النبوت)

ترجمہ۔ الحاصل یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیت المقدس کے اوصاف دریافت کئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب بتا دیئے۔

اب بتایئے مذکورہ حدیث جو حضرات جابر رضی اللہ عنہ سے پیش کی گئی ہے۔ یا علامہ محقق علیہ الرحمتہ کی عبارت اس روائت میں کہیں تردد یا فکر کا نام تک بھی ہے۔ ہرگز نہیں۔ تو ثابت یہ ہوا۔ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کے احوال کا علم تھا۔

اطلاق غیب و مشاہدہ بیت المقدس

شُبہ۔ مخالفین کا یہ بھی کہنا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کفار کے سوال پر بیت المقدس کو دیکھ کر اس کی خبر دی تو وہ خبر غیب نہ کہلا سکے گی۔ کیونکہ بیت المقدس فی الحال دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

جواب۔ عجیب بات ہے کہ آپ نے دیکھ کر بیت المقدس کی خبر دی۔ اس لئے غیب نہیں۔

بھلا بتلائیے تو سہی۔ کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ معظمہ شریف میں بیٹھ کر کفار کو احوال بیت المقدس بتلا رہے تھے۔ تو اسوقت اوروں کو بھی بیت المقدس نظر آ رہا تھا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ منظر اسوقت سب کی نظروں سے اوجھل تھا۔ تو پھر یہ غیب ہوا یا کہ نہیں۔ اور اگر یہ کہئے کہ غیب نہیں۔ تم کہو کہ یہ کیسے تو بقول تمہارے ہم ہی اس کا جواب دیتے ہیں۔ آیت شریف ملاحظہ فرمائیے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْئٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ

وقولہ تعالیٰ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْئٍ عَلِیْمٌ ۝ (پ۴ ع ۸ سورۃ آل عمران)

ترجمہ۔ بے شک اللہ تعالےٰ سے آسمانوں زمین میں کوئی ایسی شے نہیں جو مخفی ہو۔ اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

ثابت ہوا۔ کہ خدا تعالیٰ کے احاطہ علم سے کوئی شے باہر نہیں۔ اور آسمانوں زمین کی کوئی شے اُس سے مخفی نہیں جب کہ اُس سے کوئی شے مخفی ہی نہیں۔ اور وُہ سب کو دیکھ رہا ہے۔ تو پھر خدا تعالےٰ کو عالم الغیب کیسے کہا جا سکتا۔ کیونکہ جب دیکھی ہوئی چیز ہے اور وہ دیکھ رہا ہے۔ تو پھر غیب تو نہ رہا اب کہئے کہ تمہارا عقیدہ کیا ہے۔

تو آیئے ہم ہی اس بات کا جواب دیئے دیتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ سے جب کوئی شے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ اور حالانکہ وہ عالم الغیب والشہادۃ ہے تو اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ غیب سے مراد وُہ اُمور ہیں۔ جو مخلوقات پر مخفی ہیں۔ ورنہ خدا تعالےٰ کے لئے تو کوئی بات مخفی ہی نہیں۔

تو اسی طرح حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب سے وُہ اُمور عبارت ہیں۔ جو آپ پر ظاہر اور دیگر مخلوقات پر مخفی ہیں۔ اور نبی اللہ کا اُمور غیبہ سے مطلع ہونا یا کسی چیز کو ملاحظہ فرمانا یہ معجزہ بھی ہے۔ نیز یہاں پر خاصہ معتادہ بشریہ معتبر ہوگا۔ نہ حس باصرہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم۔ کیونکہ وُہ تو خارق العادۃ ہے۔ اسی وجہ سے یہ خبر معجزہ بھی ہے۔ یعنی تعریف غیب میں جس حس کا ذکر ہے۔ اس سے عام بشری حس مُراد ہے۔ نہ کہ حس معجزہ۔ بحمدہٖ تعالیٰ مخالفین کے اوہام باطلہ کا کافی علاج ہے۔

مضمراتِ قلب غیب نہیں

شبہ ۔ منکرین کا کہنا ہے ۔ کہ جب نبی اللہ کی وحی کا تعلق قلب اقدس سے ہوا اور وہ غیب ہوا ۔ تو پھر ہر شخص جو اپنے دل کی مخفی و پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے ۔ تو پھر وہ بھی غیب دان ٹھہرا جواب ۔ ناظرین ان لوگوں کی حالت دیکھئے ۔ کہ علم و عقل سے ایسے کورے ہیں ۔ کہ اتنا معلوم نہیں ہے کہ یہ تو لفظ خفی سے خارج ہو جائے گا ۔ کیونکہ مضمرات قلب تو اپنے آپ سے مخفی نہیں ہوتیں ۔ تو پھر وہ غیب کس طرح کہی جا سکتی ہیں ۔ یہ ہے ۔ ان کے اس سوال کا مختصر جواب انشاء اللہ تسلی ہو گئی ہوگی ۔ لیکن مخالفین کی جہالت فی العلم ان کو اس بات پر بار بار مجبور کرتی ہے ۔ کہ وہ یہی کہتے پھرتے ہیں ۔ کہ جب کوئی چیز بتا دی جائے ۔ تو پھر وہ غیب نہیں رہتا ۔ اور اسی مسئلہ کے ابتدائی اصول کو نہ سمجھنے کی بناء پر یہ حضرات علم غیب مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کا انکار کرتے ہیں ۔

کاش اگر وہ غیب کی تعریف اور اس کے معنی سے واقف ہوتے ۔ تو ایسی فضول چھلانگیں نہ لگاتے جب یہ لوگ غیب کی تعریف کو ہی نہیں جان سکتے ۔ تو پھر بتایئے ۔ کہ ہمارا کیا قصور ۔ اس لئے ان کو اپنی جہالت پر خود ہی رونا چاہئے ۔ بھلا بتلایئے کہ جنت و دوزخ و حشر و نشر کا ہمیں علم ہے ۔ تو پھر اس کو غیب کیوں کہا گیا ہے ۔ کہ اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ لہٰذا پہلے اپنے ایمان کو تو دیکھئے کہ تمہارا ایمان کس بات پر صحیح ہوگا ۔ جب تمہارا ایمان بالغیب ہو جائے گا ۔ تو پھر ایسا اعتراض ہرگز نہ کر سکو گے ۔ مزید تفصیل پیچھے بیان کی جا چکی ہے ۔

مسئلہ دریافت اور وجہ مصلحت

شبہ ۔ مخالف صاحبان یہ بھی کہا کرتے ہیں ۔ کہ معراج شریف میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کرتے تھے ۔ کہ یہ کیا اور یہ کیا ہے ۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوتا تو کیوں دریافت کرتے ۔

جواب۔ ناظرین کو یہ تو اچھی طرح واضح ہو گیا ہو گا، کہ ان حضرات کا یہ ہمیشہ سے معمول ہو چکا ہے کہ کوئی نہ کوئی بہانہ مل جائے جس سے تنقیص علم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی جائے۔ کیا یہ بھی کوئی عدم علم ہونے کی دلیل ہے کہ اگر حضرت کو علم ہوتا تو کیوں دریافت فرماتے۔ حالانکہ کسی حکمت کی بناء پر باوجود علم کے کوئی چیز دریافت کی جائے۔ تو اس سے نفی علم کا ثبوت نہیں ملتا۔ نہ یہ بات عدم علم پر بطور حجیت پیش کی جا سکتی ہے۔

بعض باتیں ایسی بھی ہوتی ہیں، جو سائل مجیب سے دوسروں کی تعلیم کے لئے پوچھتا ہے۔ جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ایمان اور احسان کے متعلق سوال کیا۔

اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کرنا یہ کئی حکمتوں اور مصلحتوں پر مبنی ہے۔ اور خصوصاً امت کی تعلیم کے لئے تھا۔ اور اس کے باوجود مخالفین یہی کہیں اور اس سے عدم علم کی دلیل ہی بنائیں۔ تو لازم ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کو بھی بے علم جانتے ہونگے اس لئے کہ قرآن میں آتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ دریافت فرمایا۔

وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَمُوسَىٰ قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَىٰ ۝ (پ ۱۶ ع ۹ سورۂ طٰہٰ)

ترجمہ:۔ اور تیرے یہ داہنے ہاتھ میں کیا ہے۔ اے موسیٰ عرض کی یہ میرا عصا ہے میں اس پر تکیہ لگاتا ہوں۔ اور اس سے اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں۔ اور میرے اس میں اور کام ہیں۔

تو معلوم یہ ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا کہ آپ کے ہاتھ میں کیا ہے۔ اور حضرت موسےٰ علیہ السلام نے اسکا جواب دیا۔ اس لئے بقول مخالفین معاذ اللہ اگر اللہ تعالےٰ کو پہلے سے علم ہوتا کہ کلیم اللہ علیہ السلام کے دست مبارک میں عصا مبارک ہے تو کیوں دریافت فرماتا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) آپ کے ہاتھ میں کیا ہے، تو اسکا جواب واضح ہے، کہ اللہ تعالےٰ کو علم تو ہے لیکن کسی مصلحت کی خاطر دریافت فرما رہا ہے۔ اس لئے یہ بے علمی نہیں۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تو ہے۔ کہ یہ کیا کیا ہے۔ لیکن کسی مصلحت کی بنا پر جو ہر دریافت فرمایا۔ جو کہ آئندہ امت سے بیان کرنا ہے۔ اور اس میں کئی مصلحتیں ہیں۔ لہٰذا ثابت ہُوا کہ یہاں سے بے علمی مراد نہیں ہو سکتی۔

پاپوش مبارک اتارنے میں کمالِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ۔ منکرین کا یہ کہنا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ پاپوش مبارک اپنے پاؤں اطہر سے اتار دی۔ یہ دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین نے بھی پاپوشیں اتار دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فراغت نماز کے بعد صحابہ کرام سے دریافت فرمایا۔ کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔ انھوں نے جواباً عرض کیا۔ کہ ہم نے حضور آقا آپ کی تقلید میں یوں کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے خبر دی تھی۔ کہ ان میں نجاست ہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب دان ہوتے تو کیوں نجاست والی پاپوش سے نماز پڑھتے۔

جواب۔ مخالفین کا یہ اعتراض حضور سرورِ دوجہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ اقدس میں سخت بے ادبی و صریح گستاخی کا کلمہ ہے۔ اور ان کی نافہمی پر دال ہے۔ پاپوش مبارک میں کوئی ایسی نجاست نہ لگی تھی جس سے نماز جائز نہ ہوتی۔ ورنہ حضور سیّدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام پاپوش مبارک یعنی نعلین پاک کے اتارنے پر اکتفا نہ فرماتے۔ بلکہ نماز بھی از سرِ نو پڑھتے۔ مگر جب ایسا نہ کیا تو معلوم ہُوا کہ وہ کچھ ایسی نجاست ہی نہ تھی جس سے نماز درست نہ ہوتی۔

چنانچہ حضرت علامہ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں اسی حدیث کے ماتحت یہی بات فرماتے ہیں۔

وقذر بفتح قاف ذال معجمہ در اصل آنچہ مکروہ پندار د طبع وظاہر انجاستے نبود کہ نماز باآں درست نباشد بلکہ چیزے بود مستقذر کہ طبع آنرا ناخوش دارد والا نماز از سر میگرفت کہ بعضے نماز باآں گزاردہ بود وخبر دادن جبرائیل باوصدنی از پاجہت کمال تنظیف وتطہیر بود کہ لائق بجال شریف وے بود (اشعۃ اللمعات)

علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے کلام سے یہ حاصل ہوا ہے۔ کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا خبر دینا اظہار عظمت و رفعت شان حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے کہ کمال تنظیف و تطہیر آپ کے حال شریف کے لائق ہے۔ اور پھر لطف یہ کہ جن کو بارگاہ الٰہی سے دیئے گئے ہیں کا مژدہ ملا ہے۔ اس لئے ایسے بے محل اعتراضات کو پیش کرنا خلاف ادب بھی ہے۔ اور پھر یہاں سے عدم علم پر استدلال کرنا ایک خام خیال ہے۔

حدیث ذوالیدین اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ۔ شاتمان رسول یہ بھی کہا کرتے ہیں۔ کہ حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دن نماز پڑھائی۔ تو آپ نے دو رکعت پر سلام پھیر دیا لیکن کسی کو اعتراض کرنے کی جراءت نہ ہوئی۔ ایک ذوالیدین بول اٹھا اور عرض کی۔ کہ یا رسول اللہ آپ بھول گئے ہیں یا نماز قصر کی گئی ہے۔ تو آپ نے فرمایا میں بھول جاتا ہوں جیسا تم بھول جاتے ہو اس لئے جب بھول جاؤں۔ تو مجھے یاد کرا دیا کرو۔ پھر آپ نے اسی وقت دو سجدے سہو کر لئے لہٰذا جب آپ بھول گئے تو علم ہونا کیسے۔

جواب۔ اس اعتراض سے مخالفین کی منشا یہ ہے۔ کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے کسی طریق سے بھولنا ثابت ہو۔ اور اس پر دلیل یہ کہ آپ نے سجدہ سہو فرمایا۔

اب میں مخالفین حضرات سے یہ دریافت کرتا ہوں۔ کہ ہمارے نزدیک تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھولنا محال ہے۔ لیکن اگر آپ ایسا کرکے یعنی بھول کر سجدہ سہو نہ نکالتے۔ تو ہم اپنی بھول کو کیسے درست کر سکتے تھے۔ آپ کا یہ عمل شریف امت کی خاطر اور مسئلہ سمجھانے کے لئے تھا۔ نہ کہ یہاں نسیان یا لاعلمی مراد ہے۔

دیکھئے ارشاد باری تعالیٰ واضح ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۝

(پ ۲۱ ع ۱۸ سورہ احزاب)

ترجمہ۔ البتہ تمہارے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بہترین اُسوۂ حسنہ ہیں۔
اس آیت شریفہ سے صاف ظاہر ہے، کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے اُسوۂ حسنہ ہیں۔ اِس لئے آپ کا ہر عمل شریف اُمت کے لئے ہے۔ اسی طرح رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فعل مبارک اُمت کی خاطر تھا۔ کہ جب تمہیں بھول ہو جائے تو ایسی حالت میں سجدہ سہو کر لیا کرو۔ کئی کروڑوں ایسے مشکل مسائل تھے۔ جن کو عمل مصطفوی نے اُمت کے لئے آسان فرمایا ہے۔ ہم ایسی عظیم نعمتوں کے ملنے پر اس بارگاہ حبیب خُدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جتنا شکر کریں۔ کم ہے۔
اب اصل شُبہ کے دفع کی طرف توجہ فرمایئے۔ کہ جس حدیث سے مخالفین حضرات آپ کے لئے بھولنا ثابت کرتے ہیں۔ اُسی حدیث میں یہ الفاظ درج ہیں۔ کہ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے سجدہ سہو فرمایا تو اس کے بعد ایک صحابی حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

اَنَسِیتَ اَمْ تُحصِرَتِ الصَّلٰوۃُ قَالَ لَمْ اَنْسَ وَلَمْ تَقْصُرْ ہ
(بخاری شریف)

ترجمہ۔ کیا آپ بھولے ہیں۔ یا نماز قصر کی گئی ہے۔ تو آپ نے فرمایا نہیں بھولا ہوں۔ اور نہ نماز قصر کی گئی ہے۔

اسی حدیث مبارکہ سے کتنا صاف یہ معلوم ہو گیا ہے۔ کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان پاک سے ارشاد فرما رہے ہیں۔ کہ لَمْ اَنْسَ وَلَمْ تَقْصُرْ کہ نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز قصر کی گئی ہے واہ کیا عجب اُلٹی منطق ہے کہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسّلام تو یہ فرمائیں کہ میں بھولا نہیں اور منکرین یہ کہتے پھریں کہ آپ تو معاذ اللہ بھولے ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہُوا کہ ذاتِ مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا تو در کنار یہ حضرات آپ کی زبان ترجمان پر بھی یقین رکھنا گوارہ نہیں کر سکتے۔ جبھی تو ایسے واہی شبہات رکھتے ہیں۔ ورنہ ایمان والوں کو کیا ضرورت۔
دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمایئے۔ انشاء اللہ آنکھیں کُھل کر رہ جائیں گی۔
حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو یہ حدیث پہنچی ہے۔ جو مؤطا امام مالکؒ میں یوں درج ہے۔

اَنَّہٗ بَلَغَہٗ اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّیْ لَاُنْسٰی اَوْ اُنَسِّی لِاَسُنَّ ہ (مؤطا امام مالکؒ صفحہ ۳۵)

ترجمہ:۔ یہ حدیث پہنچی ہے۔ کہ تحقیق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں
بھلایا گیا ہوں تاکہ نئی سُنت مقرر کروں۔

اس حدیث سے ہمارا مدعا آفتاب کی طرح روشن ہوگیا ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ کہ میں سُنت کو قائم کرنے اور مسئلہ سمجھانے کے لئے بھلایا جاتا ہوں۔ ورنہ ایسے تو مجھے نسیان نہیں ہوتا۔ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا ؁

بحمدہٖ تعالےٰ مخالفین کے اس شبہ کا بھی قلع قمع ہوگیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر شے کا علم ہے۔ اور آپ کے لئے نسیان ہرگز نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اُمت کے لئے ایسا فعل فرمایا ہے۔ لہٰذا ایسے افعال بحضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے لاعلمی یا نسیان مراد لینا انتہا درجہ کی جہالت ہے۔

مسئلہ نسیان اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ:۔ منکرین کا یہ بھی کہنا ہے۔ کہ اگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم بھولے نہیں تو پھر قرآن میں آتا ہے۔ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ اور یاد کرو۔ جب کہ آپ بھول جائیں۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ آپ کو بھول آسکتی ہے۔

جواب:۔ بڑے ہی افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے۔ کہ ان لوگوں کے دلوں میں مقام نبوت کی عظمت کا ذرا برابر بھی احساس پیدا نہیں ہوتا۔ کہ کم از کم اپنی زبان کو سنبھال کر ہی ایسے الفاظ استعمال کر سکیں۔ ہم نے آج تک کسی گستاخ رسول سے یہ کہتے نہیں سُنا۔ کہ فلاں کام میں ہم سے بھول ہوئی ہے یا ہمارے کسی مولوی سے یہ بھول ہوئی ہے۔ جب بھی دیکھا اور سُنا تو یہی کہتے ہیں کہ فلاں کام میں فلاں فلاں نبی بھول گئے تھے (استغفر اللہ)

اے صاحبو! ذرا غور کرو۔ ان لوگوں کو کبھی اپنی بھولوں کا احساس کیا وہم و گمان تک بھی کبھی پیدا نہیں ہوا۔ لیکن جب کسی خدا کے برگزیدہ نبی و رسول اولوالعزم کا ذکر کریں گے۔ تو قرآنی آیات کے غلط ترجمے اور اپنی بناوٹی باتوں سے ان کو قصوروار ثابت کریں گے۔

(العیاذ باللہ)

جیسا کہ انہوں نے آیت وَاذْكُرْ رَبَّكَ إِذَا نَسِيتَ سے نبی اللہ کے لئے نسیان ہونا ثابت کر کے رکھ دیا ہے۔ بھلا بتلائیے اس آیت میں یہ کہاں ہے کہ نبی بھول سکتے ہیں یا بھول چکے ہیں۔ یا آئندہ کبھی بھولیں گے۔ انہیں ابھی تک یہ معلوم نہیں کہ إِذَا نَسِيتَ کے مفسرین نے کیا معنی کئے ہیں۔

چنانچہ امام المفسرین علامہ ابن جریر تفسیر ابن جریر میں اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں۔

وَاذْكُرْ رَبَّكَ إِذَا نَسِيتَ) معناه واذكر ربك إذا تركت ذكره

(تفسیر ابن جریر جلد ۱۵)

ترجمہ۔ معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ اپنے رب کو یاد کرو جب کہ آپ اس کے ذکر کو چھوڑ دیں۔

اس آیت کی تفسیر سے یہ معلوم ہوا کہ نسیان کے اصل معنی ترک کے ہیں۔ کہ جب فعل نسیان کو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا جائے۔ تو معنی ترک کے ہوں گے۔ جب نسیان کے معنی ترک کرنا ہوئے۔ تو پھر بھول یا لاعلمی کا سوال تک پیدا نہیں ہو سکتا۔

چنانچہ قرآن کریم کی ایک آیت شریفہ ملاحظہ فرمائیے۔

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ ۝ (پ ۳۰ ع ۱۱ سورۃ الاعلیٰ)

ترجمہ۔ اے محبوب۔ ہم آپ کو ایسے پڑھائیں گے۔ کہ آپ کبھی نہ بھولیں گے۔ مگر جو اللہ چاہے۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہو گیا۔ کہ جب اللہ تعالیٰ علی کل شیء قدیر تعلیم فرمانے والا۔ اور متعلم صاحب استعداد إِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ ہے۔ اور آگے إلا ما شاء اللہ تبرک کے طور پر استعمال فرمایا ہے تو کیا پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی نسیان ہو سکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا جہاں آپ کو بھلانے کا ارادہ ہو وہاں مشیت ایزدی کے ماتحت بھول کر طریقہ مسنونہ کو جاری فرمائیں گے۔ یعنی آپ وہاں اس چیز کو ترک کر دیں گے۔ آپ اس پڑھے ہوئے کو بھول نہیں سکتے۔ بلکہ پڑھانے والے کے ارشاد کے مطابق آپ اس کو ترک کریں گے۔ تو حاصل یہ ہوگا۔ کہ نسیان کا لفظ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آئیگا۔ یعنی اس فعل نسیان کا فاعل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں تو وہاں معنی ترک کے ہی لئے جائیں گے۔

چنانچہ فرائض الاسلام علامہ مخدوم ہاشم حصہ عقائد صفحہ ۱۱ پر فرماتے ہیں۔ کہ میرے نزدیک تمام انبیاء

کرام علیہم السلام امور تبلیغیہ میں سہو ونسیان سے محفوظ ہیں۔ اور میرے نزدیک حضور صلے اللہ علیہ و سلم آخر الکلام مطلقاً سہو ونسیان سے محفوظ تھے۔ خواہ امور تبلیغیہ ہوں غیر تبلیغیہ۔

اب ایک حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔ کہ حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔

قَالَ اِنَّکُمْ تَقُوْلُوْنَ اَکْثَرَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهُ
الْمَوْعِدُ وَاِنَّ اِخْوَتِيْ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْاَسْوَاقِ
وَاِخْوَتِيْ مِنَ الْاَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمْ عَمَلُ اَمْوَالِهِمْ وَكُنْتُ امْرَءًا مِسْكِيْنًا
اَلْزَمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مِلْءِ بَطْنِيْ وَقَالَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا لَنْ يَبْسُطَ اَحَدٌ مِنْكُمْ ثَوْبَهُ حَتّٰى اَقْضِيَ
مَقَالَتِيْ هٰذِهٖ ثُمَّ يَجْمَعَهُ اِلٰى صَدْرِهٖ فَيَنْسٰى مِنْ مَقَالَتِيْ
شَيْئًا اَبَدًا فَبَسَطْتُ نَمِرَةً لَيْسَ عَلَيَّ ثَوْبٌ غَيْرُهَا حَتّٰى قَضَى
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهُ ثُمَّ جَمَعْتُهَا اِلٰى صَدْرِيْ
فَوَالَّذِيْ بَعَثَهُ بِالْحَقِّ مَا نَسِيْتُ مِنْ مَقَالَتِهٖ ذٰلِكَ اِلٰى يَوْمِيْ
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۳۵)

ترجمہ۔ لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے بہت حدیثیں روایت کرتا ہے۔ خدا جانتا ہے۔ کہ میرے مہاجر بھائی بازاروں میں سودا سلف بیچنے میں مشغول رہتے ہیں۔ اور برادران انصار بھی اپنے کاموں میں مصروف رہتے تھے۔ اور میں مسکین آدمی ہونے کی وجہ سے پیٹ بھر جانے کے بعد ہر وقت سرکار ابد قرار صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ملازم رہتا تھا۔ ایک دن سرکار نے فرمایا۔ تم میں سے جو شخص بھی گفتگو کے وقت اپنا دامن بچھائے گا۔ جب تک اپنی باتیں ختم نہ کرلوں۔ اور پھر وہ اس دامن کو اپنے سینہ کی طرف جمع کرلے تو اسے کوئی بات بھی نہ بھول سکے گی۔ اس پر عمل کرتے ہوئے میں نے بھی اپنی چادر کا دامن بچھا لیا۔ ان دنوں میرے پاس اس چادر کے سوا اور کوئی کپڑا نہیں ہوتا تھا۔ جب بات ختم ہوئی تو میں نے اس چادر کو اپنے سینہ کے ساتھ جمع کرلیا۔ اس خدا کی قسم جس نے انہیں حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے

پھر مجھے آج تک نسیان نا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات نہیں بھولی۔
غور فرمایئے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے دامن کو آقائے دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے دوران گفتگو پھیلاتے ہیں۔ اور جب آپ گفتگو کو ختم فرماتے ہیں۔ تو حضرت ابوہریرہؓ اپنی چادر کو اپنے سینہ کے ساتھ لگاتے ہیں۔ تو اُن کو ساری عمر کوئی بات نہیں بھولتی جس آقائے دو جہاں کی طفیل ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ سعادت نصیب ہو رہی ہے کہ وہ تمام عمر بھر کوئی بات نہ بھولے۔ تو کیا جو عطا فرمانے والے ہیں۔ انہیں بھولنے کا خیال تک بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔
اس لئے صاحب مسامرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مَنَعَ الصُّوْفِيَّةُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الْمُتَكَلِّمِيْنَ۔ السَّهْوَ وَالنِّسْيَانَ وَالْغَفَلَاتِ فِيْ حَقِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ قَالَ مِنْ أَهْلِ حَقِّهٖ مَنْ مَنَعَ اَسْهُوَ فِيْ فِعْلِهٖ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِلَيْهِ ذَهَبَ اَبُو الْمُظَفَّرِ الْاَسْفَرَائِنِيُّ مِنْ اَئِمَّةِ الْمُحَقِّقِيْنَ وَاسْتَدَلَّ بِالْحَدِيْثِ الْمَاءِ الَّذِیْ تَكَلَّمَ بِهِ الْحُفَّاظُ ۔ (مسامرہ ص۹۵ وص۹۶)

ترجمہ۔ الحاصل یہ ہے۔ کہ گویا علماء اہلسنت متکلمین اور صوفیاء رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں سہو و نسیان ناممکن ہے
اور علامہ شعرانی لطائف المنن میں فرماتے ہیں۔

اِذَا صَفَا الْقَلْبُ صَارَ كَالْمِرْاٰةِ وَالْكُرَةِ الْمَصْقُوْلَةِ فَاِذَا قُوْبِلَتْ بِالْوُجُوْدِ الْعُلْوِيِّ وَالسُّفْلِيِّ اِنْطَبَعَ جَمِيْعُهٗ فَلَا يَنْسٰى بَعْدَ ذٰلِكَ شَيْئًا ۔

ترجمہ۔ جب قلب آئینہ کی طرح صاف ہو جاتا ہے۔ تو تمام عالم علوی اور سفلی اس کے سامنے آتے ہی اس میں مرتسم ہو جاتا ہے۔ پھر کسی شے میں بھی نسیان نہیں ہو سکتا۔
ان تمام دلائل مذکورہ سے ثابت ہو گیا کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سہو و نسیان نہیں ہوا۔ اور اگر آپ کوئی مثل ایسا فرمائیں تو وہ اُمت کی خاطر ہے۔ نہ کہ نسیان کا ہونا یا لاعلمی مراد لی جائے۔ فأتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شہداءکم من دون اللہ ان کنتم صدقین ۔

علمِ غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق

حضرت علامہ مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

شبہ۔ مخالفین یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ جو یہ اعتقاد رکھے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں۔ اس پر حنفیہ نے صراحۃً کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔

جواب۔ علامہ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اسی غیب پر حکم تکفیر نقل کرتے ہیں، کہ جس پر دلیل نہ ہو اور یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ جس غیب پر دلیل نہ ہو وہ حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے۔ رہا وہ غیب جس پر دلیل ہے، وہ حق تعالےٰ نے اپنے حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کو مرحمت فرمایا ہے۔ اب لطف تو جب ہے۔ کہ میں اس مدعا پر خود حضرت علامہ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی ہی شہادت اسی شرح فقہ اکبر سے ہی پیش کئے دوں۔

آنکھیں کھول کر دیکھئے اور کان لگا کر سنیئے۔ کہ حضرت علامہ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ الباری اسی شرح فقہ میں فرماتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اِطَّلَعَ نَبِیَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی مَا یَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِہٖ مِنْ بَعْدِہٖ مِنَ الْخِلَافِ وَمَا یُصِیْبُھُمْ قَالَ اَبُوْ سُلَیْمَانَ الدُّرَّانِیْ فِی الْفِرَاسَۃِ مُکَاشَفَۃُ النَّفْسِ وَ مُعَایَنَۃُ الْغَیْبِ وَھِیَ مِنْ مَقَالَاتِ الْاِیْمَانِ ہ

(شرح فقہ اکبر علامہ قاری ص ۷۹ سطر ۵)

ترجمہ بے شک اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو جو آپ کی امت میں ہونا تھا اور جو آپ کی امت سے آپ کے بعد ان کے خلاف اعمال ہونے تھے۔ اور جو ان کو مصیبت پہنچنی تھی۔ مطلع کر دیا۔ ابو سلیمان دُرّانی نے کہا ہے۔ کہ فراست نفس کے مکاشفے اور غیب کے معائنے کو کہا جاتا ہے۔ اور یہی مقالات ایمان سے ہے

معلوم ہوا کہ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ صاحب فقہ اکبر کے نزدیک اگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے جو

شخص اللہ تعالیٰ کی اطلاع سے غیب کُلی کا قائل نہ ہو اور آپ کے مکاشفۂ نفس کا عقیدہ نہ رکھے تو وُہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے فراست کا منکر ہے۔ اور ایمان سے خالی ہے۔

اب میں مخالفین سے پوچھتا ہوں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کُلی ماننے پر اگر اہل سنت بریلوی کافر ہوئے تو ذرا ہمیں بھی بتا دیجئے کہ یہی مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ اپنی ہی اس عبارت سے تمہارے نزدیک کیا ٹھہرے۔

اے منکرو۔ ذرا ہوش و خرد سے کام لیجئے۔ کہاں کہ صراطِ جہنمی پر سیر کر رہے ہو۔ ابھی اور تماشہ دیکھئے۔

دوسرا حوالہ خود حضرت علامہ مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں۔

مَا اطلع عَلَيْهِ مِنَ الغيوب) اى الامور الغيبية في الحال (وما يكون) اى سيكون فِي الاستقبال ٥

(شرح شفا شریف ص۳۳ جلد اوّل)

ترجمہ۔ تحقیق حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو امور غیبیہ حال و استقبال پر مطلع فرما دیا ہے۔

اب پھر کہئے۔ کہ تمہارے نزدیک مُلّا علی قاری رحمہ اللہ کیا ہُوئے اُن کا عقیدہ تو یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم تمام امور غیبیہ حال و استقبال سے مطلع ہیں۔

تیسرا حوالہ ملاحظہ فرمایئے حضرت علامہ مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح شفا میں دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔

وَمِنْ مُعْجِزَاتِهِ الْبَاهِرَةِ) اى اٰيَاتِهِ الظَّاهِرَةِ (مَا جَمَعَهُ اللّٰهُ لَهُ مِنَ الْمَعَارِفِ اَىِ الْجُزْئِيَّةِ (وَالْعُلُوْمِ) اَىِ الْكُلِّيَّةِ وَالْمُدْرِكَاتِ الظَّنِّيَّةِ وَالْيَقِيْنِيَّةِ وَالْاَسْرَارِ الْبَاطِنَةِ وَالْاَنْوَارِ الظَّاهِرَةِ ٥ (شرح شفا شریف لعلامہ قاری) ص۲۰)

ترجمہ۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن معجزات اور ظاہر آیات میں سے وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے عطا فرمایا۔ معارف جزئیہ علوم کلیہ مدرکات

ظنیہ یقینیہ اور اسرار باطنہ اور انوار ظاہرہ پر۔
دیکھا ملا علی قاری رحمہ اللہ کا عقیدہ جو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطے تمام علوم جزئیہ و کلیہ کے قائل ہیں۔
اب ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمایئے۔

وَقَدْ مَدَحَ اللّٰہُ تَعَالٰی الْاَنْبِیَاءَ وَالْمَلٰئِکَۃَ وَالْمُؤْمِنِیْنَ بِالْعِلْمِ لَا بِنَفْیِ الْجَھْلِ فَمَنْ اَثْبَتَ الْعِلْمَ فَقَدْ نَفَی الْجَھْلَ وَمَنْ نَفَی الْجَھْلَ وَلَمْ یُثْبِتِ الْعِلْمَ ہ

(شرح فقہ اکبر لعلامہ قاری ص۱۹ سطر۱)

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور فرشتوں اور مؤمنین کی علم کے ساتھ مدح کی ہے جہالت کی نفی کے ساتھ نہیں۔ تو جس شخص نے علم کو ثابت کیا تو اُس نے جہالت کی نفی کی اور جس شخص نے جہالت کی نفی کی۔ اُس نے علم کو ثابت نہیں کیا۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے انبیاء کرام علیہم السلام اور ملائکہ مقربین اور مؤمنین کے واسطے علم کا کیا عجیب نکتہ بیان فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام مومنین کی تعریف علم سے کی ہے۔ جہالت کی نفی کے ساتھ نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ جو شخص حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی واسطے تعریف علمی کرے تو اُس نے آپ کے علم کا ثبوت دیتے ہوئے آپ کی تعریف بیان کی۔ اور جس شخص نے آپ سے جہالت کی نفی کی اور آپ کے علم کا انکار کیا۔ تو اُس نے آپ کی مذمت کی۔

جب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علم کا انکار کرنے میں یہ حال ہے۔ اور جن لوگوں نے محبوب خدا سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بے علم سمجھا کہ فلاں وقت فلاں امر کا علم نہ تھا۔ (معاذ اللہ) تو خبر نہیں کہ وہ کونسے قعر جہنم میں پڑیں گے۔

اب غور فرمایئے کہ یہی ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جن کی عبارتیں آفتاب کی طرح روشن ہیں۔ کہ وہ حضور اکرم رسول محترم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے تمام امور غیبیہ حالی و استقبالی و علوم جزئیہ و کلیہ و اسرار باطنہ قدر کات ظنیہ پر مطلع ہونا ثابت کر رہی ہیں۔ کیا یہی تو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ایسی پر اعتقاد والے کو کافر بتاتے ہیں؟

مجھے مخالفین کی حالت پر تعجب آتا ہے، کہ وہ کس قسم کے لوگ ہیں، جو اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ علامہ علی قاری رحمۃ اللہ الباری اپنے ہی اعتقاد پر کفر کا فتویٰ دے سکتے ہیں۔

دوسری بات جن عبارتوں سے ہم نے حضرت مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کل علم غیب نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر عقیدہ ہونا ثابت کیا ہے۔ اور یہی عقیدہ ہمارا اہل سنت بریلوی کا ہے۔ تو جب ہم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا علم غیب کل باعلام خداوندی ماننے پر وہابیہ دیوبندیہ کے نزدیک کافر و مشرک ٹھہرے۔

تو پھر ذرا ہمیں بھی سمجھایئے۔ کہ مُلّا علی قاری ایک عظیم شخصیت ایسے عقیدہ رکھنے پر تمہارے نزدیک کیا ٹھہرے۔ ؎

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حقیقت ! دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ !

اب رہا یہ کہ وہ عبارت جو مخالفین پیش کرتے ہیں جس پر حضرت علامہ علی قاری رحمہ اللہ نے تکفیر کی ہے، کہ جس پر دلیل نہیں یعنی کسی مخلوق کے بالذات و بے تعلیم الٰہی عالم ہونے کے اعتقاد پر تکفیر کا حکم نقل کیا۔ اور یہ بالکل صحیح اور ہمارا مذہب ہی ہے۔

لیکن منکرین کا جوش تعصب سمجھئے۔ کہ انہوں نے مثبتین علم نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر اس عبارت سے حکم تکفیر لگا دیا۔ حالانکہ ان کی بددیانتی کا کھلا ہوا مظاہرہ ہے۔ کہ وہ فقہ اکبر کی پوری عبارت نہیں پیش کرتے۔ جیسا کہ ان کی پرانی عادت ہے اور یہ مجبور ہیں۔ اسی طرح علامہ علی قاری رحمہ اللہ کی عبارت کا ما قبل چھوڑ کر اگلی عبارت پیش کرتے ہیں۔ اور انہوں نے بارہا اپنی کتابوں میں اس عبارت کا ما قبل چھوڑ کر لکھی ہے۔ اگر یہ عبارت پوری لکھیں یا پڑھیں تو مطلب واضح کر دیتی ہے۔ اب اصل عبارت ہم سے ملاحظہ فرمایئے۔

ثم اعلم ان الانبیاء لم یعلموا الغیبات من الاشیاء الا ما اعلمھم اللہ تعالیٰ وذکر الحنفیۃ تصریحًا بالتکفیر باعتقاد ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالیٰ قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ ہ

ناظرین با انصاف غور فرمائیں کہ اس عبارت کی ابتداء یہاں سے ہی شروع ہے۔ کہ انبیاء

علیہم السلام غیب نہیں جانتے۔ مگر اسی قسم کا جو تعلیم الٰہی سے نہ ہو۔ اور حنفیہ نے اس اعتقاد پر تکفیر کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم خود بخود یعنی بے واسطہ تعلیم الٰہی کے عالم الغیب ہیں۔

اس عبارت میں کونسی بات ہے جو ہمارے مخالف ہو۔ علامہ علی قاری رحمہ اللہ الباری کا فرمانا بالکل بجا ہے لیکن منکرین نعۃ اکبر کی مذکورہ عبارت کے پہلے الفاظ ثُمَّ اَعْلَمُ سے مَا اَعْلَمَهُمُ اللّٰهُ تعالیٰ تک سب ہضم کر جاتے ہیں۔ اور آگے وَذَكَرَ الْحَنِيْفِيَّةُ سے اِلَّا اللّٰه تک پیش کر دیتے ہیں یہ لوگ کہاں تک اپنی مکاری کو چھپائے رکھیں گے۔ آخر کار ان کی کذب بیانی اور عبارتوں میں اپنی طرف سے توڑ مروڑی اور تحریف ظاہر ہو ہی جاتی ہیں۔ جیسا کہ قرآنی آیات اور احادیث سے بھی انہوں نے سخت بے ایمانی کی ہے۔

تصویر کا دوسرا رُخ اب قابل غور بات یہ ہے۔ کہ مخالفین علامہ علی قاریؒ کی عبارت سے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے غیب جاننے کے اعتقاد پر کفر کا فتویٰ دیتے ہیں۔ اور ادھر یہ حضرات مخلوق کے لئے بعض مغیبات کے علم کے خود قائل ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو بعض مغیبات کا علم عطا فرمایا ہے۔ جیسا کہ ان کی کتابوں سے ظاہر ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ دیوبندیوں کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ..... اپنی کتاب شمائم امدادیہ صفحہ ۱۱۰ پر رقمطراز ہیں۔

کہ لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء و اولیاء کو نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اہلِ حق جس طرف نظر کرتے ہیں۔ دریافت و ادراک مغیبات کا ان کو ہوتا ہے۔

۲۔ دیوبندیوں کے مفتی مولوی رشید احمد گنگوہی لطائف رشیدیہ صفحہ ۷ میں رقمطراز ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کو ہر دم مشاہدہ امور غیبیہ اور تیقظ حضور حق تعالےٰ کا رہتا ہے۔ کما قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیراً ٥

۳۔ دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی تکمیل الیقین صفحہ ۱۳۵ میں رقمطراز ہیں۔

ان رسل و اولیاء میں سے جسے چاہے اُسے غیب یا آئندہ کی خبر

دے دے الخ پس ان کو جو کچھ معلوم ہوتا ہے۔ وہ خدا کے بتلانے سے معلوم ہوتا ہے۔

۴۔ وہابیوں کے پیشوا حکیم محمد صادق سیالکوٹی اپنی کتاب شان رب العالمین صـ۵۷ میں رقمطراز ہیں ہاں اللہ جتنا چاہے، علم غیب اپنے پیغمبر کو بتا دیتا ہے۔ اور اسی کتاب کے صـ۵۸ پر خدا اپنے رسولوں جس کو جتنا چاہے۔ غیب بتا دیتا ہے۔

اس کے علاوہ مخالفین کی ان کتابوں میں بھی بعض علم غیب انبیاء کو ہونا موجود ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ۔ تحذیر الناس۔ براہین قاطعہ۔ حفظ الایمان۔ المہند مصدقہ علماء دیوبند۔ وغیرہا اتنے حوالوں سے یہ پتہ تو چل ہی گیا۔ کہ یہ لوگ انبیاء علیہم السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بعض علم غیب عطا ہونے کے قائل ہیں۔

اب میں وہابیہ دیوبندیہ سے پوچھتا ہوں کہ ادھر تو تم علامہ علی قاری کی عبارت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب ماننے پر کفر کا فتویٰ دیتے ہو۔ اور اہل سنت بریلوی حضرات کو اس اعتقاد پر کافر بناتے ہو۔

اور ادھر تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بعض مغیبات کا علم عطا ہونا مانتے ہو۔ تو پھر ذرا انصاف سے بتایئے۔ کہ اس کفر میں تمہارا بھی کچھ حصہ ہے۔ یا کہ نہیں؟ کیونکہ تم مخلوق کے لئے بعض علم غیب ہونے کے قائل ہو۔ ؏

آج آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

اب بتایئے کہ علامہ علی قاری رح علم ذاتی اللہ کے سوا کسی کو ہونے پر تکفیر فرماتے ہیں۔ یا علم عطائی پر ؎ دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را ! چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

یاد رہے۔ کہ مخالفین کا عقیدہ ایسا باطل ہے۔ کہ انہوں نے اب تک متناقض باتیں ہی کہی ہیں۔ ایک طرف تو یہ کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ کسی کو غیب کا علم نہیں دیتا۔ اور دوسری یہ کہتے ہیں مگر ہاں جتنا چاہے یا بعض غیب کا علم عطا فرما دیتا ہے۔ اب خود اندازہ فرمالیں۔ کہ ان کا عقیدہ کیسا ہے میرے خیال میں یہ اسی آیت کے مصداق ہیں۔ مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝

علم غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

شبہ۔ مخالفین یہ بھی کہتے ہیں، کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات شریف میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا انکار کیا ہے۔

جواب۔ منکرین کی سب سے بڑی مکاری یہی ہے مگر وہ لوگوں کو اپنی مکاریوں کے ذریعہ گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور ہمارے ایک مایہ ناز شہنشاہ نقشبندیہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کی ذات کو بدنام کرنے کے لئے ان پر یہ الزام لگایا کہ وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو علم شریف ہونے کا عقیدہ نہ رکھتے تھے۔ استغفر اللہ۔

حالاں کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے تمام مکتوبات شریف میں کہیں بھی ایک لفظ ایسا نکال کر نہیں دکھا سکتے۔ جس میں علم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نفی ہو۔ بلکہ مکتوبات شریف میں تو اکثر علم غیب انبیاء اور بطفیل حضور صلے اللہ علیہ وسلم اولیاء کو امور غیبیہ کا علم ہونا ثابت ہے۔ انہیں کیا معلوم کہ یہ وہ بزرگ ہستی ہیں جن کا دامن سرکار سیدنا محمد الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور وہ خود فرماتے ہیں، کہ مجھے جو کچھ عنایت ہوا۔ محض خدا کے فضل سے در مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوا ہے۔ آیئے ذرا نمونہ کے لئے ایک حوالہ پیش کئے دوں۔

بعد از تحریر آں چناں معلوم شد کہ حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام با جمع کثیر از مشائخ امت خود حاضر اند و ہمیں رسالہ را در دست مبارک خود دارند و از کمال کرم بخشی آں را بوسہ میکنند و بہ مشائخ مے نمایند کہ ایں نوع معتقدات مے باید حاصل کردہ جماعہ کہ بایں علوم مستعد گشتہ بودند نورانی و ممتاز اند و عزیز تر الوجود و روبروے آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام و التحیۃ ایستادہ اند و النقبہ بطوطہا۔ در ہماں مجلس باشاعت ایں واقعہ حقیر را امر فرمودند ۵

(مکتوبات شریف جلد اول مکتوب ۲۱۶ صہ ۳۸)

ترجمہ۔ اس رسالہ کے لکھنے کے بعد ایسا معلوم ہُوا کہ حضرت رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی اُمت کے بہت سے مشائخ کے ساتھ حاضر ہیں۔ اور اسی رسالہ کو اپنے مبارک ہاتھ میں لئے ہُوئے۔ اور اپنے کمال کرم سے اُسے چومتے ہیں۔ اور مشائخ کو دکھاتے اور فرماتے ہیں۔ اس قسم کے اعتقاد حاصل کرنے چاہئیں۔ اور وہ لوگ جنہوں نے ان علوم سے سعادت حاصل کی ہے، وہ نورانی اور ممتاز اور عزیز الوجود ہیں۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو کھڑے ہیں۔ یہ قصہ بہت لمبا ہے۔ اور اسی مجلس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس خاکسار یعنی (شیخ احمد فاروقی مجدد الف ثانیؒ) کو اس واقعہ کے شائع کرنے کا حکم فرمایا۔ ؎

بر کریماں کارہا دشوار نیست : کریموں پر نہیں کوئی کام مشکل

مکتوبات شریف کی مذکورہ عبارت سے یہ معلوم ہُوا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کردہ کتاب کا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے اور حضرت کا یہ فرمانا کہ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی تصنیف میں جو کچھ ہے۔ اسی قسم کے اعتقاد رکھنے چاہئیں۔ اور پھر حضرت کا یہ فرمانا کہ اس کتاب کی اشاعت کرو۔ اور یہاں سے ہم اہل سنت کی صداقت اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کی عظمت کا بھی پتہ چلا کہ آپ کو کیا عظیم مرتبہ حاصل ہے۔

اولیاء اللہ کے دشمنوں کو کیا معلوم کہ اللہ کے ولیوں کو کیا کیا طاقتیں اور کتنے وسیع علوم حاصل ہیں۔ وہابیہ دیوبندیہ کے عقائد رکھنے والوں سے آج تک کوئی ولی یا بزرگ پیدا نہیں ہُوا جتنے ولی۔ قطب۔ غوث۔ ابدال ہیں، سب اہل سنت ہی میں ہوئے ہیں۔ اور ماننے والے بھی اہل سنت ہیں۔ اب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا علم غیب مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم میں ایک ارشاد ملاحظہ فرمائیے۔

تَنَامُ عَیْنِیْ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ کہ تحریر یافتہ بود اشارت بدوام آگاہی نیست بلکہ اخبار است از عدم غفلت از جریان احوال خویش و اُمت خویش لہٰذا نوم در حق آں علیہ الصلوٰۃ والسلام ناقص طہارت نگشت وچوں نبی در رنگ شبان است در محافظت اُمت خود غفلت شایان منصب نبوت او نباشد ہ

(مکتوبات شریف جلد اوّل مکتوب ۹۹)

ترجمہ۔ حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میری آنکھیں سوجاتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔ جو لکھی ہوئی تھی، اس میں دوام آگاہی کی طرف اشارہ نہیں ہے، بلکہ اس حدیث میں اس امر کی خبر دی گئی ہے کہ آپ اپنے اور امت کے حالات سے کسی وقت بھی غافل نہیں ہیں۔ اسی وجہ سے نیند آپ کے اور چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی نگہداشت اور محافظت میں "شبان" (بکریوں کے ریوڑ کے رکھوالے) کی مانند ہیں۔ اسی لئے ادنیٰ سی غفلت بھی آپ کے منصب نبوت کے شایان نہیں ہے۔

مکتوبات شریف کی عبارت سے صاف واضح ہوگیا کہ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کے احوال سے ایک آن بھی غافل نہیں۔

ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمایئے۔ حضرت قدوۃ السالکین مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات شریف جلد سوم مکتوب ۱۲۲ میں یہ حدیث نقل فرماتے ہیں۔

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ اٰدَمُ وَمَنْ دُوْنَہٗ تَحْتَ لِوَائِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَعُلِّمْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ ۝

(مکتوبات شریف جلد سوم مکتوب ۱۲۲)

ترجمہ:۔ میں اولادِ آدم کا سردار ہوں۔ اور کوئی فخر نہیں۔ اور آدم علیہ السلام اور ان کے سوا سب قیامت کے دن میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے مجھے تمام اولین و آخرین کا علم دیا گیا ہے۔

مکتوبات شریف حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا حدیث شریف سے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اولین و آخرین ہونا بیان فرمایا ہے۔ یہ ہے عقیدہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام اُمت کے احوال کو جانتے ہیں اور اولین و آخرین کے احوال کے عالم ہیں۔

اب میں مخالفین سے پوچھتا ہوں کہ بتایئے کہ حضرت مجدد الف ثانی پر کیا فتویٰ جھڑیں گے۔ تعجب ہے کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ اپنے کلام سے اثبات پیش کر رہے ہیں

اور یہ لوگ جھوٹ بول کر ان کی طرف ایسی غلط بات منسوب کرتے ہیں۔
اعوذ باللہ ان اکون من الجاہلین والکذبین ۵

مخالفین کی زبردست مکاری

شبہ۔ منکرین یہ بھی کہا کرتے ہیں۔ کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے مدارج النبوت میں لکھا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں ہے۔ لہذا شیخ المحدثین کی بات مانی جائے یا کہ بریلوی حضرات کی۔

جواب۔ وہابیہ دیوبندیہ خذلھم اللہ کو علم مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایسی دشمنی ہے۔ کہ یہ آپ کو دیوار کے پیچھے تک کا بھی علم ماننے کو تیار نہیں۔

اور لطف یہ کہ شیخ الشیوخ عاشق رسول شیخ المحدثین علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بدنام کرنے کے لئے ان کی کتاب مدارج النبوت کی عبارت سے سخت بے ایمانی کا مظاہرہ کیا ہے آج بھی اسی کتاب مدارج النبوت کی عبارت سے وہابی دیوبندی حضرات سخت مکاری کر رہے ہیں اور انہوں نے اپنی کتابوں میں بھی بڑی بددیانتی کے ساتھ اس عبارت کو نقل کیا ہے۔

چنانچہ مخالفین کے شیخ الحدیث مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے براہین قاطعہ ص۵۲ سطر۱۶ میں مدارج النبوت کا یہ حوالہ اس مکاری کے ساتھ درج کیا ہے۔

بلفظ۔ اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں۔ کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔

یہ ہیں دیوبندیوں کے شیخ الحدیث جنہوں نے مدارج النبوت کے یہ الفاظ درج کرنے میں سخت بددیانتی کی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے کوئی لاتقربو الصلٰوۃ کو ترک نماز کے ثبوت میں لکھ دے۔ اور انتم سکاریٰ کو چھوڑ دے۔ یہی حال خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی نے کیا ہے۔

اب میں ناظرین کے سامنے حضرت علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مدارج النبوت کی اصل عبارت پیش کئے دیتا ہوں۔

اینجا اشکال می آرند کہ در بعض روایات آمدہ است کہ گفت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

من بندہ ام۔ نمیدانم آنچہ در پس ایں دیوار است۔ جوابش آنست کہ ایں سخن اصل ندارد و روایت بداں صحیح نشدہ است ۵

(مدارج النبوت ص۹ سطر ۹ جلد اول مطبوعہ دہلی)

ترجمہ۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ بعض روایات میں ہے۔ کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ و سلم نے فرمایا۔ کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اس بات کی کوئی اصل نہیں۔ اور یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

یہ ہے اصل عبارت شیخ محقق علیہ الرحمتہ کی کہ یہ جو مشہور ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ شاہ عبدالحق رحمتہ اللہ علیہ ڈنکے کی چوٹ اسکا جواب فرماتے ہیں۔ کہ اس بات کی کوئی اصل نہیں۔ اور یہ روایت بالکل غلط ہے۔

اور ادھر مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے اپنی خباثت اور علم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی عداوت کی بناء پر اعتراض کے الفاظ درج کر دیئے۔

"من بندہ ام نمی دانم آنچہ درپس دیوار است اور اپنی خباثت کا مقصد لے لیا اور آگے جواب کی عبارت جو شیخ صاحب علیہ الرحمتہ نے تحریر فرمائی ہے۔

جوابش آنست کہ ایں سخن اصلے ندارد و روایت صحیح نشدہ است۔ ساری عبارت ہضم کر گئے یعنی سوال درج کر دیا۔ اور جواب جو شیخ نے دیا۔ وہ ہضم کر دیا۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ط

یہ ہے ان نجدیوں کی دھوکا بازی کا صریح مظاہرہ۔ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے کیا کیا چالبازیاں کی جا رہی ہیں۔ حضرت شیخ محقق علیہ الرحمتہ کی عبارت سے یہ نقطہ بھی حاصل ہوا کہ آپ کے زمانہ میں بھی ایک ایسا گمراہ فرقہ تھا۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے تک کا علم ماننے کے لئے تیار نہ تھا۔ یہی حال اس فرقہ کی معنوی اولاد کا ہے۔ وہ بھی اہل حق کی مخالفت کرتے تھے۔ اور یہ اسی کام کے درپے ہیں۔

کس قدر افسوس ہے کہ حضور آقائے دو عالم شہنشاہ اُمم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم گھٹا کر ابھی بے اصل حکایت سے سند لانا اور ملمع کاری کے لئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا نام لکھ کر جاتا جو صراحتہً فرما رہے ہیں۔ اس حکایت کی نہ جڑ اور نہ کوئی بنیاد۔ آپ اس کے سوا کیا کہئے کہ ایسوں کی داد نہ فریاد۔

اللہ۔ اللہ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب عظیمہ اور سارباب فضائل سے نکلوا کر اس تنگنا میں داخل کرائیں۔ تاکہ آیات قرآنی و صحیح احادیث بھی دور کرائیں۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تنقیص شان میں یہ فراخی دکھائیں کہ بے اصل بے سند منقولے سب سما جائیں۔

ع یہ دشمنی رسول نہیں تو اور کیا ہے

اور پھر ایک طرف یہ الزام کہ اہل سنت بریلوی حضرات علماء سلف کی عبارتوں میں اینچ پینچ کھیلتے ہیں۔ اور یہ بھی ہم پر صریح بہتان۔

اور اپنی حالت یہ کہ قرآنی آیات واحادیث شریفہ و علماء محدثین وشرفاء کاملین وسلف صالحین و علماء امت کے تمام اقوال صحیحہ سے سخت بددیانتی اور صاف انکاری۔ ؎

کس کس سے چھپاؤ گے تحریک ریاکاری محفوظ ہیں تحریریں مرقوم ہیں تقریریں

ایک اور بات بھی قابل غور ہے۔ کہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کا براہین قاطعہ میں یہ لکھنا کہ شیخ روایت کرتے ہیں۔ یہ بھی نجدیت کی جہالت فی العلم کا پورا پورا نقشہ ہے۔

یعنی دیوبندیوں کے محدث خدا جانے کیا کیا ہیں کہ حکایت اور روایت کا فرق بھی نہیں جانتے۔ حدیث کیا پڑھا سکتے ہوں گے۔ بس یہی جہالت کا درس اور سند جہالت۔

یہاں تک تو تھا مخالفین کے اس شبہ کا جواب۔ اب مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ حضرت علامہ شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمتہ کی اپنی کتاب مدارج النبوت سے علم مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے دلائل پیش کروں کہ آپ کا علم مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا عقیدہ تھا۔ ملاحظہ فرمائیے۔

علم غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کا عقیدہ

حضور سرور دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم شریف کے بارے میں حضرت شیخ المحدثین شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمتہ مدارج النبوت شریف میں فرماتے ہیں۔

ہر چہ در دنیاست از زمان آدم تا نفخہ اولیٰ بروئے صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

منکشف ساختند تا ہمہ احوال او را از اوّل تا آخر معلوم گردید و یاراں خود را نیز بعضے از اں احوال خبر دادہ (مدارج النبوت جلد اوّل ص۱۲۵ مطبوعہ دہلی)

ترجمہ:۔ یعنی حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے نفخہ اولیٰ تک جو کچھ دنیا میں ہے۔ سب ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف فرما دیا تھا۔ یہاں تک کہ تمام احوال اول سے آخر تک کا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا۔ اور آپ نے اپنے اصحاب میں سے بعض کی خبر دی۔

شیخ محقق علیہ الرحمۃ کے کلام سے واضح ہو گیا۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اول سے تا آخر تمام احوال کو جانتے ہیں۔

لیجئے یہ ہے عقیدہ شاہ عبدالحق صاحب علیہ الرحمۃ کا اب لگایئے فتویٰ۔

ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمایئے۔

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۔

ایں کلمات اعجاز سمات ہم مشتمل بر ثنائے الہیت تعالیٰ و تقدس کہ در کتاب مجید خطبہ کبریائی خود خواندہ و ہم متضمن نعت حضرت رسالت پناہی است کہ وے سبحانہ اور ابداں تسمیہ و توصیف فرمودہ۔ الخ ..... و وے صلی اللہ علیہ و سلم دانا است بہمہ چیز از شیونات و احکام الہی و احکام و صفات حق و اسماء و افعال و آثار و بجمیع علوم ظاہر و باطن و اول و آخر احاطہ نمودہ و مصداق فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ شدہ علیہ من الصلوٰۃ افضلہا و من التحیات والتمہا واکملہا۔

حاشیہ: اللہ و مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم اول آخر ظاہر باطن ہیں

ترجمہ۔ وہ ہی اول اور وہ ہی آخر اور وہی ظاہر اور وہ ہی باطن اور وہ ہی ہر چیز کو جانتا ہے۔ یہ کلمات اعجاز اور اسماء شریفہ خدا تعالیٰ کی پاکی اور ثناء کے ہیں۔ کہ خود کتاب مجید میں اپنی کبریائی کا خطبہ ہے اور یہ نعت بھی ہے مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی اور خود اللہ تعالیٰ نے جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان توصیف میں یہ کلمات فرمائے ہیں۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم تمام چیزوں کے جاننے والے ہیں۔ اور آپ نے خدا تعالیٰ

کی شان میں اور اس کے احکام حق تعالےٰ کے صفات وافعال اور سارے ظاہری ، باطنی ، اوّل وآخر کے علوم کا احاطہ فرمالیا ہے ۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے کلام سے کتنا صاف ظاہر ہے کہ وہ لکھتے ہیں ۔ یہ اسماء اللہ تعالےٰ کی حمد اور مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت ہے ۔ اور یہ کلمات خود اللہ تعالےٰ نے آپ کی شان میں فرمائے ہیں ۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اوّل بھی آخر بھی ظاہر بھی باطن بھی ہیں ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام چیزوں کو جاننے والے ہیں ۔ آپ نے تمام ظاہر و باطنی و اوّل وآخر کے علوم کا احاطہ فرمالیا ہے ۔

اب میں مخالفین سے پوچھتا ہوں کہ یہی عقیدہ اہل سنت بریلوی رکھتے ہیں ۔ اور تمہارے نزدیک یہ مشرک وکافر ٹھہرے ۔

تو فرمایئے اسی عقیدہ رکھنے پر شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ پر کیا کیا فتوے جڑیں گے کیونکہ وہ صاف فرمارہے ہیں ۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہی اوّل وآخر و ظاہر و باطن اور ہر چیز اوّل تا آخر کے عالم ہیں ۔

اب جس محبوب کی تعریف وشان خود حق تعالےٰ نے ان الفاظوں سے فرمائی ہے ۔ تو کیا ایسے محبوب سے کائنات کا ذرّہ ذرّہ بھی مخفی رہ سکتا ہے ۔ ہرگز نہیں ۔

چنانچہ علامہ محمد بن احمد بن محمد بن محمد بن ابی بکر بن مرزوق تلمسانی شرح شفا شریف میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے راوی ہیں ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ۔ کہ جبرائیل علیہ السلام نے حاضر ہوکر مجھے یوں سلام کیا ۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَوَّلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اٰخِرُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ظَاهِرُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بَاطِنُ ٥

میں نے فرمایا ۔ اے جبرائیل یہ صفات تو اللہ تعالےٰ کی ہیں ، اسی کو لائق ہیں ۔ مجھ سے مخلوق کی کیونکر ہو سکتی ہیں ۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی مجھے اللہ تعالےٰ نے حکم فرمایا ہے ۔ کہ میں یوں ہی آپ کے حضور سلام عرض کروں ۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان صفات سے فضیلت دی ۔ اور تمام انبیاء ومرسلین پر ان سے خصوصیت بخشی ۔ اپنے نام و وصف سے آپ کے نام و وصف فرمائے ۔

وَسَمَّاكَ بِالْاَوَّلِ لِاَنَّكَ اَوَّلُ الْاَنْبِیَاءِ خَلْقًا وَسَمَّاكَ بِالْاٰخِرِ لِاَنَّكَ اٰخِرُ الْاَنْبِیَآءِ فِی الْعَصْرِ اِلٰی اٰخِرِ الْاُمَمِ ۝

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا اول نام رکھا کہ آپ سب انبیاء علیہم السّلام سے آفرینش میں مقدم ہیں۔ اور آپ کا آخر نام رکھا کہ آپ سب پیغمبروں سے زمانہ میں مؤخر و خاتم الانبیاء و نبی اُمت آخرین ہیں۔ باطن نام رکھا کہ اُس نے اپنے نام پاک کے ساتھ آپ کا نام نامی اسم گرامی سنہری نور سے ساق عرش پر آفرینش آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام دو ہزار برس پہلے ابد تک لکھا۔ پھر مجھے آپ پر درود بھیجنے کا حکم ہوا۔ میں نے آپ پر ہزار سال درود بھیجے اور ہزار سال درود بھیجے۔ یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو مبعوث فرمایا۔ خوشخبری دیتا۔ اور ڈر سناتا۔ اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور جگمگاتا سورج آپ کو ظاہر نام عطا فرمایا۔ کہ اس نے آپ کو تمام دینوں پر ظہور و غلبہ دیا۔ اور آپ کی شریعت و فضیلت کو تمام اہل سمٰوات و ارض پر ظاہر و آشکار کیا۔ کوئی ایسا نہ رہا۔ اور کوئی ایسا نہ رہا جس نے آپ پر درود نہ بھیجے ہوں۔ اللہ تعالےٰ نے آپ پر درود بھیجے۔

فربك محمود وانت محمد و ربك الاول والظاهر و الباطن وانت الاول والاخر والظاهر والباطن ۝

یا رسول اللہ پس آپ کا رب محمود ہے۔ اور آپ محمد۔ آپ کا رب اوّل و آخر و ظاہر و باطن ہے۔ اور آپ اوّل و ظاہر و باطن ہیں۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ وعلی الہ واصحابہ بارک وسلم نے فرمایا۔

الحمد لله الذی فضلنی علی جمیع النبیین حتی فی اسمی وصفتی ۝

سب خوبیاں اللہ تعالےٰ کو ہیں۔ جس نے مجھے تمام انبیاء پر فضیلت دی۔ یہاں تک کہ میرے نام و صفت میں انتہٰی ؎

وہی ہے اوّل، وہی ہے آخر وہی ہے باطن، وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اُسی سے اس کی طرف گئے!

اور حوالہ ملاحظہ فرمائیے حضرت علامہ شاہ عبد الحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ مدارج النبوت میں دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔

ہر کہ مطالعہ کند احوال شریف او را از ابتدا تا انتہا و بہ بیند کہ چہ تعلیم کردہ است او را پروردگار و تا چہ منہ کردہ است بروی از علوم و اسرار ما کان و ما یکون بہ ضرورت حاصل شود او را علم بہ نبوت او بی شوب و شکوک و ظنون قولہ تعالیٰ علمک ما لم تکن تعلم وکان فضل اللّٰہ علیک عظیماً صلی اللّٰہ علیہ والہٖ وسلم وعلی الہٖ حسب و صلہ وکمالہٖ ۝ (مدارج النبوت جلد اوّل صہ۲ سطر ۱۹ مطبوعہ دہلی)

ترجمہ۔ الحاصل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو تمام احوال ابتدا و انتہا کی تعلیم فرمائی۔ اور آپ کو علوم اسرار ما کان و ما یکون جو ہو چکا ہے۔ اور جو ہونے والا ہے، سب پر مطلع فرما دیا۔ جیسا کہ قول تعالےٰ ہے کہ علمک ما لم تکن تعلم

غور فرمایئے کہ علامہ شاہ عبد الحق محدث دہلوی الرحمۃ کا بھی یہ عقیدہ کہ حضور آقاء دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء تا انتہا علوم ما کان و ما یکون حاصل ہیں۔

منکرو۔ ظالمو۔ اللہ اور رسول کے دشمنو۔ کہاں تک علم مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا انکار کروگے اور کس کس کو مشرک و کافر ٹھہراؤگے۔

بہر کیف مذکورہ تمام دلائل سے ثابت ہوگیا ہے کہ صاحب مدارج النبوت علیہ الرحمۃ کا علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا عقیدہ تھا۔ ابھی بےشمار حوالے موجود ہیں۔ لیکن خوف طوالت سے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ مخالفین کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ دیوار کے پیچھے تک کا علم نہیں ہے۔ اسکا جواب بھی حدیث شریف سے دیئے دیتا ہوں۔ ملاحظہ فرمایئے۔

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا آگے اور پیچھے یکساں دیکھنا!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف باب خشوع الصلوٰۃ میں یہ حدیث مروی ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ھَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِیْ ھٰھُنَا وَاللّٰہِ مَا یَخْفٰی عَلَیَّ رُکُوْعُکُمْ وَلَا خُشُوْعُکُمْ وَاِنِّیْ لَاَرَاکُمْ

وَرَاءِ ظُهُرِيْ ه (بخاری شریف صہ ۹۵ باب خشوع الصلوٰۃ مطبوعہ مصر)

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تحقیق فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تم نہیں دیکھتے جو میں اپنے آگے وہ جو میں دیکھتا ہوں۔ خدا کی قسم تمہارے رکوع وخشوع مجھ پر مخفی نہیں۔ اور میں اپنے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

دوسری حدیث شریف انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف میں اسطرح ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقِيْمُوا الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ فَوَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَرَاكُمْ مِنْ بَعْدِیْ وَرُبَّمَا قَالَ مِنْ بَعْدِ ظُهْرِیْ اِذَا رَكَعْتُمْ وَسَجَدْتُّمْ ه (بخاری شریف)

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صحیح کرو اپنے رکوعوں کو اور سجدوں کو۔ خدا کی قسم میں اپنے پیچھے بھی دیکھتا ہوں جب تم رکوع اور سجدہ کرتے ہو۔

تیسری حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ابوداؤد میں درج ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اسْتَوُوْا اسْتَوُوْا فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ اِنِّیْ لَاَرَاكُمْ مِنْ خَلْفِیْ كَمَا اَرَاكُمْ بَيْنَ يَدَیَّ ه (ابو داؤد شریف)

ترجمہ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ برابر کرو برابر کرو صفوں کو (یعنی جب نماز کو کھڑے ہوتے) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میں تم کو پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں جس طرح سامنے سے دیکھتا ہوں۔

چوتھی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف میں یوں مروی ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقِيْمُوْا رُكُوْعَكُمْ وَسُجُوْدَكُمْ فَاِنِّیْ اَرَاكُمْ مِنْ خَلْفِیْ كَمَا اَرَاكُمْ مِنْ اَمَامِیْ ه (بخاری شریف)

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے روایت کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

کہ نماز میں رکوع و سجود ٹھیک کیا کرو۔ کیونکہ میں تمہیں پیچھے سے اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح آگے ہے۔

مذکورہ چار احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہوگیا۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جس طرح آگے کی طرف دیکھتے ہیں۔ اسی طرح پیچھے بھی یکساں ہی دیکھتے ہیں۔ اور پھر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نمازیوں کے خشوع و خضوع اور رکوع و سجود کو بھی جانتے ہیں۔

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا خدا کی قسم اٹھا کر یہ فرمانا کہ میں جسطرح آگے دیکھتا ہوں۔ اسی طرح پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ کہ تمہارے خشوع و خضوع رکوع سجود مجھ سے مخفی نہیں ہیں۔

تو بتائیے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ معاذ اللہ آپ کو تو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ ان لوگوں کا کیا حشر ہوگا۔ کہ نبی اللہ کی قسم پر بھی یقین نہ کیا۔

نہایت دکھ کی بات ہے کہ قرآنی آیات واحادیث کثیرہ کے باوجود ان سب کو پس پشت ڈال کر دیدہ دانستہ یہودیوں کی طرح علم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا انکار کر دینا۔ یہ کہاں کی مسلمانی ہے۔

ع خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے ! خصوصاً نجدیت کی وبا سے !

عبارت قاضیخان اور بحث فقہا کرام علیہم الرحمۃ

شبہ منکرین کا کہنا ہے کہ قاضیخاں فقہ کی کتاب میں ہے۔ رجل تزوج امرأۃ بغیر شھود فقال الرجل والمرأۃ خدائے را و پیغمبر را گواہ کردیم **قالوا** یکون کفرا لانہ اعتقد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب وھو ما کان یعلم الغیب حین کان فی الاحیاء فکیف بعد الموت ایک مرد نے ایک عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا۔ پس مرد اور عورت نے کہا۔ کہ خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہم نے گواہ کیا قالوا کہتے ہیں۔ کہ یہ کفر ہوگا اس لئے کہ اس نے یہ اعتقاد کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب کو جانتے ہیں۔ اور حال یہ کہ وہ زندگی میں بھی غیب کو نہیں جانتے تھے پس بعد وفات کے کیونکر جان سکتے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب نہ جانتے تھے۔ اور یہ بحر الرائق میں بھی موجود ہے۔

جواب۔ مخالفین کا منشاء یہ ہے۔ کہ معتقد علم غیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکفیر فقہ سے ثابت کریں۔ مگر ابھی ان کو یہ خبر نہیں۔ کہ انہوں نے یہ کفر اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ کہ قاضیخان کی عبارت سے اگر کفر ثابت ہوتا ہے۔ تو معتقد علم غیب نبی بھی (معاذ اللہ) کافر اور تمام مخالفین یعنی نجدی بھی۔ کیونکہ وُہ قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو بعض غیوب کا علم عطا فرمایا ہے۔

پس بموجب عبارت قاضیخان کے ان کے کفر میں ان کی فہم کے بموجب شُبہ نہیں۔ تو یہ پیچھے گزر چکا ہے کہ مخالفین بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض علم غیب ہونے کے اقراری ہیں۔ جیسا کہ شمائم امدادیہ۔ اعلاء کلمۃ الحق فیصلہ علم غیب۔ فتاویٰ رشیدیہ و دیگر کتب دیوبندیہ وہابیہ سے ثابت کیا جا چکا ہے الحاصل مخالفین بھی بعض غیوب کا اقرار کر رہے ہیں۔ تو اگر معاذ اللہ قاضی خان کی عبارت سے ہم اہل سُنّت بریلوی پر الزام آئیگا۔ تو خود ہی غور سے خیال کیجئے کہ دیوبندی و وہابی بھی اس میں شامل ہیں

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را   چنداں اماں نہ داد کہ شب را سحر کند

تو اگر وُہ کافر نہ ٹھہرے۔ تو کیا اہل سُنّت بریلوی ہم ہی کی خطا ہے۔

اب۔ عبارت قاضی خان پر غور فرمایئے کہ اس میں لفظ قالوا موجود ہے۔ جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

اور قاضی خان و فقہا کی عادت ہے کہ وُہ لفظ قالُوا اس مسئلہ پر لاتے ہیں۔ جو خود ان کے نزدیک غیر مستحسن ہو۔ اور ائمہ سے مروی نہ ہو۔

چنانچہ اس کی وضاحت فقہ کی معتبر کتاب شامی جلد پنجم ص ۴۸۵ میں ہے۔

لفظۃ قالوا تذکر فیما فیہ خلاف کما صرحوا بہ

ترجمہ۔ لفظ قالوا وہاں پر بولا جاتا ہے۔ جہاں اختلاف ہو۔

اور غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بحث قنوت میں قاضیخاں کی عبارت کے بارہ میں موجود ہے۔

وکلام قاضیخان یشیر الی عدم اختیارہ لہ حیث قال
واذا صلے علی النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فی القنوت قالوا
لا یصلی علیہ فی القعدۃ الاخیرۃ ففی قولہ اشارۃ الی عدم
استحسانہ لہ والی انہ غیر مروی عن الائمۃ کما قلنا فان

ذالك من المتعارف فی عباراتھم لمن استقراھا واللہ تعالیٰ اعلم ۵ (غنیۃ المستملی شرح فیتہ المصلیٰ)

الحاصل یہ ہے کہ قاضی خاں کا کلام اُن کی ناپسندیدگی کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ انہوں نے کہا ہے قالوا۔ اُن کے قالوا کہنے میں اسطرف اشارہ ہے کہ یہ قول ناپسند ہے، اور یہ اماموں سے مروی نہیں۔ جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔ کیونکہ یہ فقہا کی عبارات میں شائع ہے۔ اس کو معلوم ہے جو اُن کی تلاش کرے۔

اب معلوم ہوگیا کہ قاضیخاں کی عبارت خود قاضی خاں کے نزدیک غیر مستحسن اور غیر مروی اور ضعیف و مرجوع ہے۔ حتیٰ کہ اس کے ساتھ حکم کرنا سخت ممنوع اور جہل ہے۔

اور دُرالمختار میں ہے۔ ان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق بالاجماع اور دُرالمختار میں بھی یہی قاضی خان والی عبارت یوں موجود ہے۔ تزوج بشھادۃ اللہ و رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یجز بل قیل یکفر وکیا۔ یہاں پر بھی قیل ضعف کی دلیل ہے۔

اور شامی میں بھی اس بات کا جواب یوں موجود ہے۔

قیل یکفر لانہ اعتقد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب قال فی التاتارخانیۃ وفی الحجۃ ذکر فی الملتقط انہ لا یکفر

ترجمہ: بعضوں نے کہا ہے کہ جو شخص اعتقاد رکھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں۔ وہ کافر ہو جائیگا۔ کتاب الحجۃ ملتقط اور فتاوی تاتارخانیہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ وہ کافر نہیں ہو سکتا۔

اب معلوم ہو گیا۔ کہ لفظ قالوا فقہا کے نزدیک بتمریضہ اور تضعیف کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ نیز اس کے علاوہ — فتاوی حامدیہ جلد ۲ صـ ۳۶۲ اور عمدۃ الرعایۃ صـ ۱۵ اور مولانا عبدالحی فی تراجم الحنفیۃ صـ ۱۰۱ وفتح القدیر کتاب الصوم جلد ۲ صـ ۱۹۷ وشامی جلد ۲ صـ ۳۶۳ وغنیۃ المستملی شرح فیتہ المصلی بحث قنوت صـ ۱۷۱ سب میں قاضیخان کے لفظ قالوا کہنے کا خاص مسلک بیان کیا ہے

کہ لفظ قَالُوْا اِشَارَۃٌ اِلَی الضُّعْفِ اَیْضًا رسم المفتی کے اس قاعدہ کو بھی بغور زیر نظر رکھنا
چاہئے کہ ان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق بلاجماع
اور معدن الحقائق شرح کنز الدقائق اور خزانۃ الروایات میں ہے۔

وفی المضمرات والصحیح انہ لایکفر لان الانبیاء
علیھم الصلوٰۃ والسلام یعلمون الغیب ویعرض علیھم
الاشیاء فلا یکون کفرًا۔

ترجمہ۔ یعنی مضمرات میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ کافر نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام غیب کے عالم ہیں اور ان پر اشیاء پیش ہیں۔ پس کفر نہ ہوگا۔

تنویر اور شامی نے بیان کیا ہے کہ اگرچہ روایات صحیحہ ۹۹ کفر پر دال ہوں اور ایک روایت ضعیفہ اگرچہ غیر مذہب کی بھی ہو اسلام پر دال ہو تو مسلمانوں کو کافر نہیں کہنا چاہئے لہٰذا جو شخص ایک ضعیف روایت کی بناء پر اولیاء اللہ کو خصوصًا عوام مسلمانوں کو عمومًا کفر کا فتویٰ لگادے پاگل اور واہیات نہیں تو کیا ہے۔ فانظر بعین البصیرۃ لابعین البصیر ٥

تصویر کا دوسرا رخ۔ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے۔ کہ جس طرح وہابیوں دیوبندیوں نے آیات قرآنی واحادیث صحیحہ وصلحاء سلف وائمہ وعلماء امت کی عبارات کو نہایت عیاری، دغابازی اور بددیانتی سے مسخ کرکے اپنی کتابوں میں تحریر کی ہیں۔ جو کلمہ اپنے مطلب کے خلاف تھا اُسے چھوڑ دیا اسی طرح انہوں نے فقہا کرام کی عبارات کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا ہے۔ نمونہ کے طور پر ملاحظہ فرمایئے۔

علامہ شامی جلد ۳ صـ ۳۶۳ کی صرف یہ عبارت حاصلہ ان دعوی علم غیب معارضۃ نص القرآن فیکفر بھا لکھ دیتے ہیں۔ اور حالانکہ جو اصل عبارت آگے ہے۔ وہ ترک کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اب اصل عبارت ملاحظہ فرمایئے۔

فیکفر بھا الا اذا اسند ذالک صریحًا او دلالۃً الی سبب من اللہ
تعالٰی کوحی اوالھام وکذا لو اسندہ الی امارۃ عادیۃ بجعل اللہ
تعالٰی والحال الکلام ونقل عن مختارات النوازل بصاحب الھدایۃ
ولولم یعتقد بقضاء اللہ تعالٰی وادعی الغیب لنفسہ یکفر ٥

علامہ شامی جزء الثالث ص۳۶۳

ترجمہ۔ حاصل یہ ہے، کہ اگر کوئی غیب جاننے کا دعویٰ رکھتا ہے اور یہ اعتقاد نہیں رکھتا، کہ ایسا اللہ تعالےٰ کے حکم سے ہوگا، ہاں اگر اُسے کسی سبب الٰہی کی طرف سے صراحۃً یا دلالۃً نسبت کرتا ہے، کہ مجھے وحی یا الہام یا علامات عادیہ کیوجہ سے ایسا معلوم ہوا ہے، کوئی کفر نہیں۔

علامہ شامی کی عبارت سے صاف واضح ہے کہ جو ذاتی علم غیب کا دعویٰ کرے وُہ کافر ہے۔ اور جو اللہ تعالےٰ کی تعلیم سے علم غیب حاصل ہونے کا قائل ہو نا کفر نہیں۔ کتنی بڑی بے ایمانی اور کفر پسندی ہے کہ فقہ کی عبارات بھی مسخ کر کے پیش کرتے ہیں۔ ؎

زاہد تنگ نظر نے مجھے کافر جانا اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلمان ہوں میں

دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمایئے۔ شیخ محمود بن اسماعیلؒ صاحب الفصولین جلد ۲ ص۲۲۰ پر فرماتے ہیں۔

بِاَنَّ الْمَنْفِیَّ هُوَ الْعِلْمُ بِالْاِسْتِقْلَالِ لَا الْعِلْمُ بِاَعْلَامٍ ٥

ترجمہ۔ (فقہاء نے جو کہا ہے کہ آپ کے علم غیب کا معتقد کافر ہے تو اس کا جواب یہ ہے) کہ یہ علم بالاستقلال کی نفی ہے۔ علم بالاعلام کی نفی نہیں ہے۔

تیسرا حوالہ ملاحظہ فرمایئے، صاحب درمختار فرماتے ہیں۔

وَفِیْهَا کل انسان غیر الانبیاء لا یعلم ما اراد اللہ تعالیٰ له وبه لان ارادته تعالیٰ غیب الا الفقهاء فانهم علموا ارادته تعالیٰ بهم الحدیث الصادق المصدوق یرد اللہ به خیر الفقه فی الدین (درمختار)

حاصل یہ ہے کہ اور اشباہ میں ہے کہ ہر آدمی سوائے انبیاء علیہم السّلام کے جانتا نہیں ہے، کہ اللہ تعالےٰ کا کیا ارادہ ہے اسکے ساتھ دارین میں۔ اس واسطے کہ حق تعالیٰ کا ارادہ غیب ہے۔ مگر فقیہ اس کو جانتے ہیں۔ اس واسطے کہ وہ جان گئے ہیں حق تعالےٰ کے ارادہ کو جو اُن کے ساتھ ہے۔ رسول صادق و مصدوق کی اس حدیث کی دلیل سے کہ جس کے ساتھ اللہ تعالےٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے۔ اس کو دین میں فقیہ

کرتا ہے۔ یعنی امر دین میں فہم سلیم عطا کرتا ہے۔

اب خوب معلوم ہوگیا ہے۔ کہ فقہا ڈنکے کی چوٹ سے لکھ رہے ہیں۔ کہ فقہ میں بھی جہاں انکار ہے یہی معنی ہیں۔ کہ بے تعلیم الٰہی کے کسی کو عالم غیب بتانا کفر ہے۔ اور تعلیم الٰہی سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہے۔

چوتھا حوالہ ملاحظہ فرمایئے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ تنویر الحوالک فی رویتہ النبی والملک میں قاضی خان اور بحر الرائق کی عبارت کا جواب ان الفاظوں میں فرماتے ہیں۔

وماذکر قاضی خان من کفر من قال لامرءتہ تزوجہا بشہادۃ الرسول والملائکۃ وعللا بان الرسول لایعلم الغیب حیاً فکیف یعدمہ میتاً قلنا واللہ قادر ان یحضرہ وھو یکلم کل من سلم علیہ وسائر امتہ وانما اتی الکفر من انکارہ الشہود فی النکاح وھو ثابت بالحدیث المتواتر فانکارہ کفر والنکاح بلا ولی وشہود خاص نبینا صلے اللہ علیہ وسلم کما فی الخصائص ہ

(تنویر الملک فی رویتہ النبی والملک صہ ۳۵)

ترجمہ۔ اور جو قاضی خان نے ذکر کیا ہے۔ کہ وہ شخص کافر ہے۔ جس نے اپنی عورت کے نکاح کے وقت رسول اور فرشتے کی گواہی کے ساتھ نکاح کیا۔ اور اس سے بڑی بات کہی۔ اس نے کہ رسول زندہ غیب کو نہیں جانتا مردہ کیسے جان سکتا ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ اللہ قادر ہے۔ اس بات پر کہ آپ کو حاضر کردے اور شخص آپ پر سلام بھیجتا ہے۔ اور تمام امت کے ساتھ آپ کلام کرتے ہیں۔ اور جو اس نے کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ وہ نکاح میں گواہوں کے انکار سے ہے۔ جن کا ثبوت حدیث متواتر سے ہے۔ تو اس کا انکار کفر ہے۔ اور نکاح بلا ولی کے اور بلا گواہوں کے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے۔ جیسا کہ خصائص کبریٰ میں موجود ہے۔

اس حوالہ اور فقہا کرام کی عبارات سے معلوم ہوا۔ کہ وہ بھی باعلام خداوندی علم غیب کے قائل ہیں۔ لہذا اگر

فقہ کوئی ایسی عبارت ہے۔ تو وہاں نفی ذاتی کی ہے۔ کہ خود بخود کوئی غیب نہیں جانتا۔ لیکن اللہ تعالے کی عطا سے علم غیب ثابت ہے۔

بحمدہٖ تعالیٰ مخالفین کے اس شبہ کا بھی ازالہ ہو گیا ہے۔

چیلنج۔ ظاہراً حنفی اور در پردہ وہابیوں کو اعلان ہے۔ کہ کسی معتبر کتاب فقہ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معتقد عطائی علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کفر کا فتویٰ دکھا دیں۔

فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ

کفار کا ذوالقرنین اور روح اور اصحاب کہف کے متعلق سوال اور اس جواب میں

حکمت خدا اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ۔ منکرین کا کہنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار نے چند سوالات کئے۔ روح اور ذوالقرنین اور اصحاب کہف کے متعلق تو آپ نے فرمایا میں کل جواب دوں گا۔ ایسے ہی آپ کل پر ڈالتے رہے۔ وحی بند رہی آخر کئی روز بعد یہ وحی آئی کہ آپ انشاء اللہ کہہ دیا کریں۔ لہٰذا اگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو علم ہوتا تو آپ پہلے ہی انشاء اللہ کہہ دیتے۔

جواب۔ ناظرین! آپ کو یہ تو معلوم ہو ہی چکا ہو گا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے سوالات کرنے والے کافر لوگ ہی تھے۔ کیونکہ وہ علم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر تھے۔ اس لئے وہ ہر وقت اسی تلاش میں رہتے تھے۔ کوئی نہ کوئی ایسا سوال کرتے رہیں جس سے مقام نبوت کے علم کی نفی ہو۔ لیکن یہ سب کوششیں بے سود ہیں۔ بھلا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ کہ میں کل جواب دوں گا۔ تو اس میں علم کی نفی کب ثابت ہوتی ہے۔ یہ محض گمان ہے۔

اب دریافت طلب امر تو یہ ہے۔ کہ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو جواب اللہ تعالیٰ کے اشارے

سے فرمانا ہوتا تھا۔ اس پر انشاء اللہ استعمال فرماتے تھے؟ یا امور امتحانیہ یا امور شرعیہ پر کبھی آپ نے انشاء اللہ فرمایا ہو؟ نہیں باقی امور میں تو آپ کا ہاں کرنا سوائے اشائے الٰہیہ کے ہو سکتا ہی نہیں تھا۔

اللہ تعالٰے کی معیت خاصہ اپنے انبیاء اکرام علیہم السلام کے ساتھ ہوتی ہے۔ ایسے ہی تمام انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر معیت الٰہیہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے کیا باقی انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالٰے اپنے مخالفین پر بوقت مقابلہ اپنی معیت کا اظہار کرتے ہوئے غالب کریں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بوقت مقابلہ کفار معاذ اللہ عاجز کریں۔ جن کی نبوت اور غلبہ قیامت تک رہنا ہے۔ یہ قانون خداوندی کے خلاف ہے۔ جو بات مخالفین سمجھیں کہ اگر غیب ہوتا تو پہلے ہی انشاء اللہ فرما دیتے۔

آنکھیں کھول کر غور کیجئے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو کفار نابکار سے فرمایا کہ اخبرکم غدًا! میں تمہیں کل خبر دوں گا۔ کیا یہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنی خواہش سے کلام کرنا تھا۔ یا کہ رضائے الٰہی پر اگر یہ تسلیم کرو۔ کہ آپ کا اخبرکم غدًا فرمانا اللہ تعالٰے کی رضا پر تھا تو پھر شبہ کی گنجائش نہیں۔ اور اگر یہ کہو کہ آپ نے (معاذ اللہ) اخبرکم غدًا اپنی مرضی اور بغیر رضائے الٰہی کے فرمایا تھا۔ تو خود ہی بتائیے کہ مقام نبوت کہ منکر ٹھہرے یا کہ نہیں۔ کیونکہ نبی اللہ کا تو ہر قول و فعل منشاء الٰہی پر ہی ہوتا ہے۔ اس لئے پھر تم خود ہی سوچو کہ ایسا شبہ کرنے والے کون لوگ تھے۔ جنہوں نے یہاں تک کہہ دیا تھا۔ کہ معاذ اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا۔ تو اللہ تعالٰے کو اس کا جواب بھی خود ہی دینا پڑا کہ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔ اے محبوب آپ کو آپ کے رب نے نہیں چھوڑا۔ آپ کی تو ہر گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر ہے۔ آپ کو اتنا عطا فرمائیں گے۔ کہ قریب ہے راضی کر کے چھوڑیں گے۔

اللہ اکبر یہ جواب خداوندی نے کفار کو خاک میں ملا کر رکھ دیا۔ اور ان کی تمام شورشوں کو پامال کر دیا۔ اس لئے کہ کفار کو یہ بتانا مقصود تھا۔ کہ تم جو میرے نبی پر یہ اعتراض کرتے ہو اور کہتے ہو۔ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ کہ یہ تو نبی اپنی طرف سے آیتیں بناتا ہے۔ اور ہمیں کہتا ہے۔ کہ یہ ارشاد الٰہی ہے۔ اس کو کفار اچھی طرح سمجھ لیں کہ میرے محبوب کا تمہارے سوالات کا جواب نہ دینے اور میرے اتنے روز وحی نازل نہ فرمانے میں یہی وجہ تھی۔ کہ تمہیں یہ معلوم ہو جائے۔ کہ میرے نبی کی نبوت اپنی ذاتی اختراع نہیں ہے اور یہ غیبی خبر بھی آپ کی اختراعی نہیں ہے۔ بلکہ نبوت بھی عطائے الٰہی سے ہے اور

غیبی خبر بھی عطائے الٰہی سے متعلق ہے۔
اس لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان اشیاء مسئولہ کا علم تو ضرور تھا۔ لیکن یاد رکھئے۔
وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (پ ۲۷ ع ۶ سورۂ نجم)
ترجمہ۔ یہ نبی کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں فرماتے۔ مگر وہی جو ان کو وحی کیجاتی ہے۔
تو معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم وما ینطق عن الھوٰی کے عامل تھے بغیر اشارہ الٰہیہ اپنے علم کو نطق سے ظاہر نہ فرما سکتے تھے۔ کفار کے سامنے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے اسی عمل کا یقین دلانا مقصود تھا۔ نہ کہ کفار کے سامنے عاجز کرنا مقصود تھا۔ جیسا کہ منکرین نے سمجھ رکھا ہے۔
باقی ہر مقام پر جب کوئی سوال کرے تو آپ کو اشارہ الٰہیہ فوراً اظہار کی اجازت بخشتے۔ لیکن اس موقعہ پر اظہار کی اجازت نہیں۔ تو اس کا مطلب یہی ہے۔ کہ بات کو ذرا مہلت دے کر جواب کی اجازت دینے کی ضرورت تھی۔ تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ظہور اللہ تعالٰے کی طرف سے کفار کے سامنے مضبوط ہو جائے۔ کہ یہ تو وہ نبی ہیں۔ جو کبھی اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے۔ اگر اپنی خواہش سے ہوتا تو کفار کو جلدی جواب دیتے۔ لیکن یہ حکمت الٰہی اور حکمت مصطفائی کون جان سکتا ہے۔ جو کہ ابھی تک رسالت مآب کے مقام عالیہ سے ہی نا آشنا ہے۔
اب رہا یہ کہ وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۝ (پ ۱۵ ع ۱۵ سورۃ الکھف)
ترجمہ۔ اور ہرگز یہ نہ فرمایئے۔ کہ میں اس کو کل کروں گا۔ مگر یہ کہ اللہ چاہے۔
اس آیت شریفہ میں اللہ تعالٰے یہ فرما رہا ہے کہ اے محبوب آپ انشاء اللہ فرما دیا کریں۔ یہ تو آئندہ کے لئے قانون مقرر فرمایا گیا ہے۔ نہ کہ ماقبل کی وجہ بیان کی جا رہی ہے۔
یہ تو مخالفین کا بہت بڑا اجتہاد باطل ہے کہ وہ اس آیت شریفہ کا یوں ترجمہ کر لیتے ہیں۔ کہ معاذ اللہ دلے نبی تم نے انشاء اللہ کیوں نہ کہا۔ استغفر اللہ۔ یہ بھی ان لوگوں کی سب سے بڑی مکاری اور جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر حملہ ہے۔
بلکہ اللہ تعالٰے آئندہ کے لئے قانون مقرر فرما رہا ہے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار کے مقابلہ میں ایسے جوابات کا بوجھ ہی اٹھا دیا ہے۔ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِیْ

اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ہ تاکہ اے محبوب آپ کی ذات پر کسی قسم کا بوجھ ہی نہ رہے،
تو ان تمام دلائل قویہ سے یہ معلوم ہُوا کہ اس واقعہ میں نہ تو آپ کے عدم علم پر دال ہے اور نہ نسیان مراد ہے۔ اور نہ ماقبل کی کوئی وجہ ہے۔ اور آپ کو اُن سوالات کا علم تھا۔ لیکن اسکا اظہار اسوقت مقصود نہ تھا نہ کہ لاعلمی مراد ہے۔ جیساکہ حاسدین نے علم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی دشمنی کی بناء پر اپنے قیاس باطل سے سمجھ لیا ہے۔

مُعلّم ربّ العالمین جل وعلاء اور مُتعلّم رحمتہ اللعالمین صلے اللہ علیہ وسلم

شبہ۔ منکرین یہ بھی کہا کرتے ہیں۔ کہ جبرائیل علیہ السّلام جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہلی وحی لیکر آئے تو انہوں نے کہا اِقْرَأْ پڑھئے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ نے فرمایا۔ مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ میں پڑھا ہُوا نہیں ایسا تین مرتبہ ہُوا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے کہا اقرا باسم ربك الذی خلق تو آپ نے پڑھا۔ اس سے معلوم ہُوا کہ اگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو علم ہوتا تو آپ کو ما انا بقاری کہنے کی کیا ضرورت تھی۔

جواب۔ مخالفین کا یہ اعتراض بھی اُن کی صریح مکاری اور جہالت کی بناء پر ہے۔ بھلا بتلائیے تو سہی کہ مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ کا ترجمہ یہ کہاں ہے کہ میں پڑھا ہُوا نہیں۔ ما انا بقاری کے معنی تو یہ ہیں۔ کہ میں نہیں پڑھنے والا یعنی میں نہیں پڑھتا۔ کیونکہ قاریٔ اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ کہ میں نہیں پڑھتا۔ تو اس میں آپ کے عدم علم ہونے کی دلیل کیسے ہو سکتی ہے۔ آپ کا یہ جواب اپنے مخاطب کو بالکل صحیح اور آپ کے علم عظیم کی بہت بڑی دلیل ہے۔ اگر آپ اپنے مخاطب حضرت جبرائیل علیہ السلام کو یہ جواب نہ فرماتے تو قانون خداوندی ہی غلط ہو جاتا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا سب سے عظیم خاصہ یہی ہے۔ کہ آپ نے کسی مخلوق سے تعلیم حاصل نہیں کی۔ اور آپ کسی مخلوق سے علم نہ حاصل کرنے کی وجہ سے ہی لقب امی سے یاد کئے جاتے ہیں۔

اور آپ کا یہی لقب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام واُمم سابقہ کی زبان پر جاری ہُوا ہے۔ اُمّی کی طرف منسوب ہے اس لحاظ سے کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے کسی سے علوم وفنون کا

اکتساب نہیں کیا۔ آپ کو اُمّی کہتے ہیں۔ ملک عرب کی یہی حالت تھی۔ کہ وہ لکھنے پڑھنے سے عاری ہوتے تھے۔ وہ اپنی تمام عمر اسی حالت میں گزارا کرتے تھے۔ جو ایک ایسے بچہ کی ہوتی ہے۔ جو نہ مکتب گیا۔ نہ درس لیا۔ نہ قلم ہاتھ میں پکڑا۔ اور نہ سبق زبان پر جاری ہوا۔ چنانچہ یہود نے اہل عرب کا نام اُمیون رکھا۔ قرآن کریم خود اس کی وضاحت فرماتا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ

(پ۳ ع ۱۵ سورۃ آل عمران)

ترجمہ۔ یہودی کہتے ہیں۔ کہ ہم ان امّی لوگوں کے ساتھ خواہ کچھ ہی برتاؤ کریں۔ ہم پر کچھ مواخذہ نہ ہوگا۔

چنانچہ یہ نام عرب کے لئے معرفہ بن گیا۔ اور قرآن کریم نے اسی لفظ کے ساتھ اہل عرب کو خطاب کیا۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا ۚ (پ۲۸ ع ۱۰ سورۃ الجمعہ)

ترجمہ۔ خدا کی وہی ذات ہے جس نے اُمیّوں میں ایک خاص رسول مبعوث فرمایا۔

تیسری آیت قرآن حکیم نے ناخواندہ ان پڑھ اشخاص کے لئے لفظ اُمّی کو استعمال کیا ہے۔

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ ۚ (پ۱ ع ۸ سورۃ البقرۃ)

ترجمہ۔ یہود میں ایسے ناخواندہ بھی ہیں۔ جو کتاب کا کچھ علم نہیں رکھتے۔

ان آیات سے ثابت ہوا کہ لفظ اُمّی کے معنی ان پڑھ اور ناخواندہ کے ہیں۔

اب قرآن کریم نے جو حضور اکرم رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اعلان کیا ہے۔ کہ آپ اُمّی ہیں۔ اور پھر آپ کا خود زبان ترجمان سے حضرت جبرائیل علیہ السّلام کے جواب میں ما انا بقاری فرمانا۔ اس کا حاصل یہی ہے کہ آپ نہ مخلوق میں کسی کے شاگرد اور نہ مخلوق میں آپ کا کوئی استاد ہے۔ آپ کو جو بھی علوم ما کان وما یکون حاصل ہیں۔ وہ ہیں ہیں۔ اسی لئے اُمّی ہونا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جلیل القدر معجزہ قرار پایا ہے۔ اور قرآن نے لاکھوں مخالفوں کی بھیڑ میں آپ کے وصف اُمیّت کو بطور تحدی پیش کیا ہے۔ ارشاد باری تعالےٰ ہوتا ہے۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ

بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ (پ۲۱ ع ۱ سورۃ العنکبوت)

ترجمہ:۔ اے محبوب آپ اس سے پہلے کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے۔ یُوں ہوتا تو باطل والے ضرور شک لاتے۔

آیت بالا میں اس امر کا اظہار ہے کہ تم میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ کتاب کو جھٹلاتے ہو اور کہتے ہو یہ کتاب من جانب اللہ نہیں ہے۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ یہ میرے رسول اُمّی ہیں۔ نہ کسی مکتب میں داخل ہُوئے نہ کہیں تعلیم حاصل کی نہ کوئی کتاب پڑھی نہ اپنے ہاتھ مبارک سے کچھ لکھا۔ پھر تم کتاب اللہ سے کیوں منکر ہوتے ہو؟ تمہیں قرآن کے منجانب اللہ ہونے میں شُبہ اسوقت ہو سکتا تھا، جب کہ یہ رسول کسی مخلوق سے تعلیم حاصل کرتے اور کسی یونیورسٹی کی سند حاصل کرتے۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو تم کہہ سکتے تھے کہ یہ کتاب انہوں نے خود مرتب کر لی ہے۔ سہ

حضرت کا عِلم عِلم لَدُنّی تھا اے امیر! حضرت وُہیں سے آئے تھے لکھے پڑے تھے

اے منکرو۔ غور کرو تو تاریخ شاہد ہے اور قرآن کریم ناطق ہے۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے اکتساب علم نہیں کیا۔ اور سوائے ربانی انوار و برکات کے آپ کے لوح قلب پر کسی کی تحریر و تقریر کا ایک حرف بھی ثبت نہیں ہوا۔ اور قرآن نے آپ کے اس وصف امیّت کا بار بار اظہار فرمایا۔

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ ۝

(پ ۹ ع ۸ سورۃ الاعراف)

ترجمہ۔ وہ جو لوگ جنہوں نے غلامی اختیار کر لی اس رسول اُمّی کی جو غیب کی خبریں دینے والے ہیں۔ تو تسلیم یہ کرنا پڑے گا۔ کہ محبوب رسول وہ ہیں جن کی تعلیم حظیرہ قدس میں ہوئی ہے جن کو اگر شاگردی کا شرف عظیم حاصل ہے تو صرف رَبُّ اللعالمین سے ہے۔ یہی وجہ تھی۔ کہ اس نبی اُمّی کے دربار مقدسہ میں جہاں کے فصحاء بلغاء، علماء اور فلاسفروں کی جماعتیں حاضر ہوتیں۔ اور عرض کرتیں کہ سرکار ہمارا علم اور آپ کا عرفان قطرہ و قلزم کی مثال بھی نہیں رکھتا اور فصحاء عدنان اور بلغائے قحطان کا تو یہ حال تھا کہ۔ سہ

تیرے آگے یُوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے

کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں!

سبحان اللہ۔ یہ تو وہ علیم ہیں۔ جنہوں نے کسی سے تعلیم حاصل نہیں کی۔ اور ایک ان پڑھ اور جاہل قوم میں

مبعوث ہوئے جن کے لئے تعلیم و تعلّم کے تمام دنیاوی اسباب مفقود تھے۔ وہ ساری کائنات کے استاد اور دونوں عالم کے دقیقہ داں ہیں۔ اور دماغ کو روشن ضمیر کو ہموار۔ قلب کو تجلّی۔ روح کو منور کر دینے والی تعلیم سے نواز رہے ہیں۔ تہذیب و اخلاق، تدبیر منزل اقتصادیات و عمرانیات کے سبق پڑھا رہے ہیں ؎

اُمّی دقیقہ دانِ عالم ! بے سایہ سائبانِ عالم

تو معلوم یہ ہوا کہ ہمارے رسول علیہ التحیۃ والثناء کا نبی اُمّی ہونا بہت بڑا معجزہ ہے۔ اور کسی کو یہ کہتے حق نہیں ہو سکتا۔ کہ آپ کا مخلوق میں کوئی بھی ایک آن اور ایک لمحہ کے لئے بھی معلم و استاد بنا ہو۔ بلکہ جو اس محبوب کا خود معلم ہے۔ اس نے خود ہی یہ اعلان فرما دیا ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ (رحمٰن کے سکھلایا قرآن) نیز فرمایا۔

عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝

ترجمہ۔ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ نہ جانتے تھے۔ آپ ہم نے آپ کو بتا دیا۔ اور آپ پر اللہ تعالےٰ کا بڑا افضل ہے۔

چنانچہ امام المفسرین علامہ ابن جریر علیہ الرحمہ تفسیر ابن جریر جز الخامس اسی آیت کریمہ کے ماتحت فرماتے ہیں۔

علمك مالم تكن تعلم من خبر الاولين والاخرين وما كان وما هو كائن قبل ذالك من فضل الله عليك يا محمد مذ خلقك ۝ (التفسیر ابن جریر جلد پنجم صد ۱۶۳)

ترجمہ۔ اے محبوب سکھایا آپ کو جو کچھ نہ جانتے تھے۔ تمام اوّلین و آخرین کی خبروں سے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم جب سے اللہ آپ کو پیدا فرمایا ہے۔ اسی وقت سے جو کچھ ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے۔ یعنی ما کان و ما یکون کا علم عطا فرما دیا ہے۔ یہی آپ پر اللہ کا بڑا افضل ہے۔

مذکورہ تمام دلائل اور آیۃ علّمک اور علامہ ابن جریر کے کلام سے واضح ہو گیا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام علوم سکھا دیئے ہیں۔

علامہ ابن جریر علیہ الرحمۃ کا یہ کلام کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو پیدائش سے ہی ما کان وما یکون کا علم عطا فرما دیا ہے۔ یہ حدیث بھی اس بات کی تصدیق کرتی ہے۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

کُنْتُ نَبِیًّا وَّآدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ ہ

(خصائص کبریٰ جزالاول صے)

ترجمہ۔ میں اسوقت بھی نبی تھا۔ جب کہ آدم علیہ السّلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

اس حدیث کو امام احمد۔ بخاری۔ طبرانی۔ حاکم۔ ابونعیم نے بھی نقل فرمایا۔ اور یہ حدیث مختلف الفاظ میں آتی ہے۔

تو معلوم یہ ہُوا۔ کہ نبوّت ایک وصف ہے۔ اور وصف کے لئے ذات کا پہلے ہونا ضروری ہے جس سے اس امر کی قطعی وضاحت ہوتی ہے۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے حقیقت محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم موجود تھی۔

یہاں پر چلتے چلتے ذرا مخالفین کے حکیم الامّت مولوی اشرف علی تھانوی کی کتاب نشر الطیب صہ کا بھی ایک حوالہ ملاحظہ فرمایئے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے۔ کہ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کے لئے نبوّت کس وقت ثابت ہو چکی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جس وقت کہ آدم علیہ السّلام ہنوز روح اور جسد کے درمیان تھے روایت کیا۔ اس کو ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

واضح رہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی نے اسی کتاب نشر الطیب میں مذکورہ حدیث کے علاوہ اور احادیث صحیحہ نقل کی ہیں۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اسوقت بھی نبی تھے جبکہ کوئی شے پیدا نہیں کی گئی تھی بلکہ اسی کتاب کے صفحہ ۶ پر مولوی اشرف علی تھانوی احادیث صحیحہ دلائل قویہ سے یہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے نور سے سب کچھ پیدا فرمایا۔ گویا کہ آپ کو پیدا نہ کرتا۔ تو نہ لوح و قلم ہوتے نہ زمین و آسمان ہوتے نہ عرش و کرسی ہوتے۔ جنت و دوزخ ہوتے نہ ملائکہ ہوتے۔ غرض کہ عالمین کی کوئی شے پیدا نہ ہوتی۔

اب جب ہم اپنے مذہب حق کے تمام دلائل قرآن وحدیث سے پیش کرنے کے ساتھ انہی مخالفین کے معتبر مولوی سے مذکورہ مسئلہ پیش کرتے ہیں۔ تو مخالفین یہاں پر یہ کہتے ہیں۔ کہ مولوی اشرف علی تھانوی کی عبارات ہمارے لئے حجت تو نہیں ہیں۔

تو میں اسکا جواب یہ دیتا ہوں۔ کہ اگر مخالفین کے نزدیک مولوی اشرف علی تھانوی کی عبارات نشر الطیب تمہارے لئے حجت نہیں ہیں۔ تو پھر اس مذکورہ مسئلہ کے عقیدہ پر جب اہل سنت بریلوی مشرک و کافر ٹھہرتے ہیں۔ تو مولوی اشرف علی تھانوی کو بھی انہی فتووں کا ہار کیوں نہیں پہناتے۔ مولوی اشرف علی تھانوی کو بھی وہی کہو جو بریلویوں کو کہتے ہو پر مخالفین مجبور اور پریشان ہیں۔ کہ کیا کریں۔ ایک طرف تو مولوی اشرف علی تھانوی کے گیت گاتے پھرتے ہیں اور دوسری طرف یہ کہتے ہیں۔ کہ ہمارے لئے ان کی بات حجت نہیں۔

دل کے پھپھولے جل گئے سینے کے داغ سے اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

بہر کیف مجھے ایسی طویل بحث میں اسوقت جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تو بات دراصل یہ ثابت ہوئی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسوقت بھی نبی تھے۔ جب کہ عالمین کی کوئی شے پیدا نہ ہوئی تھی۔ اور اللہ تعالےٰ خود آپ کو تمام علوم کی تعلیم فرمادی۔ اسی لئے فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَرْبِیَتِیْ ۵

ترجمہ۔ مجھے میرے رب نے تعلیم دی۔ اور بہترین تعلیم دی۔

اللہ اکبر۔ متعلم رحمتہ اللعالمین ہیں۔ اور معلم رب العالمین ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جبرائیل علیہ السلام سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا ما انا بقاری کا مطلب یہی تھا کہ میں کسی کا شاگرد تو ہوں نہیں اور نہ مجھے کسی اور سے پڑھنے کی ضرورت ہے۔ اب تو مجھے دوسروں کو پڑھانے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں آتا ہے۔ کہ جبرائیل علیہ السلام نے تین مرتبہ فرمایا پڑھیئے۔ تو آپ نے یہی فرمایا۔ کہ میں نہیں پڑھتا۔ لیکن جب جبرائیل علیہ السلام نے یہ فرمایا اقرا باسم ربک الذی خلق کہ پڑھئے آپ اس رب کا نام جس نے آپ کو پیدا فرمایا ہے تو آپ نے فوراً فرمایا۔ اقرا باسم ربک الذی خلق۔ نیز پڑھو یا پڑھیئے۔ اسی سے کہا جاتا ہے۔ جو پڑھا ہوا ہو جانتا ہو۔ جبرائیل علیہ السلام کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمانا۔ پڑھیئے۔ اس کے بھی یہی معنی ہیں۔ کہ آپ پڑھے ہوئے ہیں۔

بہر حال لفظ نبی الامی اور ماانا بقاری کا مطلب یہ حاصل ہوا کہ آپ نے اپنے رب العالمین ہی سے تعلیم حاصل کی ہے۔ اس لئے جو تلمیذ خاص اللہ تعالے کے ہی ٹھہرے وہ کسی اور سے تعلیم حاصل نہیں کر سکتے نہ کہ ماانا بقاری کا یہ مطلب ہے کہ آپ ان پڑھ تھے۔ معاذ اللہ جیسا کہ سفہا زمانہ نے سمجھ رکھا ہے۔

یہاں تک تو تھا مخالفین کے دو شبہوں کا ازالہ الحمد للہ۔

اب ایک بات قابل غور یہ بھی ہے۔ کہ قرآن کریم واحادیث شریفہ سے آفتاب کی طرح روشن ہو چکا ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے متعلم خاص ہیں۔ اور اللہ تعالے آپ کا معلم ہے۔

تو پھر دیکھنا یہ ہے۔ کہ اگر شاگرد کے علم میں کچھ کمی رہے۔ تو اس کی صرف چار ہی وجہیں ہو سکتی ہیں۔ اول تو یہ کہ شاگرد نااہل تھا۔ استاد سے پورا فیض لے نہ سکا۔ دوم یہ کہ استاذ کامل نہ تھا۔ کہ مکمل سکھا نہ سکا۔ سوم استاذ یا تو بخیل تھا۔ کہ پورا پورا مکمل علم اس شاگرد کو نہ دیا یا اس سے زیادہ کوئی اور پیارا شاگرد تھا۔ کہ اس کو سکھانا چاہتا ہے۔ چہارم یہ کہ جو علوم پڑھائے وہ ناقص تھے۔ ان چار وجہوں کے علاوہ میرے خیال میں اور وجہ تو کوئی ہو سکتی نہیں۔

اور یہاں تعلیم دینے والا خود پروردگار عالم اور تعلیم لینے والے حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اب جب کہ استاذ بھی کامل اور شاگرد بھی کامل اور سب سے پیارا اور تمام علوم بھی مکمل جب یہ تمام کام مکمل ہے۔ تو ذرا انصاف سے بتائیے۔ کہ پھر ایسے رب العالمین کے تلمیذ خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف میں کسی قسم کی کمی ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔

اس لئے ہم کیا کرتے ہیں اور حق کہتے ہیں۔ کہ جو لوگ علم نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں کسی قسم کی تنقیص کرتے ہیں۔ یا آپ کو کسی امر میں (معاذ اللہ) بے علم سمجھتے ہیں۔ وہ حقیقتاً اللہ تعالے کے علم میں تنقیص کرتے ہیں۔

اب ذرا مخالفین حضرات کی حالت بھی ملاحظہ فرمائیے۔

وہابیہ دیوبندیہ کہ شیخ الحدیث مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اپنی کتاب براہین قاطعہ صفحہ ۲۷ میں رقمطراز ہے۔

بلفظہٖ۔ مدرسہ دیوبند کی عظمت حق تعالیٰ کی درگاہ پاک میں بہت ہے۔ الخ ...... یہی سبب ہے کہ ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا۔ آپ کو یہ کلام کہاں سے آگئی۔ آپ تو

عربی ہیں۔ فرمایا۔ کہ جب سے علماء مدرسہ دیو بند سے ہمارا معاملہ ہُوا ہے۔ ہم کو یہ زبان آگئی ہے۔ سبحان اللہ اس سے رُتبہ اس مدرسہ دیو بند کا معلوم ہُوا۔
ناظرین غور فرمائیں۔ کہ ان لوگوں کے نزدیک مدرسہ دیوبند کی عظمت تو اعلیٰ ہُوئی۔ اور رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی یہ شان و عظمت ہُوئی۔ کہ تمام علمائے دیوبند معاذاللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے استاذ اور آپ معاذ اللہ اُن کے شاگرد۔ استغفر اللہ۔
اب بتایئے اس سے بڑھ کر کھُلی گستاخی اور کیا ظُلم عظیم ہو سکتا ہے۔ کہ جس ذات مقدّسہ عظیمہ کو خود خداوند کریم کی ذات کامل نے تعلیم دی۔ اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے تعلیم حاصل کی۔ اور آپ کو کُل عالم کی تمام زبانوں کا علم ہے۔
ان نجدیہ نے اللہ تعالےٰ کے ارشاد اور قرآن کریم کی آیات اور رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے تمام ارشاد کو پس پُشت دیا ہے

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

صاحبو غور کرو۔ کیا یہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں صریح گستاخی کا کلمہ نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

آیت عَلَّمَکَ کے بعد نزول وحی کا بیان

شُبہ۔ منکرین کا یہ بھی کہنا ہے کہ آیت شریفہ عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع اشیاء کا علم عطا فرما دیا ہے۔ تو اس آیت شریفہ کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہُوئی۔ جب آپ کو تمام اشیاء کا علم عطا فرما دیا گیا۔ تو اُس کے بعد وحی کا نزول کیوں ہُوا۔ اور اس کا کیا فائدہ ہے؟
جواب۔ اللہ اللہ کیا عجب بات ہے۔ بھلا ان لوگوں کو ابھی تک یہ خبر نہیں کہ کلام اللہ شریف میں احکام مکرر نازل ہوئے ہیں۔ آیتیں مکرر آئیں۔ کئی سورتوں کا نزول علماء نے مکرر بتایا ہے پھر کیا شبہ اور جو شبہ بیان کر کے علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا ہے۔ وہی شبہ ان آیتوں میں کر کے ان کے کلام اللہ ہونے کا انکار کرنا ممکن ہے۔ خدا تعالیٰ محفوظ رکھے ایسے

تعصّب سے کہ جو حق اور ناحق میں تمیز نہ ہونے دیں۔ ایسی خرافات تو کب اس قابل تھیں، جس کی طرف توجہ کی جاتی۔

مگر صرف اس نظر سے کہ لوگ دھوکا نہ کھائیں، ایک عبارت لکھی جاتی ہے جس سے معلوم ہو جائیگا کہ آیات کے نزول میں بھی تکرار ہوتی ہے، کیوں اور کس لئے۔

مشکواۃ شریف کی حدیث معراج میں ہے۔

فاعطی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ الخمس واعطی خواتیم سورۃ البقرۃ ہ

ترجمہ۔ پس معراج کی رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچ نمازیں اور سورہ بقرہ کی آخری آیات عطا ہوئیں۔

اب اس سے معلوم ہوا۔ کہ شب معراج میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو پانچ نمازیں اور سورہ بقرہ کی آخری آیات عطا ہوئیں۔ اسی حدیث کے ماتحت حضرت علّامہ علی قاری رحمۃ اللہ الباری نے مرقاۃ المفاتیح شرح مشکواۃ المصابیح میں تحریر فرماتے ہیں۔

یشکل ھٰکذا ایکون سورۃ البقرۃ مدنیۃ و قصۃ المعراج باالاتفاق مکیۃ ہ

ترجمہ۔ یعنی معراج شریف میں خواتیم سورۃ بقرہ دیئے جانے پر یہ اشکال آتا ہے۔ کہ سورۃ بقر مدنی ہے۔ مدینہ میں نازل ہوئی اور قصّہ معراج باالاتفاق مکّی ہے۔

یعنی سورۃ بقرہ مدنی ہے اور مدینہ میں نازل ہوئی اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔ اور قصّہ معراج شریف باالاتفاق مکّی ہے۔ کہ معراج شریف مکہ مکرّمہ سے ہوئی۔ تو جب معراج شریف میں خواتیم سورہ بقرہ عطا ہو چکی تھی۔ تو پھر سورہ بقرہ مدینہ میں نازل کیوں ہوئی اور اس سے کیا فائدہ۔ یہ اعتراض بھی بعینہٖ مخالفین کی طرح کا ہے تو اس کے جواب میں خود ہی حضرت علّامہ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں۔

حاصلہ انہ ماوقع تکرار الوحی فیہ تعظیماً لہ

واھتماما لشانہ فاوحی اللہ الیہ تلک اللیلۃ بلا واسطۃ جبریل وھذا یتم ان جمع القرآن منزل بواسطۃ جبریل ٥

ترجمہ۔ وخلاصہ یہ ہوا کہ اس میں وحی مکرر ہوئی۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور آپ کی شان کے لئے۔ پس اللہ تعالے نے اس رات بغیر واسطہ جبریل وحی فرما دی۔ اور تحقیق یہ پوری کی گئی قرآن میں جمع کرنے کے لئے۔ بواسطہ جبرائیل علیہ السلام کے۔

دیکھا آپ نے کہ خواتیم سورہ بقرہ دوبار عطا ہوئی پہلی بار بغیر واسطہ جبرائیل علیہ السلام کے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شان وعظمت کی خاطر اور دوسری مرتبہ بواسطہ جبرائیل علیہ السلام کے نازل کی گئی۔

اب مخالفین سے پوچھتا ہوں کہ جب ایک مرتبہ سورہ بقرہ عطا ہو چکی ہے۔ پھر دوبارہ اس کے نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ قبل از نزول تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہو چکا تھا۔
صاحب تفسیر معالم التنزیل سورہ فاتحہ کے متعلق فرماتے ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

(وفاتحۃ الکتاب) مکیۃ وقیل مدینۃ والاصح انھا مکیۃ ومدنیۃ نزلت بمکۃ حین فرضت الصلوۃ ثم نزلت بالمدینۃ ٥

ترجمہ۔ سورہ فاتحہ مکی ہے اور کہا گیا ہے کہ مدنی ہے اور صحیح تو یہ ہے کہ یہ مکی بھی ہے اور مدنی بھی۔ اوّلاً مکہ میں نازل ہوئی پھر مدینہ میں نازل ہوئی۔

معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ پہلے مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور پھر مدینہ پاک میں اسکا نزول ہوا۔ اب بتائیے کہ پھر سورۃ فاتحہ دوسری بار نازل کرنے کا کیا فائدہ ہے

ماہ رمضان المبارک میں جبرائیل امین علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا قرآن سناتے تھے۔ پھر اس کے نزول کا کیا فائدہ ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نزول قرآن سے قبل بھی سارے قرآن کا علم تھا۔ بلکہ قرآن کریم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام

آسمانی کتابوں کا پورا علم تھا۔ آیئے ذرا ملاحظہ کیجئے۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ ۝

(پ ۶ ع ۶ سورۃ المائدہ)

ترجمہ۔ اے اہل کتاب یعنی یہودیو! تمہارے پاس ہمارے وہ رسول آگئے ہیں۔ جو تمہاری بہت سی چھپائی ہوئی کتاب کو ظاہر فرماتے ہیں۔ اور بہت سے درگزر فرماتے ہیں۔

ثابت ہوا۔ کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اوّل ہی سے قرآن کے عارف تھے۔ اور آپ کو تمام کتب آسمانی کا بھی علم تھا۔ آپ تو ولادت سے قبل نبی صاحب قرآن ہیں۔ مگر قرآنی احکام نزول سے قبل جاری نہ فرمائے۔ جیساکہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اٰتینا الحکم صبیًا و اٰتانی الکتٰب بچپن ہی سے مالک، علم وحکمت اور صاحب کتاب تھے۔ تو پھر بتایئے جبکہ آپ اوّل ہی سے قرآن کے عالم ہیں تو پھر نزول کا کیا فائدہ۔

اب وہابیہ دیوبندیہ سے استفسار ہے کہ سورہ فاتحہ دوسری مرتبہ جب مدینہ میں نازل ہوئی تو اُن کے نزول سے کچھ فائدہ ہوا یا نہیں۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔

معہذا قرآن عظیم وحی دائم مستمر الیٰ یوم القیٰمۃ اس کا ایک ایک لفظ امت مرحومہ کے لئے قراءۃً وسماعۃً وکتابتۃً وحفظاً ونظرًا و فکرًا بیشمار برکات کا مثمر اور ائمہ مجتہدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا استنباط احکام میں پہلا مرجع ومفرج اور جس قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم حاصل ہوئے۔ مجتہدین واولیاء وعلماء کو بھی اس قدر کافی ہونا اور اپنی استعداد کے لائق قرآن عظیم اخذ علوم کے لئے زیادہ کی حاجت نہ پڑنا محض باطل وممنوع۔

علاوہ بدیں یہ اس تقدیر پر ہے کہ علم تمامی تعلیم کو زمانہ نزول آیہ سے پہلے منقضی ہو جانے پر دلالت کرے حالانکہ یہ ممنوع ہے۔ خود قرآن پاک میں ارشاد ہوا۔ نزلنا علیک الکتٰب تبیانًا لکل شیٔ کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ جس وقت یہ آیت اتری تمام کتاب نازل ہو چکی تھی

اس کے بعد کچھ نہ اترا۔

اُمید ہے کہ اب ایسے اعتراض جو تعصب و عناد کی بناء پر مخالفین کرتے ہیں۔ وُہ آئندہ ایسی جرأت نہ کرسکیں گے، لیکن یہ حق ہے۔ کہ ولکن النجدیہ قوم یجھلون ؎

نہ رسم مہر سے واقف نہ آئین وفا جانے　　　بتا اے بے مروت رہنے والا تو کہاں کا ہے

جمیع اشیاء متناہی ہیں غیر متناہی نہیں ہیں

شُبہ۔ مخالفین کہا کرتے ہیں۔ کہ جمیع اشیاء غیر متناہی ہیں۔ پھر حضرت کو غیر متناہی کا علم کیوں کر ہوسکتا ہے۔

جواب۔ یہ اعتراض سخت جہالت سے ناشی ہے۔ اس لئے کہ جمیع اشیاء کو غیر متناہی نہ کہیں گے مگر سفہاء۔ اب جواب کی طرف توجہ فرمائیے۔ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تفسیر کبیر میں آیت احاطہ بما لدیہم واحصٰی کل شیئ کے ماتحت فرماتے ہیں۔

قُلْنا لاشك أن احصاء العدد انما یکون فی المتناہی

فاما لفظۃ کل شی فانہا لاتدل علی کونہ غیر متناہ

لان الشئی عندنا ھو الموجودات والموجودات متناہیۃ

فی العدد ہ (تفسیر کبیر)

ترجمہ۔ اس میں شک نہیں کہ عدد سے شمار کرنا متناہی چیزوں میں ہوسکتا ہے لیکن لفظ شئی اس شئی کے غیر متناہی ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ کیونکہ ہمارے نزدیک شئی موجودات ہی ہیں اور موجود چیزیں متناہی میں شمار ہیں۔

اس عبارت سے صاف واضح ہو گیا۔ کہ موجودات متناہی ہیں۔ پھر خواہ مخواہ اپنی طرف سے بے وجہ علم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کے لئے موجودات کو غیر متناہی کہنا کونسی عقل مندی ہے، ہوش کیجئے۔ ؎

ساقی کا احترام بھی لازم ہے اے حبا!　　　ہر ہر قدم پہ لغزش بیجا نہ کیجئے

علمِ غیب حضرت سیّدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام

اللہ تعالیٰ نے اپنے جلیل القدر نبی حضرت سیّدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی ذات مقدسہ کو جو علوم عطا فرمائے ہیں، اُن کے متعلق قرآن حکیم شاہد ہے۔ ارشاد باری تعالےٰ ملاحظہ فرمائیے۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا ہ (پ ۱ ع ۴ سورۃ البقرہ)

ترجمہ۔ اور آدم (علیہ السلام) کو تمام اشیاء کے نام سکھا دیئے۔

اس آیت شریفہ میں غور فرمائیے۔ کہ اَلْاَسْمَآءَ جمع معرف باللام ہے۔ جب اس سے پہلے معہود کا ذکر موجود نہیں۔ یعنی اُن اشیاء کا ذکر موجود نہیں، جن کی طرف الف لام سے اشارہ ہو تو قاعدہ علم نحو اور اصول ومعانی کے مطابق یہ جمع استغراق پر دلالت کرے گی۔ اور لفظ کُلَّهَا سے تاکید احتمال تخصیص کی نفی کردے گی۔ یعنی لفظ اَسْمَاءَ میں تخصیص کا احتمال تھا، کہ چند خاص اشیاء کے نام تبلائے ہوں گے لیکن رب قدیر عزّ وجل وشانہٗ نے کُلَّهَا سے تاکید فرمادی کہ بعض خاص اشیاء نہیں۔ بلکہ سب اشیاء کے نام تبلا دیئے گئے۔ لہٰذا اس احتمال کی نفی ہو جانے کے بعد آیت شریف معنیٔ استغراق میں نص محکم ہوگی۔ کہ اللہ تعالےٰ نے سب اشیاء کے نام سکھلا دیئے۔ کوئی ایک چیز بھی باقی نہ رہی۔

دقیقہ۔ اور اسماء کا استغراق متلزم ہے۔ مسمیات کے استغراق کو ورنہ خلف لازم آئے گا، علی ما تقرّر فی علم البرہان۔ مطلب یہ ہُوا۔ کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے حضرت سیّدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جن چیزوں کے نام تبلائے تھے۔ وہ سب چیزیں بھی تبلا دیں۔ بلکہ دکھلا دیں۔ جیسا کہ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ سے واضح ہُوا۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے ملائکہ کے سامنے وہ چیزیں پیش فرما کر یہ ارشاد فرمایا۔ کہ ان چیزوں کے نام تبلاؤ یہ سب اختراعات نہیں ہیں، بلکہ اس پر متقدمین کے نقول ملاحظہ فرمائیے۔

مفسّرین کرام میں سے حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہٗ وعکرمہ وقتادہ ومجاہد وابن جبیر فرماتے ہیں۔ وَعَلَّمَهٗ اِسْمَ كُلِّ شَیْءٍ یعنی حضرت آدم علیہ السّلام کو سب اشیاء کے نام تعلیم فرما دیئے گئے۔ تفسیر جلالین شریف میں اسی آیت کے ماتحت یوں درج ہے۔

فَأَخْبَرَهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ فَسَمّٰى اٰدَمُ كُلَّ شَيْءٍ وَ
ذُكِرَ حِكْمَتُهُ الَّتِي لِأَجْلِهَا خُلِقَ ٥ (التفسير جلالین)

ترجمہ۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام نے ہر چیز کا نام بھی بتلا دیا۔ اور اس کی تخلیق اور پیدائش کی حکمت بھی بتلا دی۔ کہ یہ چیز اس فائدہ کے لئے پیدا فرمائی گئی ہے۔

اس آیت کی تفسیر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام اور اُن کی تخلیق اور پیدائش کی حکمت کا بھی علم ہے۔ کہ یہ چیز کیوں اور کس فائدہ کے لئے پیدا فرمائی گئی ہے۔ صاحب تفسیر مدارک التنزیل اس آیت کے تحت یوں فرماتے ہیں۔

وَمَعْنٰى تعليمه اسماء المسمّيات انه تعالى اراه الاجناس التي خلقها وعلمه ان هذا اسمه فرس وهذا اسمه بعير وهذا اسمه كذا وعن ابن عباس علّمه اسم كل شيء حتى القصعة والمغرفة ٥ (مدارك التنزيل)

ترجمہ۔ حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام تبلانے کے معنی یہ ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو وہ تمام جنسیں بتا دیں۔ جس کو پیدا کیا ہے۔ اور اُن کو بتا دیا کہ اسکا نام گھوڑا اور اسکا نام اونٹ اور اس کا نام فلاں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ کہ اُن کو ہر چیز کے نام سکھا دیئے۔ یہاں تک کہ پیالی اور چلّو کے بھی۔

امام فخر الدّین رازیؒ صاحب تفسیر کبیر اسی مذکورہ آیت کے ماتحت فرماتے ہیں۔

قوله اى علمه صفات الاشياء ونعوتها وهو المشهور ان المراد اسماء كل شيء من خلق من اجناس الحدثات من جميع اللغات المُختلفة الّتي يتكلم بها ولد اٰدم اليوم من العربيّة والفارسيّة والرُّومية وغيرها ٥ (تفسیر کبیر)

ترجمہ۔ حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے اوصاف اور حالات سکھا دیئے۔

اور یہ مشہور ہے کہ مراد مخلوق میں سے ہر حادث کی جنس کے سارے نام ہیں جو مختلف زبانوں میں ہوں گے جن کو اولاد آدم علیہ السلام آج تک بول رہی ہیں عربی. فارسی اور رومی وغیرہا.

امام نظام علیہ الرحمۃ تفسیر نیشاپوری میں فرماتے ہیں.

علمہ من جمیع اللغات التی یتکلم بھا ولدہ الیوم من العربیۃ والفارسیۃ والرومیۃ وغیرھا (نیشاپوری)

ترجمہ. سکھا دی گئیں آدم علیہ السلام کو تمام وہ زبانیں جو آج اولاد آدم علیہ السلام دنیا میں بولتی ہیں. عربی. فارسی و رومی وغیرھا

ان مذکورہ چند حوالوں کے علاوہ شیخ احمد مالکی جلد اول ص ۱۹ و تفسیر جمل ص ۳۹ و ابو سعود حنفی ص ۲۰۶ و تفسیر معالم التنزیل وغیرہا میں بھی یوں درج ہے.
کہ اللہ تعالٰی نے حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام اشیاء کے نام اور ساری مخلوق کے نام بتا دیئے. عقلی حسی و خیالی و وہمی اشیاء بتا دیں. اور ان چیزوں کے ذوات و صفات کی معرفت عطا فرما دی. اور ان کے نام بتلائے ان کے بنانے کے اصول اور قوانین اور ان اشیاء کے کمالات اور استعمال کے طریقے سب سمجھا دیئے. اور حضرت آدم علیہ السلام نے ملائکہ مقربین کو ان اشیاء کے مفصل طور پر نام بتلائے اور ہر ایک کے خواص اور احوال بیان فرمائے معاش اور معاد متعلقہ تمام احکام واضح کر دیئے
حضرت آدم علیہ السلام کو حیوانات جمادات کے نام تمام شہروں اور گاؤں کے نام پرندوں اور درختوں کے نام کھانے پینے کی تمام اشیاء کے نام جنت کی تمام نعمتوں کے نام اور تمام مخلوق کے نام غرضیکہ ماکان اور مایکون کے اسماء کل اللہ تعالٰی نے آپ کو سکھا دیئے.
ان مذکورہ دلائل قویہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالٰی نے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو کائنات کی ہر شے کے اسماء کا علم عطا فرمایا ہے. کوئی ایسی شے نہیں جو کہ حضرت آدم علیہ السلام سے مخفی رہی ہو. اب تک عالم میں جتنی اشیاء پیدا ہوئی ہیں. یا ایجاد کی گئی ہیں. یا قیامت تک جو پیدا ہوں گی یا ایجاد ہوں گی ان سب کا علم حضرت آدم علیہ السلام کو روز اول سے ہی تھا. اب کہئے کہ یہ غیب کا علم نہیں تو اور کیا ہے.

اور لطف یہ کہ یہ علم آدم علیہ السّلام ہے نہ کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ حضرت آدم علیہ السّلام کے یہ تمام علوم جمع ہو کر بھی رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کے آگے ایک قطرہ بلکہ جنگل کا ایک ذرّہ ہے۔

نکتہ۔ یہ بھی معلوم ہُوا کہ حضرت سیّدنا آدم علیہ السّلام کو اللہ تعالےٰ نے تمام اشیاء کے اسماء کا علم بغیر فرشتہ کے عطا فرمایا ہے۔ اگر علوم کسی فرشتہ کے ذریعہ عطا فرمائے جاتے تو لازم تھا کہ فرشتوں کو علم ہوتا۔ لیکن فرشتوں کو بھی ان علوم کا علم نہ تھا۔ جبھی حضرت آدم علیہ السّلام نے ملائکہ کو اُن ناموں سے مطلع کیا۔ بلکہ فرشتوں کو بھی حضرت آدم علیہ السّلام کے ذریعہ اِن ناموں کا علم ہُوا۔

اب حاصل یہ ہُوا۔ کہ جب قادر مطلق رب قدیر وجلیل عزّ اسمہ، حضرت آدم علیہ السلام کو اتنے وسیع علم بغیر ملک کے عطا فرما سکتا ہے۔ تو کیا وہی قادر رب العزّت اپنے حبیب طبیب سرکار سیدنا محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بغیر ملک کے علوم عطا نہیں فرما سکتا۔ (حالاں کہ یہ ظاہر ہے کہ آپ کو اللہ تعالےٰ نے بغیر فرشتہ جبرائیل علیہ السّلام کے تمام علوم عطا فرمائے ہیں)

مخالفین کی بے انصافی ہے کہ جب حضور آقاء شافع یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام آتا ہے تو جھٹ خدائے بزرگ و برتر کے بھی قادر ہونے سے انکار کر دیتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کو (معاذ اللہ) مجبور و معذور مان لیتے ہیں۔ اور فرشتہ جبرائیل علیہ السلام کی درمیان میں قید لگا دیتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو بغیر وحی کے کسی امر کا علم ہی نہ تھا۔ استغفر اللہ۔

اب قابل غور بات یہ بھی ہے کہ اوّل نائب کان لہ صلے اللہ علیہ وسلم وخلیفتہ آدم علیہ السلام حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پہلے خلیفہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ تو جب اوّل خلیفہ نائب کے علوم کی یہ شان ہے۔ تو خود ہی غور فرمالیں کہ جو صرف آدم علیہ السلام ہی نہیں۔ بلکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء مرسلین علیہم السلام کے سردار ہیں۔ اور ساری کائنات کے سردار ہیں۔ اُن کے علوم کی حد کون مقرّر کر سکتا ہے۔ تو تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کو ساری کائنات کی تمام اشیاء اور ساری مخلوق کے ہر ایک ایک کے نام اور عالمین کے ذرّہ ذرّہ کا بھی علم حاصل ہے۔

علم غیب حضرت سیدنا نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام

اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ نبی حضرت سیدنا نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی بیشمار علوم غیبیہ سے مطلع فرمایا ہے جس کے متعلق آیات قرآنی شاہد ہیں۔ جیسا کہ مندرجہ آیت مبارکہ سے ظاہر ہے کہ آپ نے کئی پشتوں اور نسلوں میں جیسے لوگ پیدا ہونے والے تھے۔ اُن کے متعلق پہلے ہی سے خبر دے دی۔ ملاحظہ فرمایئے۔

وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا
اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا
كَفَّارًا ۝ (پ ۲۹ ع ۹ سورۃ النّوح)

ترجمہ۔ اور نوح (علیہ السلام) نے عرض کی اے میرے رب زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔ بیشک اگر تو انہیں رہنے دے گا، تو تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے۔ اور ان کے اولاد ہوگی، تو وہ نہ ہوگی۔ مگر بدکار بڑی ناشکری۔

آیت شریفہ سے صاف روشن ہے کہ حضرت سیدنا نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ما فی الارحام اور کئی نسلوں اور پشتوں تک کے لوگوں کے حالات کا علم تھا جبھی آپ نے ایسے لوگوں کے متعلق قبل از وقت مطلع فرما دیا، کہ لوگوں کو گمراہ کرینگے اور اُن کی اولادیں بدکار اور ناشکری پیدا ہوں گی مقام غور ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو تو ما فی الارحام اور پھر اُن پیدا ہونے والے لوگوں کے اعمال کا علم ہو۔ تو کیا حضور سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لوگوں کے حالات کا علم نہیں ہو سکتا۔ ضرور ہے۔ جیسا کہ احادیث شریفہ سے ظاہر ہو چکا ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کئی آئندہ پیدا ہونے والے لوگوں کی خبر دی۔ اور تمام حالات سے آپ نے پہلے ہی خبردار فرما دیا ہے ملاحظہ فرمایئے۔

علمِ غیبِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلّم اور فتنۂ نجدیّت

حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بخاری و مسلم و مشکوٰۃ شریف باب المعجزات میں مروی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ حنین کا مال غنیمت فرما رہے تھے۔ کہ آپ کی خدمت میں قبیلۂ بنو تمیم کا ایک شخص جس کا نام ذوالخویصرہ تھا، حاضر ہوا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ عدل و انصاف سے کام لیجئے۔ تو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گستاخ کو ان الفاظوں میں جواب فرمایا۔

فَقَالَ وَيْلَكَ فَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ قَدْ خِبْتَ وَخَسِرْتَ إِنْ لَمْ أَكُنْ أَعْدِلُ فَقَالَ عُمَرُ ائْذَنْ لِي أَضْرِبُ عُنُقَهُ فَقَالَ دَعْهُ فَإِنَّ لَهُ أَصْحَابًا يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ ٥ (بخاری و مسلم و مشکوٰۃ)

ترجمہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ افسوس ہے تجھ پر میں انصاف نہ کروں گا۔ تو کون کرے گا۔ بے شک تو نا امید اور ٹوٹے میں رہا۔ اگر میں انصاف نہ کروں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھ کو اجازت دیجئے۔ کہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکو اس حال پر چھوڑ دے۔ اس لئے کہ اس شخص کے کچھ لوگ تابعدار ہوں گے اور تم ان کی نمازوں سے اپنی نمازوں کو ان کے روزوں سے اپنے روزوں کو حقیر سمجھو گے۔ اور وہ قرآن پڑھیں گے۔ لیکن قرآن ان کے حلق کے نیچے نہ جائیگا۔ اور یہ دین سے اس طرح نکلے ہونگے جس طرح تیر شکاری کے ہاتھ سے چھوٹ کر شکار میں سے گذر جاتا ہے،

اس حدیث شریفہ میں حضور نبی غیب دان علیہ الصلاۃ والسلام نے جو فرقہ آئندہ پیدا ہونے والا تھا اس کے متعلق پہلے ہی یہ فرما دیا ہے کہ ذوالخویصرہ کے تابعدار وہ لوگ ہوں گے، جو کہ صوم و صلوٰۃ کے بڑے ہی پابند ہوں گے۔ اور قرآن بہت پڑھیں گے۔ لیکن ان کا باوجود ان تمام نیک اعمال ہونے کے حالت یہ

ہوگی۔ کہ وُہ اسلام سے اس طرح خارج ہوں گے۔ جیسے شکاری کے ہاتھ سے تیر نکل جاتا ہے۔ چنانچہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے اس ارشاد پر غور فرمائیے۔ اور ادھر مخالفین کی حالت ملاحظہ فرمائیے۔ جن لوگوں کی ظاہری حالت یہ ہے کہ وُہ صوم وصلوٰۃ اور قرآن کے ٹھیکیدار بنے ہوئے ہیں۔ اور وہ بڑی مغروری کے ساتھ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہم نیک اعمال کی ہی وجہ سے پار ہوں گے۔ ہمیں کسی نبی وولی کے سہارا و وسیلہ کی ضرورت نہیں۔ اور یہ نجدی اصل میں خارجی فرقہ کی ایک شاخ ہیں۔ اور ان لوگوں کا ذوالخویصرہ کی تابعداری کی یہ بھی دلیل ہے کہ جب بھی کسی دیوبندی ووہابی کو دیکھوگے۔ تو وُہ جتنے اعتراضات وتنقیدیں کریں گے صرف حضور آقائے دوجہاں صلے اللہ علیہ وسلم پر ہی کریں گے۔ ابھی اس کی تفصیل آئندہ آئےگی۔ اب ان لوگوں کا حلیہ بھی حدیث شریفہ کی زبانی ملاحظہ فرمائیے۔

علم غیب مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم اور نجدیوں کی علامات

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ سے مشکوٰۃ شریف کتاب القصاص باب قتل اہل الردہ میں یُوں روایت ہے۔ کہ حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے نجدیوں کی علامت تک بیان فرمادی ہیں

ثُمَّ قَالَ یَخْرُجُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ کَاَنَّ ھٰذَا مِنْھُمْ یَقْرَؤُنَ الْقُرْاٰنَ لَا یُجَاوِزُ تَرَاقِیَھُمْ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ کَمَا یَمْرُقُ السَّھْمُ مِنَ الرَّمِیَّۃِ سِیْمَاھُمُ التَّحْلِیْقُ لَا یَزَالُوْنَ یَخْرُجُوْنَ حَتّٰی یَخْرُجَ اٰخِرُھُمْ مَعَ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ فَاِذَا لَقِیْتُمُوْھُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَ الْخَلِیْقَۃِ ہ (مشکوٰۃ شریف صد ۳۰۹ سطر ۲)

ترجمہ۔ پھر آپ نے فرمایا۔ آخری زمانہ میں ایک قوم پیدا ہوگی۔ گویا کہ یہ شخص اُس قوم میں سے ہے۔ وہ قرآن پڑھے گی۔ لیکن قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہ جائے گا۔ وُہ اسلام سے اس طرح نکل جائےگی جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ اُن کی علامت سر مُنڈانا ہوگی۔ یہ قوم ہمیشہ نکلتی رہے گی۔ یہاں تک کہ ان کا آخری شخص مسیح الدجّال کیساتھ خروج کرے گا۔ اگر تم ان کو ملو تو جان لو کہ وہ تمام خلقت سے بدتر ہیں۔

اس حدیث شریفہ میں بھی غور فرمائیے۔ کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسی قوم کے پیدا ہونے کے متعلق اُن کی ظاہری حالت اور علامت بھی بیان فرمادی ہے۔ یعنی ذوالخویصرہ کی نسل سے جو لوگ پیدا ہوں گے۔ وُہ قرآن بھی بہت پڑھیں اور سر بھی منڈائیں گے۔ اور یہ قوم ہمیشہ ہمیشہ نکلتی رہے گی۔

اِدھر فرمانِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھئے۔ اور اسطرف مخالفین کی طرف بھی توجہ فرمائیے کہ وُہ نمازوں اور روزوں پر عمل پیرا ہیں۔ اور قرآن کو ماننے کے دعویدار ہیں۔ اور سر منڈانے میں کمال غلو لیکن حالت یہ کہ وُہ خلقت سے بدترین ہیں۔ یہ اسی لئے کہ وُہ نیک اعمال کرنے پر غرور و گھمنڈ کرتے ہیں۔ اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم و انبیاء کرام علیہم السّلام کی بے ادبی و گستاخی کرنا عین ایمان سمجھتے ہیں۔ اسی لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے دجّال کے فتنہ کے ساتھ ہی نجدی گروہ کے فتنہ کو خطرناک فرقہ قرار دیا ہے۔ حدیث شریف میں یہ بھی آتا ہے کہ جس خارجی نے آپ کی شانِ اقدس میں یہ گستاخی کی تھی۔ کہ (انصاف کیجئے) اُس کا حُلیہ یہ تھا۔

رَجُلٌ كَثُّ اللِّحْيَةِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ نَاتِئُ الْجَبِينِ مَحْلُوقُ الرَّأْسِ مُشَمَّرُ الْاِزَارِ (ھکذا مسلم شریف و مشکوٰۃ) کہ اس شخص کی داڑھی گھنی تھی۔ اونچے اونچے رخسار گھسی ہوئی آنکھیں۔ ابھری ہوئی پیشانی۔ منڈا ہوا سر۔ اور اونچا تہبند۔ یہ نجدیوں کا صحیح نقشہ ہے۔ جو آئینہ کی طرح صاف نظر آرہا ہے۔ یہ جتنی باتیں علامات نجدیہ حدیث سے ثابت ہیں۔ میرے خیال میں کوئی نجدی اس سے خالی نہیں ہے۔ وُہ علیحدہ بات ہے۔ کہ اپنی حقیقت چھُپانے کے لئے یہ خود حلیہ تبدیل کرلیں۔ آج کل کے نجدیوں کو دیکھ کر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ وُہ سب کے سب سر نہیں منڈاتے حالاں کہ حدیث میں یہ علامت بتائی گئی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عبدالوہاب نجدی جب اپنے گروہ میں کسی کو داخل کرتا تھا۔ تو اُسے سر منڈائے بغیر اپنے باطل گروہ میں شامل نہیں کرتا تھا۔ یہی خاص علامت حدیث میں ہے۔ گو اب ان لوگوں نے اپنے آپ کو چھپانے کے لئے یہ کام ترک کردیا ہے۔ لیکن یہ اس کو اپنا امام مانتے ہیں۔ اس لئے وہی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث بخاری شریف جزالرابع میں مروی ہے۔ اور مشکوٰۃ شریف باب ذکر یمن والشام میں یوں درج ہے۔

قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي يَمَنِنَا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَفِي نَجْدِنَا قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي يَمَنِنَا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَفِي نَجْدِنَا فَاَظُنُّهُ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطٰنِ ہ

(رواہُ البخاری والمشکوٰۃ صفحہ ۵۸۲ سطر ۱۰)

ترجمہ۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ ہمارے شام میں برکت عطا فرما۔ اور یمن میں برکت دے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے نجد میں آپ نے فرمایا۔ اے اللہ ہمارے لئے ہمارے ملک شام اور یمن میں برکت دے۔ صحابہ نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ اور ہمارے نجد میں راوی کا بیان ہے کہ تیسری مرتبہ صحابہ کے جواب میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ وہاں زلزلے ہوں گے۔ اور فتنے ہونگے اور وہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔

اس حدیث شریفہ اور احادیثوں میں غور فرمائیے کہ حضور رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم نے ملک شام اور ملک یمن کے لئے برکت کی دعا فرما رہے ہیں۔ مگر نجد کے ازلی محروم خطہ کے لئے دعا نہیں فرماتے۔ تو اس کی وجہ حضور آقائے دو جہاں صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان ترجمان نے خود ہی فرمادی کہ نجد میں تو فتنے اور زلزلے ہونگے اور شیطان کا سینگ نکلے گا۔

پہلی بات تو یہ ثابت ہوئی کہ جو لوگ آئندہ پیدا ہونے والے تھے۔ ان سب کا حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کو علم تھا جبھی آپ نے پہلے ہی سے اس گروہ کے پیدا ہونے کی خبر فرمادی ہے۔ چنانچہ اس فرمان حضور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مطابق بارہویں صدی میں نجد سے محمد بن عبدالوہاب پیدا ہوا۔ جس کے متعلق حضرت علامہ محمد بن عابدین شامی علیہ الرحمۃ شامی میں فرماتے ہیں۔

مظالم نجدیہ کی مختصر روئداد از علامہ شامیؒ اور مخالفین کے عقائد کی حقیقت مختصر

كَمَا وَقَعَ فِىْ زَمَانِنَا فِىْ اَتْبَاعِ عَبْدِالْوَهَّابِ الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ نَجْدٍ وَتَغَلَّبُوْا عَلَى الْحَرَمَيْنِ وَكَانُوْا يَنْتَحِلُوْنَ مَذْهَبَ الْحَنَابِلَةِ لٰكِنَّهُمْ اعْتَقَدُوْا اَنَّهُمْ هُمُ الْمُسْلِمُوْنَ وَاَنَّ مَنْ خَالَفَ اعْتِقَادَهُمْ مُشْرِكُوْنَ وَاسْتَبَاحُوْا بِذٰلِكَ قَتْلَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَقَتْلَ عُلَمَائِهِمْ حَتّٰى كَسَرَ اللّٰهُ شَوْكَتَهُمْ وَخَرَبَ بِلَادَهُمْ وَظَفَرَ بِهِمْ عَسَاكِرُ الْمُسْلِمِيْنَ عَامَ ثَلٰثٍ وَّثَلٰثِيْنَ وَمِائَتَيْنِ وَاَلْفٍ ٥

(شامی جز الثالث ص ٣١٩)

ترجمہ۔ جیسا ہمارے زمانہ میں عبدالوہاب کے ماننے والوں کا واقعہ ہوا۔ یہ لوگ نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر قابض ہوئے۔ اور اپنے آپ کو حنبلی مذہب ظاہر کرتے تھے۔ لیکن دراصل ان کا یہ اعتقاد تھا کہ مسلمان صرف وہی ہیں۔ باقی سب مشرک ہیں۔ اسی وجہ سے انہوں نے اہل سنت اور ان علماء کا قتل مباح سمجھا یہاں تک کہ اللہ تعالے نے

اُن کی شوکت توڑی۔ اور اُن کے شہر ویران کئے۔ اور اسلامی لشکروں کو اُن پر فتح دی۔
یہ واقعہ ۱۲۴۳ھ کا ہے۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ سامی علیہ الرحمہ کی عبارت مذکورہ اور کُتب تاریخ اور خود مخالفین کے مستند مؤرخ مسعود عالم ندوی کی کتاب محمد بن عبدالوہاب نجدی سے یہ بات صاف روشن ہے۔

کہ عبدالوہاب نجدی نے اور اس کے معتقدین نے تمام مسلمانانِ اہل سنت کو مشرک و کافر ہی جانا۔ اور مسلمانانِ اہل سنت شمعِ رسالت کے پروانوں کو قتل بھی کیا۔ (یہ بات حدیث سے بھی ثابت ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ یَقْتُلُوْنَ اَھْلَ الْاِسْلَامِ وَیَدْعُوْنَ اَھْلَ الْاَوْثَانِ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۳۵) یعنی وہ (نجدی) لوگ مسلمانوں کو قتل بھی کریں گے۔ اور بُت پرستوں کو کچھ نہ کہیں گے) اور حرمین شریفین پر بڑے بڑے ظلم وستم کئے۔ صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ واہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم اجمعین کے مزارات مقدسہ کو گرا کر زمین کے برابر کر دیا اور مسجد نبوی شریف و مزارات پاکیزہ میں جو فانوس۔ قالین۔ چادریں و متبرک اشیاء تھیں۔ اُن سب کو اُتار کر نجد میں لے گئے۔

یہاں تک کہ وُہ گنبدِ خضریٰ جہاں آقاء دوجہاں حبیب خُدا احمد مجتبیٰ جناب سیّدنا محمّد الرّسُول اللہ صلوٰت اللہ وسلامہ آرام فرما رہیں۔ اور یہ وہ گنبد خضریٰ ہے۔ جہاں پر ہر روز صبح وشام ستر ہزار ملائکہ مقربین حاضر ہو کر ہدیہ درود وسلام پیش کرتے ہیں۔ ان نجدیوں نے یہاں پر بھی گنبد شریف کو ڈھانے کی کوئی کوشش باقی نہ چھوڑی (معاذ اللہ) یہ بات مخالفین کے مؤرخ مسعود عالم ندوی کی کتاب محمد بن عبدالوہاب سے بھی ثابت ہے۔

جو خارجی نجدی گستاخ رسول امین بُری نیت کے ساتھ گنبدِ خضریٰ کے قریب اُسنے لگا قدرت خداوندی نے ایک اژدھا بھیج کر اُس کو وہیں ہلاک کر دیا۔ غرضیکہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم وانبیاء کرام علیہم السلام واہل بیت اطہار کی شان وعظمت میں گستاخیاں کرنا ان نجدی۔ دیوبندی خارجیوں کا عین ایمان ہے۔ ؎

قیامت خیز ہے افسانۂ پُر درد غم میرا نہ کھلواؤ زبان میری نہ اُٹھواؤ قلم میرا

قارئین کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ مجھے اسوقت اس طویل بحث میں جانے کے لئے کتاب کے طویل ہونے کا خوف ہے۔ اس لئے آپ حضرات ہمارے علمائے اہل سنت بریلوی کی کتابوں مثلاً[1] سیف الجبار۔ بوارق محمدیہ۔ الدرر السنیہ۔ دیوبندی مذہب اور تاریخی حقائق وغیرہا کا مطالعہ کریں۔ انشاء اللہ بفضلِ تعالیٰ وہابیہ دیوبندیہ نجدیہ کی مستند تاریخ ذوالخویصرہ سے لیکر اب تک کے مخالفین

---

[1] یہ کتابیں اور دیگر اسلامی کتابیں مکتبہ نعمانیہ اقبال روڈ سیالکوٹ سے مل سکتی ہیں ۱۲

لیکن یہاں صرف اتنا لکھ دینا ضروری ہے کہ
محمد بن عبدالوہاب نجدی کے جو عقائد تھے۔ وہی اس کے معتقدین کے ہیں۔ عبدالوہاب نجدی کی پہلی کتاب جس کا نام کتاب التوحید ہے۔ اس کا اردو ترجمہ دہلی کے ایک مولوی اسمٰعیل نے کیا۔ اور اس کا نام تقویۃ الایمان رکھا اور ہندوستان میں اس کی اشاعت کی۔ اس شخص کو اس کفریہ کتاب لکھنے کی وجہ سے سرحدی مسلمان پٹھانوں نے قتل کر دیا تھا۔ (یہ بات بھی مخالفین کی کتاب حیات طیبہ سے ثابت ہے)
اب عبدالوہاب نجدی اور پیرزادہ اسمٰعیل دہلوی ان کے معتقدین کے دو گروہ بن گئے ہیں۔ اول وہ جنہوں نے اماموں کی تقلید کا انکار کیا۔ جو غیر مقلد یا وہابی کہلاتے ہیں۔ دوسرے وہ جنہوں نے دیکھا اس طرح اپنے کو ظاہر کرنے سے مسلمان ہم سے نفرت کریں گے۔ انہوں نے ظاہراً اپنے آپ کو حنفی ظاہر کیا۔ ان کے عقائد وہابیوں سے بھی زیادہ بدترین ہیں۔ اور سخت خطرناک لوگ ہیں۔ جو اس وقت دیوبندی فرقہ کے نام سے مشہور ہیں۔ ان منافق قسم کے وہابیوں کا دعوئ حنفیت ایسا ہے۔ جیسا کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا دعوئ حنبلیت تو بہرکیف دیوبندی وہابی فرقہ کے قائد عظیم عبدالوہاب نجدی باغی اور اسمٰعیل دہلوی مرشد عظیم ہے۔ جو عقائد ان کے وہی ان لوگوں کے ہیں۔ صرف اعمال میں معمولی سا ظاہری اختلاف ہے۔ لیکن عقائد میں مکمل اتفاق ہے۔
اب ذرا چلتے چلتے دیوبندیوں کے مفتی اعظم مولوی رشید احمد گنگوہی کی کتاب فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۳۵ سطر ۱۱ کا ایک حوالہ ملاحظہ فرمایئے۔ تاکہ مخالفین کی مزید تسلی ہو جائے کہ یہ بات کسی بریلوی کے گھر کی تو ہے نہیں۔ یہ تو ان کے اپنے ہی گھر کی ہے۔

> محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔ ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا۔ البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی۔ ...... (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۳۵ سطر ۱۱)

دوسرا حوالہ فتاویٰ رشیدیہ کا ملاحظہ فرمایئے۔

> محمد بن عبدالوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں۔ وہ اچھا آدمی تھا۔ سنا ہے کہ مذہب حنبلی رکھتا تھا۔ اور عامل بالحدیث تھا۔ بدعت و شرک سے روکتا تھا۔ مگر تشدید اس کے مزاج میں تھی۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۳۶ سطر ۱۱)

یہ ہے دیوبندیوں کا عقیدہ کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد عمدہ تھے۔ وہ اچھا آدمی تھا۔ عامل بالحدیث تھا۔ بدعت و شرک سے روکتا تھا۔ اور اس کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ جو عقائد قائد نجدیہ عبدالوہاب کے تھے وہی دیوبندیوں کے ہیں۔ اور یہی لوگ وہابی ہیں۔ مزید وضاحت کے لیئے دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کا حوالہ ملاحظہ فرمایئے۔

دیوبندیوں کے مولوی خواجہ عزیز الحسن جو مولوی اشرف علی تھانوی کے خلیفہ اوّل ہیں۔ وہ اپنی کتاب اشرف السوانح حصہ اول .... صفحہ ۸۰ سطر ۱۵ پر یہ بات لکھتے ہیں۔

پھر حضرت والا (یعنی اشرف علی تھانوی) نے ان لوگوں کو سمجھا دیا۔ کہ بھائی یہاں وہابی رہتے ہیں۔ یہاں فاتحہ نیاز کے لئے مت لایا کرو۔ (اشرف السوانح صفحہ ۸۰ سطر ۱۵)

دیکھا آپ نے مولوی اشرف علی تھانوی ڈنکے کی چوٹ یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ بھائی ہم وہابی ہیں۔ یہاں پر فاتحہ نیاز مت لایا کرو۔

اب میں دیوبندیوں سے پوچھتا ہوں۔ کہ کیا تم لوگ وہابی اور عبدالوہاب نجدی کے پیروکار ہونے کے قائل ہو یا کہ نہیں۔ اگر نہیں تو گنگوہی اور تھانوی پر تمہارا کیا فتویٰ ہے۔ کیونکہ حسین احمد ٹانڈوی نے الشہاب الثاقب اور المہند میں علمائے دیوبند نے اپنی حقیقت چھپانے کے لئے عبدالوہاب نجدی کو خونخوار باغی تک لکھا ہے۔

سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ ایک طرف تو گنگوہی صاحب عبدالوہاب نجدی کو عامل بالحدیث مانیں اور دوسری طرف ٹانڈوی صاحب۔ اس کو باغی اور خونخوار مانیں۔

اور ایک طرف تھانوی صاحب اپنے اور تمام معتقدین کو وہابی مانیں اور دوسری طرف دیوبندی وہابی کے لفظ سے چڑیں۔

بہرکیف ہم دلائل قویہ سے یہ بات ثابت کر چکے ہیں۔ کہ جو عقائد ان دیوبندیوں اور نجدیوں کے ہیں۔ وہی عقائد عبدالوہاب نجدی کے تھے۔ اور یہی اصل میں خارجی ہیں۔ تو بہرکیف ثابت یہ ہوا کہ جو قومیں آئندہ پیدا ہونے والی تھیں۔ ان کے اعمال و کردار کا حضور آقائے نامدار صلے اللہ علیہ وسلم کو علم ہے۔ جبھی آپ نے ایسے لوگوں کی پہلے سے خبریں دے دیں۔ آیئے ذرا اور احادیث ملاحظہ فرمایئے۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور فتنہ پرور اشخاص

حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے حدیث ابو داؤد شریف میں روایت ہے۔

وَاللّٰهِ مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَائِدِ فِتْنَةٍ اِلٰى اَنْ تَنْقَضِيَ الدُّنْيَا يَبْلُغُ مَنْ مَعَهُ ثَلٰثَ مِائَةٍ فَصَاعِدًا اِلَّا قَدْ سَمَّاهُ لَنَا بِاسْمِهِ وَاسْمِ قَبِيْلَتِهِ ٥ (ابو داؤد شریف)

ترجمہ۔ حضرت حذیفہ رضؓ فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایسے شخص کا ذکر نہیں چھوڑا۔ جو آج سے قیامت کے دن تک فتنہ کا باعث ہوگا۔ یعنی اس فتنہ برپا کرنیوالے شخص کا جس کے ساتھیوں کی تعداد تین سو تک یا تین سو سے زیادہ ہو۔ یہاں تک کہ ہم کو اس کے باپ اور قبیلہ تک کا نام بتا دیا۔

اس حدیث پاک سے یہ معلوم ہوا۔ کہ حضور نبی غیب داں صلے اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک جو لوگ فتنہ برپا کرنے والے ہیں۔ اُن کے اسماء اور باپ دادا کے اسماء اور خاندان تک کو بھی جانتے ہیں۔ اور آپ کو مافی الارحام اور لوگوں کے اعمال تک کا بھی علم ہے۔

علمِ غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حالات مدینہ منورہ

حضرت ابی ذر رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ سے حدیث مشکوٰۃ شریف میں روایت ہے کہ ایک روز حمار پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا کہ جب ہم مدینہ کے گھروں سے آگے نکل گئے۔ تو آپ نے مجھ سے یوں فرمایا۔

اِذَا کَانَ بِالْمَدِیْنَۃِ جُوْعٌ تَقُوْمُ عَنْ فِرَاشِکَ وَلَا تَبْلُغُ مَسْجِدَکَ حَتّٰی یُجْھِدَکَ الْجُوْعُ قَالَ قُلْتُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ تَعَفَّفْ یَا اَبَاذَرٍّ قَالَ کَیْفَ یَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا کَانَ بِالْمَدِیْنَۃِ مَوْتٌ یَبْلُغُ الْبَیْتُ الْعَبْدَ حَتّٰی اَنَّہٗ یُبَاعُ الْقَبْرُ بِالْعَبْدِ قَالَ قُلْتُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ تَصَبَّرْ یَا اَبَاذَرٍّ قَالَ کَیْفَ بِکَ یَا اَبَاذَرٍّ اِذَا کَانَ بِالْمَدِیْنَۃِ قَتْلٌ تَغْمُرُ الدِّمَاءُ اَحْجَارَ الزَّیْتِ قَالَ قُلْتُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ ۔

(مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ۔ کہ ابا ذر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا کیا حال ہوگا۔ جب کہ مدینہ میں بھوک یعنی قحط ہوگا۔ تو اس وقت بستر سے نہ اٹھ سکے گا۔ اور اپنی مسجد تک ضعف کے سبب مشکل سے پہنچ سکے گا۔ میں نے عرض کیا۔ اللہ و رسول جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس وقت پرہیزگاری اختیار کر۔ پھر آپ نے فرمایا اے اباذر تیرا کیا حال ہوگا۔ جب کہ مدینہ میں موت کا بازار گرم ہوگا۔ اور مکان کی قیمت غلام کی قیمت کے برابر ہو جائے گی۔

مَیں نے عرض کیا۔ اللہ و رسول جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اسوقت صبر کرنا۔ پھر آپ نے فرمایا اسوقت تیرا کیا حال ہوگا۔ جب مدینہ میں قتل کا بازار گرم ہوگا۔ جس کا خون مقام حجار الزیت کو ڈھانپ لے گا۔ یعنی خون سے مقام مذکور بھر جائے گا۔ میں نے عرض کیا اللہ و رسول جانتے ہیں۔

حدیث بالا سے یہ صاف واضح ہے۔ کہ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو مدینہ پاک میں قحط کے برپا ہونے اور موت کا بازار گرم ہو جانے۔ اور قتل و غارت کے عام ہونے اور کثرت اموات کی وجہ سے قبروں کی قیمت غلام سے بڑھ جانے کا علم تھا۔ جبھی آپ نے ان سب حالات کے متعلق پہلے ہی سے خبر فرما دی جو کہ آئندہ پیش آنے والے تھے۔ نیز صحابی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا (اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ) کہ اللہ و رسول جانتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ صحابۂ کرام علیہم الرضوان کا حضور مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر ایمان تھا مزید تسلی کے لئے اور احادیث شریفہ ملاحظہ فرمائیے۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم اور حالات عرب

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ابن ماجہ شریف میں مروی ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَتَکُوْنُ فِتْنَۃٌ تَسْتَنْظِفُ الْعَرَبَ قَتْلَاھَا فِی النَّارِ اللِّسَانُ فِیْھَا اَشَدُّ مِنْ وَقْعِ السَّیْفِ ٥ وحدیث الثانی قَالَ وَیْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ اَفْلَحَ مَنْ کَفَّ یَدَہٗ ٥

(ابن ماجہ شریف)

ترجمہ۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قریب ہے ایک بڑا فتنہ سارے عرب کو گھیر لے گا۔ کہ مقتول دوزخ میں جائیں گے۔ اس فتنہ میں زبان درازی کا فتنہ تلوار مارنے سے بھی زیادہ سخت ہوگا۔ دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا بدنصیبی عرب کی کہ فتنہ قریب ہے۔ پس فتنہ میں وہ شخص کامیاب ہوگا۔ جس نے اپنا ہاتھ روک لیا۔

دوسری حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف میں مروی ہے۔

لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یَکْثُرَ الْمَالُ وَیَفِیْضَ حَتّٰی یَخْرُجَ الرَّجُلُ زَکوٰۃَ

مَالُہٗ فَلَا یَجِدُوْا اَحَدًا یَّقْبَلُھَا مِنْہُ حَتّٰی تَعُوْدَ اَرْضُ الْعَرَبِ مُرُوْجًا وَّاَنْھَارًا وَفِیْ رِوَایَۃٍ یَبْلُغُ الْمَسَاکِنُ اَھَابَ اَوْ یَھَابَ ۝ (بخاری شریف)

ترجمہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اُسوقت تک نہ آئے گی جب تک مال و دولت اتنی زیادہ نہ بڑھ جائے۔ یہاں تک کہ لوگ اپنے مال کی زکوٰۃ نکالیں گے اور کوئی اس کو قبول نہ کرے گا۔ اور جب تک عرب کی زمین سبز و شاداب باغ و بہار اور نہر والی نہ بن جائے۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ جب تک عمارتیں اور آبادی اھاب یا یہاب تک نہ پہنچ جائے۔ (یہ مدینہ کے قریب ایک بستی کا نام ہے)

مذکورہ دونوں احادیث میں غور فرمائیے۔ کہ عرب کا ایک فتنہ عظیم میں مبتلا ہونے اور مقتول کے دوزخی ہونے اور زبان درازی کے عام ہونے اور مال و دولت کی زیادتی ہوجانے اور عرب میں سبز و شاداب و باغ و بہار اور عمارتوں کے وسیع ہوجانے ان تمام اُمور کا حضور رحمت دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم ہے۔ جس کے متعلق آپ نے پہلے ہی سے پیشن گوئیاں فرمادی ہیں۔ نیز یہ بات بھی معلوم ہوئی اس فتنہ میں مقتولین کے دوزخی ہونے کے متعلق بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے۔ آئیے ذرا اس سلسلہ میں ایک حدیث اور ملاحظہ فرمائیے۔

علمِ غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک دوزخی شخص

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف میں ایک حدیث یوں درج ہے۔

قَالَ شَھِدْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حُنَیْنًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ مِّمَّنْ مَّعَہٗ یَدَّعِی الْاِسْلَامَ ھٰذَا مِنْ اَھْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ مِنْ اَشَدِّ الْقِتَالِ وَکَثُرَتْ بِہِ الْجِرَاحُ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ الَّذِیْ تُحَدِّثُ اَنَّہٗ مِنْ اَھْلِ النَّارِ قَدْ قَاتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ مِنْ اَشَدِّ الْقِتَالِ فَکَثُرَتْ بِہِ الْجِرَاحُ فَقَالَ اَمَا اِنَّہٗ مِنْ اَھْلِ النَّارِ ۝

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ ہم غزوہ حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ شریک ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہمراہیوں میں سے ایک شخص کی نسبت جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا۔ یہ فرمایا۔ کہ وہ شخص دوزخی ہے۔ پھر جب لڑائی کا وقت آیا تو یہ شخص خوب لڑا۔ اور بہت سے زخم اسکے جسم پر آئے۔ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ کہ آپ نے جس شخص کی نسبت فرمایا تھا۔ کہ وہ تو دوزخی ہے۔ وہ تو خدا کی راہ میں خوب لڑا۔ اور بہت سے زخم اُس نے کھائے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یاد رکھو وُہ دوزخیوں میں سے ہے۔

مذکورہ حدیث شریف سے پہلے یہ بات معلوم ہوئی۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا۔ اور مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو کر جنگ میں شامل ہونے کے لئے جا رہا تھا۔ آپ نے اس کے دوزخی ہونے کے متعلق پہلے ہی فرما دیا تھا۔ اب جب وُہ شخص فی سبیل اللہ خوب لڑا اور زخم کھائے۔ تو ایک صحابی نے عرض کی لے آقا جس کے متعلق آپ نے دوزخی ہونے کی بشارت دی۔ وُہ راہ خدا میں خوب جہاد کر رہا ہے۔ اور زخم کھا رہا ہے۔ کیا ایسا شخص بھی دوزخی ہوگا۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ مِنْ اھلِ النَّار وُہ دوزخیوں میں ہے۔

چنانچہ مخبرِ صادق عالم ماکان و مایکون صلی اللہ علیہ وسلم کی لسان پاک سے نکلا ہوا۔ جملہ چند لمحوں کے بعد حقیقت ہو کر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سامنے آجاتا ہے۔ الفاظ حدیث ملاحظہ فرمایئے۔

وَجَدَ الرَّجُلُ اَلَمَ الْجِرَاحِ فَاَهْوٰی بِيَدِهٖ اِلٰی كِنَانَتِهٖ فَانْتَزَعَ سَهْمًا فَانْتَحَرَ بِهَا فَاشْتَدَّ رِجَالٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَدَّقَ اللّٰهُ حَدِيْثَكَ قَدِ انْتَحَرَ فُلَانٌ وَقَتَلَ نَفْسَهٗ ۝ (بخاری شریف)

ترجمہ۔ پس پایا اسی شخص کو اُس نے زخموں کی تکلیف سے بے چین ہو کر اپنے ہاتھ کو اپنے ترکش کی طرف بڑھایا۔ اور ایک تیر نکال کر اس کو سینہ میں پیوست کر لیا یعنی خودکشی کر لی۔ یہ دیکھ کر بہت سے لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑ پڑے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ خدا تعالٰے نے آپ کی بات کو سچا کر دیا۔ فلاں ہی شخص نے خودکشی کر لی۔ اور اپنے آپ کو مار ڈالا۔ (بخاری و مشکوٰۃ)

دیکھا آپ نے کہ جس شخص کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخی ہونا فرمایا تھا۔ اس کے دوزخی ہونے

کا ثبوت منظرِ عام میں آگیا۔ کہ وہ شخص مسلمان ہوکر زخموں کی تاب نہ لا سکنے کے بعد آخر خود ہی خودکشی کا مرتکب ہوگیا اِس حدیث سے یہ ثابت ہُوا کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس شخص کے خودکشی کر لینے کا علم تھا۔ اور دوسری بات یہ ثابت ہُوئی۔ کہ جو باتیں عاموں سے مخفی ہُوں و رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے مخفی نہیں۔ اسی طریق کی ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

عِلمِ غیبِ مُصطفےٰ صلّے اللہ علیہ وسلّم

ایک مُرتد کاتبِ وحی کو زمین کا قبُول نہ کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ، سے بخاری شریف میں حدیث روائیت ہے۔

قَالَ اِنَّ رَجُلاً کَانَ یَکْتُبُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَارْتَدَّ عَنِ الْاِسْلَامِ وَلَحِقَ بِالْمُشْرِکِیْنَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْاَرْضَ لَا تَقْبَلُہٗ فَاَخْبَرَنِیْ اَبُوْطَلْحَۃَ اَنَّہٗ اَتَی الْاَرْضَ الَّتِیْ مَاتَ فِیْھَا فَوَجَدَہٗ مَنْبُوْذًا فَقَالَ مَاشَانُ ھٰذَا فَقَالُوْا دَفَنَّاہُ مِرَارًا فَلَمْ تَقْبَلْہُ الْاَرْضُ ہ (بخاری شریف)

ترجمہ۔ حضرت انس کہتے ہیں۔ کہ ایک شخص نبی اللہ علیہ وسلم کی وحی لکھا کرتا تھا۔ (جو ایک نصرانی تھا مسلمان ہوگیا تھا) پھر وُہ مرتد ہوگیا۔ اور مشرکوں سے جا ملا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی نسبت فرمایا، کہ زمین اس کو قبول نہ کرے گی۔ حضرت انس رضؓ کا بیان ہے کہ مجھ کو حضرت طلحہ رضؓ نے کہا کہ میں اس زمین پہ پہنچا۔ جہاں وُہ شخص مرا تھا۔ میں نے دیکھا کہ وُہ قبر سے باہر پڑا ہُوا ہے۔ میں نے لوگوں سے پُوچھا اس کی یہ کیا حالت ہے۔ قبر سے کیوں باہر پڑا ہے۔ لوگوں نے بیان کیا۔ کہ ہم نے اس کو کئی دفعہ زمین میں دفن کیا۔ لیکن زمین نے اس کو قبول نہ کیا۔

اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہُوا۔ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسے مُرتد شخص کا یہ علم تھا کہ اس کو زمین کبھی قبول نہ کرے گی۔ جس کے متعلق آپ نے پہلے ہی خبر فرما دی۔

علم غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کا فتنہ سے محفوظ رہنا

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ابوداؤد و ترمذی شریف میں یہ حدیث یوں درج ہے۔

قَالَ مَا اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ تُدْرِكُهُ الْفِتْنَةُ اِلَّا اَنَا اَخَافُهَا اِلَّا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمَةَ فَاِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَضُرُّكَ الْفِتْنَةُ ۵ (ابوداؤد شریف)

ترجمہ۔ حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ جب لوگوں کو فتنہ گھیرے گا۔ تو کوئی شخص اس کے اثر سے محفوظ نہ رہیگا۔ مگر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو ان کی نسبت میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے۔ کہ تجھ کو فتنہ ضرر نہ پہنچائے گا۔

اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ علم ہے کہ فتنہ کے وقت کوئی اس کے اثر سے محفوظ نہ رہ سکے گا۔ مگر صحابی حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اس فتنہ کے ضرر سے محفوظ رہیں گے اس لئے آپ نے پہلے ہی اس کی خبر فرمادی۔

علم غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حالاتِ اُمت

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے ابن ماجہ و ترمذی شریف میں روایت ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَ السَّيْفُ فِيْ اُمَّتِيْ لَمْ تُرْفَعْ عَنْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ اُمَّتِيْ بِالْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى تَعْبُدَ قَبَائِلُ مِنْ اُمَّتِي الْاَوْثَانَ وَاِنَّهُ سَيَكُوْنُ فِيْ اُمَّتِيْ كَذَّابُوْنَ ثَلٰثُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهُ نَبِيُّ اللّٰهِ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَلَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِيْ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَاْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ ۵

(ترمذی شریف)

ترجمہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری اُمت میں جب تلوار چل جائیگی تو قیامت تک اس کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اور اسوقت تک نہیں آئے گی جب تک میری اُمت کے بعض قبائل مشرکین سے نہ جاملیں اور میری اُمت کے بعض قبائل بتوں کی پرستش نہ کرنے لگ جائیں۔ اور میری اُمت میں تیس ۳۰ جھوٹے نبی ظاہر ہونگے اُن میں ہر شخص یہ خیال کرتا ہوگا۔ کہ یہ اللہ کا نبی ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ میں خاتم النّبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اور میری اُمت میں سے ہمیشہ ایک جماعت حق پر رہے گی۔ اور دشمنوں پر غالب ہوگی۔ جو لوگ اس جماعت کی مخالفت کرینگے وُہ اس کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ یہاں تک کہ خدا کا حکم نہ آجائے کہ اسلام سب پر غالب آجائے۔

اس حدیث پاک سے یہ معلوم ہوا کہ اُمت میں ایک بار تلوار کا چل جانا اور قیامت تک ختم نہ ہونا اور اُمت میں بعض قبائل کا مشرکوں سے ملنا اور بتوں کی پرستش کرنا۔ اور تیس ۳۰ جھوٹے لوگوں کا جھوٹا دعویٰ نبوت کرنا اور اُمت میں ایک جماعت کا ہمیشہ حق پر رہنا اور دشمنوں پر غالب آنا اور لوگوں کا اس جماعت حق کی مخالفت کرنا اور پھر اس جماعت حق کا اُن سے کچھ نقصان نہ ہونا۔ ان سب باتوں کا حضور نبی غیب دان صلے اللہ علیہ وسلم کو علم ہے۔ جس کے متعلق آپ نے پہلے ہی خبریں دے دیں جس جماعت کے حق پر ہونے کے متعلق آپ نے فرمایا ہے۔ یہ جماعت اہل سنّت ہی ہے۔ آئیے ذرا یہ بھی بزبانِ مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرمایئے۔

علمِ غیبِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلم

باطل فرقوں کی پیداوار اور سوادِ اعظم کی صداقت

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ترمذی شریف اور حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے ابن ماجہ شریف میں مروی ہے۔ کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَتَفْتَرِقَنَّ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّسَبْعِیْنَ

فِرْقَۃٌ فَوَاحِدَۃٌ فِی الْجَنَّۃِ وَثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِی النَّارِ قِیْلَ
یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ ھُمْ قَالَ الْجَمَاعَۃُ ۔ (ابن ماجہ و ترمذی)

ترجمہ۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میری اُمت تہتر ۷۳ فرقوں پر منقسم ہوگی۔ ایک جنتی اور بہتر ۷۲ دوزخی عرض کیا گیا۔ یارسول اللہ جنتی کون ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اکثریت۔

اس حدیث بالا سے یہ معلوم ہُوا۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ علم ہے کہ میری اُمت تہتر ۷۳ فرقوں پر منقسم ہوجائے گی۔ جن میں صرف ایک جماعت جنتی اور باقی بہتر ۷۲ کے بہتر جہنمی ہیں۔ یعنی کہ آپ کو ہر ایک کے جنتی و دوزخی ہونے کا علم ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہُوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ اکثریت والی جماعت جنتی ہے۔

اب میں ناظرین کی خدمت عرض کرتا ہوں کہ باانصاف ہوکر مسلمانوں میں یہ دیکھ لیں کہ ساری دنیا میں کون سا فرقہ اقلیت میں ہے۔ اور کون سی جماعت اکثریت میں ہے۔

بحمداللہ تعالٰے آپ کو ساری دنیا میں صرف ایک ہی فرقہ میں اکثریت نظر آئیگی وہ ہم ہی اہل سُنت و جماعت ہیں۔ جب ہماری اکثریت ثابت ہے تو فرمانِ مصطفوی صلے اللہ علیہ وسلم کے مطابق اہل سنت احناف بریلوی جنتی ہوئے۔ یہ ہمارا دعویٰ بلا دلیل نہیں۔ بلکہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ پس معلوم ہُوا کہ ہمارے مذہب کی حقانیت و صداقت آفتاب کی طرح دنیائے عالم میں روشن ہے دوسری بات یہ معلوم ہُوئی کہ پہلی اُمتوں میں قلیل من عبادی الشکور کا اصول تھا۔ لیکن اُمت مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کرنے والے کئی اقسام ہیں۔ جن کو حضور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بہتر یا تہتر فرقوں میں محدود فرمایا اور آپ نے اِن فرقوں میں ایک مذہب حقہ کا چناؤ فرمایا کہ میری اُمت کے مدعیوں سے جو اقلیت جماعت ہوگی۔ وہ باطل پر ہوں گے جو اکثریت پر مشتمل ہوگی۔ وہ حق پر ہوں گے۔

تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ دُنیائے عالم کے کسی فرقہ میں کوئی خدا کا ولی نہیں اور نہ ہوسکتا ہے۔ اگر اولیاء اللہ کاملین ہیں۔ تو وہ صرف ایک جماعت اہل سُنت ہی میں سے ہیں۔ جو تمام لوگوں کی نظروں کے سامنے ہیں۔ بہرکیف اگر اکثریت ہے تو صرف اہل سنت جماعت کی ہے۔ اور اگر اقلیت ہے تو دوسرے فرقوں میں۔ جب ہماری اکثریت ثابت تو ہمارا سچا مذہب ثابت۔

دوسری حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث ترمذی و مشکوٰۃ میں مروی ہے۔
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّہٗ

مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ (وفی حدیث الثانی) اِنَّ اللّٰہَ لَا یَجْمَعُ اُمَّتِیْ اَوْ
قَالَ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ عَلٰی ضَلَالَۃٍ وَیَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ وَمَنْ شَذَّ
شُذَّ فِی النَّارِ (ترمذی شریف)

ترجمہ۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جماعت کثیر کا اتباع کرو۔ پس جو شخص جماعت سے علیحدہ ہُوا۔ اس کو آگ میں ڈالا جائے گا۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔ میری اُمت کو دیا آپ نے فرمایا، کہ اُمت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ گمراہی پہ جمع نہیں کرے گا۔ اور اللہ کا ہاتھ کثیر جماعت پر ہے۔ جو شخص کثیر جماعت پر ہے۔ جو شخص کثیر جماعت سے علیحدہ ہُوا۔ اس کو دوزخ میں ڈالا جائیگا

مذکورہ دونوں احادیث سے یہ واضح ہوگیا کہ جو جماعت سواد اعظم ہے یعنی کثیر ہے وہی جنتی ما انا علیہ واصحابی کہ جس پر میں ہُوں یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین وہ کبھی گمراہ نہیں ہوسکتے۔ اُن میں گمراہی پیدا نہیں ہوسکتی اور جو اس جماعت سے علیحدہ ہُوا۔ وہ ناری ہُوا۔ اور اس جماعت پر دست خداوندی ہے۔

ثابت ہُوا کہ دنیائے عالم میں ما انا علیہ واصحابی پر عمل پیرا جماعت کثیرہ صرف ایک ہی جماعت ہے۔ وُہ اہل سُنّت وجماعت ہی ہیں۔ اور یہی اصل صراط مستقیم یعنی سیدھا اور صحیح راستہ ہے جس نے اس جماعت سے علیحدگی اختیار کرلی اور دوسرے باطل فرقہ میں شامل ہوگیا۔ وُہ گمراہی اور جہنم کی طرف چلا گیا۔

یہ مضمون تو بہت طویل ہے۔ لیکن یہاں صرف یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہُوں کہ اگر چاہتے ہو کہ ہم جنت میں جائیں اور جہنم سے بچ جائیں تو ارشاد مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اسی مذہب مسلک حق اہل سُنّت وجماعت (بریلوی) کی پیروی کو اپنا لو۔ کیونکہ یہ وہی سچا مذہب ہے جس کا عقیدہ قرآن وحدیث اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مطابق صحیح ہے۔ جن کے دلوں میں اللہ واس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ادب واحترام اور سچی محبت وعقیدت ایک ایک بال میں رچی ہُوئی ہے۔

آج مخالفین (وہابی دیوبندی) اہل سنت وجماعت بریلوی کا تقریر وتحریر میں تمسخر اڑاتے ہیں۔ کہ بریلوی بڑے محبت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)، کے دعویدار بنے پھرتے ہیں۔ تو یہ بھی ہم نے مانا کہ واقعی اس بات کو تم تسلیم کرتے ہو۔ کہ اگر عشق رسُول دیکھنا ہو۔ اور اگر محبت رسول دیکھنی ہو۔ اور اگر ادب رسول دیکھنا ہو تو فی الواقع میں بریلویوں میں موجود ہے۔

الحمد للہ اس مذہب حق اہل سنت بریلوی کا ایک ایک لمحہ ادب مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم و محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی گذر گیا۔ اور گذر رہا ہے۔ اور یونہی روز آخر تک گذرتا چلا جائے گا۔ یہ وہی مذہب ہے۔ جن کی ہر تقریر و تحریر کا مطمح نظر عظمت رسالت اور وقار نبوت کی پرچم کشائی ہے۔ اور جو پوری اعتدال پسندی سے ملت اسلامیہ کو توحید و رسالت کا درس دے رہے ہیں۔ اور جن کی ہر تقریر و تحریر افراط و تفریط سے یکسر خالی ہے۔ محبت میں نہ تو اسقدر غالی ہیں کہ رسالت کا ڈانڈا توحید سے ملا دیں اور بارگاہ نبوت کے اتنے بے ادب و گستاخ و باغی بھی نہیں کہ اُس مقام عظیم میں کسی قسم کا عیب تلاش کریں۔ اب مناسب سمجھتا ہوں کہ ہمارے دلوں میں جو حضور آقاء دوجہاں صلے اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت ہے۔ اس کا ثبوت حدیث شریفہ سے ہی پیش کئے دوں۔

اہل سنت (بریلویوں) کی محبت رسول صلے اللہ علیہ وسلم اور علم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مسلم شریف و مشکوٰۃ میں یہ حدیث یوں درج ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اُمَّتِیْ اَشَدُّ حُبًّا نَاسٌ یَکُوْنُوْنَ بَعْدِیْ یَوَدُّ اَحَدُھُمْ لَوْ رَاٰنِیْ بِاَھْلِہٖ ۵ (حدیث مسلم شریف و مشکوٰۃ ص ۵۸۳ سطر ۱۸)

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ تحقیق رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم نے فرمایا ہے۔ کہ میری اُمت میں مجھ سے زیادہ محبت رکھنے والے وہ لوگ ہونگے جو میرے بعد پیدا ہوں گے۔ اور اس امر کی آرزو کریں گے۔ کہ اگر مجھ کو دیکھ لیں تو اپنے اہل و عیال کو مجھ پہ فداء کر دیں۔

مذکورہ حدیث شریفہ میں غور فرمائیے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کتنے صاف اور پیارے الفاظوں میں ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ مجھ یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبت رکھنے والے میرے بعد بھی پیدا ہونگے آپ ذرا غور فرمائیں کہ وہ کون لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کی زیارت معاذ اللہ شرک۔ بدعت[۱] اور غیر ضروری چیز ہے۔ اور وہ کون سی خوش قسمت جماعت ہے۔ جو زیارت کو کائنات کی سب سے بڑی نعمت شمار کرتے ہیں۔ اور خاص اسی لئے سفر کرتے ہیں۔

بحمدہ تعالےٰ۔ دُنیائے عالم میں کوئی ایسا فرقہ نہیں ہے جس کو خدا کے پیارے حبیب مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم

۱ے اس کیلئے ملاحظہ فرمائیے تقویۃ الایمان اور کتاب التوحید وغیرہما

کی دلی محبت وادب واحترام نصیب ہو۔ یہ صرف اہل سُنّت و جماعت ہی ایک مذہب حق ہے کہ جن کے دلوں میں سچی محبت وعشق رسول کُوٹ کُوٹ کر بھرا ہُوا ہے۔ اور ایسا ایمان نصیب ہے۔ اور یہ ہمارے مذہب کے سچا ہونے کا بھی واضح ثبوت ہے۔ اور ہم ہی اصل اُمّت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقدار ہیں۔ پھر ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ہمارا علم نہیں۔ آپ کے ساتھ محبت کرنے والوں کو سرورِ کائنات جانتے ہیں۔ اور اُن کو بھی جانتے ہیں۔ جن کو آپ کے ساتھ کچھ محبت نہیں۔

اُمّتی جو کرے فریاد حالِ زار کی!! چھٹ جائے دوات کونین تو کچھ غم نہیں
ممکن نہیں کہ خیر البشر کو خبر نہ ہو! چھوٹے نہ مگر ہم سے دامانِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم

ہماری محبتِ رسُول وعشقِ رسول دردِ دل کا مذاق اُڑانے والے مذکورہ حدیث کو آنکھیں کھول کر دیکھ لیں۔ اور انصاف کے ساتھ یہ بتائیں کہ آج اس خاکدانِ گیتی میں وُہ کون سے لوگ ہیں جن کے دلوں میں عشقِ رسول تڑپ رہا ہے۔ اور تمہارا رسول خُدا صلے اللہ علیہ وسلم کی عداوت اور طعن وتشنیع کرنا کون سی ایماندار ہونے کی نشانی ہے۔

مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ اہل سُنّت بریلویوں میں محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے متعلق مخالفین کا ایک حوالہ پیش کئے دوں۔ دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کا ایک بیان اشرف السوانح جلد اوّل میں یوں درج ہے۔

بلفظہٖ

اعلیٰحضرت اور عشق مصطفےٰ تھانوی صاحب کی زبانی

حضرت والا (یعنی مولوی اشرف علی تھانوی) کا مذاق باوجود احتیاط فی المسلک کے اس قدر وسیع اور حُسن ظن لئے ہوئے ہے۔ کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے بُرا بھلا کہنے والوں کے جواب میں دیر دیر تک حمائت فرمایا کرتے ہیں۔ اور شدّ ومد کے ساتھ رد فرمایا کرتے ہیں۔ کہ ممکن ہے اُن کی مخالفت کا سبب واقعی حُبِ رسول ہی ہو۔ اور وُہ غلط فہمی سے ہم لوگوں کو نعوذ باللہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخ سمجھتے ہوں۔ (اشرف السوانح جلد اوّل صفحہ ۲۱۴ سطر ۱۰)

لیجئے جناب یہ ہیں دیوبندیوں کے حضرت والا پیر طریقت مولوی اشرف علی تھانوی کس طرح صاف الفاظوں میں ہمارے اعلیٰحضرت عظیم البرکت امام اہل سنت مجدّد دین ملّت حامی الحرمین الشریفین بحر العلوم عاشق رسول حضرت مولانا علامہ

شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی ذات کے متعلق کس قدر عقیدت کا اظہار کر رہے ہیں۔ کہ ممکن ہے ان کی مخالفت کا سبب واقعی حُبِ رسول ہی ہو۔ اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ گو تھانوی صاحب کا عقیدہ تو نجدیوں جیسا ہی تھا۔ لیکن آخر تھانوی صاحب کو امام اہل سنت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی صداقت و حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم کرنا پڑا۔ ہمیشہ باطل گروہ کو آخر حق کو ماننا ہی پڑتا ہے خواہ وہ منکر ہی رہے۔

تھانوی صاحب کی تمنائے اقتدا

دوسرا حوالہ دیوبندیوں کے مولوی بہاء الحق قاسمی اُسوہ اکابر صفحہ ۱۵ میں اپنے اکابرین میں سے مولوی اشرف علی تھانوی کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔

> حضرت (یعنی اشرف علی تھانوی) فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر مجھ کو مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ کے پیچھے نماز پڑھنے کا موقعہ ملتا تو میں پڑھ لیتا۔

اس مذکورہ حوالہ سے یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ دیوبندیوں کے پیشوا حکیم الامت وسیع القلب مولوی اشرف علی تھانوی ہمارے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی محبت و عشق رسالت مآب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ اور پھر فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی حمایت بھی کرتے ہیں۔ اور برا بھلا کہنے والوں کا رد بھی دیر دیر تک کرتے رہتے تھے اور لطف یہ کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا مقتدی بننے کو بھی تیار ہیں۔

اب میں تمام دیوبندی عاشقان تھانوی سے پوچھتا ہوں۔ کہ تمہارے وسیع الالقاب حکیم الامت اشرف علی تھانوی تو اعلیٰحضرت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی نور اللہ مرقدہ کے متعلق اس قدر عقیدت اور حمایت کا اظہار کریں اور بُرا بھلا کہنے والوں کا رد کر دیں اور انہیں عاشق رسول قرار دیں۔ اور تم انہی تھانوی صاحب کے معتقد ہو کر حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا کن الفاظ میں ذکر کرتے ہو حقیقت یہ ہے کہ دیوبندیوں اور وہابیوں کو کیا معلوم کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہٗ کیسی عظیم شخصیت ہیں۔ ان کے بیان کے لئے تو دفتر درکار ہیں۔ ؎

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم ! جس سمت آگئے ہو سکّے بٹھا دیئے ہیں

بہر کیف معلوم ہوا کہ مخالفین حضرات بھی اہل سنت بریلویوں کی حُبِ رسول کے قائل ہیں۔ لیکن جانتے ہوئے باوجود وہ حق کا انکار کرتے ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ ہماری حُبِ رسول و ادبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مستانی مصطفےٰ اللہ علیہ وسلم کو علم ہے۔ الحمد للہ ہمارے مذہب و مسلک و عقائد کی تصدیق بارگاہ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہو رہی ہے۔ جب بارگاہ نبوی سے تو پھر بارگاہ ربی سے بھی ہمارے عقائد کی تصدیق۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

علم غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

قیصر و کسریٰ کی ہلاکت اور حضرت سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسریٰ کے کنگن

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف میں مروی ہے۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

هَلَكَ كِسْرَىٰ فَلَا يَكُونُ كِسْرَىٰ بَعْدَهُ وَقَيْصَرُ لَيَهْلِكَنَّ ثُمَّ لَا يَكُونُ قَيْصَرُ بَعْدَهُ وَلَتُقْسَمَنَّ كُنُوزُهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَسَمَّى حَرْبَ خُدْعَةً۔ (بخاری شریف)

ترجمہ: عنقریب کسریٰ (شاہ فارس) ہلاک ہوگا۔ اور اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا۔ اور البتہ قیصر (شاہ روم) ہلاک ہوگا۔ اور پھر کوئی قیصر نہ ہوگا۔ ان دونوں بادشاہوں کے خزانے فی سبیل اللہ تقسیم کر دیئے جائیں گے۔ اور آپ نے اس لڑائی کا نام دھوکا رکھا ہے۔

اس حدیث شریف میں غور فرمایئے کہ قیصر و کسریٰ بڑے جاہ و جلال کے ساتھ خطۂ زمین پر حکمرانی تھے اور بظاہر ان کی بربادی کا کوئی سامان بھی نہ تھا۔ مگر حضور انور عالم ما کان و ما یکون صلی اللہ تعالےٰ علیہ و آلہٖ و صحبہٖ و بارک وسلم کی زبان اقدس سے نکلے ہوئے الفاظ آج بھی سرورِ کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم کے غیب دان ہونے پر دلیل قاہر ہیں۔ دیکھ لیجئے کسریٰ کی ہلاکت کے بعد پھر ایران میں کوئی دوسرا کسریٰ نہیں ہوا۔ اسی طرح قیصر کی ہلاکت کے بعد دوسرا قیصر نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم

کو قیصر وکسریٰ کی ہلاکت اور اس کے بعد دوسرا قیصر وکسریٰ نہیں ہوگا۔ اس کا علم تھا۔

دوسری حدیث ملاحظہ فرمایئے کہ ایک بار حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے فرمایا۔

کَیْفَ بِکَ اِذَا لَبِسْتَ سِوَارَیْ کِسْریٰ ٥ (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۱۳)

ترجمہ۔ سراقہ! تیری کیا شان ہوگی جب تجھے کسریٰ شہنشاہ ایران کے کنگن پہنائے جائینگے

اللہ اکبر۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے نکلے ہوئے یہ جملے خلافت فاروقی میں پورے ہوئے۔ ایران فتح ہوا تو کسریٰ کے کنگن مال غنیمت میں آئے حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے وہ کنگن حضرت سراقہ رضؓ کو پہن کر فرمایا پاکی ہے اسے جس نے کسریٰ بن ہرمز سے کنگن چھین لئے اور حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو پہنا دیئے (بیہقی)

حدیث بالا سے چار باتیں معلوم ہوئیں۔ اوّل خلافت فاروقی کی صداقت پر کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو کنگن پہنا کر ارشاد آقائے دو عالم کو پورا فرمایا۔ دوم۔ فتح ایران کہ ایران مسلمان ضرور فتح کریں گے۔ سوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی علم تھا کہ فتح ایران تک حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ زندہ بھی رہیں گے۔ چہارم یہ کنگن سونے کے تھے اور سونا مرد کو حرام ہے مگر سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ مالک شریعت ہیں۔ اس لئے آپ کو اختیار ہے کہ کسی حرام چیز کو کسی کے لئے حلال فرما دیں۔ اور یہ بات آپ کی خصوصیات سے ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صرف حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں یہ سونے کے کنگن حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو پہنا دیئے تھے۔ ورنہ وہ بھی جانتے تھے کہ سونا مرد پر حرام ہے۔ ایسے واقعات اختیار مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم میں کئی آتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوگیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو فتح ایران اور حضرت سراقہ رضؓ کو کنگن پہنے جانے اور حضرت سراقہ رضؓ کے زندہ رہنے کا علم تھا۔

علم غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور قاتل و مقتول جنتی

ابن عساکر اور حجۃ اللہ علی العالمین میں یہ حدیث مروی ہے کہ عکرمہ بن ابوجہل (یعنی ابوجہل کے بیٹے عکرمہ)

نے اسلام لانے سے پہلے ایک انصاری کو قتل کر دیا، جب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی۔ تو آپ مسکرانے لگے۔ انصار نے عرض کی۔ اے پیارے آقا، ہماری جماعت کا ایک فرد مارا گیا۔ اور حضور مسکرا رہے ہیں۔ اس پر حضور سید عالم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے ہنس کر فرمایا۔

مَاذَا اَضْحَكَنِىْ وَلٰكِنَّهٗ قَتَلَهٗ وَهُوَ مَعَهٗ فِىْ دَرَجَتِهٖ ۝

(حجۃ اللہ علی العالمین ص۸۸۴)

ترجمہ۔ مجھے یہ بات ہنسا رہی ہے۔ کہ قاتل (یعنی عکرمہ) و مقتول یعنی (انصاری) جنت میں دونوں ایک ہی درجہ میں ہوں گے۔

مذکورہ حدیث میں غور فرمایئے۔ کہ ابو جہل کے بیٹے عکرمہ نے بحالت کفر ایک مسلمان انصاری کو قتل کیا۔ تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ میں اسلئے ہنس رہا ہوں۔ کہ قاتل عکرمہ جنتی ہیں اور مقتول ایک مسلمان انصاری بھی جنتی ہیں۔ غور فرمایئے کہ یہ بات بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غیب دان ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو ایسا کیوں فرمایا۔ وہ اس لئے کہ عکرمہ نے تو بحالت کفر انصاری مسلمان کو قتل کیا تھا۔ لیکن حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا عکرمہ کو جنتی فرمانے سے یہ ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ علم تھا۔ کہ عکرمہ عنقریب ایمان لے آئیں گے۔ اور یہ بھی علم تھا کہ انصاری کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے۔ اور وہ شہید ہوئے۔ اس لئے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے قاتل و مقتول دونوں کو جنتی فرمایا ہے۔ چنانچہ احادیث شاہد ہیں کہ واقعی ہی عکرمہ ایمان لے آئے اور وہ بھی صف صحابہ میں شامل ہو کر حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے مرتبہ حاصل کر لیا اور بحالت ایمان ہی خاتمہ ہوا۔

علم غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان

جیسا کہ شریف وخصائص کبریٰ میں ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر جاؤ اور وہ تمہیں اپنے گھر میں ملیں گے ان کو جنت کی بشارت دے دینا۔ پھر تم کو مقام ثنیہ پر حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ حمار پر سوار ملیں گے۔ ان کی پیشانی چمک رہی ہوگی۔ ان کو بھی جنت کی بشارت دینا۔

ثُمَّ انْطَلِقْ حَتّٰی تَاْتِیَ عُثْمَانَ فَتَجِدُہٗ فِی السُّوْقِ یَبِیْعُ وَیَشْتَرِیْ فَبَشِّرْہُ بِالْجَنَّۃِ بَعْدَ بَلَاءٍ فَانْطَلَقْتُ فَوَجَدْتُّھُمْ کَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہ (خصائص کبریٰ جلد دوم ص۱۲۱)

ترجمہ: پھر تم چلو گے حتّٰی کہ تم کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بازار میں خرید و فروخت کرتے ہوئے ملیں گے۔ ان کو بھی جنت کی خوشخبری دینا بعد مصیبت اٹھانے کے۔ حضرت زید بن ارقم فرماتے ہیں جب میں ان حضرات کرام کے پاس پہنچا۔ تو جیسا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ اسی حالت میں ان سب کو پایا۔

اس حدیث میں ہر لفظ سے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا غیب دان ہونا ثابت ہو رہا ہے، آپ نے حضرت زید بن ارقم صحابی رضؓ سے جس صحابی کی جس حالت کو بیان فرمایا۔ حضرت زید بن ارقم رضؓ نے اسی حالت میں اس صحابی کو پایا۔ اس حدیث سے اس امر پر بھی واضح روشنی پڑتی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس نورانی آنکھوں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ اور آپ پر ساری دنیا کف دست کی طرح ظاہر اور روشن ہے۔ اور آپ کو ہر ایک کے جنتی و دوزخی ہونے کا علم ہے۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بخاری و مسلم شریف میں ایک حدیث و مشکوٰۃ میں مروی ہے جن کا مختصر مضمون یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو صدقہ فطر کی نگہبانی پر مامور فرمایا۔ میں اس طعام صدقہ کی نگہبانی کرتا تھا۔ کہ ایک شخص آکر اس کھانے میں سے لپ بھر کر لے جانے لگا۔ میں نے اس کو پکڑ لیا۔ تو اس نے مجھ سے کہا کہ میں محتاج اور عیالدار سخت حاجتمند ہوں۔ میں نے اس کو چھوڑ دیا۔

فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا ھُرَیْرَۃَ مَا فَعَلَ اَسِیْرُکَ الْبَارِحَۃَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ شَکٰی حَاجَۃً شَدِیْدَۃً وَّعِیَالًا فَرَحِمْتُہٗ فَخَلَّیْتُ سَبِیْلَہٗ قَالَ اَمَا اِنَّہٗ قَدْ کَذَبَکَ وَسَیَعُوْدُ فَعَرَفْتُ

اَنَّہٗ سَیَعُوْدُ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۝

ترجمہ۔ پس صبح ہوئی تو میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابوہریرہ رات تمہارے قیدی نے کیا کیا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور اُس نے کثرت عیال اور شدت احتیاج کی شکایت کی۔ مجھے رحم آیا میں نے اُسے چھوڑ دیا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس نے تم سے جھوٹ بولا اور وُہ پھر آئے گا۔ ابوہریرہ کہتے ہیں۔ کہ آپ کے فرمانے سے مجھے یقین ہوگیا کہ وُہ پھر آئے گا۔ اور میں اس کی تاک میں رہا۔

اس حدیث میں غور فرمائیے۔ کہ یہ واقعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رات کو ہورہا ہے۔ اور جب صبح ہوتی ہے۔ تو ابوہریرہؓ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ رات والے قیدی (چور) کا سناؤ۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ وُہ پھر آئے گا۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے یقین ہوگیا۔ کہ وُہ آئے گا۔ چنانچہ جب رات ہوئی تو فَجَاءَ یَحْثُوْا مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُہٗ وُہ پھر آیا اور غلّہ بھرنے لگا پس میں نے اُسے پکڑ لیا۔ اور اس کو کہا کہ تجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں گا۔ اور تجھے ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ تو مجھے اُس پر رحم آیا اور چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی۔ میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ مَافَعَلَ اَسِیْرُکَ رات والے قیدی نے کیا کیا۔ تو میں نے عرض کیا کہ اُس نے اپنی تنگ دستی کا اظہار کیا اور مجھے رحم آیا اور چھوڑ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قَالَ اَمَا اِنَّہٗ قَدْ کَذَبَکَ وَسَیَعُوْدُ اُس نے تجھ سے جھوٹ بولا۔ وُہ پھر آئے گا۔ ابوہریرہ کہتے مجھے یقین ہوگیا چنانچہ رات ہوئی فَجَاءَ یَحْثُوْا مِنَ الطَّعَامِ پس آیا اور غلّہ بھرنا شروع کردیا۔ پس میں نے اس کو پکڑ لیا۔ اور کہا کہ تیسری مرتبہ تم نے ایسا کیا ہے۔ اب نہ چھوڑوں گا۔ اور تجھے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں گا۔ فَقَالَ دَعْنِیْ اُعَلِّمْکَ کَلِمٰتٍ یَنْفَعُکَ اللّٰہُ بِہَا اِذَا اَوَیْتَ اِلٰی فِرَاشِکَ فَاقْرَأْ اٰیَۃَ الْکُرْسِیِّ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ حَتّٰی تَخْتِمَ الْاٰیَۃَ فَاِنَّکَ لَنْ یَّزَالَ عَلَیْکَ مِنَ اللّٰہِ حَافِظٌ وَلَا یَقْرَبُکَ الشَّیْطَانُ ۝ پس کہا اس قیدی یا چور نے مجھ کو چھوڑ دے۔ میں تجھے چند کلمے

ایسے بتاؤں گا۔ جن سے خدا تم کو نفع پہنچائے گا۔ جب تم سونے کو بستر پر جاؤ تو آیۃ الکرسی اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم کو آخر آیت تک پڑھ لیا کرو۔ تو خدا کی طرف سے تم پر ایک نگہبان رہے گا۔ یعنی فرشتہ اور تمہارے قریب شیطان نہ آئے گا۔ پس میں نے اُسے چھوڑ دیا۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں۔ کہ صبح ہوئی اور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا مَا فَعَلَ اَسِیْرُكَ رات والے قیدی کے ساتھ کیا کیا۔ تو میں نے عرض کی کہ اُس چور نے مجھے کہا کہ میں تجھے چند کلمے سکھاؤں گا۔ جو تمہیں نفع دیں گے۔ اس لئے میں نے اُس کو چھوڑ دیا۔

قَالَ اَمَا اِنَّہٗ صَدَقَكَ وَھُوَ کَذُوْبٌ یَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُنْذُ ثَلٰثِ لَیَالٍ قُلْتُ لَا قَالَ ذَاكَ شَیْطَانٌ ٥ (بخاری شریف)

ترجمہ۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اُس نے سچ کہا۔ اگرچہ وُہ جھوٹا ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا تم کو معلوم ہے۔ تین راتوں سے تم کس سے مخاطب تھے میں نے عرض کیا یا رسُول اللہ مجھ کو معلوم نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وُہ شیطان تھا۔

اس حدیث سے پہلی بات تو یہ معلوم ہُوئی کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو پہلی رات کا جو واقعہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہُوا۔ اُس کا علم تھا۔ دوسری یہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو آئندہ رات میں بھی اُس کے آنے کا علم تھا۔ اور پھر اس کے تیسری رات آنے کا بھی آپ کو علم تھا۔ سوم یہ کہ تیسری رات جو وہ کلمات بتا کر گیا تھا۔ اس کا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا۔ چہارم تینوں رات آنے والا شیطان تھا۔ جس کا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو علم تھا۔

اس سے ہمیں ایک سبق حاصل ہُوا۔ وُہ یہ کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو توحید کا درس اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ کا بہترین سبق دینے والا شیطان ہی تھا۔ اِنَّہٗ صَدَقَكَ وَھُوَ کَذُوْبٌ بات تو شیطان نے بڑی اچھی کہی۔ درس تو بہترین دیا۔ لیکن سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ ہے تو جھوٹا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے نجدیوں کے متعلق بھی ایک بات فرمائی ہے۔

سَیَخْرُجُ قَوْمٌ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ حُدَثَاءُ الْاَسْنَانِ سُفَھَاءُ الْاَحْلَامِ

يَقُولُونَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ ۝ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ۔ عنقریب آخری زمانہ میں ایک قوم پیدا ہوگی۔ جو نوعمر اور کم عقل ہونے کے باوجود بہترین لوگوں کی سی باتیں کریں گی۔ لَا يُجَاوِزُ اِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ اُن کا ایمان ان کے حلق سے نیچے نہ جائے گا۔

حاصل یہ ہوگا کہ کبھی کبھی بعض اوقات شیطان بھی بہترین توحید اور قرآن کا درس اور وعظ کی باتیں کر دیتا ہے لیکن ہوتا وہ شیطان اور کاذب۔ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ۝ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ ۝

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور سونے کی اینٹ

سید المفسرین حضرت علامہ علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی علیہ الرحمۃ تفسیر خازن جز ثالث میں آیت يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى کے ماتحت فرماتے ہیں۔ کہ یہ آیت حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ جو حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں یہ کفار قریش کے اُن دس سرداروں میں تھے۔ جنہوں نے جنگ بدر میں لشکر کفار کے کھانے کی ذمہ داری لی تھی اور یہ اس خرچ کے لئے بیس اوقیہ سونا ساتھ لے کر چلے تھے۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ لیکن ان کے ذمے جس دن کھلانا تجویز ہوا تھا۔ خاص اسی روز جنگ کا واقعہ پیش آیا۔ اور قتال میں کھانے کھلانے کی فرصت و مہلت نہ ملی۔ تو یہ بیس اوقیہ سونا اُن کے پاس رہ گیا۔ جب یہ گرفتار ہوئے تو یہ سونا اُن سے لے لیا گیا۔ انہوں نے درخواست کی کہ یہ سونا اُن کے فدیہ میں محسوب کر لیا جائے۔ مگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے انکار فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا۔ جو چیز ہماری مخالفت میں صرف کرنے کے لئے لائے تھے۔ وہ نہ چھوڑی جائے گی۔ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر اُن کے دونوں بھتیجوں عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث کے فدیہ کا بھی بھار ڈالا گیا۔ تو

فَقَالَ الْعَبَّاسُ يَا مُحَمَّدُ تَرَكْتَنِيْ اَتَكَفَّفُ قُرَيْشًا مَا بَقِيْتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَيْنَ الذَّهَبُ الَّذِيْ دَفَعْتَهٗ اِلٰى اُمِّ الْفَضْلِ

وَقْتَ خُرُوجِكَ مِنْ مَكَّةَ وَقُلْتَ لَهَا اِنِّي لَا اَدْرِيْ مَا يُصِيْبُنِيْ فِيْ وَجْهِيْ هٰذَا فَاِنْ حَدَثَ بِيْ حَدَثٌ فَهٰذَا لَكِ وَلِعَبْدِ اللّٰهِ وَلِعُبَيْدِ اللّٰهِ وَلِلْفَضْلِ وَقُثَمْ يَعْنِيْ بَنِيْهِ فَقَالَ الْعَبَّاسُ وَمَا يُدْرِيْكَ يَا ابْنَ اَخِيْ قَالَ اَخْبَرَنِيْ بِهٖ رَبِّيْ قَالَ الْعَبَّاسُ اَشْهَدُ اَنَّكَ لَصَادِقٌ وَاَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَلَمْ يُطْلِعْ عَلَيْهِ اَحَدٌ اِلَّا اللّٰهُ وَاَمَرَ بَنِيْ اَخِيْهِ عَقِيْلَ وَنَوْفَلَ بْنَ الْحَارِثِ فَاَسْلَمَا ۝

(تفسیر خازن جزء الثالث ص ۵۳ مطبوعہ مصر وھکذا تفسیر معالم التنزیل)

ترجمہ۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ مجھے اس حال میں چھوڑ دیں گے۔ کہ میں باقی عمر قریش سے مانگ مانگ کر بسر کیا کروں۔ تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ پھر وہ سونا کہاں ہے۔ جو مکہ مکرمہ سے چلتے وقت تم نے اپنی بی بی ام الفضل کو دیا تھا۔ اور تم اُن سے کہہ کر آئے ہو کہ خبر نہیں مجھے کیا حادثہ پیش آئے۔ اگر میں جنگ میں کام آجاؤں تو یہ تیرا ہے اور عبد اللہ اور عبید اللہ کا اور فضل کا قثم کا یہ سب اُن کے بیٹے تھے۔ حضرت عباس نے عرض کیا آپ کو یہ کیسے معلوم ہُوا۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے میرے رب نے خبردار کیا ہے۔ اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں گواہی دیتا ہوں۔ بیشک آپ سچے ہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور بے شک آپ اُس کے بندے اور رسول ہیں۔ میرے اس راز پر اللہ کے سوا کوئی مطلع نہ تھا۔ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے بھتیجوں عقیل و نوفل کو حکم دیا۔ کہ وہ بھی اسلام لائیں۔

مذکورہ قرآن کی آیت و تفسیر سے معلوم ہُوا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بحالت کفر جو اپنی بی بی ام الفضل کو سونے کی اینٹ بالکل خفیہ طور پر دے کر گئے تھے۔ اور جو وصیت بھی اس کے خرچ کرنے کی کر گئے تھے۔ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم تھا۔ چنانچہ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اس سونے کی اینٹ کے متعلق خبر دی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اُسی وقت آپ کا

کلمہ پڑھ کر آپ کی نبوت و رسالت پر ایمان لے آئے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ، یہ جان چکے تھے کہ ایسی غیب مخفی باتوں کی خبر صرف اللہ تعالےٰ کا سچا نبی ہی دے سکتا ہے۔

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ستاروں و نیکیوں کا علم!

ام المومنین حضرت سیدہ طاہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے حدیث مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے

قَالَتْ بَیْنَا رَاسُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حِجْرِیْ فِیْ لَیْلَۃٍ ضَاحِیَۃٍ اِذْ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلْ یَکُوْنُ لِاَحَدٍ مِّنَ الْحَسَنَاتِ عَدَدَ نُجُوْمِ السَّمَآءِ قَالَ نَعَمْ عُمَرُ قُلْتُ وَاَیْنَ حَسَنَاتُ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَ اِنَّمَا جَمِیْعُ حَسَنَاتِ عُمَرَ کَحَسَنَۃٍ وَّاحِدَۃٍ مِّنْ حَسَنَاتِ اَبِیْ بَکْرٍ

(مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ ایک چاندنی رات میں جب کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میری گود میں تھا۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ۔ کیا کسی کی اتنی نیکیاں بھی ہیں، جتنے آسمان پر ستارے ہیں، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں اتنی ہیں۔ پھر میں نے پوچھا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں کا کیا حال ہے۔ آپ نے فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں ساری عمر کی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔

اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام ستاروں کی تعداد کا بھی علم ہے اور حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تمام نیکیوں کا بھی علم ہے جبھی آپ نے دونوں چیزوں کو ملاحظ فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں تاروں کے برابر ہیں۔ دو چیزوں کی برابری و کمی بیشی وہی بتا سکتا ہے۔ جسے دونوں چیزوں کا علم بھی ہو اور مقدار بھی معلوم ہو۔ تو ثابت یہ ہوا کہ حضور آقاء دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیامت تک کے لوگوں کے تمام ظاہری اور پوشیدہ اعمال کا علم ہے اور آسمانوں کے بھی تمام ظاہر و پوشیدہ تاروں کا بھی تفصیلی علم ہے۔

جیسا کہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

عُرِضَتْ عَلَیَّ اَعْمَالُ اُمَّتِیْ حَسَنُهَا وَسَیِّئُهَا فَوَجَدْتُ فِیْ مَحَاسِنِ اَعْمَالِهَا الْاَذٰی یُمَاطُ عَنِ الطَّرِیْقِ ۞ (مشکوٰۃ باب المساجد)

ترجمہ۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ ہم پر ہماری اُمت کے اعمال پیش کئے گئے اچھے بھی اور بُرے بھی۔ ہم نے اُن کے اعمال میں وُہ تکلیف دہ چیز بھی پائی جو راستے سے ہٹا دی جائے۔

یہ حدیث بھی اس بات پر ظاہر و روشن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری دُنیا کے نیک و بد اعمال کو جانتے ہیں۔ آپ سے کسی کا عمل خواہ اچھا ہو یا بُرا۔ وُہ مخفی نہیں ہے۔ اور نہ ہی آسمانوں کے تمام تارے آپ سے مخفی ہیں۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی قوم نعال الشعر و ترکوں سے جنگ اور فتح اسلام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بخاری و مسلم شریف میں روایت ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعَرُ وَحَتّٰی تُقَاتِلُوا التُّرْكَ صِغَارَ الْاَعْیُنِ حُمْرَ الْوُجُوْهِ ذُلْفَ الْاُنُوْفِ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ ۞

(مسلم شریف)

ترجمہ۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت اسوقت تک نہ آئے گی۔ جب تک تم اس قوم سے جنگ نہ کرو گے جن کی جُوتیاں بالدار چمڑے کی ہوں گی۔ اور جب تک تم ان ترکوں سے نہ لڑو گے جن کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی سُرخ چہرے اور ناک بیٹھی ہوئی ہوگی۔ گویا اُن کے مُنہ تہ بہ تہ ڈھالیں ہوں گے۔

اس حدیث شریف میں غور فرمایئے کہ حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی جنگ جس قوم سے ہونی تھی۔ آپ نے اس قوم کی نشانیاں تک بھی بیان فرمادی ہیں۔ اس قوم کی جوتیاں بالدار چمڑے کی ہوں گی۔ اور وہ ترکی لوگ ہوں گے جن کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی اور سرخ چہرے ناک بیٹھی ہوئی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسی جنگ کے اور بھی تمام حالات کا علم ہے۔

علم غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی یہودیوں سے جنگ اور فتح اسلام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مسلم شریف کی حدیث میں روایت ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلے اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یُقَاتِلُ الْمُسْلِمُوْنَ الْیَہُوْدَ فَیَقْتُلُھُمُ الْمُسْلِمُوْنَ حَتّٰی یَخْتَبِیَٔ الْیَہُوْدِیُّ مِنْ وَّرَاءِ الْحَجَرِ وَالشَّجَرِ فَیَقُوْلُ الْحَجَرُ وَالشَّجَرُ یَا مُسْلِمُ یَا عَبْدَ اللّٰہِ ھٰذَا یَہُوْدِیٌّ خَلْفِیْ فَتَعَالَ فَاقْتُلْہُ اِلَّا الْغَرْقَدُ فَاِنَّہٗ مِنْ شَجَرِ الْیَہُوْدِ ۔ (مسلم شریف)

ترجمہ۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اسوقت تک نہ آئے گی جب تک مسلمان یہودیوں سے نہ لڑیں گے۔ پس ماریں گے مسلمان یہودیوں کو یہاں تک کہ یہودی پتھر کے پیچھے چھپتا پھرے گا۔ یا درخت کے پیچھے۔ اور پتھر یا درخت یہ کہے گا۔ اے مسلمان۔ اے خدا کے بندے۔ ادھر آ میرے پیچھے یہودی چھپا بیٹھا ہے۔ اس کو مار ڈالا۔ مگر غرقد کا درخت ایسا نہ کہے گا۔ اس لئے کہ وہ یہودیوں کا درخت ہے

اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوا کہ مسلمانوں اور یہودیوں یعنی اسرائیلیوں سے جنگ ہونے کے متعلق بھی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے۔ اور اس جنگ میں ایک ایسا منظر ہوگا۔ کہ یہودی (یعنی اسرائیلی) جس درخت یا پتھر کے پیچھے چھپا ہوگا۔ وہ درخت یا پتھر پکار کر کہے گا اے مسلمان اے خدا کے

بندے اِدھر آ، میرے پیچھے یہودی چھپا بیٹھا ہے۔ اسے قتل کر دے۔ مگر غرقد کا درخت ایسا نہ کہے گا اس لئے کہ یہ یہودیوں کا درخت ہے۔ آخر یہودی دا سمرائیلی، لوگ بڑی ذلت کے ساتھ تباہ و برباد ہوں گے۔ اور مسلمانوں کو اللہ تعالےٰ فتح عطا فرمائے گا۔ الحمد للہ رب العالمین

علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی جزیرۂ عرب و فارس و روم سے جنگ اور فتح اسلام

حضرت نافع بن عتبہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، سے مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے، کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

تَغْزُوْنَ جَزِيْرَةَ الْعَرَبِ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ فَارِسَ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ تَغْزُوْنَ الرُّوْمَ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ تَغْزُوْنَ الدَّجَّالَ فَيَفْتَحُهُ اللّٰهُ ○

(مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ۔ میرے بعد تم جزیرہ عرب سے لڑو گے اللہ تعالےٰ تمہیں اس پر فتح دے گا، پھر تم فارس سے لڑو گے۔ اللہ تعالےٰ اس پر بھی فتح دے گا۔ پھر تم دجال سے بھی لڑو گے۔ اللہ تعالےٰ اس پر بھی تمہیں فتح دے گا۔

غور فرمائیے کہ جو جنگیں آئندہ آنے والی تھیں، اور مسلمانوں کو ان کا سامنا کرنا تھا حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے ہی خبریں فرما دی ہیں۔ کہ مسلمان جزیرہ عرب والوں سے لڑیں گے۔ اس لڑائی میں بھی مسلمانوں کو فتح ہوگی۔ اور پھر مسلمان ملک فارس والوں سے لڑیں گے۔ اس پر بھی اسلام کو فتح ہوگی اور پھر مسلمان رومیوں سے لڑیں گے۔ اس پر بھی مسلمانوں کو فتح حاصل ہوگی۔

علمِ غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حالاتِ بصرہ

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ابوداؤد شریف میں مروی ہے۔

قَالَ یَا اَنَسُ اِنَّ النَّاسَ یُمَصِّرُوْنَ اَمْصَارًا وَاِنَّ مِصْرًا مِنْهَا یُقَالُ لَہٗ الْبَصْرَۃُ فَاِنْ اَنْتَ مَرَرْتَ بِھَا اَوْ دَخَلْتَھَا فَاِیَّاکَ وَسِبَاخَھَا وَکَلَاءَھَا وَنَخِیْلَھَا وَسُوْقَھَا وَبَابَ اُمَرَائِھَا وَعَلَیْکَ بِضُوَاحِیْھَا فَاِنَّہٗ یَکُوْنُ بِھَا خَسْفٌ وَقَذْفٌ وَرَجْفٌ وَقَوْمٌ یَبِیْتُوْنَ وَ یُصْبِحُوْنَ قِرَدَۃً وَخَنَازِیْرَ ہ (ابو داؤد)

ترجمہ۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس لوگ شہروں کو آباد کریں گے۔ اس میں ایک شہر ہوگا جس کو بصرہ کہا جائے گا۔ اگر تو اس شہر سے گزرے۔ یا داخل ہووے تو ان مقامات پر نہ جا جہاں کی زمین شور ہے۔ اور نہ مقام کلاء میں جا اور نہ وہاں کی کھجوروں کو استعمال کر اس کے بازار سے اپنے آپ کو دور رکھ۔ وہاں کے بادشاہ و امیروں کے دروازوں پر نہ جا۔ شہر کے کنارہ پر پڑا رہ۔ یا مقام ضواحی جو بصرہ کے قریب ہے۔ وہاں قیام کر۔ اس لئے کہ جن مقامات پر جانے سے تجھے منع کیا گیا ہے۔ ان کو زمین میں دھنسا دیا جائیگا۔ ان پر پتھر برسیں گے۔ اور سخت زلزلے آئیں گے۔ اور ایک قوم ہوگی جو شام کو اچھی ہوگی۔ اور صبح کو بندر اور سؤر بن جائے گی۔

دیکھا آپ نے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بصرہ میں جو آبادی کلاء خطرناک تھی اس کے متعلق بھی تمام حالات بتا دیئے۔ یہ مقامات زمین میں دھنس جائیں گے اور ان پر پتھر برسیں گے۔ اور سخت زلزلے آئیں گے اور ایک قوم ایسی ہوگی۔ جو شام کو اچھی ہوگی۔ اور صبح کو بندر اور سؤر بن جائے گی۔ اس لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے وہاں جانے کی ممانعت فرما دی۔ یہ حدیث بھی سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی بہت بڑی دلیل ہے۔

اس طرح دوسری حدیث میں آپ نے بصرہ کی آبادی ابلہ کے متعلق وہاں سے اچھے لوگوں کے نکلنے کی خبر دی ہے۔

اِنَّ اللہَ عَزَّ وَجَلَّ یَبْعَثُ مَسْجِدَ الْعَشَّارِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ شُھَدَاءَ لَا یَقُوْمُ مَعَ شُھَدَاءِ بَدْرٍ غَیْرُھُمْ ہ (ابو داؤد)

ترجمہ۔ کہ اللہ تعالےٰ مسجد عشار سے قیامت کے دن شہداء کو اٹھائے گا۔ اور بدر کے شہدا کے ساتھ ان شہیدوں کے سوا کوئی نہ ہوگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ابلہ کی مسجد عشار سے شہداء بدر کے قیامت کے دن اٹھنے کا علم ہے۔ یاد رہے کہ یہ وہی مسجد عشار ہے جس میں حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے چند حاجیوں کو جو اسی جگہ کے رہنے والے تھے۔ ان کو فرمایا کہ میری طرف سے ابلہ کی مسجد عشار میں دو رکعت یا چار رکعت نماز پڑھے اور اس کا ثواب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو کرے۔ الفاظ حدیث یہ ہیں

قَالَ مَنْ یَضْمَنُ لِیْ مِنْکُمْ اَنْ یُّصَلِّیَ لِیْ فِی الْمَسْجِدِ الْعَشَّارِ رَکْعَتَیْنِ اَوْ اَرْبَعًا وَّیَقُوْلُ هٰذِهٖ لِاَبِیْ هُرَیْرَۃَ ○ (ابو داؤد)

اس حدیث سے ایصال ثواب کے متعلق بھی روشنی پڑتی ہے۔

علم غیب مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلم اور خزانہ کعبہ و نہر فرات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے حدیث مسلم شریف میں مروی ہے۔

لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یَحْسِرَ الْفُرَاتُ عَنْ جَبَلٍ مِّنْ ذَهَبٍ یَقْتَتِلُ النَّاسُ عَلَیْهِ فَیُقْتَلُ مِنْ کُلِّ مِائَۃٍ تِسْعَۃٌ وَّتِسْعُوْنَ وَیَقُوْلُ کُلُّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ لَعَلِّیْ اَکُوْنُ الَّذِیْ اَنْجُوْا ○ (مسلم شریف)

ترجمہ۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اسوقت تک نہ آئے گی جب تک نہر فرات نہ کھل جائے (یعنی خشک ہو جائے) اور اس کے اندر سے سونے کا پہاڑ نکلے گا۔ لوگ اس خزانہ کو حاصل کرنے کے لئے لڑیں گے۔ اور ان لڑنے والوں میں ننانوے فیصد مارے جائیں گے۔ اور ان میں ہر شخص کہے گا۔ شاید زندہ بچ جاؤں اور اس خزانہ پر قبضہ کر لوں۔

حدیث بالا سے یہ معلوم ہوا کہ جو خزانہ یعنی سونے کا پہاڑ نہر فرات میں ہے اس کا کسی کو خبر تک نہیں ہے بلکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مخفی شے کا۔۔۔ علم ہے جس کے نکلنے کی آپ نے

خبر دی۔ اور یہ بھی معلوم تھا کہ اس خزانہ پر لوگوں کی آپس میں لڑائی ہوگی۔ کہ شائد مجھے یہ خزانہ حاصل ہو جاوے۔ دوسری حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

قَالَ اُتْرُكُوا الْحَبَشَةَ مَا تَرَكُوكُمْ فَاِنَّهٗ لَا يَسْتَخْرِجُ كَنْزَ الْكَعْبَةِ اِلَّا ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ ٥ (ابو داؤد)

ترجمہ۔ آپ نے فرمایا حبشیوں کو چھوڑ دو۔ اور ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کرو، جب تک کہ وہ تم سے کچھ نہ کہیں۔ اس لئے کہ آئندہ زمانہ میں کعبہ کا خزانہ ایک حبشی ہی نکالے گا۔ جس کی پنڈلیاں چھوٹی چھوٹی ہوں گی۔

دیکھئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو کعبہ شریف میں خزانہ ہونے کے متعلق بھی علم ہے۔ اور آپ کو اس حبشی کا بھی علم ہے۔ جو اس خزانہ کو نکالے گا۔ معلوم ہؤا کہ حضور رحمت دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے عالمین کی کوئی شے مخفی نہیں ہے۔ اور آپ ہر ایک کے حلیہ تک کو بھی جانتے ہیں۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حجاز سے آگ کا ظہور

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے۔ کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ۔

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَخْرُجَ نَارٌ مِّنْ اَرْضِ الْحِجَازِ تُضِيْٓئُ اَعْنَاقَ الْاِبِلِ بِبُصْرٰى ٥ (مشکوٰۃ)

ترجمہ۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت اس وقت تک نہ آئے گی۔ یہاں تک کہ زمین حجاز سے ایک آگ نکلے گی۔ جو بصریٰ کے اونٹوں کی گردنوں کو روشن کر دے گی۔ بصریٰ شام میں ایک شہر ہے۔

حدیث بالا اس امر پر شاہد ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو حجاز سے آگ کے نکلنے کا علم تھا جس کے متعلق حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی خبر فرما دی ہے۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور زمانہ آخر میں لوگوں کی حالت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، سے مسلم شریف میں مروی ہے۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا تَذْھَبُ الدُّنْیَا حَتّٰی یَمُرَّ الرَّجُلُ عَلَی الْقَبْرِ فَیَتَمَرَّغُ عَلَیْہِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ مَکَانَ صَاحِبِ ھٰذَا الْقَبْرِ وَلَیْسَ بِہِ الدِّیْنُ اِلَّا الْبَلَاءُ ۝ (مُسلم شریف)

ترجمہ۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ قسم ہے۔ اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ دُنیا کے ختم ہونے سے پہلے ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ آدمی قبر کے پاس سے گزرے گا۔ اور قبر پر لوٹ کر حسرت سے کہے گا۔ کہ کاش میں اس شخص کی جگہ ہوتا۔ جو قبر میں ہے۔ اور اس کا دین نہ ہو گا۔ بلکہ بلاء ہوگی۔

دیکھا جو لوگوں کی حالت زمانہ آخر میں ہونی ہے۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے قسم اٹھا کر بیان فرما دی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زمانہ آخر کے لوگوں کی اس حسرت پر تمنا کا علم ہے جس کی آپ نے پہلے ہی خبر دے دی ہے۔ اور جیسا آپ نے فرمایا ہے ویسی ہی لوگوں کی حالت ہوگی۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور زمانہ آخر میں اشیاء کا کلام کرنا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ، سے ترمذی شریف میں مروی ہے۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یُکَلِّمَ السِّبَاعُ الْاِنْسَ وَحَتّٰی تُکَلِّمَ الرَّجُلَ عَذَبَۃُ سَوْطِہٖ وَشِرَاکُ نَعْلِہٖ یُخْبِرُہٗ فَخِذُہٗ بِمَا اَحْدَثَ اَھْلُہٗ ۝ (ترمذی)

ترجمہ۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ قیامت نہ آئے گی جب تک درندے آدمیوں سے باتیں نہ کریں گے اور جب تک کہ آدمی کے چابک کی رسی کا پھندنا اور جوتی کا تسمہ اُس سے کلام نہ کرے گا۔ یہاں تک کہ آدمی کی ران اُس کو یہ تبلائے گی۔ کہ اس کے اہل وعیال نے اس کی عدم موجودگی میں کیا کیا۔

اس حدیث مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ آخر کی تین باتیں پہلے فرما دی ہیں۔ اوّل یہ کہ آخر زمانہ میں درندے بھی آدمیوں سے باتیں کریں گے۔ اور دوم آدمی کے چابک کی رسّی کا پھندنا اور جوتی کا تسمہ بھی اُس سے کلام کرے گا۔ سوم آدمی کی ران اُس کو یہ تبلائے گی کہ اُس کے اہل وعیال نے اُس کی عدم موجودگی میں کیا کیا ہے۔ منکرین علم نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہوش سے اس حدیث پر غور کریں۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آدمی کی ران کو تو یہ علم ہو جائے کہ اُس کی عدم موجودگی میں اُس کے اہل وعیال نے کیا کچھ کیا۔ اپنی حالت آپ خود ہی سمجھ لیجئے۔

علمِ غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور علامات قیامت و فتح قسطنطنیہ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ سے حدیث ابوداؤد میں مروی ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُرُوْجُ الْمُلْحَمَۃِ فَتْحُ قُسْطُنْطُنِیَّۃَ وَفَتْحُ قُسْطُنْطُنِیَّۃَ خُرُوْجُ الدَّجَّالِ ٥ (ابوداؤد)

ترجمہ۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جنگ عظیم کا وقوع قسطنطنیہ کے فتح کا سبب ہوگا۔ اور قسطنطنیہ کی فتح دجّال کے خروج کا سبب ہوگا۔

حدیث بالا سے معلوم ہوا۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اس عالمی جنگ کا بھی علم ہے اور یہ بھی علم ہے کہ مسلمان قسطنطنیہ کو فتح کر لیں گے اور اس کے بعد فتنہ دجّال کا ظہور ہونا شروع ہو جائیگا اس لئے ایسے واقعات کی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے قبل از وقت اطلاع فرما دی ہے۔

یاد رہے کہ حضور نبی غیب دان عالم ماکان وما یکون علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیامت کی بہت سی

علامتیں بیان فرمائی ہیں جن کا اس کتاب میں ذکر کرنا خوف طوالت کی وجہ سے بہت دشوار ہے اس لئے مختصر طور پر یاد رکھئے کہ علامات قیامت دو قسم پر منقسم ہیں۔ اوّل علامات صغریٰ جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف سے حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ظہور تک وجود میں آئیں گی۔ جنکا کچھ ذکر اسی کتاب کے پچھلے مضمون زمانہ حاضرہ میں بیان ہو چکا ہے۔ اُس میں سے کچھ یہ بھی ہیں۔ غلام بازی کا عام ہو جانا۔ کالی گلوچ بکنا۔ جھوٹ کو ہنر سمجھنا۔ کم تولنا اور کم ناپنا دھوکا و بددیانتی کا عام ہونا۔ بے غیرتی و بے حیائی کا عام ہو جانا۔ بے پردگی و فاحشہ چیزوں کا عام ہونا۔ زبان درازی کا عام ہونا۔ بے ادبی و گستاخی کا عام ہو جانا۔ آپس میں ہمدردی و سلوک کا اُٹھ جانا۔ آپس میں السلام علیکم کا سلسلہ ختم ہو جانا۔ لڑائی جھگڑا فساد و فتنے کا زور ہو جانا۔ اچھی بات کی کوئی قدر و منزلت نہ رہنا۔ علماء حق کی عزت کا احساس لوگوں کے دلوں سے اُٹھ جانا۔ دین اسلام سے بہت دُور ہو جانا۔ احکام شرعیہ کا خاتمہ ہو جانا۔ عورت کا خاوند کی ناشکری کرنا عورتوں کا بدزبانی زبان درازی کا فتنہ عام ہو جانا۔ باطل فرقوں کا بہت عام ہو جانا۔ کفار ممالک اسلامیہ پر قابض ہونے کے لئے اس طرح کوششیں کریں گے۔ جیسا کہ دسترخوان پر کھانے کے لئے

(ابوداؤد۔ مشکوٰۃ و بخاری و ترمذی و مسلم و ابن ماجہ و بیہقی غیرہا) یہ سب چیزیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غیب داں ہونے کی دلیل قاہرہ ہیں۔ اور آپ لوگوں کے سامنے ہیں۔

جب یہ تمام علامات و آثار اسکے علاوہ نشانیاں نمایاں ہو جائیں۔ تو عیسائی بہت سے ملکوں پر غلبہ کر کے قبضہ کر لیں گے۔ پھر ایک مدت کے بعد عرب اور شام کے ملک میں ابوسفیان کی اولاد سے ایک شخص پیدا ہوگا۔ جو سادات کو قتل کریگا۔ اُس کا حکم ملک شام و مصر کے اطراف میں جاری ہو جائے گا۔ اس اثناء میں بادشاہ روم کی عیسائیوں کے ایک فرقہ کے ساتھ جنگ اور دوسرے فرقہ سے صلح ہوگی۔ لڑنیوالا فرقہ قسطنطنیہ پر قبضہ کر لے گا۔ بادشاہ روم دارالخلافہ کو چھوڑ کر ملک شام میں آ جائے گا۔ اور عیسائیوں کے مذکورہ فرقہ دوم کی اعانت سے اسلامی فوج ایک خونریز جنگ کے بعد فرقہ مخالف پر فتح مند ہوگی۔ دشمن کی شکست کے بعد فرقہ موافق میں سے ایک شخص بول اُٹھے گا۔ کہ صلیب غالب ہوئی۔ اور اُسی کی برکت سے فتح کی شکل دکھائی دی۔ یہ سُن کر اسلامی لشکر میں سے ایک شخص اُس سے مار پیٹ کرنے لگا اور کہے گا کہ نہیں۔ دین اسلام غالب ہوا۔ اور اسی کی برکت

سے فتح ہوئی۔ یہ دونوں اپنی اپنی قوم کو مدد کے لئے پکاریں گے۔ جس کی وجہ سے فتح میں خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔ بادشاہ اسلام شہید ہو جائے گا۔ عیسائی ملک شام پر قبضہ کریں گے۔ اور آپس میں دونوں عیسائی قوموں کی صلح ہو جائے گی۔ بقیۃ السیف مسلمان مدینہ منورہ چلے جائیں گے۔ عیسائیوں کی حکومت خیبر تک پھیل جائے گی۔ اُس وقت مسلمان اس تجسّس میں ہوں گے کہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کو تلاش کرنا چاہئے۔ تاکہ ان مصائب کے دفیعہ کے موجب ہوں۔ اور دشمن کے پنجہ سے نجات دلائیں۔ (احادیث ترمذی۔ و ابو داؤد) اب علامات کبریٰ کے متعلق مختصر طور پر ملاحظہ فرمایئے۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کا ظہور

علامات کبریٰ۔ جو حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ظہور سے نفخ صور تک وجود میں آتی رہیں گی اور آغاز قیامت یہی سے شروع ہوگا یہی بات سمجھنے کے لئے کافی ہوگی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا۔ کہ میرا بیٹا جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سردار ہے۔ اور فرمایا۔

سَیَخْرُجُ مِنْ صُلْبِہٖ رَجُلٌ یُسَمّٰی بِاسْمِ نَبِیِّکُمْ ۝ (ابو داؤد)

ترجمہ۔ عنقریب اس کی پشت سے ایک شخص پیدا ہوگا۔ (یعنی امام مہدیؓ) جس کا نام تمہارے نبی کے نام پر ہوگا۔

دوسری حدیث حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ابو داؤد شریف میں مروی ہے۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

حَتّٰی یَبْعَثَ فِیْہِ رَجُلًا مِّنِّیْ اَوْ مِنْ اَھْلِ بَیْتِیْ یُوَاطِئُ
اِسْمُہٗ اِسْمِیْ وَاسْمُ اَبِیْہِ اِسْمَ اَبِیْ یَمْلَاءُ الْاَرْضَ قِسْطًا
وَّعَدْلًا کَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا ۝ (ابو داؤد)

ترجمہ۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ میرے خاندان میں سے ایک شخص (یعنی امام مہدیؓ) کو بھیجے گا جس کا نام میرے نام پر ہوگا۔ اور جس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام

پر ہوگا۔ اور وُہ زمین کو عدل وانصاف سے معمور کردے گا جس طرح کہ وہ اس وقت سے پہلے ظلم وستم سے معمور تھی۔

تیسری حدیث حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ سے مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمَھْدِیُّ مِنِّیْ اَجْلَی الْجَبْھَۃِ اَقْنَی الْاَنْفِ ٥ (ابو داؤد)

ترجمہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ مہدیؓ میری اولاد میں سے ہیں۔ اُن کی پیشانی روشن وکشادہ اور بلند ناک ہوگی۔

مذکورہ تین احادیث شریفہ میں غور کیجئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہٗ کے پیدا ہونے کی خبردی۔ اور آپ کے ماں باپ کے نام کی بھی خبردی۔ اور آپ کے حُلیہ کی بھی خبر فرمادی معلوم یہ ہُوا کہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہٗ کے خاندان اور اُن کے اسماء والدین اور اُن کے حلیہ تک کا آپ کو علم ہے۔

حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ رکن ومقام ابراہیم (علیہ السّلام کے درمیان خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوں گے۔ کہ آدمیوں کی ایک جماعت آپ کو پہچان کر آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلے گی۔ اس واقعہ کی علامت یہ ہے۔ کہ اس سے قبل گذشتہ ماہ رمضان میں چاند وسورج کو گرہن لگ چکے گا اور بیعت کے وقت آسمان سے یہ نداء آئے گی۔ ھٰذَا خَلِیْفَۃُ اللّٰہِ الْمَھْدِیُّ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَطِیْعُوْا ٥ بیعت کے وقت آپ کی عمر چالیس سال ہوگی۔ خلافت کے مشہور ہونے پر مدینہ کی پاک فوجیں آپ کے پاس مکہ معظّمہ چلی آئیں گی۔ شام وعراق ویمن کے اولیائے کرام وابدالِ عظام اور ملک عرب کے لوگ آپ کی افواج میں داخل ہو جائینگے۔ اور کعبہ شریف میں جو خزانہ مدفون ہے جس کو تاج الکعبہ کہتے ہیں۔ آپ اُس کو نکال کر مسلمانوں پر تقسیم فرمائیں گے۔ اسی اثناء میں خراسان سے مسلمان منصور نامی ایک بہت بڑی مسلمان فوج لے کر آپ کی مدد کے لئے آئے گا۔ جو راستہ میں بہت سے عیسائی بے دینوں کا صفایا کردے گا۔ اور اُدھر سفیانی شخص مسلمانوں کا دشمن بہت بڑی فوج حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہٗ کے مقابلہ کے لئے بھیجے گا۔ یہ فوج جب مکّہ مکرّمہ و مدینہ منورہ کے درمیان ایک میدان میں اگر پہاڑ کے دامن میں مقیم ہوگی۔ تو اُسی جگہ قدرت خدا وندی سے سب فوج زمین میں ہی

دھنس جائے گی۔ مگر صرف دو آدمی بچ جائیں گے۔ ایک حضرت امام مہدی کو اور سفیانی دشمن کو مطلع کرنے کے لئے افواج مسلمانوں کی خبر سُن کر عیسائی چاروں طرف سے اور روم کے ممالک سے فوج کثیر لے کر حضرت امام مہدی رضؓ کے مقابلہ کے لئے شام میں مجتمع ہو جائیں گے۔ ان کی فوج کے اُسوقت ستر جھنڈے ہوں گے۔ ہر جھنڈے کے نیچے بارہ بارہ ہزار آدمی (۸۴۰۰۰۰) سپاہ ہوگی (مسلم)

حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ مکہ شریف سے کوچ فرما کر مدینہ منورہ پہنچیں گے۔ اور رسول خدا احمدِ مجتبیٰ جناب سیدنا محمد الرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم کے گنبد خضریٰ روضہ انور پر حاضری وزیارت سے مشرف ہو کر شام کی جانب روانہ ہو جائیں گے اور دمشق کے قرب وجوار عیسائیوں کی فوج کا آمنا سامنا ہو جائے گا۔ تو حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہٗ کی فوج کے تین گروہ ہو جائیں گے۔ ایک تو نصاریٰ کے ڈر سے بھاگ جائے گا۔ جن کی توبہ کبھی قبول نہ ہوگی۔ دوم وہ گروہ جو شہید ہو کر بدر واُحد کے شہداء کے مراتب کو پہنچیں گے۔ سوم وہ جو فتحیابی حاصل کرنے یا انجام بد سے بچنے کے لئے چھٹکارا پالیں گے۔ آپ کے ساتھ زندہ ہی ہوں گے۔ دوسرے روز پھر جنگ ہوگی جس میں آپ کے ساتھیوں نے موت یا فتح کا عہد کر لیا ہُوا تھا۔ وہ سب شہید ہو جائیں گے۔ حضرت امام مہدی رضؓ باقی ماندہ قلیل کے ساتھ تیسرے روز لڑیں گے۔ وہ بھی شہادت کا جام نوش کریں گے پھر چوتھے روز حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہٗ محافظ جماعت کو لیکر جو بہت کم ہوں گے۔ دشمن سے لڑینگے اُسی دن خدا تعالیٰ اُن کو فتح مبین عطا فرمائے گا۔ عیسائی تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ جو تھوڑے بہت رہ جائیں گے۔ وہ ذلّت و رسوائی کے ساتھ بھاگیں گے۔ مسلمان اُن کا تعاقب کر کے بہتوں کو جہنم رسید کر دیں گے۔ اس کے بعد حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہٗ بے انتہا اس فوج کو انعام و اکرام تقسیم فرمائیں گے۔ اور حضرت امام مہدی رضؓ بلاد اسلام کے نظم ونسق اور فرائض اور حقوق العباد کی انجام دہی میں مصروف ہوں گے۔ چاروں طرف اپنی فوجیں پھیلا دیں گے۔ ان مہمات سے فارغ ہو کر فتح قسطنطنیہ کے لئے کوچ فرمائیں گے۔ بحیرۂ روم کے ساحل پر پہنچ کر قبیلۂ بنو اسحاق کے ستّر ہزار بہادروں کو کشتیوں پر سوار کر کے اُس شہر کی خلاصی کے لئے جس کو استنبول بھی کہتے ہیں متعین فرمائیں گے۔ جب یہ فصیل شہر کے قریب پہنچ کر نعرہ اللہ اکبر بلند کریں گے۔ تو اُن کی فصیل نام خدا کی برکت سے منہدم ہو جائے گی۔ مسلمان ہلہ کر کے شہر میں داخل ہو جائیں گے۔ سرکشوں کو قتل کر کے

ملک کا نظام نہایت عدل و انصاف کے ساتھ کریں گے ابتدائی بیت سے اسوقت تک چھ سات سال کا عرصہ گزرے گا۔ آپ ملک شام کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ (انما احادیث)

یہ جو کچھ بیان ہوا بہت قلیل - اب فتنہ دجال کا ظہور ملاحظہ فرمایئے۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور دجّال کا ظہور

دجّال قوم یہود میں سے ہوگا۔ عوام میں اسوقت اس کا لقب مسیح ہوگا۔ ترمذی شریف میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

قَالَ اَلدَّجَّالُ يَخْرُجُ مِنْ اَرْضٍ بِالْمَشْرِقِ يُقَالُ لَهَا خُرَاسَانُ ٥

(ترمذی)

ترجمہ۔ فرمایا کہ دجّال مشرق کی ایک زمین سے نکلے گا جس کا نام خراسان ہوگا۔

دوسری حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بیہقی میں مروی ہے۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

قَالَ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ عَلٰى حِمَارٍ اَقْمَرَ مَا بَيْنَ اُذُنَيْهِ سَبْعُوْنَ بَاعًا ٥ (بیہقی)

ترجمہ۔ فرمایا ہے کہ دجّال ایک سفید گدھے پر سوار ہوکر نکلے گا۔ جس کے دونوں کانوں کے درمیان کا حصّہ ستر باع چوڑا ہوگا۔

تیسری حدیث حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مسلم شریف میں مروی ہے۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اَلدَّجَّالُ اَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُسْرٰى جُفَالُ الشَّعْرِ مَعَهٗ جَنَّتُهٗ وَ نَارُهٗ فَنَارُهٗ جَنَّةٌ وَجَنَّتُهٗ نَارٌ ٥ (مسلم)

ترجمہ۔ دجال کی بائیں آنکھ کانی ہوگی۔ بہت کثرت بال ہوں گے۔ اس کے ساتھ جنّت و دوزخ ہوگی۔ اس کی آگ حقیقت میں جنّت ہوگی اور اس کی جنّت حقیقت میں

آگ ہوگی۔ آگے حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اِنَّ الدَّجَّالَ مَمْسُوْحُ الْعَيْنِ عَلَيْهَا ظُفْرَةٌ غَلِيْظَةٌ مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ (ک۔ف۔ر) يَقْرَءُهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ كَاتِبٍ وَغَيْرِ كَاتِبٍ

(مسلم)

ترجمہ۔ بے شک دجّال کی آنکھ بیٹھی ہوئی ہوگی۔ اور دوسری آنکھ پر موٹا سا ناخونہ ہوگا۔ اس کی آنکھوں کے درمیان کافر (ک۔ف۔ر) لکھا ہوا ہوگا۔ جس کو ہر مومن خواہ وہ پڑھا لکھا ہو یا نہ پڑھ لے گا۔

مذکورہ احادیث شریفہ سے یہ معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی معلوم ہے کہ دجّال کون ہے اور کہاں سے خروج کرے گا۔ اور یہ بھی علم ہے کہ گدھے پر سوار ہو کر نکلے گا۔ اور یہ بھی جانتے ہیں۔ کہ اُس کے ساتھ جنّت و دوزخ ہوگی (لیکن حقیقت میں نہیں) اور یہ بھی معلوم ہے کہ دجّال کانا ہوگا۔ اُس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا۔ جسے ہر مومن خواہ اَن پڑھ پڑھ لے گا۔ ثابت ہوا کہ آپ کو تمام حالات کا علم ہے۔ جس کی آپ نے پہلے ہی خبر فرما دی ہے۔

دجّال خدائی اور نبوّت کا جھوٹا دعوٰی بھی کرے گا اور ستّر ہزار یہودی لوگ اس پر ایمان لے آئیں گے اور اُس کے پاس خزانہ بہت بڑا ذخیرہ ہوگا۔ جو لوگ اُس کی اُلوہیت کا اقرار کریں گے۔ ان کے لئے اُس کے حکم سے بارش ہوگی۔ اناج پیدا ہوگا۔ درخت پھل دار اور مویشی موٹے تازے ہوں گے۔ جو اس کی مخالفت کریں گے۔ اُن کے لئے اپنے حکم سے اشیاء خوردہ بند کر دیگا۔ مگر خدا داد بندوں کی غذا تسبیح و تہلیل ہو جائیگی۔ زمین کے خزانوں کو حکم دے گا۔ وہ اس کے ساتھ ہو جائیں گے۔ بعض آدمیوں سے کہے گا۔ میں تمہارے مُردوں ماں باپ کو زندہ کرتا ہوں۔ تاکہ تم اس قدرت کو دیکھ کر میری خدائی کا یقین کر لو۔ پھر یہ یمن میں جائے گا۔ بددین لوگ اور اس کے ساتھ ہو جائینگے۔ پھر لوٹ کر مکہ معظمہ کے قریب سن ہو جائے گا۔ اور پھر یہ مدینہ منورہ کی طرف قصد کرے گا۔ تو خدا کے ملائکہ اس کو اس میں داخل نہ ہونے دیں گے اور دجّال کی فوج بھی مدینہ اقدس میں داخل نہ ہو سکے گی۔ پھر ایک بزرگ آکر دجّال سے کہیں گے۔ خدا کی قسم تو وہی دجّال جس کے متعلق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ دجّال غصّہ میں آکر کہے گا۔ اس کو آرا۔ سے چیر دو۔ پس وہ ٹکڑے کر کے دائیں بائیں جانب پھینک دے گا۔

اور لوگوں سے کہیگا۔ کہ اگر میں دونوں ٹکڑوں کو جوڑ کر پھر اس شخص کو زندہ کر دوں۔ تو میری اُلوہیت کا اقرار کروگے۔ اس کے ساتھی کہیں گے۔ ہم پہلے ہی سے مان رہے ہیں۔ ہاں اگر ایسا ہو جائے تو مزید یقین ہوگا۔ پس دجّال دونوں ٹکڑوں کو حکم دے گا۔ کہ جمع ہو کر زندہ ہو جائیے۔ وُہ شخص زندہ ہو جائیگا دجّال کہے گا بتاؤ اب بھی میری خدائی میں شک کرتے ہو۔ تو وُہ وہی شخص پھر کہے گا۔ واقع ہی خدا کی قسم تُو ہی مردود دجّال ہے۔ پھر دجال غصہ میں آکر کہے گا۔ اس کی گردن پر چھُری چلا دو۔ تو بحکم ربّ تعالےٰ اُن کی گردن پر چھُری نہ چلے گی۔ تو دجال شرمندہ ہو کر کہے گا۔ اس کو آگ میں پھینک دو تو اُس شخص پر آگ نہیں بلکہ بہار ہو جائے گی۔ اس کے بعد دجّال کی طاقت زندہ مردہ و زندہ ختم ہو جائے گی۔ (مشکوٰۃ) (ابو داؤد) اور ملک شام کی طرف روانہ ہو جائے گا۔ اور قبل اس کے حضرت امام مہدیؓ دمشق آچکے ہوں گے۔ اور جنگ کی پُوری تیاری و ترتیب فوج کر چُکے ہوں گے اسباب اور حرب تقسیم کرتے ہوں گے۔

ہکذا مختصراً احادیث اب آگے ملاحظہ فرمائیے۔

عِلمِ غیبِ مُصطفوی صلوٰت اللہ وسلامہٗ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہٗ سے مشکوٰۃ شریف باب الملاحم میں مروی ہے۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب دجّال خروج کرے گا۔ تو اسوقت جو مجاہدین دجّال کا مقابلہ کرنے کے لئے تیاری کریں گے۔

اِنِّی لَاَعْرِفُ اَسْمَآءَهُمْ وَاَسْمَآءَ اٰبَاۗءِهِمْ وَاَلْوَانَ خُيُوْلِهِمْ خَيْرُ فَوَادِسَ اَوْمِنْ خَيْرِ فَوَادِسَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ ٥ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ۔ میں اُن کے نام اور اُن کے باپ دادوں کے نام اور اُن کے گھوڑوں کے رنگ کو پہچانتا ہوں۔ وُہ روئے زمین پر بہترین سوار ہیں۔

غور فرمائیے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اُن مجاہدین اسلام کے اسماء اور اُن کے آباء کے اسماء اور اُن کے گھوڑوں کے رنگ تک کو جانتے ہیں۔ جب آپ قُرب قیامت کے لوگوں کو جانتے ہیں

جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تو کیا ہم کو نہیں پہچانتے ۔ ضرور جانتے اور پہچانتے ہیں ۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور نزول حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام

حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ۔ (موذن عصر کی نماز کی اذان دے گا ۔ لوگ نماز کی تیاری میں ہوں گے) ۔

اِذْ بَعَثَ اللّٰہُ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ فَیَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَۃِ الْبَیْضَاءِ شَرْقِیَّ دِمَشْقَ بَیْنَ مَھْرُوْدَتَیْنِ وَاضِعًا کَفَّیْہِ عَلٰی اَجْنِحَۃِ مَلَکَیْنِ اِذَا طَاْطَاَ رَاْسَہٗ قَطَرَ وَاِذَا رَفَعَہٗ تَحَدَّرَ مِنْہُ مِثْلُ جُمَانٍ کَاللُّؤْلُؤِ فَلَا یَحِلُّ لِکَافِرٍ یَجِدُ مِنْ رِیْحِ نَفَسِہٖ اِلَّا مَاتَ ۔ (ترمذی)

ترجمہ ۔ اچانک اللہ تعالےٰ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کو بھیجے گا ۔ جو دمشق کے مشرقی سفید منارہ پر نازل ہوں گے ۔ اُس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوں گے ۔ اور اپنے دونوں ہاتھوں کو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے آسمان سے نازل ہوں گے ۔ وہ اپنا سر جھکائیں گے ۔ تو پسینہ ٹپکے گا ۔ اور سر اُٹھائیں گے تو اُن کے سر سے چاندی کے دانوں کی مانند جو موتیوں جیسے ہوں گے ۔ قطرے گریں گے ۔ جو کافر آپ کے سانس کی ہوا پائے گا ۔ مر جائے گا ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور سرورِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نازل ہونے کے تمام حالات کا بھی علم ہے ۔ جبھی آپ نے اُن کے نزول کے متعلق پہلے ہی سے خبر فرما دی ہے ۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عالمین میں جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے ۔ سب کا آپ کو علم ہے ۔

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی منارہ پر جلوہ افروز ہو کر آواز دیں گے ۔ مسلم یعنی سیڑھی لے آؤ ۔ پس سیڑھی حاضر کر دی جائے گی ۔ آپ اس کے ذریعہ سے فروکش ہو کر حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ سے ملاقات فرمائیں گے ۔ پھر آپ نماز میں شامل ہوں گے ۔ آپ اتنا

امن وامان سے کے ساتھ بسر کریں گے۔ دوسرے دن حضرت عیسیٰ علیہ السّلام فرمائیں گے۔ میرے لئے گھوڑا و نیزہ لاؤ۔ تاکہ اُس دجّال ملعون کے شر سے زمین کو پاک کردوں پس دجّال پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اسلامی فوج اُس کے لشکر پر حملہ آور ہوگی۔ جہاں تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سانس کی ہوا جائے گی۔ وہ وہیں نیست و نابود ہو جائیں گے۔ (مسلم شریف)

دجّال آپ کے مقابلہ سے بھاگے گا۔ اور مقام لُد (ملک شام میں ایک پہاڑ ہے) وہاں جاکر چھپے گا۔ تو آپ اس کا تعاقب کر کے وہاں پہنچیں گے۔ اور دجّال کو قتل کردیں گے۔ اگر آپ جلدی نہ کریں گے تو دجّال آپ کے سانس سے ہی پگل جائے (جیسے نمک میں پانی) اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السّلام جو لوگ دجّال کے فتنہ سے تکالیف اُٹھاتے رہے اور اس کی پیروی نہ کی۔ اُن کو جنّت و اجر عظیم کی بشارتیں دیں گے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام قتل خنزیر اور شکست صلیب اور کُفار سے جزیہ نہ قبول کرنے کے احکام صادر فرما کر تمام کفار کو اسلام کیطرف موعود فرمائیں گے۔ خُدا کے فضل سے کوئی کافر بلا د اسلام میں نہ رہے گا۔ بعد ازاں حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو جائیگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام ہی آپ کی نماز جنازہ پڑھا کر دفن فرمائیں گے۔ (مشکوٰۃ شریف) ہذا بیانا قلیلاً اب فتنہ یاجوج وماجوج کے متعلق ملاحظہ فرمایئے۔

علم غیب مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلم اور فتنہ قوم یاجوج وماجوج

حدیث ترمذی شریف میں مروی ہے۔ کہ حضور نبی غیب دان صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اِذْ اَوْحَی اللّٰهُ اِلٰی عِیْسٰی اَنِّیْ قَدْ اَخْرَجْتُ عِبَادًا لِّیْ لَا یَدَانِ لِاَحَدٍ
یُقَاتِلُهُمْ فَحَرِّزْ عِبَادِیْ اِلَی الطُّوْرِ وَیَبْعَثُ اللّٰهُ یَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ
وَهُمْ مِّنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ فَیَمُرُّ اَوَائِلُهُمْ عَلٰی بُحَیْرَةِ طَبَرِیَّةَ
فَیَشْرَبُوْنَ مَا فِیْهَا ۝ (ترمذی)

ترجمہ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اسی حال میں ہوں گے۔ کہ اللہ تعالیٰ اُن کی طرف وحی بھیجے گا کہ میں نے اپنے بہت سے بندے پیدا کئے ہیں۔ جن میں لڑنے کی طاقت نہیں

تم میرے بندوں کو کوہ طور کی طرف لے جاؤ (جہاں مضبوط قلعہ ہے) پھر خدا تعالےٰ یاجوج اور ماجوج کو بھیجے گا۔ جو ہر بلند زمین سے اتریں گے۔ اور دوڑیں گے اور ان کی جماعت طبریہ (یعنی واقع شام) کے تالاب پر پہنچے گی۔ اور اس کا سارا پانی پی جائے گی۔

غور فرمایئے۔ کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے قوم یاجوج اور ماجوج کے بھی تمام حالات بیان فرما دیئے ہیں۔ بتایئے پھر اس آقاء سید دوجہاں سے کوئی شے مخفی ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں جنہوں نے ہر آئندہ چیزوں کے متعلق کئی سو سال پہلے خبر فرمادی ہے۔

یاجوج وماجوج ایسی خطرناک قوم ہوگی کہ لوگوں کے قتل کرتے میں ذرا دریغ نہ کرے گی وہی لوگ محفوظ رہیں گے۔ جو کوہ طور کے ایک قلعہ میں ہوں گے۔ یہ قلعہ آجکل بھی موجود ہے۔ یہ یاجوج وماجوج بحیرۂ طبریہ میں پہنچے گی۔ جو اس کا تمام پانی پی کر خشک کر دے گی۔ بحیرۂ طبریہ طبرستان میں ایک مربع چشمہ ہے۔ یہ قوم چلتی چلتی جبل خمر پر پہنچے گی۔ جو بیت المقدس کا ایک پہاڑ ہے۔ تو یہاں آکر یہ قوم کہے گی کہ زمین کے تمام لوگ تو ہم نے مار ڈالے۔ اب آسمان والوں کو قتل کریں۔ وہ آسمان پر تیر پھینکیں گے اللہ تعالےٰ اپنی قدرت سے ان تیروں کو ویسے ہی خون آلودہ کر کے لوٹا دے گا۔ قوم یاجوج وماجوج بڑی خوش ہوگی۔ کہ ہم نے تو آسمان والوں کو بھی مار دیا ہے۔ اس فتنہ میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ہمراہیوں پر غلہ کی زبردست تنگی ہوگی (ابوداؤد و مشکوٰۃ) آخر حضرت عیسٰی علیہ السلام اللہ تعالےٰ سے یہ دعاء فرمائیں گے۔ اور ہمراہی آمین کہیں گے۔ تو اللہ تعالےٰ قوم یاجوج وماجوج پر ایک بیماری نازل فرمائے گا۔ (مثل طاعون) جس سے تمام قوم یاجوج وماجوج رات میں ہی تباہ ہو جائے گی پھر ایک جانور پرندے اللہ تعالےٰ بھیجے گا جو ان لاشوں کو جزیروں اور دریاؤں میں پھینک دے گی اور بارش بھی ہوگی۔ پھر لوگ بڑی اچھی زندگی بسر کریں گے۔ یہ سب واقعات حضرت عیسٰی علیہ السلام کے عہد میں ہوں گے۔ دنیا میں آپ کا قیام چالیس برس رہے گا۔ (از ترمذی و ابوداؤد) ہذا ابیات قلیلۂ (یاد رہے کہ قصہ یاجوج وماجوج کے متعلق قرآن کریم نے بھی سورہ کہف میں بیان فرمایا ہے۔ جس کے ساتھ حضرت ذوالقرنین کی دیوار بنانے کا ذکر ہے۔ اور اس دیوار سے ہی اپنے وقت کے مطابق یہ قوم خروج کرے گی۔

علمِ غیبِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام و ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے حدیث مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اِلَی الْاَرْضِ فَیَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ وَیَمْکُثُ خَمْسًا وَّ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً ثُمَّ یَمُوْتُ فَیُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ فَاَقُوْمُ اَنَا وَعِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ فِیْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ بَیْنَ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ ۝ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام زمین پر نازل ہوں گے۔ نکاح کریں گے۔ اور اُن کے اولاد ہوگی۔ وہ پنتیالیس برس تک دنیا میں رہیں گے۔ پھر وہ وصال فرمائیں گے۔ اور میری قبر میں دفن کئے جائیں گے۔ (قیامت کے دن) میں اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ایک قبر سے ابی بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان اُٹھیں گے۔

حدیث بالا سے چار باتیں روشن ہوئیں۔ اوّل یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد نکاح کرنا اور اُن کے ہاں اولاد بھی پیدا ہونے کا علم ہے۔ دوم۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی علم ہے کہ قیامت کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام میرے روضۂ اطہر میں میرے ساتھ مدفون ہوں گے۔ سوم یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی علم تھا کہ میرے ساتھ روضہ اطہر میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ و حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ بھی مدفون ہوں گے۔ جیسا کہ آج بھی یہ بات روشن ہے۔ چہارم آپ کو یہ بھی علم ہے کہ قیامت کے دن ہم چاروں اکٹھے ہی اُٹھیں گے۔ اب اس کے بعد ایک شخص کے پیدا ہونے کے اور دیگر حالات کے متعلق ملاحظہ فرمائیے۔

علمِ غیبِ مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور خلیفہ جہجا و دھوُاں و طلوعِ الشّمس من مغربہا و دآبّۃ الارض اور سرد ہوا کا ظہور

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے وصال شریف کے بعد ازاں ایک شخص خلیفہ ہوں گے۔ جس کے متعلق حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

لَاتَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یَخْرُجَ رَجُلٌ مِّنْ قَحْطَانَ الخ یُقَالُ لَہٗ اَلْجَھْجَاہ (مسلم)

ترجمہ۔ قیامت نہ آئے گی۔ یہاں تک کہ قحطان سے ایک شخص نکلے گا۔ جس کو جہجا کہا جائے گا۔

معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسے شخص کے خاندان اور اس کے نام تک کا علم ہے۔ جو قیامت کے بالکل قریب پیدا ہونے والا ہے۔ یہ شخص مسمّٰی جہجا خلیفہ ہوں گے۔ اور نہایت ہی عدل و انصاف کے ساتھ اُمورِ خلافت کو سرانجام دیں گے۔ اسی اثناء میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ ایک مقام مشرق میں دھنس جائے گا۔ اور دوسرا مغرب میں جس سے منکرین لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ (ابوداؤد) اس کے بعد ایک **دھُواں** نمودار ہوکر زمین پر چھا جائیگا جس سے لوگ تنگ ہوجائیں تو مسلمان صرف ضعف دماغ و کدورت و حواس وزکام میں مبتلا ہو جائیں گے۔ مگر منافقین و کفار بیہوش ہو جائیں گے۔ یہ دھواں چالیس دن تک رہے گا۔ بعدہٗ تین چار رات بہت لمبی گزرینگی اس کے بعد **سُورج مغرب** سے ایک قلیل روشنی کے ساتھ طلوع ہوگا۔ تو لوگ توبہ و استغفار کریں گے۔ مگر توبہ کا دروازہ اس وقت بند ہو جائیگا۔

اس کے بعد اپنی معمولی روشنی کے ساتھ مشرق سے طلوع ہوتا رہے گا۔ دوسرے روز کوہ صفا جو کعبہ کے مشرقی جانب واقع ہے۔ زلزلہ سے پھٹ جائے گا۔ (مسلم شریف)

دآبّۃ الارض۔ یہ ایک نادر شکل کا جانور سات جانوروں سے مشابہت رکھتا ہوگا۔ چہرہ میں آدمی

سے۔ پاؤں میں اونٹ سے گردن میں گھوڑے سے، دُم میں بیل سے ۔ سر میں ہرن سے ۔ سینگوں میں بارہ سینگوں میں سے ۔ ہاتھوں میں بندر سے اور نہائیت فصیح اللسان ہوگا۔ اس کے ہاتھ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا۔ اور دوسرے میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری یہ جانور بہت تیزی سے شہروں میں دورہ کرے گا۔ جو آدمی صاحب ایمان ہوگا۔ اُس کی پیشانی پر ایک نورانی خط کھینچے گا جس سے اس کا چہرہ چمکے گا۔ اور انگشتری سے جو صاحب ایمان نہ ہوگا۔ اس کی پیشانی پر مہر کالے رنگ کی لگادے گا۔ جس سے اسکا چہرہ سیاہ ہوجائیگا۔ اس کے بعد ٹھنڈی ہوا جنوب سے چلے گی جس سے مومن خوش ہوں گے اور کافر مرنے شروع ہوجائینگے۔ اس کے بعد حبش کا غلبہ ہوگا۔ اور وہ خانہ کعبہ کو ڈھادیں گے حج موقوف ہوجائیگا۔ قرآن شریف دلوں زبانوں و کاغذوں سے اُٹھالیا جائیگا خداترسی حق شناسی خوف آخرت لوگوں کے دلوں سے معدوم ہوجائیگا۔ تمام برائیوں کا دورہ ہوجائیگا۔ پھر ایک آگ نمودار ہوگی۔ وَتَقُوْمُ السَّاعَۃُ اِلَّا فِیْ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ پھر روز جمعہ دسویں محرم شریف کو نفخ صور ہوگا۔ اسی روز قیامت برپا ہوجائیگی (کذا مشکوٰۃ و ابوداؤد و ترمذی)

گذشتہ مضمون میں یہ جو گزر چکا ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ علم تھا کہ میرے روضہ اطہر میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق و حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما مدفون ہوں گے۔ اور قیامت کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی مدفون ہوں گے۔ اب مناسب سمجھتا ہوں کہ یہ بھی بیان کئے دوں کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے وصال شریف اور مقام کا بھی علم تھا۔ تاکہ اس شبہ کا بھی ازالہ ہوتا جائے۔

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے وصال اور مقام کا علم

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے۔

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ لَمَّا بَعَثَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الْیَمَنِ خَرَجَ مَعَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُوْصِیْہِ وَمُعَاذٌ رَاکِبٌ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَمْشِیْ تَحْتَ

رَاحِلَتِہٖ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا مُعَاذُ اِنَّکَ عَسٰی اَنْ لَّا تَلْقَانِیْ بَعْدَ عَامِیْ ھٰذَا اَوْ لَعَلَّکَ اَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِیْ ھٰذَا وَقَبْرِیْ فَبَکٰی مُعَاذٌ جَشَعًا لِفِرَاقِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۝ (مشکوٰۃ شریف)

حدیث - کا حاصل یہ ہے - کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کو یمن کی طرف بھیجتے وقت حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم خود اُن کے ساتھ وصیت فرماتے ہُوئے تشریف لائے - اور جب وصیت فرما چکے تو فرمایا - اے معاذ قریب ہے کہ اس سال کے بعد ہماری تمہاری ملاقات نہ ہو - اور شاید کہ تم میری اِس مسجد اور قبر پر سے گذرو - یہ کلمہ جانگیں سُن کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہٗ فراق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خیال سے بے قرار ہو کر رونے لگے ۝

اِس حدیث شریفہ سے یہ معلوم ہُوا کہ جناب سرورِ کائنات صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے وصال فرمانے اور اپنی آخری آرام گاہ کا بھی علم تھا - جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہٗ کو یہ فرمایا - کہ قریب ہے - اس سال کے بعد ہماری تمہاری ملاقات نہ ہو - اور ان تمر بمسجدی ھذا وقبری ہو سکتا ہے - تم میری مسجد و قبر پر سے گذرو - یہ کلمہ جانگزا سُن کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہٗ بیقرار ہو کر فراق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں رونے لگے - آپ یقین کیجئے - کہ آج بھی اِس حدیث مبارکہ کو پڑھتے اور لکھتے دیکھتے بے اختیار آنسو بھر آتے ہیں - یاد رہے کہ یہ بھی علوم خمسہ میں سے ہے - کہ کوئی کب مرے گا - اور کہاں مرے گا -

ایک اور حدیث حضرت ابُو سعید خدری رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہُوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا -

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلَی الْحَوْضِ مِنْ مَقَامِیْ ھٰذَا ثُمَّ قَالَ اِنَّ عَبْدًا اُعْرِضَتْ عَلَیْہِ الدُّنْیَا وَزِیْنَتُھَا فَاخْتَارَ الْاٰخِرَۃَ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ - قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے - میں اس مقام سے حوض کوثر

کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا۔ خدا کا ایک بندہ جس کے سامنے دنیا کی زینت پیش کی گئی۔ لیکن اس بندہ نے آخرت کو پسند کیا۔

اس حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہُوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے وصال کے وقت کا علم تھا۔ اور یہ بھی معلوم ہُوا کہ آپ فرش پر کھڑے ہو کر حوض کوثر کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ بتائیے جو حوض کوثر کو زمین پر رہ کر ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ اُن سے دنیا کی کوئی شے مخفی رہ سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ اس حدیث کے آگے آتا ہے۔ کہ جب آپ نے یہ الفاظ فرمائے کہ بندہ کو اختیار دیا گیا ہے۔ کہ وُہ دنیا کو پسند کرے یا آخرت کو تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ الفاظ سن کر رونے لگے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہُوا کہ نبی اللہ کو یہ اختیار ہوتا ہے۔ کہ وُہ جب چاہیں۔ اپنا وصال ہونا پسند فرمالیں یہ صرف آپ ہی کے لئے نہیں۔ بلکہ کل انبیاء اکرام علیہم السّلام کو اختیار ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے۔

انبیاء عظام علیہم السلام کو اپنے مقام جنت شریف کا علم

اَنَّہٗ لَنْ یُّقْبَضَ نَبِیٌّ حَتّٰی یَرٰی مَقْعَدَہٗ مِنَ الْجَنَّۃِ ثُمَّ یُخَیَّرُہٗ

(بخاری و مسلم شریف)

ترجمہ۔ تحقیق کسی نبی کی رُوح اسوقت تک قبض نہیں کی جاتی جب تک کہ وُہ اپنا ٹھکانا جنت دُنیا ہی میں نہ دیکھ لیں۔ اور پھر اُنہیں اختیار دیا جاتا ہے۔ چاہے دنیا میں رہنا پسند کر لیں یا آخرت کا

اس حدیث مبارکہ سے دو باتیں واضح ہو گئیں۔ کہ نبی اللہ کو اپنے مقام جنت کا بھی علم ہوتا ہے اور دوسری یہ کہ خدا کے انبیاء کرام علیہم السلام کو یہ اختیار ہوتا ہے جب اُن کی مرضی ہو وُہ وصال فرمائیں۔ یہ ہر نبی کا خاصہ ہے۔ اس حدیث سے انبیاء کرام علیہم السّلام کو اپنے جیسا بشر قیاس کرنے والوں کے لئے اور یہ کہنے والوں کہ نبی کو معاذ اللہ اپنے خاتمہ کا بھی پتہ نہیں۔ ایک زبردست دلیل ہے۔ اس کے علاوہ اور بے شمار احادیث ہیں۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمانے کے متعلق پہلے ہی خبریں دیدیں۔ یاد رہے کہ انبیاء کرام علیہم السّلام اپنے انتقال کے بعد اُسی طرح زندہ رہتے ہیں۔ جس طرح وُہ اپنی ظاہری حیات میں ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم بہت سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی وفات کے متعلق پہلے ہی خبریں دی ہیں۔ اور بہت سے اولیاء کرام علیہم الرحمۃ کو بھی اس جناب کے واسطہ سے اپنے انتقال کا علم ہوتا ہے۔

جیساکہ صاحب تفسیر عرائس البیان آیۃ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ کے ماتحت فرماتے ہیں۔

وَرُبما قالوا انی امرت بموضع کذا ومنهم ابو غریب الاصفهانی قدس الله روحه مرض فی شیراز فی زمان الشیخ ابی عبد الله بن حنیف قدس روحه وقال ان امت فی شیراز فلا تدفنونی الا فی مقابر الیهود فانی سالت الله ان اموت فی طرطوس فبرأ ومضی الی طرطوس ومات بها رحمۃ الله علیه ۔ (تفسیر عرائس البیان)

ترجمہ۔ حاصل یہ ہے کہ اولیاء اللہ نے اکثر کہا ہے کہ میں فلاں جگہ مروں گا۔ اور انہی میں سے ابو غریب اصفہانی رحمہ اللہ بھی ہیں۔ کہ وہ بھی شیراز میں ابو عبد اللہ بن حنیف رحمہ اللہ کے زمانہ میں مریض ہو کر کہتے گئے۔ کہ اگر میں شیراز میں مروں تو مجھ کو مقابر یہود میں دفن کرنا میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا ہے کہ میں طرطوس میں مروں۔ پس وہ اچھے ہو گئے اور طرطوس میں جا کر وفات پائی۔

اس آیت کی تفسیر سے یہ معلوم ہو گیا کہ حضرت ابو غریب اصفہانی رحمہ اللہ کو یہ یقین تھا کہ ہمیں طرطوس جا کر موت آئے گی جبھی تو دعوے سے فرمادیا کہ اگر شیراز میں وفات ہو تو مجھے یہودیوں کے گورستان میں دفن کرنا یعنی مجھے شیراز میں ہرگز موت نہ آئے گی۔ کیا اب بھی کسی کو شبہ کی گنجائش رہ سکتی ہے۔ کہ جس آیتے شریفیہ کو مخالفین جگہ جگہ اپنے باطل کو ثابت کرنے کے لئے لئے پھرتے ہیں۔ کہ کسی کو معلوم نہیں کہ کوئی کب اور کہاں مرے گا ہم نے اسی آیت کے ماتحت تفسیر کا حوالہ دے کر ثابت کر دیا کہ اس حضرت جناب کی بدولت اس کا علم اولیاء کرام علیہم الرحمۃ کو بھی ہوتا ہے۔ چہ جائیکہ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم۔ جیسا کہ یہ بھی لکھا جا چکا کہ آیت بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ سے ذاتی علم مراد ہے۔ نہ یہ کہ کسی کو یہ علم عطا نہیں ہوتا۔

اس کے علاوہ شیخ ولی الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ خطیب تبریزی نے اسماء الرجال میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا حال لکھتے ہیں۔

قَالَ الْمُزَنِیْ دَخَلْتُ عَلَی الشَّافِعِیِّ فِیْ عِلَّتِہِ الَّتِیْ مَاتَ فِیْھَا فَقُلْتُ کَیْفَ اَصْبَحْتَ قَالَ اَصْبَحْتُ مِنَ الدُّنْیَا رَاحِلًا وَّلِلْاِخْوَانِ مُفَارِقًا وَّلِکَاْسِ الْمَنِیَّۃِ شَارِبًا وَّلِسُوْءِ اَعْمَالِیْ مُلَاقِیًا وَّعَلَی اللّٰہِ وَارِدًا ۔ (اسماء الرجال)

ترجمہ۔ یعنی مزنی نے کہا کہ جس مرض میں امام شافعی رحمۃ اللہ نے وفات پائی اس میں ان کے پاس گیا۔ اور میں نے کہا کہ آپ نے کس حال میں صبح کی۔ فرمایا اس حال میں کہ میں دنیا سے سفر کرنے والا ہوں۔ اپنے بھائیوں سے جدا ہونے والا ہوں۔ موت کا جام پینے والا ہوں اپنے کئے ہوئے اعمال سے ملنے والا ہوں۔ اللہ پر وارد ہونے والا ہوں۔

لیجئے۔ جناب یہاں تو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وفات کی پہلے ہی خبر دی۔ اور مخالفین کو ابھی جناب سرور عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے علم میں بھی شبہ ہے۔

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کا علم

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے بخاری شریف میں مروی ہے کہ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو بحالت علالت بلایا اور اُن کے کان میں کوئی بات کہی (یعنی میں اس مرض میں وصال کر جانے والا ہوں) تو حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں۔ پھر آپ نے اُن کے کان میں کچھ فرمایا۔ تو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہنسنے لگیں۔ حضرت ام المؤمنین رضؓ فرماتی ہیں۔ کہ میں نے سیدہ حضرت زہرا رضؓ سے رونے اور ہنسنے کی وجہ دریافت کی تو حضرت زہرا خاتون جنت رضؓ نے فرمایا۔ کہ پہلی بار حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ میرا اس مرض میں وصال ہو گا۔ جس کی وجہ سے میں رونے لگی۔ پھر دوبارہ آپ نے یہ فرمایا۔

ثُمَّ سَارَّنِیْ فَاَخْبَرَنِیْ اَنِّیْ اَوَّلُ اَھْلِ بَیْتِہٖ اَتْبَعُہٗ فَضَحِکْتُ ۔

(بخاری شریف)

ترجمہ۔ پھر میری اہل بیت میں سب سے پہلے تم ہی مجھ سے ملوگی۔ تو میں ہنسنے لگی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیٹی سیدۃ النساء العالمین حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی وفات کا علم تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ کے وصال کے چھ ماہ بعد حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کا علم

ایک دن حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے عرض کی یا حبیب اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) بتائیے آپ کے وصال کے بعد ہم میں سے سب سے پہلے کون انتقال کرے گی۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَطْوَلُکُنَّ یَدًا ہ (بیہقی شریف)

ترجمہ۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تم میں سب سے زیادہ خیرات کرنے والی ہے۔ (یعنی حضرت زینب رضی اللہ عنہا)

ازواج مطہرات فرماتی ہیں کہ آپ کے وصال کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو ہم نے سمجھ لیا کہ آپ نے انہیں کے متعلق فرمایا تھا۔ اس لئے کہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بہت سخی اور خیرات کرنے والی تھیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی زوجہ کے انتقال کا علم تھا۔ کہیں ایسا نہ سمجھ لیجئے کہ اسی زوجہ کے انتقال کا ہی علم تھا۔ بلکہ ساری دنیا کے لوگوں کے زندہ اور مرنے کا آپ کو علم ہے جیسا کہ سفہاء زمانہ نے سمجھ رکھا ہے۔

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کا علم

حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا مکہ مکرمہ میں بیمار ہو گئیں ان کے عزیز و اقارب گھبرائے تو آپ نے فرمایا۔

اَخْرِجُوْنِیْ مِنْ مَکَّۃَ فَاِنِّیْ لَا اَمُوْتُ بِھَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَنِیْ اِنِّیْ لَا اَمُوْتُ بِمَکَّۃَ ہ (بیہقی)

ترجمہ۔ مجھے مکہ شریف لے چلو کیونکہ میں مکہ میں وفات نہیں پاؤں گی، اس لئے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا ہے۔

چنانچہ اِن کے عزیز و اقارب ان کو مکّہ سے لے کر مدینہ منوّرہ آگئے۔ تو مدینہ پاک میں ہی ان کا انتقال ہُوا ثابت ہُوا۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے انتقال اور مقام کا بھی علم تھا۔ اور سبحان اللہ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان اور صحابیات اور ازواج مطہرات اور اہل بیت رضوان اللہ کا سرورِ کون و مکان صلے اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر کتنا پختہ ایمان تھا۔

مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کو حضرت سیّدنا علی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کی شہادت کا علم

اسد الغالب حیدر کرار سیّدنا حضرت علی المرتضیٰ مشکل کشا رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ فرماتے ہیں۔ کہ حضور مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ تمہیں ایک ضرب یہاں اور ایک یہاں لگے گی اور آپ نے کنپٹی کی طرف اشارہ فرمایا۔

فَيَسِيْلُ وَمَا حَتّٰى يَخْضِبَ لِمُيَتِكَ ہ (خصائص کبریٰ جز الاوّل ۳۷)

ترجمہ۔ پس تمہارے خون نکلے گا۔ اور تمہاری داڑھی خون میں تر ہو جائے گی۔

اس حدیث مبارکہ میں حضور سیّد عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے امام المشارق والمغارب حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت کا نقشہ قبل از وقت کھینچ کر رکھ دیا ہے اور اس کی کیفیت بھی بیان فرما دی ہے۔ اس سے ثابت ہُوا۔ کہ حضور سیّد عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی شہادت کا علم تھا۔ حاکم کی روایت میں ہے کہ ایک بار حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ بیمار ہو گئے لوگوں نے آپ کی حالت دیکھ کر کہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ اسی مرض میں انتقال فرما جائیں گے جس پر حضور نبی غیب دان صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَنْ يَّمُوْتَ اِلَّا مَقْتُوْلًا ہ (خصائص کبریٰ)

ترجمہ۔ ہرگز نہیں علی تو شہید ہوں گے۔ یعنی اس مرض میں ان کا انتقال نہیں ہو گا۔

تو حاصل یہ ہُوا۔ کہ حضرت امام المشارق والمغارب سیّدنا علی المرتضیٰ مشکل کشا رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کی شہادت کا حضور سیّد عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو علم تھا جس کی آپ نے قبل از وقت خبر فرما دی۔

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا علم

بیہقی و حجۃ اللہ علی العالمین میں ہے۔ کہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ بن مسعود ثقفی نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کی۔ کہ مجھے اجازت دیجئے۔ تاکہ میں اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دوں۔ اس پر حضور عالم ماکان و مایکون صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ بارک وسلم نے ارشاد فرمایا۔

فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اِنَّھُمْ قَاتِلُوْکَ ہ

(بیہقی و حجۃ اللہ ص۵۰)

ترجمہ۔ فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اے عروہ تمہاری قوم تمہیں قتل کردے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کی طرف لوٹے اور ان کو تبلیغ کی۔ مگر قوم اسلام نہ لائی۔ آپ فجر کی نماز ادا فرمارہے تھے۔ کہ ایک ثقفی نے آپ کو نیزہ مارکر شہید کردیا۔ ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا علم تھا۔ اور یہ بھی معلوم تھا۔ کہ انہی کی قوم کا ایک آدمی ان پر قاتلانہ حملہ کرے گا۔

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زید بن ارقم کی بینائی چلے جانے کے متعلق علم

حضرت انیسہ رضی اللہ عنہا بنت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے حدیث مشکوٰۃ شریف و بیہقی میں مروی ہے۔ کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیمار تھے کہ۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰی زَیْدٍ یَعُوْدُہٗ مِنْ مَرَضٍ کَانَ بِہٖ قَالَ لَیْسَ عَلَیْکَ مِنْ مَرَضِکَ بَاْسٌ وَلٰکِنْ کَیْفَ لَکَ اِذَا عُمِّرْتَ بَعْدِیْ فَعَمِیْتَ قَالَ اَحْتَسِبُ وَاَصْبِرُ قَالَ اِذًا تَدْخُلُ الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ قَالَ فَعَمِیَ بَعْدَ مَا مَاتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَدَّ اللّٰہُ عَلَیْہِ بَصَرَہٗ ثُمَّ مَاتَ ہ (مشکوٰۃ بیہقی)

ترجمہ۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیمار تھے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت

کو تشریف لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے زید تیری بیماری خوفناک نہیں ہے۔ لیکن اسوقت تیرا کیا حال ہوگا۔ جب کہ میرے بعد تیری عمر دراز ہوگی۔ اور تیری آنکھوں کی بینائی جاتی رہے گی حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ میں ثواب کا طالب ہوں گا۔ اور صبر کروں گا۔ آپ نے فرمایا تب تو تو بے حساب جنت میں جائے گا۔ راوی کا بیان ہے۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد زید بن ارقم رضؓ کی بینائی جاتی رہی۔ کچھ عرصہ بعد اللہ تعالےٰ نے پھر بینائی عطا فرمادی۔ اور اس کے بعد وہ انتقال کر گئے۔

اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوا کہ حضور فخر عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی بینائی چلے جانے کا علم تھا۔ اور یہ علم تھا کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی عمر دراز ہوگی۔ اور ان کا اس مرض میں انتقال نہیں ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی بینائی جاتی رہی۔

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی عمر کا علم

بیہقی اور حجۃ اللہ علی العالمین میں یہ حدیث مروی ہے۔ کہ

حضور سرور کائنات صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وسلم نے ایک صحابی حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعِیْشُ ھٰذَا الْغُلَامُ قَرْنًا نَحَاتٍ

مِأَتَہَ سَنَۃٍ (حجۃ اللہ)

ترجمہ۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس لڑکے کی عمر ایک سو سال ہوگی۔

حدیث شریف سے یہ معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ علم تھا کہ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی عمر ایک سو سال ہوگی صحابہ کرام فرماتے ہیں۔ کہ واقعی ہی حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کی عمر ایک سو سال ہی ہوئی۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو تو ہر ایک فرد کی عمر کا علم ہے۔

مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو مافی الارحام کا علم

امام ابونعیم حضرت ابن عباس سے راوی ہیں۔ کہ مجھے حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب سے گزری۔ تو آپ نے مجھ سے فرمایا۔

اِنَّكِ حَامِلٌ بِغُلَامٍ فَاِذَا وَلَدْتِهٖ فَأْتِيْنِي ٥ (حجتہ اللہ علی العالمین)

ترجمہ۔ کہ تو ایک فرزند کے ساتھ حاملہ ہے۔ جب وہ پیدا ہو جائے تو اس کو میری خدمت میں لانا۔

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خبر کے مطابق لڑکا پیدا ہوا میں اس کو لے کر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بچہ کے سیدھے کان میں آذان دی اور بائیں میں اقامت اور اپنا لعاب دہن شریف لڑکے کے منہ میں ڈال دیا۔ اور فرمایا۔

اِذْهَبِيْ بِاَبِي الْخُلَفَاءِ وَسَمَّاهُ عَبْدُ اللّٰهِ ٥ (حجتہ اللہ)

ترجمہ۔ اس خلیفوں کے باپ کو لے جا۔ اور آپ نے بچّہ کا نام عبداللہ تجویز فرمایا۔

حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے کا نام عبداللہ رکھا ہے۔ اور اس کو خلیفوں کا باپ فرمایا ہے۔ تو حضرت عباسؓ نے فرمایا۔ جو کچھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ حق ہے۔ چنانچہ اس پیشین گوئی کے مطابق حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ خلیفوں کے باپ ہوئے اور کئی خلیفے آپ ہی کی اولاد سے ہوئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کو مافی الارحام کا بھی علم ہے۔
دوم آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ اس لڑکے کی اولاد میں بادشاہ ہوں گے۔

ثابت ہوا۔ کہ حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مافی الارحام کا علم ہے۔ اور اسی جناب سرور کون و مکان کی بدولت یہ علم اولیائے عظام علیہم الرحمۃ کو بھی حاصل ہے۔ دیکھئے حضرت سلطان العارفین

خواجہ خواجگان بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے خاقان میں حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش کی اطلاع اُن کے پیدا ہونے سے کئی سال پہلے ہی اپنے مریدوں کو دیدی۔ اور اُن کی صورت وسیرت، تاریخ ولادت اور نام وغیرہ کے متعلق پوری خبر فرمادی۔ کہ اس مقام سے عارف باللہ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ پیدا ہوں گے۔ چنانچہ ایسے ہی ہو بہو ہُوا۔ (از تذکرۃ الاولیاء) ایسے ہزارہا واقعات معتبر کتب صحیحہ سے ثابت ہیں۔ میرے خود مرشدی وسندی حضرت قبلۂ عالم صوفی حسن محمد صاحب دامت فیوضہم العالیہ آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ گوجرانوالہ کے کئی ایسے واقعات چشم دید ہیں۔ اور عینی شاہد بھی ہیں۔ کہ آپ نے کئی احباب کو اُن کے ہاں لڑکا یا لڑکی کے پیدا ہونے کی خبریں دی ہیں۔ یہ محض اُس ذات رب العزت کے فضل وکرم اور اس کے محبوب سرکار سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ بارک وسلم کی رحمت وعنایت سے غلاموں کو بھی یہ علوم حاصل ہیں۔ جن کے غلاموں کے علوم کا یہ عالم ہے۔ اُن کے آقا کے علوم کی کیا شان ورفعت ہوگی۔ اب ذرا مخالفین کا بھی ایک حوالہ ملاحظہ کیجئے۔

دیوبندیوں کے دادا پیر کو استقرار حمل سے پہلے مولوی اشرف علی تھانوی کے پیدا ہونیکا علم ہوگیا

دیوبندیوں وہابیوں کے مولوی عزیز الحسن دیوبندی اشرف السوانح صفحہ ۲۵ میں مولوی اشرف علی تھانوی کی پیدائش کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ اشرف علی تھانوی کی والدہ کے ہاں اولاد زندہ نہ رہتی تھی۔ تو ایک مرتبہ مولوی اشرف علی تھانوی کی نانی ونانا صاحب نے حافظ پیر غلام مرتضیٰ صاحب مجذوب پانی پتی سے شکائیت کی کہ حضرت ہماری لڑکی کی اولاد زندہ نہیں رہتی۔ پیر صاحب نے کچھ ارشاد فرمایا اور کہا۔ اب کے جو بچے پیدا ہوں وہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے سپرد کردینا۔ اس کے بعد حافظ پیر غلام مرتضیٰ مجذوب صاحب نے کہا۔

بلفظہٖ۔ پھر فرمایا کہ انشاء اللہ تعالےٰ اس کے دو لڑکے ہُوں گے۔ اور زندہ رہیں گے ایک کا نام اشرف علی خان رکھنا۔ دوسرے کا نام اکبر علی خان رکھنا۔ الخ ا

پھر یہ بھی فرمایا۔ کہ ایک میرا ہوگا۔ وہ مولوی وحافظ ہوگا۔ اور دوسرا یعنی اکبر علی دنیادار ہوگا۔ چنانچہ یہ سب پیشن گوئیاں حرف بحرف

راست نکلیں الخ حضرت والا یعنی اشرف علی تھانوی فرمایا کرتے ہیں۔ کہ مجھ پر مجذوب صاحب کا روحانی اثر ہے جن کی دُعاء سے میں پیدا ہُوا ہوں۔ اس لئے میری زبان بولتے وقت اُکھڑتی ہے۔ (اشرف السوانح ص۳۵ و ص۳۶)

دیکھا آپ نے مولوی اشرف علی تھانوی اور اُن کے برادر اکبر علی کے پیدا ہونے کے متعلق اُن کے دادا پیر غلام مرتضےٰ مجذوب صاحب استقرار حمل سے قبل ہی پیش گوئی دے رہے ہیں اور ساتھ ہی دادا پیر مجذوب صاحب یہ بھی پیشین گوئی دے رہے ہیں کہ اشرف علی خان مولوی و حافظ ہو گا۔ اور دوسرا بھائی اکبر علی خاں دُنیا دار ہو گا۔ یعنی کہ دونوں کی زندگی کے تمام حالات کی خبر دے رہے ہیں۔ اور لُطف یہ کہ گو مولوی اشرف علی تھانوی اولیاء عظام سے استمداد کے مُنکر ہی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اس بات کا اقرار کر رہے ہیں۔ کہ مجھ پر مجذوب صاحب کا روحانی اثر ہے جن کی دُعاء سے میں پیدا ہُوا ہُوں۔ اور اِس سے بڑھ کر کمال یہ کہ دادا پیر غلام مرتضیٰ صاحب مجذوب فرماتے ہیں کہ اب کے بچے جو پیدا ہوں، وہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیں (اس لئے کہ پہلے بچے ہو کر مر جاتے تھے۔ اب جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیں گے۔ تو زندہ رہیں گے۔ اسی لئے تھانوی صاحب کے نام میں نسبت علی کا لفظ ہے یعنی اشرف علی۔ یعنی کہ غیر اللہ کی نسبت رکھ کر تھانوی صاحب زندہ رہے۔ ورنہ حمل ساقط ہی ہو جاتا۔

لیکن افسوس تو یہ ہے کہ جس پیر دادا غلام مرتضیٰ کی دُعاء اور پیشین گوئی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی مُشکل کُشائی کی طفیل مولوی اشرف علی تھانوی پیدا ہُوئے۔ اور مولوی و حافظ بنے۔ یہ سب کُچھ جانتے ہُوئے مولوی اشرف علی تھانوی اور معتقدین۔ علم غیب نبوی و علوم ولایت و حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مشکل کُشائی و اولیاء اللہ کی برکتوں و دُعاؤں اور و استمداد کے ہی مُنکر ہو بیٹھے۔ عجب دیانت داری کا مظاہرہ ہے۔ کہ کھانا کسی کا اور گانا کسی کا یہ کونسی ایمانداری ہے۔ من لا یشکر الناس ولا یشکر اللہ وقولہ تعالےٰ ان الانسان لکفور۔

صاحبو غور کرو۔ یہ ہے ان لوگوں کی حالت کہ اپنے پیر کے لئے تو مافی الرحم کا علم ہونا مان بھی لیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام و آپ کے غلاموں کے لئے یہ علم مافی الرحم یا علام خداوندی بھی شرک اور کفر جانیں۔

معلوم نہیں کے اپنے پیر دادا کا علم بانی رحم ماں گرا اس کفر و شرک میں ان کا بھی کچھ حصہ ہے۔ سوچئے تو سہی۔ ؎

نجدیوں میں شرم کا کچھ بھی اثر نہیں ؛ ہے اعتراض غیروں پہ اپنی کچھ خبر نہیں ؛

علم غیب حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام

اللہ رب العزت جل شانہ نے اپنے برگزیدہ نبی خلیل حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی بے شمار علوم غیبیہ سے مطلع فرمایا ہے جس کے متعلق آیت شریفہ ملاحظہ فرمائیے۔

وَكَذٰلِكَ نُرِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ ۝ (پ ۷ ع ۱۴ سورۃ الانعام)

ترجمہ۔ اور اسی طرح ہم نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو دکھاتے ہیں۔ ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اس لئے کہ وہ عین الیقین والوں میں ہو جائے۔

اسی آیت شریفہ کے ماتحت صاحب تفسیر خازن فرماتے ہیں۔

اُقِیْمَ عَلٰی صَخْرَۃٍ وَکُشِفَ لَہٗ عَنِ السَّمٰوٰاتِ حَتّٰی رَاَی الْعَرْشَ وَالْکُرْسِیَّ وَمَا فِی السَّمٰوٰاتِ وَکُشِفَ لَہٗ عَنِ الْاَرْضِ حَتّٰی نَظَرَ اِلٰی اَسْفَلِ الْاَرْضِیْنَ وَرَاٰی مَا فِیْھَا مِنَ الْعَجَائِبِ ۝ (خازن جلد ثانی)

ترجمہ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صخرہ پر کھڑا کیا گیا۔ اور ان کے لئے آسمان کھول دیئے گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے عرش و کرسی اور جو کچھ آسمانوں میں ہے۔ دیکھ لیا اور آپ کے لئے زمین کھولی گئی۔ یہاں تک کہ انہوں نے زمینوں کی نیچی زمین اور ان عجائبات کو دیکھ لیا جو زمینوں میں ہیں۔

اس آیت شریفہ و تفسیر سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمینوں ہے سب کچھ آپ کو دکھا دیا گیا۔ کیا پھر آسمانوں اور زمینوں کی کوئی شے آپ سے مخفی ہوئی ہرگز نہیں۔ صاحب تفسیر مدارک التنزیل اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں۔

قَالَ مُجَاهِدٌ فُرِجَتْ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ فَنَظَرَ اِلٰی مَا فِیْهِنَّ حَتّٰی انْتَهٰی نَظَرُهٗ اِلَی الْعَرْشِ وَفُرِجَتْ لَهُ الْاَرَضُوْنَ السَّبْعُ حَتّٰی نَظَرَ اِلٰی مَا فِیْهِنَّ ہ

(مدارک التنزیل)

ترجمہ۔ مجاہد نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے لئے ساتوں آسمان کھول دیئے گئے پس انہوں نے دیکھا لیا جو کچھ آسمانوں میں ہے یہاں تک کہ ان کی نظر عرش تک پہنچ گئی اور ان کے لئے سات زمینیں کھول گئیں۔ انہوں نے وہ چیزیں دیکھ لیں جو زمینوں میں ہیں۔

اسی تفسیر سے یہ معلوم ہو گیا کہ ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں میں جو کچھ ہے ان سب کو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھ لیا۔ صاحب تفسیر ابن جریر اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں۔

اَنَّهٗ جَلَّ لَهُ الْاَمْرُ سِرَّهٗ وَعَلَانِیَتُهٗ فَلَمْ یَخْفَ عَلَیْهِ شَیْءٌ مِّنْ اَعْمَالِ الْخَلَائِقِ ہ (تفسیر کبیر)

ترجمہ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر پوشیدہ و ظاہرہ تمام چیزیں کھل گئیں پس ان سے مخلوق کے اعمال میں سے کچھ نہ چھپا رہا۔

صاحب تفسیر ابن جریر کے کلام سے واضح ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تمام پوشیدہ و ظاہرہ چیزیں ظاہر ہو گئیں۔ یہاں تک کہ مخلوق کے اعمال بھی علامہ فخرالدین رازی رحؒ اسی آیت کے تحت تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ شَقَّ لَهُ السَّمٰوٰتِ حَتّٰی رَاَی الْعَرْشَ وَالْکُرْسِیَّ وَاِلٰی حَیْثُ یَنْتَهِیْ اِلَیْهِ فَوْقِیَّةُ الْعَالَمِ الْجِسْمَانِیِّ وَمَا فِی السَّمٰوٰتِ مِنَ الْعَجَائِبِ وَالْبَدَائِعِ وَرَاٰی مَا فِیْ بَطْنِ الْاَرْضِ مِنَ الْعَجَائِبِ وَالْغَرَائِبِ ہ

(تفسیر کبیر)

ترجمہ۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آسمانوں کو چیر دیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے عرش و کرسی اور جہاں تک جسمانی عالم کی فوقیت ختم ہوتی ہے دیکھ لیا۔ اور وہ عجیب و غریب چیزیں بھی دیکھ لیں جو آسمانوں میں ہیں۔ اور وہ عجیب و غریب چیزیں بھی دیکھ لیں جو زمین کے پیٹ میں ہیں۔

صاحب تفسیر کبیر کے کلام اور مذکورہ مفسرین کے اقوال سے یہ بات آفتاب کی طرح روشن ہو گئی کہ حضرت سیدنا ابراہیم خلیل الرحمن علیہ الصلوٰۃ والسلام کو از عرش تا تحت الثریٰ میں وما فیہا آپ کو دکھا دیا گیا اور مخلوق کے اعمال کی بھی خبر دی گئی۔ یاد رہے کہ عرش کے علم میں لوح محفوظ بھی آ گئی ہے۔ اب جس خلیل الرحمن علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عالمین اور عرش و کرسی اور لوح محفوظ اور تحت الثریٰ کی کوئی شے مخفی نہ رہی تو ذرا با انصاف ہو کر غور کیجئے۔ کہ حبیب الرحمن حضور آقائے دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کوئی شے مخفی رہ سکتی ہے ہرگز نہیں۔

حالانکہ علوم حضرت آدم علیہ السلام و علوم حضرت نوح علیہ السلام و علوم حضرت ابراہیم علیہ السلام سب جمع ہو جائیں تو بھی اُس جناب رسالت مآب صلوات اللہ و سلامہ کے علم شریف کے دریا کا قطرہ ہیں۔

اب رہا یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ رویت کیسی تھی۔ تو اُس کا جواب یہ ہے کہ آیت شریفہ و کذالک نری سے یہ صاف ظاہر ہے کہ نُرِیْ باب افعال سے ہے اور مفعول دو مذکور ہیں۔ اس لئے یہاں پر رویت بصری مراد ہے۔ اور صاحب معالم التنزیل نے تو رویت علمیہ ثابت کی ہے۔ اور رویتِ بصری خواص کے لئے ایک نرالی شان ہے۔ نہ کہ عاموں کے لئے۔ اسی لئے امام رازی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ روائت بالعین تھی۔ جیسا کہ حدیث شریف میں بھی وارد ہے کہ میں آگے اور پیچھے یکساں دیکھتا ہوں۔

تو بہر کیف ثابت ہُوا کہ یہ رویت ابراہیمی علیہ السلام ایک خاص رویت تھی جس سے کوئی شے مخفی نہ رہی۔ اب جو لوگ حضور انور صلی اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ و صحبہ وسلم کے علم غیب شریف کے انکاری ہیں۔ وہ آنکھیں کھول کر غور کریں کہ حبیب خدا کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم کی یہ شان ہے۔ تو خدا کے حبیب حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے علوم کی شان کا کیا عالم ہوگا۔ یاد رہے کہ مخالفین جو اعتراض حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم یا دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے علم غیب پر کرتے ہیں۔ اُن سب کے جوابات انشاء اللہ آگے ایک علیحدہ مضمون میں پیش کئے جائیں گے

علم غیب حضرت سیدنا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام

اللہ تعالےٰ عز اسمہ نے اپنے جلیل القدر نبی حضرت سیدنا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی بے انتہا

علوم غیبیہ سے مطلع فرمایا ہے۔ قرآن حکیم اس پر شاہد ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ اپنے والد ماجد حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام سے عرض کیا کہ اے میرے ابا جان میں نے گیارہ تارے اور سورج و چاند دیکھے۔ انہیں اپنے لئے سجدہ کرتے دیکھا۔ تو حضرت سیدنا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ سن کر اپنے بیٹے کو فرمایا۔

قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاکَ عَلٰٓی اِخْوَتِکَ فَیَکِیْدُوْا لَکَ کَیْدًا ط

(پ ۱۲ ع ۱۰ سورہ یوسف)

ترجمہ۔ فرمایا اے میرے پیارے بیٹے اپنا خواب اپنے بھائیوں سے نہ کہنا وہ تیرے ساتھ کوئی چال چلیں گے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کے ساتھ جو چال آپ کے بھائیوں نے چلنی تھی۔ اس کے متعلق حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام کو علم تھا کہ ایسا واقعہ پیش آکر رہے گا۔ چنانچہ آپ دیکھ لیجئے قرآنی آیات شاہد ہیں۔ کہ کیا واقع ہی اُن بھائیوں نے ایسی ہی چال چلائی۔ ثابت ہوا کہ جو واقعہ ہالہ آئندہ ہونے والا تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس کا علم تھا۔ یہ پیش گوئی فرمانے کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا۔

وَکَذٰلِکَ یَجْتَبِیْکَ رَبُّکَ وَیُعَلِّمُکَ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ وَیُتِمُّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکَ وَعَلٰٓی اٰلِ یَعْقُوْبَ کَمَآ اَتَمَّہَا عَلٰٓی اَبَوَیْکَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰہِیْمَ وَاِسْحٰقَ ط اِنَّ رَبَّکَ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ہ (پ ۱۲ ع ۱۰ سورہ یوسف)

ترجمہ۔ اور اسی طرح تجھے تیرا رب چن لے گا۔ اور تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھائیگا۔ اور تجھ پر اپنی نعمت پوری کرے گا۔ اور یعقوب (علیہ السلام) کے گھر والوں پر جس طرح تیرے پہلے دونوں باپ دادا ابراہیم (علیہ السلام) اور اسحٰق (علیہ السلام) بے شک تیرا رب علم و حکمت والا ہے۔

آیت شریفہ سے تین باتیں ظاہر ہوئیں۔ اوّل حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ علم تھا کہ اللہ تعالٰے میرے اس بیٹے کو مخصوص کمالات و نعمتیں عطا فرمائیگا۔ دوم۔ آپ کو معلوم تھا۔ کہ اللہ تعالٰے میرے اس

فرزند کو علم و حکمت اور خوابوں کی تعبیروں کا بھی علم عطا فرمائے گا۔ سوم۔ آپ کو اس کا علم تھا۔ کہ میرے اس بیٹے کو اللہ تعالےٰ نبوت کا عالیشان مرتبہ اور سلطنتیں اور تمام نعمتیں عطا فرمائے گا۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ (معاذ اللہ) حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو تو کل کی خبر نہیں۔ وُہ ذرا ہوش کریں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے تو کل کیا بلکہ کئی سال پہلے آئندہ کے پیش آنے والے حالات سے خبر فرما دی تھی تو کیا حضور سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کو کل کا بھی علم نہیں ہو سکتا۔ آگے بھی ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام سے حضرت یوسف علیہ السلام کے دیگر برادروں نے آ کر عرض کیا۔

اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

(پ ۱۲ ع ۱۰ سورہ یوسف)

ترجمہ۔ (ابا جان) کل اسے یعنی (حضرت یوسف علیہ السلام) کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ میوے کھائے اور کھیلے اور بے شک ہم اس کے نگہبان ہیں۔

معلوم ہوا کہ برادران یوسف علیہ السلام نے تو اپنے باپ سے حضرت یوسف علیہ السلام کی خیر خواہی و حفاظت کرنے کا اعتبار دلانے کی کوشش کی کہ ہم اس کو اپنے ساتھ سیر کرنے کے لئے لے جائیں گے تو اس کا مکمل خیال رکھیں گے۔ یہ بات سن کر حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ۝ (پ ۱۲ ع ۱۰ سورہ یوسف)

ترجمہ۔ فرمایا بے شک مجھے رنج دے گا کہ اسے لے جاؤ۔ اور ڈرتا ہوں۔ اور اسے بھیڑیا کھالے اور تم اس سے بے خبر رہو۔

مقام غور ہے کہ اللہ تعالےٰ کے جلیل القدر نبی حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو باتوں کا اظہار فرما دیا تھا۔ اول یہ کہ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْۤ کہ مجھے غم یا رنج دے گا۔ اَنْ تَذْهَبُوْا کہ اسے لیجاؤ دوم اَخَافُ میں ڈرتا ہوں اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ کہ اسے بھیڑیا کھالے۔

چنانچہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو برادران لے گئے۔ اور جو سلوک آپ کے ساتھ وہاں پر انہوں نے کیا۔ اس کے بعد جب یہ واپس آئے تو کہنے لگے۔

قَالُوْا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا یُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا

فَاَکَلَهُ الذِّئْبُ وَمَا اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ کُنَّا صٰدِقِیْنَ ○ وَجَآءُوْ عَلٰی قَمِیْصِهٖ بِدَمٍ کَذِبٍ ط (پ ۱۲ ع ۱۱ سورۃ یوسف)

ترجمہ۔ بولے اے ہمارے باپ ہم دوڑ ہو کرتے نکل گئے اور یوسف (علیہ السلام) کو اپنے اسباب کے پاس چھوڑا تو اسے بھیڑیا کھا گیا۔ اور آپ کسی طرح ہمارا یقین نہ کرینگے اگرچہ ہم سچے ہوں اور اس کے کرتے پر ایک جھوٹا خون لگا لائے۔

اپنے بیٹوں کی یہ بات سُن کر حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام نے یہ جواب فرمایا۔

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَکُمْ اَنْفُسُکُمْ اَمْرًا ط فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ط وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ ○ (پ ۱۲ ع ۱۱ سورہ یوسف)

ترجمہ۔ فرمایا بلکہ تمہارے دلوں نے ایک بات تمہارے واسطے بنالی ہے۔ تو صبر اچھا اور اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں۔ ان باتوں پر جو تم بنا رہے ہو۔

اس آیت شریفہ سے آفتاب کی طرح واضح ہو گیا۔ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس بات کا علم تھا۔ جو انہوں نے کہی تھی۔ کہ اسے بھیڑیا کھا گیا ہے۔ یہ ایک بنائی ہوئی بات ہے۔ یعنی میرے بیٹے یوسف کو ہرگز بھیڑیا نے نہیں کھایا۔ لیکن اس جدائی پر میں صبر کرتا ہوں۔ دونوں باتوں کا اظہار ہو گیا ہے۔

چنانچہ کافی واقعہ گزرنے کے بعد جب حضرت بنیامین بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ چلے گئے۔ تو وہ پھر بھی ان کی چوری سے نکلی تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کو وہاں ہی رکھ لیا۔ تو جب برادران واپس آئے تو کہنے لگے۔ کہ ابا جان بنیامین کو اس بنا پر وہاں کے بادشاہ نے اپنے پاس رکھ لیا ہے (برادران یوسف کو یہ علم نہیں تھا کہ یہ بادشاہ وہی ہے جس کو ہم نے کنوئیں میں گرادیا تھا) تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا۔

عَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ بِهِمْ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ○ وَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَقَالَ یٰاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ وَابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ کَظِیْمٌ ○ (پ ۱۳ ع ۲ سورۃ یوسف)

ترجمہ۔ قریب ہے کہ اللہ ان سب کو مجھ سے لا ملائے۔ بے شک وہی علم و حکمت والا ہے اور ان سے منہ پھیرا اور فرمایا۔ ہائے افسوس یوسف کی جدائی پر اور ان کی آنکھیں

غم سے سفید ہو گئیں تو وہ اسی سخت حالت میں رہے۔

اس آیت شریفہ سے بھی واضح ہو گیا۔ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے حضرت یوسف علیہ السلام کے زندہ ہونے کا علم تھا۔ اور یہ بھی علم تھا کہ بنیامین بھی اسی کے پاس ہے۔ جبھی آپ نے فرمایا۔ کہ قریب ہے اللہ ان سب کو مجھ سے ملا دے۔ اور دوسرا یہ معلوم ہوا کہ آپ کی چشم اقدس حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی سے سفید ہوئیں۔ نہ کہ لاعلمی جب برادران یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ کی یہ باتیں سنی تو کہنے لگے۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهَالِكِيْنَ ○

ترجمہ۔ کہنے لگے خدا کی قسم آپ ہمیشہ یوسف کی یاد کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ گور کنارے جا لگیں۔ یا جان سے گزر جائیں۔

یعنی بیٹوں نے کہا کہ معاذ اللہ اگر یوسف علیہ السلام جان سے گزر جائیں یا کسی گور کنارے لگ جائیں۔ تب بھی آپ یوسف ہی کو یاد کرتے رہیں گے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا۔

قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ط ○ (پ ۱۳ ع ۳ سورہ یوسف)

ترجمہ۔ فرمایا میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ تعالےٰ ہی سے کرتا ہوں۔ اور میں اللہ کی طرف سے وہ جانتا ہوں۔ جو تم نہیں جانتے۔ اے بیٹو جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ۔ اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

مذکورہ آیت شریفہ سے ثابت ہوا کہ حضرت سیدنا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے فرزند حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام حالات کا علم تھا۔ اسی لئے آپ نے اپنے بیٹوں کو صاف الفاظ میں فرما دیا۔ کہ انی اعلم من اللہ مالا تعلمون جو کچھ اللہ کی طرف سے میں جانتا ہوں۔ تم نہیں جانتے۔ اور پھر آپ نے اپنے بیٹوں سے یہ بھی فرمایا۔ کہ جاؤ یوسف اور اس کے بھائی

کا سراغ لگاؤ اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام ان کے تمام حالات کو جانتے تھے۔

غور فرمائیے کہ جب حضرت سیدنا یعقوب علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو آئندہ حالات حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ پیش آنے والے تھے۔ ان سب کا تو آپ کو علم ہو جائے تو کیا حضور انور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو جو آئندہ قیامت تک کے حالات پیش آنے والے ہیں اُن کا علم نہیں ہو سکتا۔

کس قدر افسوس کی بات ہے کہ حضرت سیدنا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو اللہ تعالےٰ نے اتنے وسیع علوم عطا فرمائے ہیں۔ لیکن مخالفین کی رسول دشمنی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ وہ حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے دیوار کے پیچھے تک کا علم ماننے کو بھی تیار نہیں۔ اس کے معنی یہی ہیں۔ کہ انہوں نے اپنے عقیدہ کے مطابق خدا تعالےٰ کو بھی (معاذ اللہ) آپ کے لئے مجبور و معذور سمجھ رکھا ہے۔

علم غیب حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام

اللہ تعالےٰ نے حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی بے شمار علوم غیبیہ عطا فرمائے ہیں، جس کے متعلق بہت سی آیات قرآنی شاہد ہیں۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں واضح ہے۔

قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا
ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي ۚ (پ ۱۲ ع ۱۴ سورۃ یوسف)

ترجمہ: حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ جو کھانا تمہیں ملا کرتا ہے پاس نہ آنے پائے گا۔ میں اس کی تعبیر اس کے آنے سے پہلے تمہیں بتا دوں گا۔ یہ ان علموں میں سے ہے۔ جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے۔ (یعنی یہ تو میرے علوم کا ایک حصہ ہے۔

علامہ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ تفسیر خازن میں اسی آیت شریفہ کے ماتحت فرماتے ہیں۔

انہ علیہ السلام اراد أن یبین لھما درجتہ فی العلم أعلی اعلی واعظم مما اعتقدا فیہ وذالک أنھما طلبا منہ علم التعبیر ولا شک أن ھذا العلم مبنی علی الظن والتخمین فاراد أن تعلمھما انہ یمکنہ الاخبار عن المغیبات علی سبیل القطع والیقین وذالک مما یعجز الخلق عنہ وإذا قدر علی الاخبار عن المغیبات کان اقدر علی تعبیر الرؤیا بطریق الأولی انما عدل ان تعبیر رؤیاھما الی اظھار المعجزۃ لأنہ علم ان احدھما سیصلب فاراد أن ید خلہ فی الاسلام ویخلصہ من الکفر ودخول النار۔

(الخازن جزء الثالث صـ۲۸۳ مطبوعہ مصر)

ترجمہ: حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ ظاہر فرمادیا۔ کہ علم میں میرا درجہ اس سے زیادہ ہے۔ جتنا کہ وہ لوگ آپ کی نسبت اعتقاد رکھتے تھے۔ کیونکہ علم تعبیر ظن پر مبنی ہے۔ اس لئے آپ نے چاہا۔ کہ انہیں ظاہر فرمادیں کہ آپ غیب کی یقینی خبریں دینے پر قدرت رکھتے ہیں۔ اور اس سے مخلوق عاجز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے غیبی علوم عطا فرمائے ہوں۔ اُس کے نزدیک خواب کی تعبیر کیا بڑی بات ہے اسوقت آپ نے معجزے کا اظہار اس لئے فرمایا کہ آپ جانتے تھے۔ کہ دونوں میں عنقریب ایک سولی دیا جائے گا۔ تو آپ نے چاہا۔ اس کو کفر سے نکال کر اسلام میں داخل کریں۔ اور جہنم سے بچالیں۔ اس کے آگے علامہ خازن فرماتے ہیں۔

إلا نبأتکم بتأویلہ یعنی اخبرتکما بقدرہ ولونہ والوقت الذی یصل الیکما فیہ وقبل ان یاتیکما، یعنی قبل ان یصل الیکما وای طعام أکلتم وکم اکلتم ومتی أکلتم ہ (الخازن)

ترجمہ۔ کہ خبر دوں گا تمہیں اس کی تعبیر سے یعنی اس کی مقدار اور اس کا رنگ اور اس کے آنے کا وقت پہلے یہ کہ آئے۔ تمہارے پاس یعنی یہ کہ تم نے کیا کھایا۔ یا کتنا کھایا یا کب کھایا۔

مذکورہ آیت شریفہ وتفسیر سے یہ واضح ہوگیا کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ میں تمہیں اس کھانے کے قبل ہی خبر دے دوں گا۔ اس کے آنے کا وقت اور اس کی رنگت اور اس کی مقدار اور یہ کہ کیا کھایا۔ اور کتنا کھایا اور کب کھایا۔ تو ثابت ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ان تمام باتوں کا علم تھا۔

علامہ خازن کے کلام سے یہ بات ظاہر ہوگئی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان باتوں کا اظہار اس لئے فرمایا تاکہ اُن لوگوں کو یقین ہو جائے کہ ایسی مخفی باتوں کی قبل از وقت خبر دے دینا کسی عام مخلوق کا کام نہیں۔ بلکہ یہ بات خواص انبیاء میں ہے۔ کہ انہیں اللہ تعالیٰ غیبی علوم عطا فرماتا ہے اور دوسرے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیب کی خبر دینا انبیاء کرام کا ایک خاص معجزہ ہے۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ جو لوگ انبیاء کرام علیہم السلام کے علوم غیبیہ کا انکار کرتے ہیں۔ درحقیقت وہ معجزہ کے انکاری ہیں۔ اور جو معجزہ نبوت کے منکر ٹھہرے پھر ان کا کیا ٹھکانا۔ تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے علوم غیبیہ کا اس بناء پر بھی اظہار فرمایا۔ کہ جو میرے علم کے متعلق معمولی علم ہونا۴ جیسا کہ آجکل کے نام نہاد فتنہ پرور اشخاص نے مقام نبوت کے علوم غیبیہ کو بالکل قلیل سمجھ لیا ہے۔

اب ذرا غور فرمایئے۔ کہ علوم حضرت سیدنا یوسف علیٰ نبیّنا علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی تو یہ شان تو حبیب خدا سید المرسلین حضور مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے علوم غیبیہ کا کیا عالم ہوگا۔ اس لئے یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ اس خدائے بزرگ و برتر سبحانہ تعالیٰ نے اپنے محبوب جناب سیدنا محمد الرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کو کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم عطا فرمایا ہے۔ اس سرکار سے عالمین کا کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں ہے۔

۴ خیال کرسکتے ہیں ان کو معلوم ہو جائے کہ میرے علوم کا وہ درجہ نہیں جو تم نے سمجھ رکھا ہے بلکہ اس سے بہت زیادہ ہے

علمِ غیبِ حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

رب کریم جل وعلا نے اپنے برگزیدہ نبی حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو بھی بے شمار علوم غیبیہ سے مطلع فرمایا ہے۔ قرآن حکیم میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے

کہ حضرت سیدہ مریم رضی اللہ عنہا کے ہاں جب قدرت خداوندی سے بغیر شوہر کے بچہ پیدا ہوا تو قوم نے حضرت سیدہ مریم پر جھوٹے الزامات لگانے شروع کر دیئے۔ آپ نے بحکم خداوندی خاموشی اختیار فرمائی۔ اور قوم کو کوئی جواب نہ فرمایا۔

ارشاد باری تعالےٰ ملاحظہ فرمایئے۔

فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ ط قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ہ

(پ ۱۶ ع ۴ سورۃ مریم)

ترجمہ۔ پس حضرت مریم نے اس پر اپنے بچہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور قوم والے بولے ہم کیسے بات کریں اس سے جو پالنے میں بچہ ہے۔

یعنی حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے اپنے بچہ کی طرف اشارہ فرما کر یہ بتایا کہ اِن بچہ ہی سے پوچھ لو۔ تو قوم نے غصہ سے کہا کہ جو ابھی چند روز کا بچہ ہے اس سے ہم کیسے بات کر سکتے ہیں۔ اور یہ ہماری بات کا کیا جواب دے سکتا ہے۔ یہ گفتگو سن کر حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دودھ پینا چھوڑ دیا اور اپنے بائیں ہاتھ پر ٹیک لگا کر قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے دست مبارک سے اشارہ کر کے کلام شروع کیا۔

قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللهِ ط آتَانِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ہ

(پ ۱۶ ع ۴ سورہ مریم)

ترجمہ۔ بچہ نے فرمایا۔ میں ہوں اللہ کا بندہ۔ اس نے مجھے کتاب دی۔ اور غیب کی خبریں بتانے والا نبی کیا۔

اللہ اکبر۔ آیت شریفہ میں غور فرمایئے۔ کہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جو ابھی بالکل چند روز کے بچے ہیں۔ وہ قوم سے کلام فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ میں خدا کا بندہ ہوں۔ تاکہ کوئی انہیں خدا اور خدا کا بیٹا نہ کہے۔ کیونکہ آپ کی نسبت یہ تہمت لگائی جانے والی تھی۔ اور یہ تہمت اللہ تبارک وتعالےٰ پر لگتی تھی۔ اس لئے منصب رسالت کا اقتضاء یہی تھا۔ کہ والدہ کی برأت بیان کرنے سے پہلے اس تہمت کو رفع فرما دیں۔ جو اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں لگائی جانے والی تھی۔ اس سے وہ تہمت بھی رفع ہوگئی۔ جو والدہ پر لگائی گئی۔

کیوں کہ اللہ تعالےٰ اس مرتبہ عظیمہ کے ساتھ جس بندے کو نوازتا ہے۔ بالیقین اُس کی ولادت اور اس کی شریعت پاک وظاہر ہے۔

اب پہلی بات یہ ثابت ہوئی کہ جو بات قوم نے آئندہ کہنی تھی۔ کہ (معاذ اللہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا یا خدا کے بیٹے ہیں۔ اس کا حضرت سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو علم تھا جبھی آپ نے پہلے ہی اپنی عبدیت کا اقرار فرما دیا۔ دوم۔ جو تہمت حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر قوم نے لگائی تھی اس کا بھی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو علم تھا جبھی آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کی براءت کا بھی اعلان فرما دیا کہ میری والدہ پاک وصاف ہیں۔

ہمیں اس بات کا بھی پتہ چل گیا۔ کہ حضرت عیسٰے علیہ السّلام والدہ کے بطن میں ہی تھے، تو کتاب انجیل کے عالم ہو گئے۔ اور ابھی بچے ہی ہیں تو نبوّت کا اعلان فرما رہے ہیں۔ کہ میں نبی بن کر آیا ہوں۔ اور نبی کے معنیٰ ہیں غیب کی خبریں دینے والا۔ یعنی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے غیب کی خبروں کا علم ہونا بچپن میں ہی ظاہر فرما دیا۔

پہلی بات تو یہ ثابت ہو گئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو بچپن ہی سے نبی بن گئے اور صاحب نبوت ہو گئے۔ اب جو گستاخ رسول یہ کہتے ہیں۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم تو (معاذ اللہ) پیدائش سے چالیس سال تک گمراہ رہے۔ پھر نبوت ملی۔ استغفر اللہ۔ اللہ تعالےٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو بچپن ہی سے صاحب نبوت بنا دے۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ چالیس سال گمراہ رکھے کچھ ہوش تو کیجئے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ تعالےٰ نے ہر شئے کے پیدا کرنے سے قبل ہی نبوت عطا فرما دی تھی۔

اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مخفی چیزوں کے متعلق خبر دینا ملاحظہ فرمائیے۔

وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (پ ۳ ع ۱۲ سورۃ آل عمران)

ترجمہ۔ اور تمہیں خبر دیتا ہوں، جو تم کھاتے ہو۔ اور اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو۔ بے شک ان باتوں میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ جو کچھ تم کھاتے ہو

اور جو جمع رکھتے ہو۔ اس کی تمہیں خبر دیتا ہوں۔ آپ آدمی کو یہ بتا دیتے تھے۔ کہ کل جو وہ کھا چکا ہے اور جو آج کھائے گا۔ اور جو اگلے وقت کے لئے تیار کر رکھا ہے۔ اسی طرح آپ کے پاس بچے بہت سے جمع ہو جاتے۔ آپ انہیں بتاتے کہ تمہارے گھر والوں نے فلاں فلاں چیز کھائی ہے فلاں چیز تمہارے لئے اٹھا رکھی ہے۔ بچے گھر جاتے اور اپنے گھر والوں سے وہ چیز مانگتے۔ گھر والے وہ چیز دیتے اور کہتے کہ تمہیں کس نے بتایا۔ بچے کہتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو لوگوں نے اپنے بچوں کو ان کے پاس آنے سے روکا۔ کہ یہ جادوگر ہے۔ اس کے پاس نہ بیٹھو۔ اور ایک مکان میں زندہ بچوں کو بند کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بچوں کو تلاش کرتے تشریف لائے۔ لوگوں نے کہا وہ یہاں نہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ اس مکان میں کون ہے۔ انہوں نے کہا سُور ہیں۔ فرمایا ایسا ہی ہو گا۔ جب دروازہ کھولتے ہیں۔ تو سب سُور ہی تھے۔ (ھٰکذا خازن و معالم التنزیل وغیرہا تفاسیر)
الحاصل یہ ہوا کہ جو نبی حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام وَرَسُولًا اِلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ تھے اور جن کی شان میں وارد ہے۔ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَافَّۃً لِّلنَّاسِ اور انبیاء و مرسلین کے سردار ہیں۔ ان کے علوم غیوب کی کیا شان ہو گی۔

علاوہ ازیں یہ بھی معلوم ہوا کہ غیب کی خبریں دینا انبیاء علیہم السلام کا معجزہ ہے اور بے وساطت انبیاء عظام کوئی بشر امور غیب پر مطلع نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے آیت شریفہ اُنَبِّئُکُمْ کے آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ لاٰیَۃً لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ یہ امور غیب کی خبریں دینا میرا معجزہ اور بہت بڑی نشانی ہے۔ اگر تم ایمان لاؤ۔ اس سے صاف ظاہر ہو گیا۔ کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا یہی خاصہ ہے کہ وہ ان باتوں کی خبریں دیتے ہیں جو عاموں کو نہیں ہو سکتیں۔ اس لئے انبیاء و مرسلین کی نبوت پر ایمان لانا درحقیقت ان کے علم غیب پر ایمان لانا ہے اور انبیاء عظام خصوصاً حضور سید الانس والجان صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرنا درحقیقت ان کے اور آپ کے علم غیب کا انکار کرنا ہے۔ اور جو معجزات نبوت کا منکر ہو گیا۔ یعنی کہ ان کے علوم غیبیہ کے عالم ہونے کا انکار کر بیٹھا۔ وہ خود ہی سمجھ لے کہ اسکا آخری ٹھکانہ کیا ہو گا۔

اگر مخالفین حضرات اسی بات کو اچھی طرح سمجھ لیں تو میں پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ انہیں ساری زندگی مقام نبوت کے علم غیب پر طعن و تشنیع کا موقع نہ مل سکے گا۔ اور نہ ہی وہ علم غیب نبوی کا

انکار کر سکیں گے۔ پس یہ اصل وجہ ہے۔ جو محض ان کی جہالت کی بناء پر ہے۔ خداوند کریم مقام نبوت اور جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صحیح طور پر پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔

علم غیب لدنی حضرت سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام

اللہ تعالیٰ سبحانہٗ نے اپنے خاص مقرب بندے حضرت سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک خاص علم لدنی عطا فرمایا ہے۔ علم لدنی وہ ہے۔ جو بندہ کو بطریق الہام حاصل ہو۔ یہ علم باطن ومکاشفہ کا ہے۔ اہل کمال کے لئے یہ باعث فضل ہے۔ اللہ تعالیٰ خود اس کی وضاحت فرماتا ہے کہ ہم نے حضرت خضر علیہ السلام کو کیسا علم عظیم عطا فرمایا ہے۔ آیت شریفہ ملاحظہ فرمائیے۔

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ
عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ٥ (پ ۱۵ ع ۲۱ سورۃ الکہف)

ترجمہ۔ تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا (یعنی حضرت خضر علیہ السلام) جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی۔ اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا۔

اسی آیت شریفہ کے ماتحت علامہ بیضاوی فرماتے ہیں۔

اَیْ مِمَّا یَخْتَصُّ بِنَا وَلَا یُعْلَمُ اِلَّا بِتَوْفِیْقِنَا وَھُوَ عِلْمُ الْغَیْبِ ٥ (بیضاوی)

ترجمہ۔ حضرت خضر علیہ السلام کو وہ علم سکھائے جو ہمارے ساتھ خاص ہیں بغیر ہمارے بتائے کوئی نہیں جانتا اور وہ علم غیب ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام نے جو حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرمایا تھا۔ کہ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا۔ کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے۔ اس کے ماتحت علامہ ابن جریر فرماتے ہیں۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ

وَکَانَ رَجُلًا یَعْلَمُ عِلْمَ الْغَیْبِ قَدْ عَلِمَ ذَالِكَ ٥ (تفسیر ابن جریر)

حضرت خضر علیہ السلام علم غیب جانتے تھے۔ اُنہیں علم غیب دیا گیا۔ ان لوگوں کے لئے مقام غور ہے جو اللہ کے سوا کسی کے لئے علم غیب جاننے کا لفظ بولنا کفر جانتے ہیں۔ ذرا سوچیں کہ ان کے فتویٰ کے مطابق عبداللہ بن عباس اور علامہ ابن جریر کون ہوئے؟ اگر آپ ان پر کفر کا فتویٰ نہیں لگاتے۔ تو ہمیں کیوں کافر کہتے ہیں۔ مذکورہ دونوں بزرگ بھی وہی بات فرما رہے ہیں۔ جو آج ہم ان کے عقیدت مند کہتے ہیں۔ کہ انبیاء اللہ تعالےٰ کی عطا سے علم غیب جانتے ہیں۔

صاحب تفسیر مدارک التنزیل اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں۔

یعنی الاخبار بالغیوب وقیل العلم اللدنی ما حصل للعبد بطریق الالهام (مدارک)

ترجمہ۔ یعنی حضرت خضر علیہ السلام کو غیب کی خبریں دیں۔ اور کہا گیا ہے۔ کہ علم لدنی وہ ہوتا ہے جو بندے کو ان کے متعلق جن کی نبوت بھی یقینی نہیں بطریقہ الہام پر حاصل ہو۔

صاحب تفسیر ابن جریر آیت مالم تحط بہ خبرًا کے ماتحت فرماتے ہیں۔

لم تحط من علم الغیب بما اعلم ہ (تفسیر ابن جریر)

ترجمہ۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا جو علم غیب میں جانتا ہوں آپ کا علم اسے محیط نہیں مذکورہ آیت شریفہ و مفسرین کرام کی تفاسیر سے آفتاب کی طرح یہ واضح ہوگیا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علوم غیبیہ سے مطلع فرمایا ہے۔ آپ نے جو کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بیان فرمایا۔ یہ اسی لئے تھا کہ آپ کو علم غیب حاصل تھا۔ اب خود ہی غور فرمایئے کہ جب اللہ تعالےٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو علم غیب عطا فرمایا ہے۔ تو کیا جو اس کے محبوب ہیں ان کو نہیں عطا کر سکتا۔ کس قدر بے انصافی اور محبوب خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی عداوت کا مظاہرہ ہے نیز حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کی نبوت میں اختلاف ہے۔ لیکن اس پر تو مکمل اتفاق ہے کہ آپ خدا تعالےٰ کے جلیل القدر بندے و ولی کامل ہیں۔ مرتبہ ولایت اور مرتبہ علوم میں آپ ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ ہم نے اپنی خاص رحمت حضرت خضر علیہ السلام کو عطا فرمائی ہے۔ بہر کیف آپ خواہ نبی یا ولی ہی سمجھئے۔ ہر صورت میں ہمارا مدعا ثابت ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے مقبول اولیاء اللہ کو بھی بطفیل نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم علم غیب ہوتا ہے۔

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اعمال کا علم ؛

شبہ ۔ منکرین یہ بھی کہا کرتے ہیں ۔ کہ درود و سلام حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر بواسطہ فرشتوں کے پیش ہوتا ہے ۔ اگر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم غیب داں ہوتے تو بواسطہ فرشتوں کے پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی ،

جواب ۔ منکرین جیسی سمجھ خدا کسی کو نہ دے ۔ کیا یہ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے عدم علم کی دلیل ہے ۔ یا رفعت شان کی یہی اعتراض اللہ تعالےٰ پر بھی کر ڈالئے ۔ کہ فرشتے ذکرِ الٰہی و اعمال حق بھی خدا تعالےٰ کے حضور میں پیش کرتے ہیں ۔ جیسا کہ حدیث صحیحہ سے ثابت ہے

تو اگر یہی ذہانت ہے تو یہ بھی کہہ بیٹھیے گا ۔ کہ اللہ تعالےٰ اگر عالم ہوتا تو فرشتے کیوں اعمال وغیرہ لے جاتے ہیں ۔ ایسے واہی شبہات سے تو بچئے ۔ اللہ تعالےٰ بے شک عالم ہے مگر یہ اُمور انتظام و حکمت پر مبنی ہیں گذشتہ صفحات میں متعدد قرآنی آیات و تفاسیر و احادیث و اقوال محدثین و حوالجات سے ثابت ہو چکا ہے ۔ کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کے اعمال قلوب ، اخلاق ، نفاق ، درجات ، ایمان و یقین قصد و عزائم و نیات وغیرہا بنور نبوت جانتے ہیں ۔

ارشاد باری تعالےٰ ملاحظہ فرمایئے ۔

وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ
وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (پ۱۱ ع اسورۃ التوبہ)

ترجمہ ۔ اور دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں کو اور اس کا رسول پھر اسکی طرف پلٹ کر جاؤ گے جو عالم الغیب والشہادۃ ہے بتا دے گا تم کو جو تم عمل کرتے رہے ہو ۔

اس آیت شریف سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالےٰ تمام اعمال خواہ اچھے ہوں یا بُرے سب کو اپنی الوہیت سے دیکھتا ہے ۔ اور حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بھی تمام اعمال اچھے ہوں یا بُرے ہوں سب کو آپ اپنی نور نبوت سے دیکھ رہے ہیں ،

اب جب کہ آیت شریفہ سے بھی یہ صاف واضح ہو گیا ہے کہ آپ سب کے اعمال کو دیکھتے ہیں ۔ تو پھر

کسی مسلمان کو کیسے شبہ ہو سکتا ہے۔ کہ معاذ اللہ۔ آپ کو ہمارے اعمال کا علم نہیں۔ الحمد للہ مخالفین کے اس اعتراض کا بھی قلع قمع ہو گیا۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور پاکستان کی جنگ ستمبر ۱۹۶۵ء

جیسا کہ آپ گذشتہ صفحات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ذرہ ذرہ کا علم ہونا ملاحظہ کر چکے ہیں اس طرح آپ اپنے پاکستان کی سترہ روز جنگ کے متعلق بھی غور کیجئے۔ ہماری اس اسلام اور کفر کی جنگ کا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو علم تھا۔ سب سے قبل آیت شریفہ ملاحظہ فرمائیے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝ (پ ۱۱ ع ۴ سورہ توبہ)

ترجمہ۔ بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہارے بھلائی کے چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربانی رحمت والے ہیں۔

اس آیت شریفہ سے چار باتیں ثابت ہوئیں۔

اوّل یہ کہ آیت میں جَآءَكُمْ کا خطاب قیامت تک کے تمام مسلمانوں سے ہے۔ کہ تم سب کے پاس حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہر مسلمان کے پاس ہیں۔ اور مسلمان تو عالم میں ہر جگہ ہیں۔ تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم بھی ہر جگہ موجود ہیں۔

دوم، یہ کہ آیت میں مِنْ اَنْفُسِكُمْ فرمایا گیا ہے کہ تمہارے نفسوں میں سے ہیں۔ یعنی ان کا آنا تم میں ایسا ہے جیسے جان کا قالب میں آنا۔ کہ قالب کی رگ رگ اور رونگٹے رونگٹے میں موجود اور ہر ایک سے خبردار رہتی ہے۔ ایسے ہی حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہر مسلمان کے ہر فعل سے خبردار ہیں۔ اگر آیت کے صرف یہ معنی ہوتے کہ وہ تم میں سے ایک انسان ہیں۔ تو مِنْكُمْ کافی تھا۔ مِنْ اَنْفُسِكُمْ کیوں ارشاد ہوا۔

سوم۔ آیت میں عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ فرمایا گیا ہے۔ کہ یہ وہ رسول ہیں۔ کہ ان پر تمہارا مشقت

میں بڑا گراں ہے۔ یعنیکہ ہماری راحت و تکلیف کی ہر وقت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر ہے۔ تب ہی تو ہماری تکلیف سے قلب مبارک کو تکلیف ہوتی ہے۔ ورنہ ہماری ہی خبر نہ ہو۔ تو تکلیف کیسی یہ کلمہ بھی حقیقت میں اَنْفُسِکُمْ کا بیان ہے۔ کہ جس طرح جسم کے کسی عضو کو دکھ ہو تو روح کو تکلیف اسی طرح ہم کو دکھ درد ہو تو آقاء دو جہاں کو گرانی۔

چہارم۔ یہ کہ آیت میں بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ الرَّحِیْم فرمایا گیا ہے کہ یہ وہ کریم رسول ہیں۔ جو مسلمانوں پر بہت ہی مہربان اور رحم فرمانے والے ہیں۔ یعنیکہ مومن خواہ کسی مکان یا کسی زمان میں ہو جب بھی مسلمانوں پر کوئی تکلیف و درد ہو تو حضور آقاء دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہم پر نظر کرم فرماتے ہیں۔ جب مسلمان کی تکلیف آپ کو گوارہ نہیں تو ہماری مشکل کشائی کے لئے اللہ تعالےٰ نے آپ کی شفقت اور رحمت کو ہمارا دستگیر فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی امداد مسلمان کو ہر حال پہنچتی ہے۔

اب آپ مذکورہ آیت کو سمجھنے کے بعد غور کیجئے۔ کہ ہماری تکلیف اور دکھ کا حضور آقاء دو جہاں صلے اللہ علیہ وسلم کو علم بھی ہے۔ اور آپ کی رحیمی اور کریمی کا فضل عظیم بھی ہے۔

روزنامہ اخبار مشرق ۱۰ اکتوبر ۱۹۶۵ء مطابق ۱۴ جمادی الثانی لاہور کی اشاعت میں مولانا محمد انعام کریم صدیقی جو پندرہ سال سے مدینہ منورہ میں مقیم ہیں۔ اُن کا ایک خط ۱۴ ستمبر ۱۹۶۵ء ۲۰ جمادی الاوّل ۸۵ھ کا لکھا ہوا کراچی کے خدا ترس بزرگ جناب نور محمد صاحب بٹ کو ملا۔ وہ خط اخبار مشرق میں مع فوٹو کے شائع کیا گیا۔ جس کا مضمون ملاحظہ فرمائیے

محترم المقام جناب قبلہ الحاج حضرت المکرم بٹ صاحب۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ الخ یہاں پر جس روز لاہور پر حملہ ہوا۔ اُسی شب میں ایک دو حضرات نے خواب میں دیکھا۔ کہ حرم شریف میں مجمع کثیر ہے۔ اور روضۂ اقدس سے جناب محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم بہت عجلت میں تشریف فرما ہوئے۔ اور ایک بہت خوبصورت تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر باب اسلام تشریف لے گئے۔ بعض حضرات نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر جلدی اس گھوڑے پر کہاں تشریف لے جارہے ہیں۔ فرمایا پاکستان میں جہاد کے لئے اور ایک دم

برق کی مانند بلکہ اس سے بھی تیز کہیں روانہ ہو گئے پیچھے پیچھے مواجہہ شریف سے ہی پانچ حضرات اور اس راستہ سے ایک موٹر میں سوار ہو کر ہوائی جہاز کیطرح پرواز کر گئے۔ اور بھی بہت سے خواب اس اثناء میں اللہ کے نیک بندوں نے دیکھے ہیں۔ دعا فرمائیے اللہ تعالے مسلمانوں کو ثابت قدم رکھے اور بفضل جناب محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم فتح و عزت عطا فرمائے۔ آمین۔

(روزنامہ اخبار مشرق لاہور ۱۰ اکتوبر ۱۹۶۵ء)

اب میں ناظرین سے پوچھتا ہوں۔ کہ ذرا انصاف سے غور فرمائیے۔ کہ مذکورہ خط سے آفتاب کیطرح یہ واضح ہو گیا۔ کہ ہماری سترہ روزہ جنگ کا حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو علم ہے۔ اور آپ نے اور آپ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ہماری مدد فرمائی ہے۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی اس تکلیف کو گوارہ نہ فرمایا۔ تو ہم پر رحم و کرم فرماتے ہوئے ہماری مشکل کشائی فرمائی۔

الحمد للہ رب العالمین آیات قرآنی و احادیث شریفہ کے مطابق یہ بات آج بھی روشن ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ہمارے احوال کا علم ہے اور ہماری تکلیف آپ کو گوارہ نہیں۔

آیئے ذرا ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔

روزنامہ اخبار جنگ ۱۲ اکتوبر ۱۹۶۵ء مطابق ۱۶ جمادی الثانی کراچی کی اشاعت میں ہے

پاکستانی افواج نے یا رسول اللہ! اور یا علی مدد! کے نعرے لگاتے ہوئے بھارتی ٹڈی دل فوج کو بری طرح سے شکست دی۔ اس معرکہ میں نبی آخر الزمان (صلے اللہ علیہ وسلم) اور شیر خدا اپنے مجاہدین کے سروں پر موجود تھے۔

۱۲ سو میل لمبے محاذ پر سبز کپڑوں والے مجاہد سفید لباس میں ایک بزرگ اور گھوڑے پر سوار ایک جری دیکھے گئے۔ چونڈہ کے قریب ایک نورانی خاندانی کو مجاہدین کی امداد کرتے ہوئے مجاہدین کے ساتھ یا رسول اللہ مدد! کے نعرے لگاتے ہوئے دیکھا گیا۔ سیالکوٹ شہر میں گولہ باری سے پیشتر ایک بزرگ شہر خالی کرنے کی ہدایت کرتے رہے اور با آواز بلند کلام پاک پڑھتے رہے۔

اس حوالہ سے پہلی بات یہ بھی ثابت ہوئی کہ مسلمانان پاکستان نے یا رسول اللہ و یا علی مدد کے نعروں سے

بھارتی ٹڈی دل فوج کو زبردست شکست دی۔ دوم یہ کہ نبی آخرالزمان حضور سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات اور حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بھی اس جنگ کا علم تھا۔ اور آپ پاکستانی مجاہدین کے سروں پر موجود تھے۔ یعنی حاضر بھی اور ناظر بھی تھے اور اولیاء اللہ نے مسلمانان پاکستان کی امداد فرمائی۔ اور خصوصاً چونڈہ ضلع سیالکوٹ میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اور اولیاء عظام کی خاص توجہ تھی بہرحال آیات قرآنی واحادیث شریفہ کی تصدیق آج بھی دُنیا کے سامنے روشن ہے۔ اگر ان واقعات کے پیش آنے کے باوجود بھی حق وصداقت کا انکار کیا جائے۔ تو اس سے بڑھکر اور کیا ظلم ہو سکتا ہے۔

ان معجزات اور محیر العقول واقعات کا اعتراف مسلمان جوانوں، مجاہدوں اور شہریوں کے علاوہ بھارت کے جنگی قیدیوں نے بھی کیا۔ علاوہ ازیں اور بہت سے واقعات لوگوں کے سامنے آئے ہیں مقام غور ہے کہ آخر اتنا بڑا حملہ۔ بے شمار جدید قسم کا اسلحہ۔ لاتعداد فوج جو بظاہر پاکستانی طاقت سے چھ گنا زیادہ قوت تھی۔ جس نے اٹھارہ گھنٹوں میں پاکستان کو ہڑپ کرنے کے لئے منصوبہ تیار کیا ہُوا تھا۔

اس لئے حقیقت یہی ہے اور ہمارا ایمان بھی یہی ہے کہ یہ سب فضل خُدا اور کرم مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء اور نظر اولیاء تھی۔ کہ مسلمانان پاکستان نے دشمن کو بُری طرح سے کچل کر رکھ دیا۔ اور اس کی بری۔ بحری اور فضائی قوت کا کچومر نکال دیا۔ اور ذلّت آمیز ایسی شکست دی کہ بھارتی بگوڑے آئندہ ہم مسلمانوں کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہیں رکھ سکتے۔ اور اگر ایسی جرأت کریں گے بھی تو اُنہیں ایسا سبق دیا جائے گا کہ جو اُن کی نسلیں صدیوں تک یاد رکھیں گی۔

انشاء اللہ تعالےٰ ورسولہ الکریم

پاکستان کے مسلمانوں نے دُنیائے اسلام میں غزوہ بدر وحنین کی وُہ یاد تازہ کرکے رکھ دی ہے جن کا نام تاریخ کے سُنہری حروفوں میں لکھا جائے گا۔ اور پھر لُطف یہ کہ جن مسلمان فوجی بھائیوں نے اپنی عزیز ترین جانوں کو اللہ ورسول صلے اللہ علیہ وسلم کی خاطر قُربان کیا ہے۔ انہوں نے جام شہادت نوش فرمایا ہے۔ جس کی لذّت دُنیا کی کسی شے میں نہیں مل سکتی۔ اور ان مسلمان شہیدوں کے نام قیامت تک زندہ رہیں گے۔ وُہ خود بھی زندہ اُن کا نام بھی زندہ۔

پاکستان کی حالیہ جنگ میں مسلمانوں کے نقصان ہونے پر مخالفین کا اعتراض اور اس کا جواب

شبہ - وہابی دیوبندی یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ اگر اس جنگ میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء نے مدد کی تھی۔ تو پھر جن شہروں میں بھارت کی گولہ باری سے مسلمانوں کا نقصان ہوا ہے۔ اس جانی و مالی نقصان سے تمہارے نبیوں اور ولیوں نے کیوں نہ مدد کی۔ اس لئے ولی و نبی مددگار نہیں ہو سکتے

جواب - مخالفین کا یہ اعتراض نبیوں ولیوں کی ذات ہی پر نہیں بلکہ یہ اللہ تعالےٰ کی ذات پر ہے اور قانون خداوندی کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ دوران جنگ اگر مسلمانوں کا کوئی جانی یا مالی نقصان ہو جائے تو یہ بھی اللہ تعالےٰ کی ایک آزمائش ہوتی ہے۔ اور ایسا پہلی جنگوں میں ہوتا آیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ملاحظہ فرمائیے۔

اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (پ۴ ع ۴ سورہ آل عمران)

ترجمہ - اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی، تو وہ لوگ بھی ویسی ہی تکلیف پا چکے ہیں۔ اور یہ دن ہیں جنہیں ہم نے لوگوں کے لئے باریاں رکھی ہیں۔ اور اس لئے کہ اللہ پہچان کرادے ایمان والوں کی۔ اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ دے اور اللہ تعالےٰ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو۔

اس آیت شریفہ سے واضح ہو گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ مسلمانو! اگر تمہیں کوئی تکلیف دوران جنگ پہنچی ہے تو وہ لوگ بھی ایسی تکلیف پا چکے ہیں۔ اس لئے کہ ایمان والوں کی پہچان کرادے۔ اور مسلمانوں کو شہادت کا مرتبہ دے۔

ثابت ہوا کہ دوران جنگ جو مسلمانوں کا جانی و مالی نقصان ہوا ہے یہ بھی ان کے ایمان کی آزمائش تھی اور خدا کے ہاں ثواب بھی۔ اور ان کو شہادت کا مرتبہ نصیب ہونا تھا۔ اور پھر یہ بھی کمال

رفعت ہے کہ مسلمانوں کو جو تکلیفیں پہنچتی ہیں۔ وہ تو مسلمانوں کے لئے شہادت وتطہیر ہیں۔
اور مسلمان جو کفار کو نقصان یا قتل کریں تو یہ کفار کی بربادی اور اُن کا استیصال ہے۔
دوسری جگہ ارشاد باری تعالٰے ہوتا ہے۔

وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ۝

(پ ۱۷ ع ۲ سورة الانبیاء)

ترجمہ۔ اور ہم تمہاری آزمائش کرتے ہیں برائی اور بھلائی سے جانچنے کو۔ اور ہماری ہی طرف تمہیں لوٹ کر آنا ہے۔

اسی آیت شریفہ سے بھی معلوم ہوا کہ مسلمان پر بھلائی اور تکلیف اس کے امتحان کے لئے آتی ہے۔ کہ وہ صبر و شکر میں کیا درجہ رکھ سکتے ہیں۔
تیسرے مقام پر خدا تعالٰے فرماتا ہے۔

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ۝

(پ ۲۱ ع ۱۷ سورة الاحزاب)

ترجمہ۔ وہاں اُس موقع پر (یعنی غزوہ احزاب) پر مسلمان جانچے گئے۔ اور زور زور سے جھڑجھڑائے گئے۔

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ جنگ احزاب کے موقع پر مسلمانوں پر کیسا عظیم وقت آیا تھا۔ یہ بھی اللہ تعالٰے کی طرف سے آزمائش تھی۔ یہ تو قانون قدرت ٹھہرا۔ پھر جو نقصان یا تکلیف پہنچے اس میں انبیاء کرام علیہم السّلام و اولیاء کرام پر اعتراض کیسا۔
اب آیت طیبہ کو ملاحظہ فرمائیے کہ کیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم و اولیاء کرام مددگار ہیں یا کہ نہیں۔ ضرور ہیں۔ ارشاد باری تعالٰے ہوتا ہے۔

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ۝ وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ ۝ (پ ۶ ع ۱۱ سورة المائدہ)

ترجمہ۔ کوئی بات نہیں تمہارا مددگار اللہ تعالےٰ ہے۔ اور اُس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور وُہ ایماندار جو نماز قائم کرتے ہیں۔ اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور اللہ کے حضور جھکے ہیں۔ اور جو اللہ و رسول صلے اللہ علیہ وسلم، اور ایمانداروں کو مددگار بنا لیتا ہے تو بے شک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔

دوسری آیت ملاحظہ فرمایئے۔

فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَھِیْرٌ ٥ (پ ۲۸ ع ۱۹ سورہ تحریم)

ترجمہ۔ بے شک وُہ اللہ تعالےٰ تمہارا مددگار ہے اور جبرائیل علیہ السلام اور صالح مؤمنین اور فرشتے بھی اس کے بعد مدد کرنے والے ہیں۔

اس کے علاوہ بہت سی آیات ہیں، لیکن اسوقت صرف دو آیتیں پیش کی ہیں۔ جن سے صاف واضح ہو چکا ہے کہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم مددگار ہیں اور حضرت جبرائیل امین علیہ السلام و دیگر ملائکہ مقربین اور اولیا صالحین بھی مدد فرماتے ہیں۔ اس کے علاوہ حدیث مشکوٰۃ شریف باب یمن والشام میں بھی حدیث آتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ چالیس ابدال ہیں۔ جن کی برکت سے بارشیں ہوتی ہیں۔ اور ان کی مدد سے دشمنوں سے بدلہ لیا جاتا ہے۔

مخالفین حضرات جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور ملائکہ مقربین اور اولیاء کاملین کی امداد کے انکاری ہیں۔ وُہ غور سے آیات بالا کو دیکھیں اور خیال کریں کہ اُن کا آخری ٹھکانہ کیا ہوگا۔ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ۔ جنہوں نے خدا تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا یا انکار کیا۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ کی آگ کے ساتھی ہیں۔

اب مذکورہ آیات میں غور فرمایئے۔ کہ پہلے آیت میں اللہ تعالےٰ کی مدد کا ذکر ہے اور اس کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم و ملائکہ و اولیاء اللہ کی امداد فرمانے کا بیان ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ جو لوگ انبیاء علیہم السلام وخصوصاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام و ملائکہ مقربین و اولیاء صالحین کی امداد کے انکاری ہیں۔ دراصل وُہ خدا تعالےٰ کی امداد کے منکر ہیں۔

اگر مخالفین یہ تسلیم کریں کہ واقعی اللہ تعالےٰ مددگار ہے تو وہ کبھی نبیوں و ولیوں کی امداد کا انکار نہ کر سکیں گے کیونکہ ان کا یہ اعتراض انبیا و اولیائ پر نہیں بلکہ حقیقت میں خدا تعالیٰ کی ذات پر ہے کہ (معاذ اللہ) اگر اللہ تعالےٰ مددگار ہوتا تو جن لوگوں کا جانی و مالی نقصان ہوا ہے ۔ کیوں ہوتا۔ ان کی مدد کر کے بچا لیتا۔

خداوند کریم ایسے گستاخ اللہ و رسول کے دشمنوں سے ہمیشہ بچائے رکھے۔ جنہوں نے انبیاء و اولیائ کی عداوت کی بناء پر اس وحدہٗ لاشریک کو بھی کسی طرح سے خالی نہ چھوڑا۔

ہمارا ایمان ہے کہ ہماری مدد رب العالمین جل وعلاء اور اس کے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم اور اس کے ملائکہ مقربین اور اس کے اولیاء صالحین نے فرمائی ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی ان کی نصرت شامل حال رہے گی۔

عرب کی حالیہ جنگ میں عربوں کے نقصان ہونے پر مخالفین کا اعتراض اور اسکا جواب

شبہ: مخالفین یہ بھی کہا کرتے ہیں ۔ وکہ اہل سنت بریلوی حضرات کہتے ہیں ۔ کہ پاکستان کی گذشتہ سترہ روزہ جنگ جو ہندوستان کے ساتھ ہوئی ۔ اس جنگ میں مسلمانان پاکستان کی خدا کے نبیوں اور ولیوں نے بھی مدد فرمائی ہے ۔ اگر یہی بات ہے تو گذشتہ دنوں جو عرب لوگوں کی اسرائیلیوں سے جنگ ہوئی ہے ۔ تو اس میں عرب لوگوں کو مصیبت کا سامنا کرنا پڑا ۔ تو اس وقت بریلویوں کے نبی اور ولی کہاں چلے گئے ۔ وہاں پر مدد تو نہ کی ۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ مدد صرف اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے۔

جواب ۔ ناظرین حضرات کو یہ تو معلوم ہو ہی گیا ہو گا ۔ کہ مخالفین کی زندگی کا سرمایۂ حیات و آدلین عبادت یہی ہے ۔ کہ وہ ہر وقت خدا و اس کے مقبول انبیاء کرام علیہم السلام اور خصوصاً حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام و اولیاء کاملین کی شان مقدسہ میں عیب و نقص ہی تلاش کرتے رہیں ۔ کیا یہی ایمانداری کا مظاہرہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے محبوب انبیاء علیہم السلام کو بدنام کرتے رہیں ۔ استغفر اللہ

ہمیں نہایت ہی افسوس آتا ہے کہ مخالفین نے جو یہ اعتراض نکالا ہے ۔ایسا اعتراض تو اُس وقت کے منافقین و یہود بھی نکالا کرتے تھے ۔ قرآن کریم خود اس کی وضاحت فرماتا ہے ۔

وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ فَمَالِ هٰۤؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ۝ (پ۵ ع۷ ، سورۃ النساء)

ترجمہ ۔ اور اُنہیں اگر کوئی بھلائی پہنچے تو کہیں اللہ کی طرف سے ہے ۔ اور انہیں کوئی بُرائی پہنچے تو کہیں یہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے آئی ہے ۔ اے محبوب آپ فرما دو ۔ سب اللہ کی طرف سے ہے ۔ تو ان لوگوں کو کیا ہوا کوئی بات سمجھتے معلوم نہیں ہوتے ۔

اس آیت کریمہ سے یہ معلوم ہُوا ۔ کہ اللہ تعالےٰ نے منافقین و یہود کے اُس قول کا رد فرمایا ۔ جو انہوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہا تھا ۔ جب کسی جنگ میں مسلمانوں کو فتح و نصرت ہوتی تو منافقین یہ کہنے لگ جاتے کہ یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے ۔ اور اگر کسی وقت مسلمانوں کو کچھ مصیبت کا سامنا ہو جاتا تو کہتے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے ہے ۔ یہ تھا منافقین کے اصلی نفاق کا اظہار جو وہ محض عداوت الرسول کی بنا پر کیا کرتے تھے ۔ اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ ایسے واہی اعتراضات کرنا گروہ منافقاں و یہود یہ کا کام تھا کہ جب فتح ہو تو خدا کا نام اور جب کوئی مصیبت ہو تو خدا کے محبوب کا نام بدنام ۔

مسلمانوں کا یہ کام نہیں ہے ۔ آپ غزوہ احد کے واقعہ کی طرف توجہ فرمایئے کہ جب مسلمانوں کو تھوڑی سی تکلیف کا سامنا ہُوا ۔ تو مسلمانوں نے نہ تو خداوند کریم اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر کچھ شکوہ کیا بلکہ انہوں نے صرف اس بات کا کچھ تعجب سا کیا ۔ تو اللہ تعالےٰ نے خود اس کی وضاحت فرما دی ۔

قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ؕ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ وَمَاۤ اَصَابَكُمْ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِیَعْلَمَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (پ۴ ع۸ ، سورۃ آل عمران)

ترجمہ: کہنے لگو یہ مصیبت کہاں سے آئی۔ اے محبوب فرما دو۔ وہ تمہاری طرف سے آئی ہے۔ بے شک اللہ تعالےٰ سب کچھ کر سکتا ہے۔ اور وہ مصیبت جو تم پر آئی۔ جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں۔ وہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے تھی۔ اس لئے کہ پہچان کرا دے ایمان والوں کی۔

آیت بالا میں غزوہ احد کے مسلمانوں کو مصیبت پہنچنے کا اظہار کیا گیا ہے۔ کہ اے مسلمانو یہ مصیبت تم نے اپنی طرف سے لی ہے۔ اس لئے کہ تم نے حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف مدینہ طیبہ سے باہر نکل کر جنگ کرنے کا اصرار کیا۔ پھر وہاں پہنچنے کے بعد باوجود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی شدید ممانعت کے غنیمت کے لئے اپنا ٹھکانا چھوڑا۔ یہی سبب تمہارے قتل و ہزیمت کا تھا۔ اس واسطے تمہیں ایسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ تاکہ تم آئندہ کے لئے یہ جان جاؤ کہ پھر ایسی کوتاہی نہ ہونے پائے۔ ورنہ اس کا نتیجہ تم کو بھگتنا پڑ جائے گا۔ جو تم نے اس سے قبل پا لیا ہے۔

غزوۂ احد سے پیارے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق حاصل ہو گیا۔ کہ اگر کسی جنگ میں مسلمانوں کو شکست یا مصیبت کا سامنا ہو جائے۔ تو وہ یہ اچھی طرح سمجھ لیں کہ یہ ان کی اپنی کوتاہیوں کا نتیجہ ہے۔ اور آئندہ کے لئے مسلمان گذشتہ کوتاہیوں سے باز رہیں۔ تو پھر جب کبھی اسلام اور کفر کی جنگ ہوگی۔ تو مسلمانوں کو ہی فتح حاصل ہوگی۔ تِلْكَ الایام نداولها بين النّاس.

ثابت ہوا۔ کہ مسلمان کی تکلیف یا مصیبت حقیقت میں اس کی اصلاح کے لئے ہوا کرتی ہے۔ جو اس کے لئے آئندہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بہتری ہوتی ہے۔ اور یہ بھی اللہ و رسول صلے اللہ علیہ وسلم و ملائکہ و اولیاء کی مدد ہے تاکہ وہ اپنے آپ کو اتنا سنوار لیں کہ آئندہ بھی ان کی مدد ہو سکے۔ اسی طرح جو عرب لوگوں کو مصیبت یا نقصان کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ میرے خیال میں تمام عرب بھی یہ اچھی طرح جان چکے ہوں گے۔ کہ ہم کو ایسی تکلیف کا سامنا کیوں ہوا ہے اور پاکستان کے بھی تمام لوگ یہ سمجھ چکے ہوں کہ عربوں کو یہ تکلیف کس بنا پر پہنچی ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ۔ عقل مند دانشوں کے لئے تو اتنا ہی کافی ہے۔

مثلاً دیکھئے اگر کسی باپ کا بیٹا کوئی ایسی ناشائستہ حرکت کر بیٹھے تو غیرت مند اچھا باپ اس بیٹے کو مار پیٹ کر اس کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہے۔ تاکہ یہ اپنی ایسی حرکت سے باز رہے۔ اور اس کی آئندہ

زندگی بہتر ہو جائے۔ اب یہ باپ تو اپنے بیٹا کی بہتری کے لئے ایسا کر رہا ہے۔ اور دوسری طرف کوئی ایسا شخص آکر یہ کہدے کہ دیکھو جی یہ باپ اپنے بیٹے کا بڑا ہی دشمن ہے کہ اس کو اتنی مار پیٹ کی ہے۔ تو کیا ایسے شخص کی بات کو مانا جاسکے گا۔ کہ واقعی ہی باپ بیٹے کا دشمن ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ اس باپ کی یہ بہت ہمدردی کہی جائے گی۔ کیونکہ وہ اس کی اصلاح کر رہا ہے۔
اسی طرح ہم مسلمانوں کو خداوند ذوالجلال کا خوف پیدا کر کے اس کے حضور اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہئیے۔ اور اس کے محبوب کی تابعداری اور سچی غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں ڈال لینا چاہیے۔ اس کا وعدہ بالکل سچا ہے۔ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ فَتْحٌ قَرِیْبٌ اللہ ہم سب مسلمانوں کو اس بارگاہ ذوالجلال اور پیارے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام کی فرماں برداری کی توفیق عطا فرماوے۔ اور ہماری تمام کوتاہیوں کو معاف فرماوے۔ آمین۔
مسلمان کا تو یہ اصول ہے نہ کہ وہ ایسے مواقع پر خدا و رسول و اولیاء کی شان اقدس میں تنقیدیں شروع کردے۔ کیونکہ انبیاء کرام علیہم السّلام و حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسے کلمات کہنا کہ انہوں نے مدد نہ کی یہ تو صراصر گمراہی اور بے دینی ہے۔ کہ یہ اعتراض اللہ سبحانہ کی ذات پر آجاتا ہے۔ آیئے ذرا آیت شریفہ ملاحظہ فرمایئے۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ہ
(پ ۴ ع ۴ سورہ آل عمران)

ترجمہ۔ اور نہ سستی کرو۔ اور نہ غم کھاؤ۔ تم ہی غالب آؤ گے۔ اگر ایمان رکھتے ہو۔
آیت کریمہ میں اس امر کا اظہار ہے کہ اگر تم مسلمان ہو تو غم کرنے کی ضرورت نہیں تم ہی غالب آؤ گے۔ اب میں تمام غیر مقلدین اور درپردہ نجدیوں سے پوچھتا ہوں۔ کہ عربوں نے جو جنگ اسرائیلیوں سے لڑی ہے۔ ان عرب لوگوں کو مسلمان سمجھتے ہو یا کہ نہیں۔ اگر یہ کہو مسلمان تھے۔ تو آیت مذکورہ کے مطابق رب کریم پر کیا فتویٰ جھڑو گے۔ (معاذ اللہ)
دوم: اور اگر یہ جانو کہ عرب لوگ مسلمان نہیں تھے۔ تو پھر تمہارا اعتراض باطل۔ اب کہئے کہ کونسی بات پر متفق ہو۔ یا تو اللہ تعالے پر کچھ فتویٰ جھڑیے اور یا عربوں کے مسلمان ہونے کا انکار کیجئے۔ کچھ حیا تو کیجئے۔ ایک طرف تو توحید اور حبّ خدا کے متعلق یہودیوں کی طرح ٹھیکیدار بنے پھرتے ہو۔

اور پھر اسی خدا پر ایسی بدگمانیاں۔ اور دوسری طرف مسلمان لوگوں کے ہمدرد بنتے پھرتے ہو۔ اور پھر انہی مسلمانوں کو مشرک وکافر سمجھتے ہو سمجھ میں نہیں آتا کہ ماجرا کیا ہے۔

ع الٰہی حیراں ہوں آسماں کیوں نہیں پھٹ پڑتا

ہاں جب تمہارا ایمان یہ ہو جائے گا۔ کہ خداوند کریم کی امداد شامل حال ہے۔ تو یہ سمجھ لو کہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وخصوصاً حضور سیّد العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام وملائکہ مقربین واولیاء صالحین کی مدد ساتھ ہی ہے۔ اور اگر تمہارا ایمان یہی رہے گا۔ کہ انبیاء علیہم السلام وسیّد الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام وملائکہ عظام واولیاء امداد نہیں فرماتے۔ تو تم خداوند کریم کی امداد کے منکر ٹھہرے پھر تو تم مالک حقیقی ہی کی استعانت کا انکار کر رہے ہو تو بتائیے۔ اس میں ہمارا کیا گیا۔

فَاعْتَبِرُوْا یَآ اُولِی الْاَبْصَار

آج لے اُن کی پناہ آج مدد مانگ اُن سے ۔۔۔ پھر نہ مانیں گے قیامت کو اگر مان لیا۔

اس کے علاوہ اور بہت سے دلائل قرآنیہ وحدیثیہ موجود ہیں لیکن اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

علم غیب مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم وانبیاء علیہم السلام واولیاء کے متعلق غوث صمدانی شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

شبہ۔ مخالفین یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ حضرت پیراں پیر غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی روح کو بریلوی ختم گیارہویں کا ایصال ثواب کرتے ہیں۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ اللہ کے سواء کسی نبی و ولی کو غیب کا علم نہیں ہو سکتا۔ اور جو ایسا عقیدہ رکھے۔ وہ کافر و مشرک ہے۔ لہٰذا بریلوی گیارہویں تو اُن کے نام کی دیتے ہیں۔ لیکن بات اُن کی نہیں مانتے۔

جواب میں علانیہ طور پر کہتا ہوں کہ اگر مخالفین میں کچھ سچائی ہے۔ تو حضرت پیراں پیر غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی کسی ایک اصل کتاب کا یہ حوالہ دکھا دیں کہ آپ نے یہ فرمایا ہو کہ اللہ کے سواء کسی نبی و ولی کو غیب کا علم نہیں ہو سکتا۔ اور جو ایسا عقیدہ رکھے۔ وہ کافر و مشرک ہوگا۔ انشاء اللہ کبھی نہیں دکھا سکتے۔ یہ محض حضرت پیراں پیر غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنے کے لئے

اُن کی طرف یہ بات جھوٹ منسوب کی گئی ہے۔ اور یہ تو وہابیہ دیوبندیہ کی فطرت ہو چکی ہے کہ وہ بزرگانِ دین کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرکے اُن کو بدنام کرنا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ پیچھے ایسی مکاریوں کا ذکر ہو چکا ہے۔

اب آیئے اور آنکھیں کھول کر حضرت پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ملاحظہ فرمایئے۔

یُکْشَفُ لَهُمْ عَنِ الْمَلَكُوْتِ وَتُضِیْءُ لَهُمْ اَنْوَاعُ الْعُلُوْمِ مِنَ الْجَبَرُوْتِ وَیُلْقَنُوْنَ غَرَائِبَ الْحِكَمِ وَالْعُلُوْمِ وَیَطَّلِعُوْنَ عَلٰی مَا غَابَ عَنْهُمْ مِنَ الْاَقْسَامِ وَالْحُظُوْظِ۔ (غنیۃ الطالبین مطبوعہ مصر)

ترجمہ۔ منکشف ہو جاتا ہے۔ اولیاء اللہ کے واسطے عالم ملکوت اور روشن ہو جاتے ہیں۔ اُن کے لئے کئی قسم کے علوم عالم جبروت سے عجیب عجیب علوم اور حکمتیں ان کو القاء کئے جاتے ہیں۔ اور کئی قسم کی غیبی خبروں پر مطلع ہوتے ہیں۔

لیجئے جناب حضرت پیران پیر تو صاف لفظوں میں فرما رہے ہیں۔ کہ اولیاء اللہ کے لئے عالم ملکوت روشن ہو جاتے ہیں۔ اور کئی علوم عالم جبروت سے حاصل ہو جاتے ہیں۔ اور اُنہیں عجیب عجیب علوم اور حکمتیں القاء ہوتی ہیں۔ اور کئی قسم کے غیبی علوم پر مطلع ہوتے ہیں۔ اب بتایئے کہ ایسا عقیدہ رکھنے پر حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ پر کیا فتویٰ جھڑو گے۔ یا بقول تمہارے کیا پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہی پر تکفیر کا حکم دے رہے ہیں۔

اس کے آگے غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں۔

وَقِیْلَ اِذْ طَلَبْتَ اللّٰهَ بِالصِّدْقِ اَعْطَاكَ مِرْاٰةً تُبْصِرُ فِیْهَا كُلَّ شَیْءٍ مِنْ عَجَائِبِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ۔ (غنیۃ الطالبین)

ترجمہ۔ اور بیان کیا گیا ہے کہ جس وقت تو اللہ کو صدق دل سے طلب کرے تو تجھے اللہ ایک شیشہ عطا کرے گا جس میں تو دُنیا و عقبیٰ کی کل اشیاء کو اس میں دیکھ لیگا۔

ابھی اور ذرا آگے دیکھئے پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کیا فرماتے ہیں۔

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَهُوَ عَزَّ وَ

جَلَّ اطَّلَعَهُم عَلٰی مَا اُضمِرَت قُلُوبُ العِبَادِ وَانطَوَت عَلَیهِ النِّیَاتُ

اِذ جَعَلَهُم رَبِّیْ جَوَاسِیسَ القُلُوبِ وَالاُمَنَاعِ عَلَی السَّرَائِرِ

وَالخَفِیَّاتِ ٥ (غنیتہ الطّالبین)

ترجمہ۔ اللہ مومنوں کا مددگار ہے۔ جو ایمان لائے اُن کو اندھیروں سے نکالتا ہے۔ نور کی طرف اور وُہ عزّ و جل بندوں کے دِلوں کے بھیدوں پر اور نیتّوں پر اُن کو مطلع کرتا ہے۔ اسوقت میرے رب نے ان کو تمام قلُوب کے جاسُوس مقرر فرما دیا ہے اور بھیدوں اور غیوبات کا امین و واقف بنایا ہے۔

مذکورہ دونوں عبارتوں سے صاف ظاہر ہوگیا۔ کہ حضرت پیران پیر غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ اولیاء اللہ کے واسطے دُنیا و عقبیٰ کے علم کُلّی کا حکم صادر فرما رہے ہیں۔ کہ اولیاء اللہ بندوں کی نیتّوں اور دلوں کے بھیدوں اور غیوبوں کے امین و واقف ہوتے ہیں جن کے غلاموں کے علم غیب کے متعلق آپ کا یہ عقیدہ ہے تو اُن کے آقاؤں کے علوم غیبیہ کے متعلق آپ کا کیسا عمدہ عقیدہ ہونا ظاہر ہے۔ مخالفین کی عقلوں پر تعجب آتا ہے جو اتنا نہیں سمجھ سکتے۔ حضرت پیران پیر دستگیر رحمتہ اللہ علیہ اپنے ہی اس اعتقاد پر کفر و شرک کا فتویٰ دے سکتے ہیں۔ اب یا تو جو ہم پر فتوے جھڑتے ہو۔ وُہ چھوڑ دو۔ اور یا حضرت پیران پیر رحمتہ اللہ علیہ کی بات تسلیم کرلو۔ ان دلائل سے یہ ثابت ہوگیا۔ کہ جب حضرت پیران پیر غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا عقیدہ علم غیب اولیاء کے متعلق اتنا صاف ہے۔ تو انبیاء علیہم السلام و حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیسا ہوگا۔ اور مزے کی بات تو یہ ہے کہ حضرت پیران پیر غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ خود قصیدہ غوثیہ میں فرماتے ہیں۔ سے

نَظَرتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمعًا　　　　کَخَردَلَۃٍ عَلٰی حُکمِ اتِّصَالِ

ہم نے اللہ کے تمام شہروں کو اُسطرح دیکھ لیا۔ جیسے چند رائی کے دانہ ملے ہوئے ہیں۔

حضرت پیران پیر رحمتہ اللہ کا تو خود اتنا مقام بلند ہے۔ کہ آپ تمام شہروں کو مثل رائی کے دانے ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ دوسرے مقام پر بہجتہ الاسرار میں آپ فرماتے ہیں۔

وَعِزَّۃِ رَبِّیْ اِنَّ السعداء والاشقیاء لیعرضون علی عینی فی

اللوح المحفوظ ٥ (بہجتہ الاسرار)

ترجمہ۔ عزت الٰہی کی قسم بے شک سب سعید و شقی میرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں
میری آنکھ لوح محفوظ میں ہے۔

اس کے علاوہ آپ کے متعلق بہت سے دلائل ہیں۔ لیکن اسی پر بس کرتا ہوں۔ الحمد للہ مخالفین کے اس شبہ کا بھی ازالہ ہوگیا۔ جو یہ جگہ جگہ چرچا کرتے پھرتے ہیں۔ اب خود ہی غور فرمائیں کہ جب غلامان مصطفیٰ کے علوم کا یہ عالم ہے تو حضور پُرنور سید یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم کا کیا عالم ہوگا۔

مخالفین کی کمال فریب کاری

شبہ۔ مخالفین یہ بھی کہا کرتے ہیں۔ کہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار تھے کہ کسی شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ گھوڑے کی ٹانگیں کتنی ہیں۔ تو آپ نے نیچے اتر کر گھوڑے کی ٹانگیں گن کر بتایا کہ گھوڑے کی ٹانگیں چار ہوتی ہیں۔ لہٰذا اگر آپ کو علم غیب ہوتا۔ تو نیچے اتر کر کیوں بتاتے۔

جواب۔ استغفر اللہ۔ استغفر اللہ۔ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ناظرین بانصاف غور فرمائیے۔ کہ مخالفین حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم عظیم کے انکار میں کیا لچر بات کہتے ہیں۔ جس کا آج تک نہ کسی حدیث اور نہ کسی کتاب میں ذکر۔ اور پھر لطف یہ کہ یہ بات ویسے ہی مشہور نہیں کر رکھی۔ بلکہ یہ کہتے ہیں۔ حدیث میں ہے۔ ہاں یہ ٹھیک ہے کہ واقعی یہ بات کسی حدیث میں تو نہیں البتہ گروہ خبیثہ کی زبانوں پر ہے۔ ظالمو! ہوش کرو کیوں رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کی دشمنی کی بناء پر ایسی غلط باتیں آپ کی طرف منسوب کر رہے ہو۔ میں تو یہی کہوں گا۔ کہ ایسے کاذب گروہ کے متعلق حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی خبر فرما دی ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَکُوْنَ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ یَاْتُوْنَکُمْ مِنَ الْاَحَادِیْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَلَا اٰبَاءُکُمْ فَاِیَّاکُمْ لَا یُضِلُّوْنَکُمْ وَلَا یَفْتِنُوْنَکُمْ ۔ (مسلم شریف)

ترجمہ۔ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ آخری زمانہ میں ایسے فریب دینے والے اور جھوٹے لوگ ہوں گے۔ جو تمہارے پاس ایسی حدیثیں لائیں گے۔ جن کو نہ تو تم نے کبھی سنا ہوگا اور نہ تمہارے باپوں نے بس بچو ایسے لوگوں سے اور نہ اپنے قریب آنے دو تم ان کو تاکہ وُہ نہ تو تم کو گمراہ کریں۔ اور نہ فتنہ میں ڈالیں۔

حدیث بالا میں غور کیجئے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ زمانہ آخر میں ایسے جھوٹے فریبی لوگ ہوں گے۔ جو تمہارے پاس ایسی حدیثیں لائیں گے۔ جن کو نہ تو تم نے کبھی سنا ہوگا۔ اور نہ تمہارے باپوں نے۔ ایسے لوگوں سے کنارہ کرو اور اپنے قریب نہ آنے دو تاکہ وُہ تمہیں گمراہ نہ کردیں۔ اور فتنہ میں نہ ڈالیں۔

یہی حال اسوقت مخالفین کا ہی ہے کہ وُہ انبیاء کرام علیہم الصّلوٰۃ والسّلام اور حضور سیّد عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا عدم علم ثابت کرنے کے لئے وُہ وُہ باتیں لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ جو لوگوں نے اور اُن کے باپ دادوں نے کبھی نہیں سُنی۔ جیسے آپ دیکھئے کہ گھوڑے کی ٹانگوں کی بات، ایسی سنائی جو کبھی سُننے میں نہیں آئی۔ اور ان کے علاوہ بھی مخالفین جھوٹی باتیں سُنانے کے عادی ہو چکے ہیں۔ محض اس لئے کہ لوگوں کو گمراہ کیا جائے۔

لہٰذا ناظرین کی خدمت میں عرض ہے کہ وُہ فرمان مصطفوی صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل کرکے اُن سے بچیں۔ ورنہ اِن لوگوں کا مدعا یہی ہے کہ وُہ عوام کو ایسی جھوٹی حدیثیں سُنا سُنا کر گمراہ کرتے پھریں اسی طرح آیات قرآنی کے بھی غلط معانی کرکے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کی تقریروں تحریروں، کتابوں، رسالوں اور قرآن و حدیث کے ترجموں سے بچنا چاہئے۔ کیونکہ جو لوگ غلط حدیثیں گھڑ لیتے ہیں۔ کیا وہ ترجموں میں خیانت نہ کرتے ہوں گے

علم غیب حضرت سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور ہُدہُد کے کلام کی بحث

شُبہ۔ مخالفین کا قول ہے۔ کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام نے ہُدہُد کے متعلق فرمایا۔ کہ وہ کہاں ہے

لہٰذا اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو علم غیب ہوتا تو آپ اس کے بارہ میں کیوں پوچھتے۔ نیز جب ہُدہُد آپ کے پاس آیا۔ تو اس نے کہا کہ جو کچھ میں جانتا ہوں۔ اُس کا آپ کو علم نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہُوا کہ آپ کو بلقیس کے احوال کا علم نہیں

جواب ۔ جواب دینے کے قبل یہ واضح کردینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ ہم اہلِ سنّت حضور فخرِ موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ماکان وما یکون کے علوم ہونے پر سچا ایمان رکھتے ہیں۔ تمام انبیاء کرام علیہم السّلام اور ساری کائنات حتّٰی کے لوح وقلم کے علوم ایک طرف جمع ہو جائیں تو بھی حضور سیّد عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے علوم کے آگے ایک قطرہ ہیں۔ اور یہ علوم سیّد عالم صلے اللہ علیہ وسلم سب جمع ہو کر بھی خدا کے علوم کے آگے پھر بھی ایک ذرّہ بھی نہیں۔

حاصل یہ ہُوا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے علوم جمع ہو کر بھی رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کے علوم عظیمہ کے آگے مثل قطرہ ہیں۔

اس لئے مخالفین سب سے پہلے ہمارے عقیدہ کی پہچان پیدا کریں۔ پھر وُہ ہمارے سامنے بات کریں۔ جب ہم سیّد عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے علوم کے آگے انبیاء علیہم السّلام کے علوم کو ایک مثل قطرہ جانتے ہیں۔ تو پھر اس اعتقاد کے مطابق نجدیہ کو کیا گنجائش ہے۔ کہ وُہ ایسے اعتراضات ہمارے عقائد پر چسپاں کریں۔

تمام دشمنانِ انبیاء کو دعوتِ عام ہے ۔ کہ قرآن کی کسی ایک آیت سے یہ ثابت کردیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے فُلاں چیز کا علم فُلاں نبی کو عطا نہیں فرمایا۔ انشاءاللہ قیامت تک کوئی دلیل نہ پیش کرسکو گے۔ تو پھر تمہارا کیا حق ہے کہ انبیاء علیہم السّلام کے علوم غیبیہ میں تنقیص کرو۔ کیا تم نے یہ ٹھیکہ لے رکھا ہے یہ کہتے پھرو کہ فُلاں نبی کو فُلاں امر کا علم نہ تھا (العیاذ باللہ)

اللہ تعالےٰ نے تو نبوّت کا خاصۂ اوّلین ہی رکھا ہے کہ اُن کو علوم غیبیہ سے مطلع فرما دیتا ہے۔ اس لئے جو لوگ نبوّت کے علوم میں تنقیص کرتے ہیں۔ وُہ در اصل نبوّت کے مُنکر ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ مخالفین کے بعض مولویوں نے قرآن کے ترجمہ میں جہاں لفظ نبی آیا ہے۔ اس کا معنی ہی ہضم کر دیا ہے۔ لیکن اعلےٰحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے اپنے ترجمہ میں لفظ نبی کا ترجمہ فرمایا ہے۔ یہ ہے ان لوگوں کی خدمت دین اور دیانت۔ اب اصل شُبہ کے جواب کی طرف

توجہ فرمائیے۔ بھلا قرآن کی کس آیت کا یہ ترجمہ ہے۔ کہ آپ نے یہ پوچھا ہو کہ (ہُدہُد کہاں گیا ہے) یہ کذب بیانی اور آیتوں کے ساتھ خیانت کی عادت معلوم نہیں۔ کب تک ان کا ساتھ دے گی قرآن کریم کے تو پیارے الفاظ یہ ہیں۔

وَتَفَقَّدَ الطَّیْرَ فَقَالَ مَالِیَ لَا اَرَی الْهُدْهُدَ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِیْنَ ٥ (پ ۱۹ ع ۱۶ سورۃ النمل)

ترجمہ۔ اور پرندوں کا جائزہ لیا تو فرمایا کیا بات ہے۔ میں ہُدہُد کو نہیں دیکھتا یا وُہ واقعی حاضر نہیں۔

اس آیت کریمہ سے سیدنا حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدم علم کی دلیل اخذ کرنا سخت کجروی ہے۔ آپ کا ناواقف ہونا تو تب ثابت ہوتا۔ کہ آپ حاضر کو غائب فرماتے۔ جو پرندہ مجلس میں غیر حاضر تھا۔ اسی کے متعلق آپ نے یہ فرمایا ہے مالی لا اری الھدھد کہ میں آج اسکو مجلس میں دیکھتا نہیں ہوں کیا بات ہے۔ کیونکہ اگر غیر حاضر کو بلا اظہار سبب اپنے علم پر ہی موقوف رکھتے۔ تو یہ شاہی عدالت کے خلاف تھا۔ اس واسطے آپ نے ہُدہُد کے متعلق سختی کے الفاظ استعمال فرمائے کہ اگر وُہ میرے پاس کوئی بیّن دلیل نہ پیش کرسکا۔ تو میں اُسے سخت عذاب کروں گا۔ یا ذبح کردوں گا۔ تو یہ آپ کا فرمانا حضرت سلیمان علیہ السلام کے عدم علم پر دلالت نہیں کرتا۔ بلکہ یہ دوسروں کو عبرت دلانا تھا کہ کوئی دوسرا بلا وجہ بغیر اجازت غیر حاضری نہ کرے۔ اس لئے فرمایا مَالِیَ لَا اَرَی الْهُدْهُدَ یہ کس لفظ کا معنیٰ ہے کہ آپ کو علم نہ تھا۔ معنی تو یہ ہے۔ کہ میں ہُدہُد کو نہیں دیکھتا۔ یہ تو آپ کے علم کی دلیل ہے کہ کئی لاکھوں انسانوں اور جنوں اور چوپایوں اور درندوں اور پرندوں میں سے خصوصًا ہُدہُد کو نامزد کرکے اس کی غیر حاضری کی اطلاع دے رہے ہیں۔ یہ تو آپ کے علم غیب کی دلیل ہے۔ لہٰذا آئندہ آیات قرآنی سے غلط استدلال کرکے انبیاء صلوٰتھم وسلامھم کے علم کی تنقیص کرنے کی بے جا کوشش نہ کیجئے۔

اب رہا یہ کہ ہُدہُد نے کہا فَقَالَ اَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ کہ میں وہ بات دیکھ کے آیا ہوں۔ جو آپ نے نہیں دیکھی۔ مخالفین کا یہ استدلال کرنا کہ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو علم غیب ہوتا تو ہُدہُد یہ کیوں کہتا۔ اس کے صاف معنی پھر یہ ہوئے کہ منکرین لوگ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے ایک

پرندے ہُدہُد کا علم زیادہ مانتے ہیں۔ یعنی کہ پرندے کا علم تو مانتے ہیں۔ لیکن بُغض انبیاء کی بناء پر نبی اللہ کا علم ماننے کو تیار نہیں۔ (العیاذ باللہ) خدا عقل دے تو یہ سمجھ لینا کچھ مشکل نہیں کہ یہ کہنا ہُدہُد کا اپنا ہے۔ یا حقیقت پر مبنی ہے۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ کسی مسلمان کا یہ عقیدہ ہو کہ اُس ہُدہُد کا یہ کہنا حقیقۃً صحیح ہو۔ یہ محالات سے ہے کہ وُہ حضرت سیّدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسّلام جن سے ہوا کا ذرّہ ذرّہ بھی شرق و غرب میں اور شمال و جنوب بغیر اجازت اور بغیر کے حرکت نہ کرے اور اُن سے ایک پرندہ ہُدہُد کے علم کو زیادہ کہا جائے۔ تو یہ کہنا ایمان اجازت نہیں دیتا۔ اور آیات قرآنیہ کے بالکل خلاف۔ ارشاد خداوندی ہوتا ہے۔

وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ عَاصِفَۃً تَجْرِیْ بِاَمْرِہٖ ۵ (پ ۱۷ ع ۵ سورۃ الانبیاء)

ترجمہ۔ اور ہم نے سلیمان علیہ السّلام کے تابع زور کی ہوا کر دی۔ جو اُس کے حکم سے چلتی تھی کیا بلقیس کے شہر ہوا چلتی تھی یا کہ نہیں۔ ضرور چلتی تھی۔ وہاں کے تمام مقامات کے ذرّہ ذرّہ کی ہوا سے حضرت سلیمان علیہ السّلام باخبر ہُوں۔ لیکن بلقیس اور اس کے تخت سے بے خبر ہُوں۔ اس لئے یہ اعتراض ہُدہُد کے کلام کو لیکر قرآن کے خلاف ہے۔ باقی رہا یہ کہ آپ نے اس کا تدکیوں نہ فرمایا۔ تو ہر ایک کا بیان سُننا اور اس کا انتظام کرنا یہ اصول سلطنت سے ہے اور اگر بادشاہ اپنی عقل کے مطابق اپنی سلطنت کے کاروبار کو چلائے تو یہ بھی اصُول سلطنت کے خلاف ہے۔ اس لئے ہُدہُد کے کہنے پر ہُدہُد کو خط دیا اور بلقیس کی طرف بھیجا۔ اور فرمایا کہ ہم دیکھیں گے کہ یہ سچا ہے یا جھوٹا ہے۔ تو اس ترتیب سے اور مہلت سے بلقیس کو بلایا۔ اور وہ آپ کے والا نامہ سے ہی مع اپنی جماعت کے مسلمان ہوگئی۔ اور حضرت سلیمان علیہ السّلام کی عزت اپنے مقام پر بالا تر رہی۔

اگر (معاذ اللہ) آپ کو علم نہ ہوتا۔ اور آپ کی نظر بلقیس کے شہر اور تخت تک نہ پہنچ سکتی۔ تو آپ نے عفریت کو فیل کر کے آصف بن برخیا کے عرض کرنے کو کیوں مقدم سمجھا۔ حالاں کہ عفریت اتنا زبردست جن جو دعوے کرتا ہے کہ میں ہزاروں میلوں سے بلقیس کا اتنا بھاری کثیف تخت آپ کے کھڑے ہونے سے قبل پیش کر سکتا ہوں۔ لیکن حضرت سلیمان علیہ السّلام نے اس کی اس طاقت کو کمزور قرار دیا۔

تو آصف بن برخیا جو آپ کی غلامی میں حاضر رہتا تھا۔ اُس نے عرض کی حضور میں آپ کی پلک جھپکنے

سے قبل بلقیس کا تخت پیش کر دوں گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دیکھا تو تخت سامنے پڑا ہے۔ ہکذا۔ (پ ۱۹ ع ۱۷ سورۃ النمل)

اور اگر ہدہد کے کلام پر ہی اعتماد ہے تو ہدہد جس کو عرش عظیم کہتا تھا۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام کا غلام اس عرش عظیم کو ایک آنکھ جھپکنے سے پہلے ہی اٹھا لایا۔ کیا وہ ہزاروں میلوں سے اتنے بڑے تخت کو بغیر علم کے ہی اٹھا لایا۔

ارے جن کے غلاموں کو اتنا علم ہے۔ اور اتنی نظر اور اتنی طاقت ہو۔ تو بھلا اس کے آقا کے علم و نظر اور طاقت کا کیا عالم ہوگا۔ جب تمہیں غلاموں کے علم کا پتہ نہیں تو آقا کے علم کو کیا سمجھ سکتے ہو اور پھر جو آقاؤں کے آقا ہیں۔ ان کے علوم کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ اور اگر پھر یہ کہو کہ ہدہد ہی کے کلام پر اعتماد ہے۔ تو ہدہد یہ بھی کہتا ہے۔ کہ وَلَھَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ اس بلقیس کے پاس ایک عرش عظیم ہے۔ کیا اس پر بھی تمہارا ایمان یہی ہوگا۔ کہ اس کا عرش اللہ کے عرش سے بڑا ہے یا مساوی؟ تو تمہیں یہی کہنا پڑے گا۔ کہ اس کی اپنی عقل کا اندازہ ہے۔ اور اَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِہٖ خُبْرًا میں اس کی عقل کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ تو پھر یہ تمہاری کونسی دیانت داری ہے معلوم ہوا کہ جن کے غلام اتنی اتنی دور کی خبریں رکھتے ہیں۔ ان کے آقا کے متعلق ان کے غیب کا ہم کیا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اس لئے یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا علم ہوا کے ذرے ذرے و ما فیہا کو محیط تھا۔ لہٰذا آپ سے بلقیس کا شہر یا اس کا تخت مخفی نہ تھا۔ الحمد للہ رب العالمین کہ مخالفین کے ان دو اعتراضوں کا بھی قلع قمع ہو گیا۔

سیدنا حضرت یعقوب علیہ السلام اور غم کی وجہ

شبہ۔ مخالفین کا اعتراض ہے۔ کہ اگر حضرت یعقوب علیہ السلام کو غیب کا علم ہوتا تو آپ کو چالیس سال رونے کی کیا ضرورت تھی۔ لہٰذا آپ کو اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کے متعلق کچھ علم نہ تھا۔

جواب۔ دیکھا آپ نے مخالفین کی حالت کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دشمنی ان میں کس طرح سرایت کر چکی ہے کہ اپنی ہی ظرف سے یہ باتیں کہنی شروع کر دی ہیں۔ کہ حضرت سیدنا یعقوب علیہ

السلام کو اپنے فرزند حضرت یوسف علیہ السلام کا علم نہ تھا۔ جبھی چالیس سال روتے رہے۔ بھلا یہ کونسی آیت کا ترجمہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے یوسف علیہ السلام کا کچھ علم نہ تھا، اور آپ چالیس سال تک روتے رہے، یہ دھوکا بازی نہیں تو اور کیا ہے۔ قرآن حکیم کے تو صاف صاف الفاظ یہ ہیں، کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ کہ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ میں غم کرتا ہوں کہ اسے تمہارے ساتھ بھیج دوں۔ اس سے واضح ہوا کہ آپ کو حضرت یوسف علیہ السّلام کے چلے جانے یعنی آپ سے جدا ہو جانے کا غم تھا اور دوسرے مقام پر یہ بھی ہے کہ وَابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ کہ آپ کی آنکھیں غم کی وجہ سے سفید ہو گئیں۔ تو ظاہر ہُوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو غم صرف حضرت یوسف علیہ السّلام کی جدائی کی بناء پہ تھا، نہ کہ لاعلمی۔

اسی طرح اگر یہ کہو کہ آپ کو حضرت یوسف علیہ السّلام کا علم نہیں تھا، یہ بھی غلط۔ قرآن نے اس کی بھی وضاحت فرما دی ہے، کہ حضرت سیّدنا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے بیٹوں سے فرمایا تھا بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا بلکہ یہ تمہاری اپنی بنائی ہوئی باتیں ہیں، یعنی کہ آپ کو علم تھا کہ میرا یوسف خیریت سے ہے اور انہوں نے میرے آگے بھیڑیا کے کھا جانے کی چال چلائی ہے، اور اسی طرح دوسرے مقام پہ آتا ہے کہ آپ نے فرمایا تھا یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْهِ جاؤ اے بیٹوں میرے یوسف اور اس کے بھائی کی تلاش کرو، اس کے علاوہ اور بہت سی آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں، کہ حضرت سیّدنا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے تمام حالات کا علم تھا، اور غم آپ کو صرف حضرت یوسف علیہ السّلام کی جدائی کی بناء پر تھا۔ نہ یہ کہ آپ کو معاذ اللہ علم نہیں تھا۔ لہٰذا مخالفین کا یہ اعتراض بھی بالکل باطل ہے۔ اس لئے ان کا یہ حق نہیں کہ نبی اللہ کے علم میں تنقیص کریں۔

حضرت ابراہیم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے پاس فرشتوں کا آنا اور بیٹے کو ذبح کرنے کی تیاری کرنا۔ اور اس کی تحقیق :

شبہ: منکرین کا کہنا ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے پاس فرشتے آئے تو آپ نے ان کے آگے

بھنا ہوا گوشت پیش کیا، تو فرشتوں نے کہا ہم نہیں کھا سکتے۔ لہٰذا اگر آپ کو علم ہوتا کہ یہ فرشتے ہیں تو اُن کے آگے کھانا کیوں پیش کرتے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے لے گئے۔ اگر آپ کو یہ علم ہوتا کہ بیٹے نے بچ ہی جانا تھا، تو لے جانے کی کیا ضرورت۔

جواب۔ بڑے ہی افسوس کی بات ہے کہ منکرین نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے واقعات عظیمہ جو اُمت کے لئے بہترین نمونہ ہیں۔ اور باعث برکت وہدایت اور خدا تک پہنچنے کی رسی ہیں۔ ان سے بھی ان حضرات نے عدم علم کی دلیل اخذ کرنے کی کوشش کی ہے۔ قرآن حکیم کی کس آیت کا یہ معنی ہے، کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اُن فرشتوں کا علم نہیں تھا۔ (معاذ اللہ) (یہ کہاں ہے کہ فرشتوں نے کہا کہ ہم نہیں کھاتے) یہ تو بلکہ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ کہ اَلَا تَاْکُلُوْنَ کیا تم کھاتے نہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عزت وعظمت پر حملہ کرنے کے لئے کیا کیا ایجادیں کر ڈالیں۔ بھلا کیا جانیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عمل میں کیا کیا حکمتیں ہیں۔ قرآن کریم کی پیاری آیات تو یہ ہیں۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۝ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ۝ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝

(پ ۲۶ ع ۱۸ سورۃ الذٰریٰت)

ترجمہ۔ اے محبوب کیا آپ کے پاس ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کی خبر آئی۔ جب وہ اُس کے پاس آکر بولے سلام۔ فرمایا سلام۔ ناشناسا لوگ ہیں۔ پھر وہ اپنے گھر گیا، تو ایک فربہ بچھڑا لے آیا۔ پھر اُسے اُن کے پاس رکھا۔ کہا کیا تم کھاتے نہیں۔

قرآن کریم کی آیات سے معلوم ہوا کہ وہ ملائکہ جو بشکل آدمی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لڑکے اسحٰق علیہ السلام کے پیدا ہونے اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو عذاب میں مبتلا کرنے کے لئے آئے تھے۔ یہ آپ کے خاص عزت والے مہمان تھے۔ بیشک فرشتوں نے نہیں کچھ کھانا اور نہ کھا سکتے ہیں۔ لیکن آپ نے مہمانوں کی مہمان نوازی کا حق ادا کرنا تھا، اور یہ حق ادا فرماتے ہوئے خود ہی فرشتوں سے فرمایا اَلَا تَاْکُلُوْنَ کیا تم نہیں کھاتے۔ یعنی واقعی کھا نہیں سکتے۔ خلیل الرحمٰن کا یہ تو خاصہ عظیم تھا۔ کہ آپ نے ہر مقام پر اپنا حق ادا فرما دیا ہے۔ اس کے آگے ہی یہ بھی آتا ہے کہ فرشتوں نے آپ سے

فرمایا۔ قَالُوْا لَا تَخَفْ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ ۝ بولے خوف نہ کیجئے اور آپ کو خوش خبری ہو ایک علم والے لڑکے کی یعنی حضرت اسحٰق علیہ السلام کی۔

غور طلب امر یہ بھی ہے کہ فرشتے لڑکے کے پیدا ہونے کی بھی خوشخبری دے رہے ہیں۔ اور ساتھ ہی اس لڑکے کے علیم ہونے کی بھی بشارت دے رہے ہیں۔ جو لڑکا پیدا بھی نہیں ہوا۔ وہ حضرت اسحٰق علیہ السلام علیم ہوں اور جن کے ہاں یہ پیدا ہونے والا ہے۔ وہ باپ حضرت خلیل علیہ السلام معاذ اللہ بے علم ہوں۔ مخالفین کی عقلوں پر ایسے غلاف چڑھ چکے ہیں۔ کہ انہیں مقام نبوّت کے احترام کی ذرا تمیز نہیں رہی۔ اگر یہ نبوّت کے قدر دان ہوتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ مقام نبوّت کے کئی عظیم خواص ہیں سے ایک یہ بھی خاصہ ہے کہ وہ تمام فرشتوں کو جانتے ہیں زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔

خواص نبوت

النبوة عبارة عما يختص به النبي و يفارق به غيره و هو يختص بانواع من الخواص احدها انه يعرف حقائق الامور المتعلقة بالله تعالىٰ وصفاته وملائكته والدار الاٰخرة علما مخالفا لعلم غيره بكثرة المعلومات و زيادة الكشف والتحقيق وثانيها ان له فى نفسه صفة بها تتم الافعال الخارقة للعادة كما ان لنا صفة تتم بها الحركات المقرونة بارادتنا وهى القدرة ثالثها ان له صفة بها يبصر الملائكة و يشاهدهم كما ان للبصير صفة بها يفارق الا عمى رابعها ان له صفة بها يدرك ما سيكون فى الغيب ۝ (زرقانی شرح مواهب اللدنیا)

ترجمہ۔ نبوت اس چیز سے عبارت ہے کہ جس کے ساتھ نبی مختص ہے اور غیروں سے ممتاز ہے۔

اوّل۔ یہ کہ جو امور اللہ جل جلالہٗ اور اُس کی صفات اور فرشتوں اور آخرت

کے ساتھ متعلق ہیں نبی ان کے حقائق کا عارف ہوتا ہے اور دوسروں کو کثرت معلومات اور زیادتی کشف وتحقیق میں اس سے کچھ نسبت نہیں

دوم ۔ یہ کہ اُن کی ذات میں ایک ایسا وصف ہے جس سے افعال خارقہ عادت تمام ہوتے ہیں جس طرح کہ ہمیں ایک وصف قدرت کا حاصل ہے جس سے ہمارے حرکات ارادیہ پُورے ہوتے ہیں۔

سوم ۔ یہ کہ نبی کو ایک ایسا وصف حاصل ہے جس سے ملائکہ کو دیکھتا ہے۔ اور اُن کا مشاہدہ کرتا ہے جس طرح کہ بینا کو ایک وصف حاصل ہے جس کے باعث نابینا سے ممتاز ہے۔

چہارم ۔ یہ کہ نبی کو ایک وصف ایسا حاصل ہے جس سے وُہ غیب کی آئندہ باتوں کا ادراک کر لیتا ہے۔

حضرت علامہ بحر العلوم رہبر شریعت امام محمد غزالی رحمتہ اللہ علیہ کے اس نفیس کلام سے آفتاب کی طرح روشن ہو گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حقائق اُمور کا علم عطا فرمایا ہے اور کثرت معلومات وزیادتی کشف وتحقیق میں اور سب سے زیادہ ممتاز فرمایا ہے۔ افعال خارقہ کی ایسی صفت عطا فرمائی جیسے ہمیں حرکات ارادیہ کی کہ ہم جب چاہیں حرکت کریں۔ ایسے وہ جب چاہیں افعال خارقہ ظاہر فرمائیں۔ اور ایک صفت ایسی دی۔ جس سے وُہ ملائکہ کو اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح بینا۔ اور ایک صفت غیب کی ایسی عنایت فرمائی جس سے وُہ غیب کی آئندہ خبریں جانتے ہیں۔

ثابت ہُوا کہ نبوت میں یہ خاصہ ہے۔ کہ وُہ ملائکہ کو دیکھتے ہیں۔ اور اُن کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ تو کیا حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن ملائکہ کو جو بشکل آدمی تشریف لائے نہ پہچان سکے۔ ضرور پہچانتے تھے۔ مگر وُہ کیا جانیں جو ابھی تک مقام نبوت کی عزت وعظمت سے ہی ناواقف ہیں۔ اب رہا مخالفین کا یہ کہنا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ لہٰذا اگر آپ کو علم ہوتا کہ اس نے ذبح سے بچ جانا ہے تو ذبح کرنے کی تیاری کیوں فرماتے۔ بھلا یہ تو بتلائیے کہ کونسی وُہ آیت ہے۔ جس کا یہ ترجمہ ہو کہ آپ کو علم نہیں تھا۔ پھر

تعجب ہے کہ منکرین نے اس واقعہ ذبیحہ سے آپ کے عدمِ علم کا ثبوت کیسے لے لیا۔ اس واقعہ کو تو عدمِ علم سے کچھ علاقہ ہی نہیں۔ قرآن کریم کے تو یہ الفاظ یہ ہیں،

قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

(پ ۲۳ ع ۶ سورۃ الصّٰفّٰت)

ترجمہ۔ فرمایا اے پیارے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں تیری کیا مرضی ہے۔ بیٹے نے کہا ابّا جان کیجئے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے، خدا نے چاہا قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔

اس آیت شریفہ سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا بیٹے کو ذبح کرنے کا خواب خواب نہیں تھا۔ بلکہ یہ بھی حکم خدا تھا۔ کیونکہ انبیاء علیہم السّلام کے خواب بھی الہام ہوا کرتے ہیں اسی لئے حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام نے بھی یہ فرمایا افعل ما تؤمر آپ کو جو حکم ہوا ہے کیجئے بیٹے کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ بھی خدا کا حکم ہے۔ معلوم ہوا کہ بیٹے کو بھی اس کا علم تھا کہ یہ حکم خدا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے خدا کے حکم سے بیٹے کو ذبح کر دینے کا ارادہ فرما لیا، تو اس میں آپ کے عدمِ علم کا ثبوت کیسے ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالےٰ ہوتا ہے۔

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝

ترجمہ۔ تو جب اُن دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی۔ اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لگایا۔ (اُسوقت کا حال نہ پوچھ) تو ہم نے اُسے نداء فرمائی اے ابراہیم بے شک تو نے خواب سچا کر دکھایا۔ بے شک ہم نیکوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں

اس آیت میں بھی اللہ نے واضح فرمایا۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے ہمارے حکم سے گردن جھکا دی۔ تو ہم ہی نے کہا اے ابراہیم تو نے خواب کو سچا کر دکھایا۔ اور فرمایا۔

وَتَرَكْنَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ہم اس کو پچھلوں میں یادگار رکھیں گے۔

اس واقعہ ذبیحہ سے تو اللہ تعالیٰ حضرت سیدنا ابراہیم و اسماعیل علیہ السّلام کی شان و رفعت اور آپ کی

تعریف بیان فرما رہا ہے۔ اور آپ کے اس واقعہ عظیمہ کو قیامت تک کے مسلمانوں میں یادگار بنایا ہے لیکن دشمنانِ نبوت کو یہ سوجھ رہا ہے کہ (معاذ اللہ) آپ کو علم نہ تھا۔ خدا تعریف بیان فرما رہا ہے اور یہ اُس مقام عالی میں عیب نکال رہے ہیں۔ درحقیقت یہ خدا تعالےٰ کو بے علم اور اُس میں عیب نکال رہے ہیں۔ (العیاذ باللہ) کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ مخالفین یہ بھی کہہ بیٹھیں کہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا۔ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِىْ۔ (پ۳ سورہ بقرہ) کیا تجھے یقین نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں اس لئے کہ دل کو اطمینان ہو۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ اللہ تعالےٰ کو بھی علم غیب نہیں (معاذ اللہ) اگر خدا کو علم ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کیوں دریافت کرتا۔ کہ کیا تجھے یقین نہیں۔ اس لئے ایسے واقعات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں عدم علم کا ثبوت لینا انتہا درجہ کی جہالت ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات میں ہزارہا حکمتیں ہوا کرتی ہیں۔ جو عام لوگوں سے بالاتر ہیں۔ اس واسطے کسی کا کیا حق ہے کہ وہ خدا کے محبوب کے علوم میں تنقیص کرتا پھرے۔ الحمد للہ۔

حضرت عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ کی تحقیق

شُبہ: منکرین علم غیب کا بیان ہے کہ حضرت عُزیر علیہ السلام جس بیابان جگہ سے گزرتے ہوئے وہاں کچھ آرام کرنے کے لئے سو گئے تو اللہ تعالےٰ نے اُن کو وہاں پر سو سال تک رکھا۔ آپ جب سو سال بعد اُٹھے تو پوچھا گیا کہ اے عُزیر کتنی دیر یہاں ٹھہرے ہو تو کہنے لگے آدھا یا پورا دن اگر ان کو علم ہوتا تو یہ کیوں کہتے۔ میں آدھا یا پورا دن ٹھہرا ہوں۔

جواب: نہایت افسوس کی بات ہے۔ کہ مخالفین نے حضرت سیدنا عزیر علیہ السلام کے واقعہ کو بھی آپ کے علم نہ ہونے کی سند بنا لیا ہے۔ یہ تو ان کی پرانی فطرت ہے۔ کہ قرآنی آیات طیبات کو جب چاہا اور جس طرح چاہا اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے توڑ مروڑ لیا۔ مگر اس سے کیا نتیجہ کہ دنیا آخرت بھی تباہ کر رہے ہیں۔ اور یہ سب کوششیں بھی بے سود ہیں۔ اسی طرح حضرت سیدنا عزیر علیہ السلام کے واقعہ سے کوئی دانا عدم علم نہیں نکال سکے گا۔ بھلا اگر حضرت عُزیر علیہ السلام

نے یہ فرمایا کہ (قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ) تو اس میں کیا حرج اور تمہیں کیا حق ہے کہ یہ کہو آپ کو علم نہیں۔ یہ کہنا کہ آپ کو علم نہیں ہے کس لفظ کا ترجمہ کر رہے ہو۔ اس کا مطلب پھر یہی ہوگا۔ کہ تم اپنے مدعا کے ثابت کرنے سے قاصر ہو کر محض زبانی درازی اور قرآنی آیات سے مکاری کرنی شروع کر دیتے ہو۔ تو ایسے فاسد قیاس کیا عقلاء کے نزدیک قابل التفات ہیں؟ آپ جیسے شیطانی قیاس والوں کو حضرت عزیر علیہ السلام کا لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ فرمانے سے یہ عدم علم کا شبہ پیدا ہوا ہے۔ تو لازم ہے کہ وہ یہ بھی کہتے پھریں کہ حضرت عزیر علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قَالَ کَمْ لَبِثْتَ پ۳ بقرہ کہ آپ یہاں کتنی دیر ٹھہرے۔ لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہوتا۔ تو حضرت عزیر علیہ السلام سے کیوں دریافت کرتا تو یہ وہی شیطانی شبہ ہے۔ تو کیا قابل التفات ہو سکتا ہے۔ ایسے واقعات جو کئی حکمتوں پر مبنی ہوں۔ اور امت کے لئے نصیحت آموز ہوں عدم علم کے ہرگز دلیل نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے۔ اس کا علم قدیم بالذات ہے مگر ایسے لفظوں سے یہ معنی سمجھ لینا اور انکار علم میں سند لانا کورباطنی اور نابینائی ہے۔ ورنہ قرآن پاک میں ایسے ایسے ہزاروں شبہے کج طبع لوگوں کی طبیعتیں پیدا کریں گی۔ اور وہ سب ان کی کوتاہ فہمی کا نتیجہ ہوگا۔ جو ایک مجذوب کی۔ بڑ یا ہذیانی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

اسی طرح ہزارہا ہزار فکریں کیں۔ اور بے چارے مخالفین یہ لکھتے اور کہتے کہتے پریشان ہوگئے مگر آج تک اپنا ثابت نہ کر سکے۔ کہ حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فلاں چیز کا علم حضرت حق مجدہ تعالیٰ نے مرحمت ہی نہیں فرمایا۔ نہ اس مضمون کی پورے قرآن مجید فرقان حمید کی کوئی ایک آیت پیش کرنے کی جرأت ہوئی اور نہ کوئی حدیث دکھانے کی ہمت ہوئی۔

اور ایسے ہی مخالفین حضرات دن رات حیلہ ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ اور شبہ تلاش کرتے رہتے ہیں۔ مگر آج تک یہ ثابت نہ کر سکے۔ کہ حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تک کسی نبی کو فلاں چیز کا علم حضرت حق سبحانہ تعالیٰ نے عنایت نہیں فرمایا۔ نہ ہی اس مضمون کی کوئی ایک آیت پیش کرنے اور نہ ہی کوئی حدیث دکھانے کی ہمت ہو سکی۔ مگر آخر یہ سب کوششیں خاک ہوئیں۔ فاتوا برھانکم ان کنتم صادقین بہر کیف کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ خدا کے محبوبوں کی شان اقدس میں کوئی عیب و نقص تلاش

کرے۔ اور انبیا کرام علیہم السلام وخصوصاً حضور فخر موجودات علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے علوم میں کسی قسم کی تنقید کرنا یا اُن کے عدم علم کو ثابت کرنا درحقیقت اُن میں عیب ونقص نکالنا۔ اور یہ عیب حقیقت میں گالی ہے۔ یہ مسئلہ متفق طور پر کفر ہے۔ مولیٰ عزّوجلّ اپنے محبوبوں کا مالک ہے۔ جس محل پر جس طرح چاہے تعبیر فرمائے۔ وُہ اس کے پیارے ہیں۔ اپنے رب کے لئے وُہ جس قدر چاہیں تواضع فرمائیں۔

مُسلمان۔ کا یہی حق ہے کہ وُہ خُدا کے محبوبوں کا ادب واحترام اور ان کی عزت وتوقیر بجا لائے۔ خوب سوچئے اور خُدا کا خوف پیدا کیجئے اور آئندہ گستاخیوں سے باز رہئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی تو وُہ ذات عظیمہ ہے۔ جن کی تعریف وشان خود خُداوند کریم نے بیان فرمائی بلکہ سارا قرآن خلق رسول ہی ہے۔ کون ہے جو آپ کی شان کا اندازہ کرے۔ آیئے ذرا اب حضرت سیّدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ کا عقیدہ ملاحظہ فرمایئے کہ وُہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کتنی عظیم حقیقت کا اظہار کرتے ہیں۔

شانِ سیّدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلّم کے متعلق حضرت سیّدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا عقیدہ

وَاللہِ لَوْاَنَّ الْبِحَارَ مِدَادُھُمْ قصیدہ وَالشُّعْبُ اَقْلَامُ جُعِلْنَ لِذَا کَا

لَمْ یَقْدِرِ الثَّقَلَانِ یَجْمَعُ نَزْرَہٗ نعمان اَبَدًا وَّمَا اسْطَاعُوْلَہٗ اِدْرَا کَا!

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر تمام سمندر ان کی روشنائی ہو جائیں۔ اور تمام روئے زمین کے درخت قلم بنا دیئے جائیں۔ اور تمام گروہ جنّ وانسان یا ساکنانِ ارض وسمائ مل کر ایڑی چوٹی کا زور لگائیں۔ بایں ہمہ آپ کے مکارم واوصاف جمیلہ سے ایک ذرّہ بھر بھی نہ لکھ سکیں۔ لکھنا تو درکنار۔ اس کا ادراک بھی نہ کر سکیں۔

اس میں شک نہیں کہ رئیس الفقہاء سراج الملت حضرت سیّدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے

ایک ایسی حقیقت بیان فرمائی ہے جس پر ہر صحیح العقیدہ مسلمان کا یقین اور ایمان ہے ۔ لیکن آج ہمیں ایسے لوگوں سے واسطہ پڑ رہا ہے ۔ جو اصلی حنفیت کے دعویدار ہیں ۔ اور اپنے تئیں حضرت امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدین ظاہر کرتے ہیں ۔ نہ صرف ان کے عقائد سے بالکل منحرف نہیں ۔ بلکہ شہنشاہ دوجہاں رحمۃ عالمیاں صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے مراتب عالیہ اور علوم غیبیہ پر بھی تنقید کرتے ہیں ۔

حضرت امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ دیکھئے ۔ آپ فرماتے ہیں ۔ ساکنان دوجہاں ۔ جن و انس ۔ اور ملائکہ سب کو جمع کر لیا جائے ۔ تمام سمندروں کا پانی سیاہی بنا دی جائے ۔ اور روئے زمین پر جتنے درخت ہیں ۔ سب کی قلمیں بنا دی جائیں اور یہ سارے سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مدارج اور اوصاف جمیلہ قلمبند کرتے رہیں ۔ باوجود سعئی عظیم کے آپ کے کمالات سے ایک ذرہ بھر بھی نہ لکھ سکیں ۔ بلکہ علو و مراتب کا ادراک بھی نہ کر سکیں ۔

جب اہل بصیرت حضور مصطفیٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شان اور منصب عالی کو نہیں سمجھ سکتے ۔ تو ارباب عقول کے اعتراضات بے معنی ہیں ۔ جو لوگ محض اپنی ذاتی قیاس آرائی کی بناء پر لوگوں میں غلط بیانی کرتے رہتے ہیں ۔ امام موصوف علیہ الرحمۃ نے سچ فرمایا ۔ کہ آپ کے اوصاف حمیدہ عقل و فہم سے باہر ہیں ۔ ع

عقل قرباں کن بہ پیش مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں ایک مقام پر فرماتے ہیں ۔

اکثر عوام النّاس خواہند کہ فراخی حوصلہ پادشاہاں را دریا و معلوم کنند بگفتگو ہرگز نمی تواند فہمید و ازینحالت کہ گفتہ اند لَا یَعْرِفُ الْوَلِیَّ اِلَّا الْوَلِیُّ وَلَا یَعْرِفُ النَّبِیَّ اِلَّا النَّبِیُّ ۔ (تفسیر عزیزی)

ترجمہ ۔ اکثر عوام الناس چاہتے ہیں ۔ کہ بادشاہوں کے حوصلے کی فراخی کو پہنچیں اور اس کو گفتگو یا بات چیت کے ذریعہ سے معلوم کر لیں ۔ لیکن وہ ہرگز دریافت نہیں کر سکتے ۔ اور نہ ہی سمجھ سکتے ہیں ۔ اس واسطے یہ قول معروف ہے ۔ کہ ولی کو ولی اور نبی کو نبی پہچانتا ہے ۔

بر مقامے کہ رسیدی نرسید ہیچ نبی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جس مقام پر پہنچے ہیں۔ وہاں کسی نبی یا ولی کو رسائی نہیں ہے۔ اس واسطے سوائے ذات باری تعالےٰ کے آپ کے درجات عالیہ کو کما حقہٗ کوئی نہیں جانتا۔

مَا ذَا یَقُوْلُ الْمَادِحُوْنَ وَمَا عَسٰے
اَنْ یَجْمَعَ الْکُتَّابُ مِنْ مَعْنَاکَا

یا ایھا المزمّلُ۔ یا ایھا المدّثر۔ یاسین وطٰہٰ یا سیّدی آپ کے مدّاح آپ کی تعریف میں کیا کہہ سکتے ہیں۔ کیوں کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ لکھنے والے آپ کی سیرت و صورت معنوی اور اوصاف حمیدہ سے کچھ تحریر میں لاسکیں۔ لا یمکن الثنا کما کان حقہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ ہمارا مخالفین سے کچھ ذاتی عناد نہیں ہے۔ بلکہ صرف یہی مقصد ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام و حضور فخر عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبیاں و گستاخیاں اور توہین آمیز کلمات چھوڑ دیں۔

تمام وہابیہ دیوبندیہ اچھی طرح سن لیں کہ مجھے ہر روز جتنی چاہو گالیاں دو۔ تو مجھے اس شرط پر منظور ہیں۔ کہ تم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و حضورِ آقاءِ دوجہاں صلے اللہ علیہ وسلم و اولیاء صالحین کی شان اقدس میں بے ادبی کا کوئی کلمہ نہ ہو۔

علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب شفا شریف میں فرماتے ہیں۔ کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ سے منقول ہے۔

قَالَ ابوحنیفۃ واصحابہ علی اصلھم من کذب باحدٍ من الانبیاء او تنقص احدًا مِنْھُمْ فھو مُرتد ہ

(الشفا شریف جلد دوم ص ۲۶۲)

ترجمہ۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے اصحاب نے فرمایا۔ جو کوئی کسی نبی کی تکذیب یا تنقیص کرے وہ مرتد ہے۔

اس کے آگے چل کر حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

قال محمد بن سحنون اجمع العلماء علی ان شاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم

المستنقص له كافر ومن شك في كفره و عذابه كفر

(شفا شریف ص۲۹۳)

ترجمہ: محمد بن سحنون فرماتے ہیں کہ تمام علماء امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں توہین و تنقیص کرنے والا کافر ہے۔ اور جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

آپ نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کا عقیدہ اور مذہب دیکھ لیا ہے۔ اب سوچئے کہ اصلی حنفی کون ہے اور نقلی کون ہے۔ کیا نبی کے علوم میں کمی بیان کرنا توہین یا تنقیص نہیں۔ ضرور ہے۔ بعض دیوبندی حضرات یہ بھی کہہ دیتے ہیں۔ کہ جن کتابوں میں دیوبندیوں نے توہین امیز عبارات لکھیں ہیں۔ ان کی نیت توہین و تنقیص کی نہ تھی۔ مناسب سمجھتا ہوں کہ انہی کے مولوی کی زبانی یہ بات پیش کئے دوں کہ الفاظ توہین میں نیت معتبر نہیں ہوا کرتی۔

انبیاء علیہم السلام کی توہین و تنقیص کی نیت بھی نہ ہو تب بھی کفر ہے دیوبندی انور شاہ کشمیری کا بیان

دیوبندیوں کے شارح بخاری مولوی انور شاہ کشمیری اپنی کتاب اکفار الملحدین میں رقمطراز ہیں:

المدار في الحكم بالكفر على الظواهر ولا نظر للمقصود والنيات ولا نظر بقرائن حاله

ترجمہ: کفر کے حکم کا دارو مدار ظاہر پر ہے۔ قصد و نیت و قرائن حال پر نہیں (اکفار الملحدین ص۲۳) اس کے آگے انور شاہ کشمیری تحریر کرتے ہیں۔

وقد ذكر العلماء ان التهور في عرض الانبياء وان لم يقصد السب كفر

ترجمہ: علماء نے فرمایا۔ انبیاء علیہم السلام کی شان میں دلیری و جرأت بھی کفر ہے۔ اگرچہ توہین مقصود نہ ہو۔ (اکفار الملحدین)

ان تمام مذکورہ عبارتوں پر غور کیجئے۔ کہ دیوبندیوں کے شارح بخاری مولوی انور شاہ کشمیری کتنا صاف لکھ رہے ہیں۔ کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں دلیری و جرأت بھی کفر ہے اگرچہ توہین مقصود نہ ہو۔ کفر کے حکم کا دارو مدار ظاہر پر ہے۔ قصد و نیت و قرائن حال پر نہیں۔

اب بتایئے کہ مخالفین کا کیا ٹھکانہ۔ جن کا سرمایہ حیات صرف یہی ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

کی شان میں گستاخیاں کریں۔
اس لئے اب بھی وقت ہے کہ اُس بارگاہِ مقدسہ کے باادب ہو جاؤ۔ اور سچی توبہ کیجئے۔ ورنہ اپنا آخری مقام سوچ رکھو۔ تنقیصِ انبیاء علیہم السلام معمولی سی بات ہوتی تو آج اتنا اختلاف کیوں ہوتا۔ عاملہم اللہ بما یستحقون تعالیٰ نار خامیہ

چیلنج۔ تمام وہابی دیوبندی سب کو دعوت عام ہے۔ اجمعو شرکاء کم چھوٹے بڑے سب اکٹھے ہو کر ایک آیت قطعی الدلالۃ یا ایک حدیث متواتر یقینی الافادہ چھانٹ لائیں جس سے صاف صریح طور پر ثابت ہو کہ حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فلاں چیز کا علم حضرت حق مجدہٗ تعالےٰ نے مرحمت نہیں فرمایا۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاعلموا ان اللہ لا یھدی لھذا الخائنین۔ اگر ایسی نص نہ لا سکو اور ہم کہہ دیتے ہیں۔ کہ ہرگز نہ کر سکو گے۔ تو خوب جان لو کہ اللہ راہ نہیں دیتا۔ دغابازوں کے مکر کو۔ انشاء اللہ۔ قیامت تک کوئی دلیل نہ لا سکو گے۔ الحمد للہ رب العالمین

ضروری۔ اس کتاب میں ان سوالوں کے جوابات ہیں۔ جو دیوبندی وہابی اکثر اہل سنت (بریلویوں) پر حضور پُر نور ناصر یوم الکر بتر والنشور کے علم غیب شریف کے بارے میں کیا کرتے ہیں۔ جو اجمالاً از روئے قرآن مجید واحادیث شریفہ اور اقوال ائمہ کرام سے بطریق احسن بلاطعن وتشنیع بحسب توفیق لکھے گئے ہیں۔ اگر مخالفین کے کچھ اور سوالات علم غیب کے متعلق رہ چکے ہیں تو وہ بھی تفصیلاً انشاء اللہ ورسولہ الکریم آئندہ کسی اور کتاب میں جوابات پیش کر دیئے جائیں گے۔ مکمل اطمینان رکھئے۔

اعلان۔ اس کتاب کے لکھے جانے کے بعد اگر وہابیہ دیوبندیہ داہل سنت مذہب حق پر حضور انور سرور کائنات افضل الصلوٰت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وصحبہ بارک وسلم دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علوم غیبیہ پر کسی قسم کا کوئی جدید یا پرانا اعتراض پیش کریں تو براہ کرم مطلع فرمائیں۔ انشاء اللہ ورسولہ الکریم اس کا مدلل جواب دیا جائے گا۔ پھر انہیں اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہوگی۔

کتاب علم خیر الانام کو جو کوئی تعصب کی پٹی اتار کر فرقہ پرستی سے علیحدہ ہو کر

اور حق شناسی کی عینک لگاکر اس کا مطالعہ کرے گا، تو یہ فیصلہ اس پر حق واضح ہو جائے گا۔ کہ صحیح عقیدہ پر کون ہیں۔ اور جھوٹے مدعیان کون ہیں؟ یہ تو خداوندی فیصلہ ہے۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ہ جو لوگ بغض تعصب، حسد، عناد کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ہمارے دین اور راہِ ہدایت کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمارا وعدہ ہے کہ ان کو خود سچے مذہب و عقیدہ کی پہچان کرادیں گے۔

مسئلہ علمِ غیب کے متعلق ہمارے اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنّت مجدّدِ دین وملّت مولانا علامہ شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الدولۃ المکیۃ فی المادۃ الغیبیۃ، خالص الاعتقاد، انباء المصطفیٰ بحال سِرّ و اخفیٰ، مالی الحبیب بعلوم الغیب، اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر ما کان وما یکون وغیرہا کا مطالعہ رکھیں۔ اور اس کے علاوہ حکیم الامت سیّد المفسّرین صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا حکیم محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف مثلاً الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفیٰ واطیب البیان جس میں مدلل کتابوں کو بھی زیرِ مطالعہ رکھیں، جن کے جواب آج تک مخالفین نہ دے سکے اور نہ قیامت تک دے سکیں۔ اس کے علاوہ ہمارے موجودہ علمائے اہلِ سنّت بریلوی کی بے شمار تصانیف ہیں۔ جو قابلِ دید ہیں اللہ تعالےٰ ہمیں پڑھنے اور عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔ میری دعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ہمارے مسلک کے تمام علمائے کرام کو مزید اشاعت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ اور تمام احبابِ اہلِ سنّت کو بھی دین و دنیا میں کامیابی عطا فرمادے۔ اور اس کے ساتھ ہی میں اپنے عزیز القدر جناب محمد نذیر حسین عرف محمد لوٹا صاحب۔ سلمہ اللہ ورسولہ ساکن پکا گڑھا سیالکوٹ کے حق میں دعاگو ہوں۔ جنہوں نے اس کتاب کے شائع کرنے کا تمام انتظام فرمایا۔ مولیٰ تعالےٰ ان کو اور ان کے مخلص والدین کو دین و دنیا میں کامیابی و کامرانی و مزید اشاعت دین کی توفیق فرمادے آمین۔ اور اس کے ساتھ میں بارگاہِ ربّ العزّت میں یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ میرے جدّامجد محترم المقام قبلہ و کعبہ مجد الدین صاحب غفرلہ المتین کوٹلی لوہاراں جو گذشتہ سال ۲۰ صفر المظفر ۱۳۸۶ھ ۱۰ جون کو اللہ سے پیارے ہو گئے ہیں۔ مولےٰ تعالیٰ ان پر اپنی خاص رحمتیں نازل فرمائے اور انہیں بہارِ جنت میں عالی مقام عطا فرمائے۔ انہوں نے میری زندگی کا مقصد صرف یہ سمجھ

رکھا کہ میں دینِ حق کو پہچانوں اور مسلک حق اہلِ سنت بریلوی پر قائم رہوں۔ الحمدللہ ان کی دعاؤں اور تمناؤں اور کوششوں کو مولےٰ تعالیٰ نے پورا فرمایا۔ اور مجھ میں جو کمزوریاں ہیں اللہ تعالیٰ دور فرمائے

یہ قصۂ لطیف ابھی ناتمام ہے
جو کچھ بیاں ہوا ہے وہ آغازِ باب تھا!

یہ جو کچھ بیان کیا گیا۔ نہ تو اس سے اپنی علمی لیاقت کا اظہار منظور رہے۔ اور نہ ہی اپنی قابلیت دکھانا مقصود ہے۔ یہ محض خداوند کریم جل شانہٗ اور اس کے پیارے حبیب اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوشنودی و رضا کی خاطر ہے۔ کہ لوگ صحیح صراطِ مستقیم کی راہ کو اختیار کر کے اپنی آخرت کو سنوار لیں۔

دعا فرمائیے کہ ذاتِ غفور الرحیم اور پیارے حبیب، رؤف الرحیم مجھ حقیر پُرتقصیر ناکارہ خلق اور زمانہ سے زیادہ گنہ گار کے یہ ٹوٹے پھوٹے الفاظ قبول فرمادے۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ آمین اور خصوصی دعاء فرمائیے کہ مولیٰ عزوجل اپنے محبوب مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا طفیل میری سیاہ کاریوں کو معاف فرمائیے۔ اور مسلک حق اہلِ سنت (بریلوی) پر خاتمہ فرمائے۔ اور یہ کتاب علم خیر الانام میری اندھیری گور کا چراغ ہو۔ میری قبر بہارِ جنت کا باغ ہو۔ آمین بجرمتہ سید المرسلین ۰

آخری دعا۔ پروردگارِ عالم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلے اور سرکار شہنشاہ نقشبند، اور سرکار غوثیت مآب، وسرکار شاہ کلیم اللہ دہلوی، سرکار نظام الدین اولیاء و سرکار فریدالدین شکر گنج، وسرکار شہاب الدین سہروردی وسرکار سلطان الہند خواجہ معین چشتی اجمیری، وسرکار بوعلی شاہ قلندر و سرکار خواجہ باقی باللہ و سرکار داتا علی الہجویری، وسرکار امام علی الحق رحمہ اللہ علیہم اجمعین کے صدقے سے گستاخوں وبے ادبوں اور باطل فرقوں سے محفوظ رکھے۔ اور ایمان پر خاتمہ فرماوے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

اقول قولی ھذا واستغفر اللہ لی وسائر المؤمنین والمؤمنات والصلوٰت الزکیات السنامیات علی سیدنا محمد النبی المخبیات مظھر الخفیات وعلی آلہ وصحبہ والاکارم السادات واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم وعلمہٗ جل مجدہٗ واتم واحکم۔

اَللّٰھم صلّ علی بدر التمام اللّٰھم صلّ علی نور الظلام اللّٰھمّ صلّ علی مفتاح دار السلام اللّٰھم صلّ علی شفیع فی جمیع الانام

بجاہ حبیبک الرؤف الرحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم

کتبہٗ

عبد رسول الانام محمد عبد السلام غفر لہ رب الانام

متوطن کوٹلی لوہاراں مغربی ومقیم کوٹلی بہرام سیالکوٹ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی شفیعنا خاتم النبیین اللھم اجعلنا بذکرک وذکر حبیبک متلذذین وبآلائک ونعمائک فی الدنیا والاخرۃ متنعمین توفنا مسلمین والحقنا بالصالحین وارزقنا شفاعتہ سید المرسلین وادخلنا الجنۃ بسلام فرحین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ ونور عرشہ محمد وآلہ واصحابہ واولیاء امتہ اجمعین۔ اللّٰھم ارحمنا معھم برحمتک یا ارحم الراحمین ہ

۱۸ ربیع الثانی روز پنجشنبہ ۱۳۹۷ھ تمت بالخیر ہ

عرض

الحمد للہ یہ کتاب چھپ کر ہدیۂ ناظرین ہے۔ اس میں جو کچھ بیان ہوا نہایت تحقیق اور اصل کتابوں کو دیکھ کر لکھا گیا ہے۔ اس کی کتابت اور تصیح کے سلسلہ میں کافی احتیاط برتی گئی ہے۔ اور طباعت میں بھی مکمّل احتیاط کی جائے گی۔ پھر بھی اگر کوئی غلطی رہ گئی ہو۔ تو ہم مسلک و اعتقاد اہلِ سنّت بریلوی للہ معاف کرتے ہوئے فقیر کو مطلع فرما دیں۔ تو آپ کی شکر گزاری کے ساتھ اس کا تدارک کر دیا جائے گا۔

انعام ۔ جو شخص کتاب علم خیر الانام کا ایک حوالہ غلط ثابت کر دے تو اس کو فی حوالہ دس روپے نقد انعام دیا جائے گا۔ جتنے حوالے غلط ثابت کرے۔ اتنا ہی انعام حاصل کرے ۔ (از مؤلف)

تصدیقات
مشائخ عظام اور علمائے کرام
عنقریب شائع ہو رہی
ہیں

کتاب علم خیر الانام

حسب ذیل پتوں پر مل سکتی ہے۔

۱:۔ مکتبہ نعمانیہ اقبال روڈ سیالکوٹ

۲:۔ بلال بک ڈپو مجاہد روڈ سیالکوٹ

۳:۔ مکتبہ رضائے مصطفےٰ چوک دار السلام گوجرانوالہ

۴:۔ دفتر سالک بی۔ ۵۹ سٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی

۵:۔ نوری کتب خانہ بازار حضرت داتا صاحبؒ لاہور

۶:۔ مولوی شمس الدین صاحب تاجر کتب زیر مسلم مسجد لاہور

۷:۔ کتب خانہ رضویہ دار العلوم مظہر الاسلام شیخ الحدیثؒ روڈ (جھنگ بازار) لائل پور

۸:۔ کتب خانہ علویہ رضویہ ڈجکوٹ روڈ لائل پور

۹:۔ مکتبہ اویسیہ رضویہ شاہی بازار کوچہ گل حسن بہاولپور

۱۰ : ر سید سردار علی شاہ صاحب دکاندار برتن فروش

بمقام شہر فریدیہ تحصیل منڈی چشتیاں ضلع بہاولنگر ۔

۱۱ : ر پیرزادہ مولانا محمد عبدالغفار صاحب قادری

اکبر بازار ۔ خانیوال (ضلع ملتان)

۱۲ : ر مدینہ پبلشنگ کمپنی مشہور محل میکلوڈ روڈ کراچی

۱۳ : ر ازہر بک ڈپو مسجد آرام باغ کراچی

۱۴ : ر کتب خانہ مخزن علم پاکستان

رالسن روڈ کراچی